سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ، ہفتہ 10، 13۔ فروری 1993ء
(چہار، شنبہ، 17، 20۔ شعبان المعظم 1414ھ)
جلد، 11 شمارہ، 1، 2
(بشمول شمارہ جات 1 تا 9)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 1
چیئرمینوں کا پینل ---------- 2
رکن اسمبلی کا حلف ---------- 2
تعزیت سینیٹر سردار عبدالخالق، چیف آف آرمی سٹاف جنرل آصف نواز
وغیرہ کے لیے فاتحہ خوانی ---------- 2
رکن اسمبلی کی گرفتاری کی اطلاع ---------- 8
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ مال) ---------- 9
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ---------- 32
مسئلہ استحقاق۔
کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے حق میں پنجاب اسمبلی کی قرارداد اور
اس کے خلاف سرحد کے صوبائی وزیر آب پاشی کا بیان ---------- 39

(---------- جاری)

تحاریک التوائے کار:

ضلع کونسل پاک پتن میں ناجائز اخراجات اور مالی بدعنوانی ---------- 47

ضلع اوکاڑہ کے دیہی مراکز صحت سے ڈاکٹروں کی غیر حاضری ---------- 53

ہنگامی قانون (ترمیم) سروس ٹریبونل ماتحت عدلیہ پنجاب' مجریہ 1993ء
(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا) ---------- 55

اسلامی نظام معیشت کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ
(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی) ---------- 56

معیشت سے سود کے خاتمے اور اسلامی طریق سرمایہ کاری کے بارے میں
اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی) ---------- 56

اسلامی نظام بیمے کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ
(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی) ---------- 57

ذرائع ابلاغ عامہ کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ
بابت 1962ء تا 1992ء (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی) ---------- 57

ہفتہ' 13- فروری 1993ء

جلد 11 شمار 2

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 1

مسئلہ استحقاق:-

نہری پانی کی تقسیم میں خوشاب' میانوالی' بھکر اور لیہ کے اضلاع سے
غیر مساویانہ سلوک ---------- 4

پی ایس پی کے کارکنان پر جھوٹے مقدمات درج
کروانے کا الزام ---------- 6

گندم کی امدادی قیمت میں اضافہ کے بارے میں پنجاب اسمبلی
کی قرارداد پر مرکزی حکومت کا عدم التفات ---------- 13

تحاریک التوائے کار:-

پی پی 117 لاہور میں گیس سلنڈر پھٹنے سے 13 افراد کی ہلاکت ---------- 24

کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری پنجاب کے نتائج کا ناقابل اعتبار ہونا ---------- 29

پوائنٹ آف آرڈر:-

سپریم کورٹ میں معاملہ زیر سماعت ہونے کے پیش نظر ایجنڈا میں شامل
مسودہ قانون خاتمہ ناپسندیدہ انجمن ہائے امداد باہمی پنجاب مصدرہ 1993ء
کی قانونی حیثیت ---------- 33

قرارداد کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا ---------- 38

ایم پی اے کی ضمانت پر رہائی کی اطلاع ---------- 39

اجلاس کی طلبی کا فرمان

In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Mian Muhammad Azhar, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Wednesday, the 10th February, 1993 at 4 00 p.m in the Assembly Chambers, Lahore

MIAN MUHAMMAD AZHAR

Dated: Lahore the 2nd February, 1993

Governor of the Punjab

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

بدھ' 10۔فروری 1993ء

(یوم الاربعا' 17۔شعبان المعظم' 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں شام 4 بج کر 40 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں مناظر علی رانجھا کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید مشتاق حسین نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

سورۃ البقرہ' آیات 21 تا 22

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کیے۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔

وما علینا الا البلاغ O۔

چیئر مینوں کا پینل

جناب ڈپٹی سپیکر ، سیکرٹری اسمبلی چیئر مینوں کے پینل کا اعلان کریں۔

سیکرٹری اسمبلی ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قواعد و انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے قاعدہ نمبر 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس کے لیے 4 معزز اراکین پر مشتمل بحساب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

1۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ۔

2۔ سردار حسن اختر موکل صاحب۔

3۔ جناب فرحت عزیز مزاری صاحب اور

4۔ خانزادہ محمد ضرغام خان خاکوانی صاحب

رکن اسمبلی کا حلف

جناب ڈپٹی سپیکر، ہمارے ایک نئے ساتھی منتخب ہو کر آج اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ پہلے ان کی حلف برداری ہو جائے۔ (معزز رکن جناب شمشاد احمد خان نے حلف اٹھایا)

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

تعزیت

سینیٹر سردار عبدالخالق، چیف آف آرمی سٹاف جنرل آصف نواز وغیرہ کے لیے فاتحہ خوانی

وزیر قانون، جناب والا! کچھ معزز سینیٹر حضرات، ایم این اے حضرات اور ایم پی اے کے قریبی عزیز دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ ان کے نام میں پڑھ دیتا ہوں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی جائے۔ جناب والا! سردار عبدالخالق سینیٹر، سردار عبدالعلیم سابق ایم این اے و سابق وفاقی وزیر سید محمد شاہ پیر آف کھمبٹ سینیٹر، محمود احمد منٹو صاحب سینیٹر، زین نورانی صاحب سابق وزیر خارجہ، جنرل محمد آصف نواز صاحب چیف آف آرمی سٹاف، مخدوم طالب المولیٰ صاحب سابق ایم این اے، والدہ محترمہ چودھری محمد فاروق صاحب ایم پی اے، خواہر نسبتی جناب غلام حیدر وائیں صاحب وزیر اعلیٰ

پنجاب، برادر میجر حبیب اللہ وڑائچ صاحب، والد محترم حاجی سردار خان ایم پی اے، والدہ محترمہ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب ایم این اے، والدہ محترمہ محمد نواز ٹوانہ صاحب ایم پی اے، محترم سید شمیم حسین قادری سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب والا! یہ ایوان ان سب کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ (دعائے مغفرت کی گئی۔)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! ہمیں جو شیڈول ارسال کیا گیا ہے اس میں ہماری روایات کے خلاف اس مرتبہ ہفتے کے روز اجلاس طلب کیا گیا ہے حالانکہ عام طور پر جمعہ اور ہفتہ کے روز چھٹی ہوتی ہے تو تمام ممبران اس کے مطابق پروگرام بنا کر آتے ہیں لیکن اس مرتبہ آپ نے جمعرات کو چھٹی کر دی ہے اور ہفتے کے روز اجلاس طلب کر لیا ہے اس کی کیا وجوہات ہیں اور ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب کی سرکاری مصروفیات تھیں انہوں نے نہایت ہی اہم میٹنگ میں جانا تھا اس لیے جمعرات کو چھٹی کی گئی ہے اور ہفتے کو بعد از دوپہر سیشن طلب کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! میرے پوائنٹ آف آرڈر کا پورا جواب نہیں ملا، اس میں ہمیں اطلاع دے دینی چاہیے تھی کہ کسی مجبوری یا مصروفیت کی بناء پر ہم شیڈول تبدیل کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! اس میں گزارش یہ ہے کہ ٹائم یا دنوں کی allocation سپیکر کا اپنا ایک آئینی اور قانونی حق ہے، ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ اس قسم کی تبدیلی ناگزیر ہو تو آپ کو اطلاع کر دی جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح سے قومی اسمبلی نے پورے سال میں اپنے ایام کار کا تعین کر لیا ہے اسی طرح سے اب اس سال کے آغاز میں ہمیں بھی پورے سال کا تعین کر لینا چاہیے تاکہ اس میں کوئی ابہام نہ رہے اور ہر ممبر کو اس کے مطابق اپنا پروگرام بنانا آسان اور ممکن ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر. پراچہ صاحب! آپ کی تجویز بڑی معقول ہے اس پر غور ہو رہا ہے ہم کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کی خواہشات کے مطابق عمل کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز. جناب سپیکر! اگر آپ وزیر قانون' قائد حزب اختلاف اور جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر کی طرف سے سپیکر صاحب کے سامنے ایک تجویز رکھی جائے اور وہ مل کر ایک پروگرام مرتب کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ممبران کے لیے بڑی سہولت کا باعث بنے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر. جی' ڈاکٹر صاحب! درست ہے۔ جی اب وقفہ سوالات۔

وزیر مال. پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پیشتر اس کے وقفہ سوالات شروع ہو میں جناب کے نوٹس میں ایک پوائنٹ لانا چاہتا ہوں جو کہ پچھلے سے پچھلے سیشن میں بھی آیا تھا ایک سوال نمبر 2062 ہے اس کا ہم نے جواب دیا ہے اسمبلی سیکرٹریٹ کو دیا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس کا جواب دوں آج "جنگ" اور "پاکستان" اخبارات میں کسی اور انداز میں اس کی خبر لگا دی گئی ہے تو جناب والا! یہ پچھلی دفعہ بھی ہوا تھا تو میں آپ کی وساطت سے اپنے صحافی بھائیوں سے اور نیشنل نیوز سے درخواست کروں گا کہ جب ایک سوال پبلک پراپرٹی ہونے کے ناتے اسمبلی میں آ رہا ہے اور اس کا جواب دینے سے پہلے اخبار میں شائع کرنا یہ permissible under the rules نہیں ہے پچھلی دفعہ بھی آپ نے observe کیا تھا تو یہ میں آپ کے نوٹس میں لا رہا ہوں کہ یہ کس کا fault ہے کس کا نہیں ہے؟ یہ ہمارے متعلقہ نہیں لیکن اس سوال کا جواب یا اس کو بنا کر اخباروں کی زینت بنایا گیا ہے یہ آپ کے نوٹس میں ہونا چاہیے کم از کم اس کی انکوائری ہونی چاہیے اور اخبار والے بھائیوں سے بھی میں درخواست کروں گا کہ جب اسمبلی سب سے بڑا فورم ہے اور اسمبلی میں کھڑے ہو کر گورنمنٹ نے جواب دینا ہے تو پھر .They should have waited for the hour جب میں اس کا جواب دوں یہ میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر. لودھی صاحب! آپ کی بات درست ہے پہلے بھی اس مسئلے پر کتنی دفعہ ہاؤس میں بھی اور ہاؤس سے باہر بھی اپنے صحافی بھائیوں سے یہ گزارش کی جا چکی ہے کہ اسمبلی بزنس کے سلسلے میں کوئی بھی ایسی بات جو ابھی اسمبلی میں پیش نہ کی گئی ہو وہ اخباروں کی زینت بنانا خلاف قانون اور خلاف قاعدہ ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ مہربانی فرما کر اس سلسلے میں وہ محتاط رہا کریں اور اخباروں میں ایسی کوئی بات نہیں آنی چاہیے جو اسمبلی میں put up نہ کی گئی ہو۔

چودھری شوکت داؤد۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اسی حوالے سے آج کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جو چودھری سردار احمد صاحب، آئی جی کی طرف سے کسی فنکشن پہ ہے تو ان کے بیان میں بڑی سرخی سے شائع کیا گیا ہے کہ آج کی اس سوسائٹی میں جو خرابی کی جڑ ہے یا امن تباہ کرنے میں سیاست دان، علماء کرام اور جاگیرداروں کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور سیاستدانوں سے میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی ایسی بات ہوتی ہے تو سب سے پہلے ممبران اسمبلی کو ہی اس دور میں سمجھا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے جیسے عام طور پر بیورو کریسی کی طرف سے ہم پر یہی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے کہ جب بھی کوئی خرابی کی جڑ ہوتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ ممبران اسمبلی کی وجہ سے ہم جائز اور ناجائز کام کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے ہمارا وقار مجروح ہوا ہے۔ اس خبر کی وضاحت ہونی چاہیے کہ آیا آئی جی صاحب نے اپنی جانب سے کہا ہے یا اخبار والوں نے اس انداز میں کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تدارک ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری واجد صاحب اس کی وضاحت کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! انہوں نے پوری خبر نہیں پڑھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم نے چودھری صاحب سے وضاحت مانگی ہے ان کو بات کرنے کا موقعہ فراہم فرمائیں۔ جی چودھری صاحب! آپ اس سلسلے میں کوئی ارشاد فرمانا نہیں چاہیں گے؟

چودھری واجد علی خان: نہیں، جناب والا!

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! ہمارے معزز ممبر اسمبلی جناب شوکت داؤد صاحب نے جس پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کی ہے میں عرض کروں گا کہ یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ آج کے دور میں جب ہر طرف سے اس جمہوری دور اور ایوانوں پر سازشیں ہو رہی ہیں اور حملے ہو رہے ہیں ان کی کردار کشی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ان ایوانوں کے وقار کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس صورت میں حکومت کے ایک انتہائی انتظامی عہدے پر فائز شخص کی طرف سے اور حکومت کا ایک حصہ ہوتے ہوئے وہ محکمے کے سربراہ کہ جس محکمے کی بدنامی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور محکمے کے زیادہ تر افسران اس معاشرے میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر اس محکمے کے سربراہ سیاست دانوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ سوسائٹی کے اندر خرابی کی جڑ یہ سیاست دان ہیں تو جناب سپیکر! اس بات کا نوٹس

اسمبلی کا اور تمام سیاست دانوں کا وقار اور کریکٹر مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حکومت کو بھی چاہیے کہ ایسے سربراہان کے بیانات کا نوٹس لیں اس سے صرف چند ممبران اسمبلی بدنام نہیں ہوں گے چند سیاست دان بدنام نہیں ہوں گے' یہ ادارہ بھی تباہ ہو گا اور آج جو حکومت ہے اس کے ذمے بھی اسی حوالے سے بدنامی جا رہی ہے جناب والا! اس لیے اس معاملے کا نوٹس لیا جائے اور میں چاہوں گا کہ اسمبلی کے اندر وقت مختص کیجئے اور اس وقت کے اندر تمام اراکین اسمبلی اس قسم کے معاملات کے بارے میں جن کے ذریعے سے اس ایوان کو بدنام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اظہار خیال کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ نکتہ اعتراض جو شوکت داؤد صاحب نے اٹھایا ہے واقعی یہ اس ہاؤس میں نوٹس لینے کے لیے ایک اہم نکتہ ہے یعنی ایک بیوروکریٹ جو کہ ملازم سرکار ہے' وہ اخبار میں پریس کانفرنس کی شکل میں یا بیان میں یہ کہہ رہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ علماء اس ملک میں نہایت اچھا طبقہ ہے سیاستدان جس نے اس ملک کو بنایا قائد اعظم محمد علی جناح' لیاقت علی خان وہ سب سیاست دانوں کے زمرے میں آتے ہیں تو جناب وہاں ان پر attack کیا جا رہا ہے کیونکہ بعض ایسی قوتیں جو کہ چھپی ہوئی ہیں۔ جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے وہ اس ملک میں جمہوری اداروں کو فیل کرنا چاہتی ہیں تو لہذا میں یہ استدعا کروں گا چونکہ جناب والا! اس ہاؤس کے custodian ہیں۔ جمہوری اداروں کے آپ محافظ ہیں تو اس لیے اس کا نوٹس لیں کہ یہ ایسی بات کیوں ہوئی ہے اور وہ بھی پولیس کے سربراہ کی طرف سے جس کا کردار نہایت گھٹیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' آپ تشریف رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر-----

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میرے خیال میں اب اس مسئلہ پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے آپ کی بات درست ہے۔ ہم اس کا نوٹس لیتے ہیں اور جو سٹیٹمنٹ اخباروں میں آئی ہے اس کو بھی

examine کرتے ہیں اور اس میں آئی جی صاحب کی جو original سٹیٹمنٹ ہے اس کے بارے میں بھی پتہ کرتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت داؤد۔ جناب والا! اس طرح سے عام ممبران میں بھی بے چینی پائی گئی تھی کیونکہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ لوگ ناراضگی مول نہیں لینا چاہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ اب آپ کی بات ہو چکی ہے آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت داؤد۔ جناب والا! میں گھبرانے والا نہیں میرا مطلب صرف یہ نہیں تھا جیسا کہ موہل صاحب نے فرمایا ہے کہ میرا مقصد کوئی specify کرنا نہیں تھا ایک ادارے کو میں over-all ایک پالیسی کی بات کرتا ہوں اسی لیے میں نے اس پوائنٹ کو اٹھایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر آپ ایک کمیٹی ہاؤس میں بنائیں جو اس معاملے پر غور کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی، آپ تشریف رکھیں، مہربانی۔

سید طاہر احمد شاہ۔ جناب سپیکر! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بجا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس پر غور کرنا چاہیے بلکہ ہاؤس کی consensus لینی چاہیے کہ کیا اراکین اسمبلی، معزز ایوان کے اراکین اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں؟ ہم پر اخبارات میں بالواسطہ یا بلاواسطہ عموماً شہ سرخیوں کے ذریعے الزامات لگتے رہتے ہیں اور جب ان کی تحقیقات کی جاتی ہے تو عموماً غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے جناب سپیکر! ان اداروں کے وقار کو قائم رکھنے کے لیے اس قسم کے بیانات کی اور حقائق کی پوری طرح سے چھان پھٹک ہونی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کیا اس کے پس پردہ کوئی ایسے عوامل تو نہیں جو ان اداروں کے بلاواسطہ طور پر مخالف ہیں اور ان اداروں کو عوام کی نظروں میں گرانا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ شکریہ۔ وزیر قانون۔

وزیر قانون۔ جناب سپیکر! سید طاہر احمد شاہ صاحب نے جس طریقے سے بات کی ہے، میں اس پر عرض کروں گا کہ بعض اوقات کہنے والا کچھ کہہ رہا ہوتا ہے خبر کچھ اور ہوتی ہے اور غلطی سے ایسا ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئی جی پنجاب جو کافی عرصہ سے آئی جی پنجاب کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ وہ انتہائی سلجھے ہوئے اور سمجھدار ہیں ہمارے منتخب نمائندوں کی بے حد عزت احترام اور تکریم کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ان سے اس کے متعلق استفسار نہ کر لیا جائے کسی کو

بھی unheard condemn کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ اس بارے میں' میں خود بھی ان سے بات کروں گا اور جب تک ان کا نقطہ نظر سامنے نہ آ جائے one sided رائے قائم کرنا مناسب نہ ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! ہم ان کی سٹیٹمنٹ کی اصل کاپی منگوائیں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! وزیر قانون اس لیے اس کی وضاحت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ معاملہ آئی جی سے متعلق ہے۔ ایک محکمے کے سربراہ کا معاملہ ہے' وزیر قانون کی اپنی سٹیٹمنٹ ہو تو یہ وضاحت کر سکتے ہیں۔ یا تو آئی جی اس بات کی تردید کریں کہ انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ اخبار میں نہیں دی۔ جناب سپیکر! یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں کہ ہم ایک محکمے کے سربراہ کو defend کرنے کے لیے پورے معزز ایوان کا وقار داؤ پر لگا دیں۔ سیاستدانوں کے بارے میں انہوں نے واضح طور پر یہ لفظ کہا ہے اور اگر وزیر قانون کی یہ بات مان لی جائے اور ہم وزیر قانون کا بھی احترام کرتے ہیں۔ ان کا یہ فرمانا کہ غلطی سے یہ سٹیٹمنٹ دی ہے۔ جناب سپیکر! پھر بھی یہ بات قابل مواخذہ ہے۔ اگر محکمہ پولیس کا سربراہ غلطی سے یہ سٹیٹمنٹ دیتا ہے اور پورے ایوان اور ممبران اسمبلی اور سیاست دانوں کو بدنام کرتا ہے تو جناب سپیکر! اس کا نوٹس لینا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس سلسلے میں کافی بحث ہو چکی ہے میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا ہے کہ میں اس معاملے کو personally take up کروں گا لیکن جب اوریجنل سٹیٹمنٹ کی کاپی حاصل ہو جائے گی اس وقت بھی اس معاملے کو ٹیک اپ کیا جائے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

رکن اسمبلی کی گرفتاری کی اطلاع

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاؤس کی اطلاع کے لیے میں عرض کروں گا کہ ہمارے ایک معزز ساتھی جن کو کسی مقدمہ کے سلسلے میں پولیس نے گرفتار کیا ہے اس کی انہوں نے اطلاع دی ہے۔ ہمارے یہ دوست ہیں شاہد منظور جو کہ شیخوپورہ سے ایم۔پی۔اے ہیں۔ ان کو مقدمہ نمبر 56 اور 57 میں مورخہ 18-2-93 اور 9-2-93 تاریخ کو گرفتار کیا ہے۔

آوازیں، وہ تو رہا ہو چکے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی تک سرکاری طور پر ان کی گرفتاری کی اطلاع آئی ہے۔ bail out ہونے کی اطلاع سرکاری طور پر موصول نہیں ہوئی۔

سید طاہر احمد شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! شاہد منظور صاحب کی گرفتاری کے بارے میں جو اطلاع آئی ہے آپ نے ایوان کے معزز اراکین کو پڑھ کر سنا دی ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کی رہائی کے بارے میں بھی کوئی اطلاع آئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سرکاری طور پر اس وقت تک ان کی رہائی کی اطلاع نہیں پہنچی جب سرکاری طور پر اطلاع آنے گی وہ بھی آپ تک پہنچا دی جائے گی۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ مال)

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال، سوال نمبر 741۔

پٹہ سکیم پر سرکاری زمین کی الاٹمنٹ کرنے کے لیے اقدام

*741۔ **ملک اقبال احمد لنگڑیال**، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی طرف سے پانچ سالہ پٹہ سکیم پر سرکاری زمین الاٹ کی جاتی تھی اور اب یہ سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سکیم کا دوبارہ رائج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) تقسیم عارضی طور پر بند کی گئی ہے۔

(ب) سرکاری اراضی کی پٹہ پر تقسیم کے بارے میں تجاویز حکومت کے زیر غور ہیں جلد فیصلہ کر لیا

جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوالات؟ سید چراغ اکبر شاہ ضمنی سوال۔

سید چراغ اکبر شاہ، کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ---

(قطع کلامیاں) (شور و غل)

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب والا! ہاؤس ان آرڈر نہیں ہے۔ کسی کو کسی کی بات سنائی دے نہیں رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں معزز ممبران سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر انہوں نے درخواستوں پر دستخط کروانے ہیں تو سیٹوں پر تشریف فرما ہو کر دستخط کروائیں۔ ہاؤس میں کھڑا ہونا کوئی مناسب بات نہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ تقسیم اراضی عارضی طور پر کیوں بند کی گئی ہے؟

وزیر مال، جناب والا! یہ سکیم 1980-81ء میں شروع کی گئی تھی اور 1989ء میں اسے بند کر دیا گیا۔ اس کی وجوہات کوئی خاص تو نہیں تھیں۔ ایک تو وجہ یہ تھی کہ ہم محسوس کر رہے تھے کہ پنجاب میں زمینیں کم ہو رہی ہیں اور ہم یہ چاہتے تھے کہ public purposes کے لیے زمینوں کو ear-mark کر لیا جائے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ان دنوں میں شکایات آئی تھیں کہ اس کے آکشن میں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے لہٰذا چیف منسٹر پنجاب کے حکم پر یہ الاٹمنٹ بند کر دی گئی تھی اور یہ معاملہ اب کیبنٹ کے زیر غور ہے اور ہم عنقریب اس سکیم کو دوبارہ شروع کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال جناب اقبال احمد خان لنگڑیال

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، سوال نمبر 1019

مسجد کی جگہ الاٹ کرنے کی وجوہات

*1019۔ **ملک اقبال احمد خان لنگڑیال**، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر 12/45 ایل میں مسجد کی جگہ کسی کو الاٹ کی جا رہی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) جی نہیں۔

(ب) یہ زمین کسی کو بھی الاٹ نہیں کی جا رہی ہے۔ لہذا وجوہات درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Any supplementary; No supplementary, Next.

SYED CHIRAGH AKBAR SHAH: No.1083, on his behalf.

رقبہ نمبر پی۔ 143 فیصل آباد پر قبضہ

*1083۔ رانا اکرام ربانی۔ کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ریلوے روڈ فیصل آباد پر واقع رقبہ پی۔143 خسرہ نمبر 1458 میں سے آٹھ کنال سے زائد رقبہ غیر قانونی طور پر نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن کے قبضہ میں دے دیا گیا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ رقبہ کی ملکیت اور قبضہ کی تفصیل 1985ء سے تا حال ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) ڈپٹی کمشنر فیصل آباد نے تحقیقات کرنے کے بعد مطلع کیا ہے کہ ضلع فیصل آباد میں نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے وارثان خادم محی الدین سے ان کی پرائیویٹ ملکیت پراپرٹی خرید کی تھی۔ نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے گورنمنٹ سے کوئی سرکاری رقبہ خرید نہ کیا تھا نہ ہی گورنمنٹ نے ان کو کسی رقبہ کا قبضہ دیا تھا۔

البتہ نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے کچھ سرکاری رقبہ (ریلوے روڈ) پر مورخہ 13 ستمبر 1988ء کو تجاوز کر کے ناجائز تعمیر کی تھی۔ اس ناجائز تجاوز کو ختم کرنے کے لیے اے۔سی فیصل آباد نے مورخہ 20 مارچ 1991ء کو زیر دفعہ 32/34 آباد کاری ایکٹ حکم صادر کیا۔ لیکن نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے خود بخود ہی اس ناجائز تجاوز کو ختم کر دیا۔

(ب) جواب جز (الف) مذکورہ بالا میں دیا جا چکا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری ۔ سر! انہوں نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا وہاں پر کوئی مسلمان نہیں کہ گاؤں میں مسجد کے لیے کوئی جگہ بھی نہیں دی جا رہی؟

جناب ڈپٹی سپیکر۔ نہیں' پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ ذرا سوال کو پڑھ لیں۔ آپ کو جواب کی سمجھ آجائے گی۔ جی لودھی صاحب۔

وزیر مال ۔ جناب والا! اس میں (جزو الف) کا جواب یہ ہے کہ ڈپٹی کمشنر فیصل آباد نے تحقیقات کرنے کے بعد مطلع کیا ہے کہ ضلع فیصل آباد میں نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو کارپوریشن نے خود ہی اس encroachment کو صاف کر دیا اس لیے ہماری گورنمنٹ کی کوئی زمین ان کے زیر قبضہ نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ۔ جناب والا! میں وزیر موصوف سے آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جو زمین متذکرہ جزو (الف) میں نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے وارثان غلام محی الدین سے پرائیویٹ ملکیت کے طور پر خرید کی تھی۔ اس کا رقبہ کتنا تھا؟ اور نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن نے کتنے رقبے پر قبضہ کیا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی لودھی صاحب۔

وزیر مال۔ جناب والا! اس میں یہ سوال نہیں پوچھا گیا کہ کسی مالک سے انہوں نے کتنی زمین خریدی ہے۔ اس میں سوال یہ ہے کہ انہوں نے گورنمنٹ کے کتنے رقبے پر قبضہ کیا ہے۔ یعنی وہ کس گورنمنٹ کے کس محکمے کے رقبے پر قابض تھے۔ سوال یہ ہے میں دہرا دیتا ہوں۔

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ریلوے روڈ فیصل آباد پر واقع رقبہ آٹھ کنال میں سے انہوں نے کوئی قبضہ کیا ہے؟ لیکن صرف یہ کہ آٹھ کنال رقبے میں سے جو یہ قابض ہیں انہوں نے مالک سے خریدا ہے۔ ہمارا جو آٹھ کنال رقبہ تھا اس میں سے انہوں نے تھوڑا سا رقبہ encroach کیا۔ لیکن ہم نے ضابطے کے تحت اس کا نوٹس دیا۔ پیشتر اس کے کہ ہم کوئی کارروائی کرتے انہوں نے خود ہی اس کو صاف کر دیا۔ ہماری زمین ہمارے قبضے میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ رانا ثناء اللہ صاحب سپلیمنٹری۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! میری اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ اس سوال کو پینڈنگ کیا جائے کیونکہ یہ انتہائی مبہم جواب ہے۔ جس کا وزیر مال دفاع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس میں پہلے تو جو جزو (الف) میں جو جواب دیا گیا ہے وہ سوال میں کہیں بھی پوچھا ہی نہیں گیا کہ کس پرائیویٹ آدمی سے نیشنل کواپریٹو والوں نے زمین خریدی ہے یا نہیں خریدی ہے پہلے یہ جواب کو اس طرف لے گئے ہیں اس کے بعد پھر البتہ کر کے جواب صحیح شروع کیا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ کچھ سرکاری رقبہ ریلوے روڈ پر لیکن یہ نہیں درج کیا کہ کتنا رقبہ' وہاں پر کم از کم دس لاکھ روپے مرلہ کی وہ پراپرٹی تھی جو ان کی پراپرٹی ہے۔ اور اس کے بعد ہے کہ ہم نے کارروائی کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ کتنی زمین پر قبضہ کیا کوئی درج نہیں؟ کتنی چھوڑ دی ہے کوئی درج نہیں ہے۔ جبکہ موقع کی صورت حال یہ ہے کہ وہ لوگ ابھی تک قابض ہیں۔ جو چار دیواری انہوں نے آج سے تین چار سال قبل کی تھی وہ اسی طرح سے موجود ہے۔ اور یہ بالکل غلط اور مبہم جواب یہاں پر بھیج دیا گیا ہے۔ اب وزیر موصوف اسی کا دفاع کر رہے ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس جواب کی صحت کے متعلق پہلے اپنے آپ کو کنفرم کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا صاحب! جواب واضح ہے کہ گورنمنٹ کے کچھ رقبہ پر قبضہ ہوا تھا وہ بھی اب واگزار کروا لیا گیا ہے۔ اب اس میں آپ کو کون سی وضاحت درکار ہے؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ البتہ نیشنل انڈسٹریل کواپریٹو فنانس کارپوریشن نے کچھ سرکاری رقبہ پر' اب اس کچھ سرکاری رقبہ سے کیا مراد ہے؟ یہاں پر جو بھی بات ہے وہ ہاؤس میں definite آنی چاہیے۔ یہ بتائیں کہ دو مرلے چار مرلے دو کنال دس کنال۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اس کا پورا حصہ پڑھ لیں۔ اس میں یہ بھی لکھا ہو گا کہ اب اس پر سے قبضہ ختم کروا دیا گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان، یہ غلط بات ہے جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اس جواب کی صحت سے متعلق اپنے آپ کو مطمئن کر لیں۔ اس کے بعد وہ یہ کہیں کہ یہ جواب درست ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے ہم اس پر تحریک استحقاق لائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا کیا موقف ہے کہ ابھی تک وہ زمین ان کے زیر قبضہ ہے؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! وہ ابھی تک قابض ہیں۔ وہاں پر یہ بڑی واضح صورت حال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لودھی صاحب! ان کا موقف ہے کہ یہ زمین ابھی تک نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن کے زیر قبضہ ہے۔

وزیر مال، جناب والا! ان کو یہ وہم ہو گا کہ انہوں نے جو ملکیتی رقبہ خرید کیا ہے۔ شاید ان کا یہ ذہن ہو گا کہ وہ گورنمنٹ کا رقبہ ہے۔ ہم نے یہ تحقیق اپنے کلکٹر سے کروائی ہے۔ اپنے ڈی۔سی سے کروائی ہے۔ ابھی رانا صاحب پوچھ رہے تھے کہ کتنا رقبہ؟ انہوں نے پوچھا ہے گورنمنٹ کا رقبہ۔ ہم نے ان کو بتایا ہے کہ کچھ رقبہ۔ اس میں انہوں نے specifically یہ نہیں پوچھا کہ کتنا رقبہ ہے۔ جو ہمارا رقبہ تھا ہم نے اس کا 32/34 کا نوٹس لیا۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے خود ہی اس کو صاف کر دیا۔ اب ان کے پاس رقبہ ضرور ہو گا میں نہیں کہتا کہ نہیں۔ لیکن رقبہ ان کا اپنا ہو گا' ہمارا رقبہ ان کے پاس نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا موقف یہ ہے کہ وہ لوگ اب سرکاری رقبے پر قابض نہیں ہیں۔

وزیر مال، جی ہاں! وہ لوگ اب سرکاری رقبے پر قابض نہیں ہیں۔ اگر مزید ثناء اللہ صاحب کوئی تحقیق کروانا چاہتے ہیں۔ تو میں اس سے ہٹ کر اس کی تحقیق کروا لیتا ہوں۔ لیکن جو مصدقہ جواب ہے وہ یہی ہے۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری محمد فاروق، جناب محترم وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ رقبہ تو ان کا اپنا ہو گا۔ جناب والا! رولز تو یہ کہتے ہیں کہ وزیر متعلقہ تو definte اور صحیح جواب دیں گے۔ اس میں شاید والی بات گا' گے' گی والی بات نہیں ہوسکتی۔ یہ رولز کے خلاف ہے۔ اس لیے وزیر موصوف یا تو یہ کہیں کہ نیشنل انڈسٹریل کواپریٹو فنانس کارپوریشن کا وہ اپنا رقبہ ہے یا اپنا نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا اپنا ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے بڑا واضح جواب دیا ہے کہ اب وہاں پر سرکاری رقبے پر کوئی ناجائز قابض نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس ضمن میں کوئی ابہام ہو تو آپ مزید انکوائری کروا سکتے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی اور حقائق ہوں تو آپ وہ ایوان کے سامنے لا سکتے ہیں۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلا سوال رانا اکرام ربانی۔

رانا اکرام ربانی، سوال نمبر 1084۔

تحصیل بہاولپور کے چکوک میں واقع رقبہ کی الاٹمنٹ

*1084۔ رانا اکرام ربانی، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) چکوک نمبر 149 ڈی بی تحصیل بہاولپور میں کتنا رقبہ ذاتی ملکیت میں اور کتنا رقبہ حکومت پنجاب کی ملکیت ہے۔

(ب) جو رقبہ سرکاری ملکیت میں تھا اس میں سے اب تک کتنا رقبہ کس کس کو اور کس کس سکیم کے تحت الاٹ کیا گیا ہے اگر وہ رقبہ مزید فروخت یا الاٹ ہوا ہے تو اس کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) ڈپٹی کمشنر بہاولپور سٹیلمنٹ آفیسر بہاولپور اور مینجنگ ڈائریکٹر چولستان ترقیاتی ادارہ بہاولپور کی جانب سے موصول شدہ اطلاع کے مطابق چک نمبر 149 /ڈی بی اور 150/ڈی بی نام کے کوئی چکوک نہ تو چولستان کے علاقہ میں اور نہ ہی تحصیل یزمان اور تحصیل بہاولپور میں موجود ہیں۔ اور ان کا کوئی وجود نہ ہے۔

(ب) جواب (الف) کی موجودگی میں اس کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال نہیں؟ اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ، سوال نمبر 1114۔

رقبہ اراضی کی رکھ بت ضلع قصور کو پٹہ پر دینا

*1114۔ جناب فرید احمد پراچہ، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) موضع رکھ بت تحصیل و ضلع قصور میں رقبہ تعدادی 111 ایکڑ ملکیتی صوبائی حکومت کو پٹہ کی مدت 1987ء میں ختم ہو گئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پٹہ دار defaulter تھے کیونکہ انہوں نے زر پٹہ اور آبیانہ ادا نہ کیا

تھا۔ مگر پھر بھی ان کا ناجائز قبضہ برقرار ہے۔ جو کہ شرائط نمبر 4 بابت حصول پٹہ اراضی سرکار کی خلاف ورزی ہے۔

وزیر مال، جناب سپیکر! یہ سوال کافی دیر پہلے کیا گیا تھا۔ اس کی تازہ ترین صورت حال پیش کروں گا۔

(سوال نمبر 1114 کا ترمیم شدہ جواب پڑھا گیا)

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) مطابق رپورٹ موصولہ اراضی حکام رقبہ تعدادی 664 کنال 17 مرلہ بقدر 83-1 یکڑ مرلہ پٹہ پر مسمیان محمد خالد، محمد شمشاد، محمد یونس، محمد یوسف، عبدالستار، محمد یعقوب کو دیا گیا تھا۔ معیاد پٹہ از فصل ربیع 1983ء تا خریف 1987ء تھی۔ اس عرصہ کے دوران پٹہ داران نے زر پٹہ ادا نہ کیا جس کی مقدار -/2,61,300 روپے بنتی ہے۔ ربیع 1987ء میں ژالہ باری کی وجہ سے تمام ضلع کو آفت زدہ قرار دے دیا گیا۔ اور بروئے چٹھی نمبری 8-91/149/TH-II مورخہ 27 جنوری 1991ء مطابہ ربیع 1987ء مبلغ -/37,470 روپے وضع کرنے کے بعد فصل خریف 1987ء کے اختتام پر قابل وصول رقم -/2,23,830 روپے تھی۔

معیاد پٹہ ختم ہونے پر کارروائی بے دخلی برخلاف پٹہ دوران عمل میں لائی گئی۔ جس کے خلاف کلکٹر ضلع قصور سے پٹہ داران نے ایک حکم امتناعی مجریہ مورخہ 13 فروری 1988ء حاصل کر لیا۔ یہ کیس عدالت ضلع کلکٹر سے مورخہ 8 فروری 1993ء کو ریمانڈ ہو کر اے۔سی قصور کی عدالت میں بھیج دیا گیا ہے۔

(ب) اس حد تک درست ہے کہ پٹہ داران حکم امتناعی کی آڑ میں رقبہ زیر بحث پر بدستور قابض تھا۔ پٹہ داران نے مطالبہ رقم پٹے کی ادائیگی بذریعہ اقساط کے لیے بورڈ آف ریونیو پنجاب سے حکم حاصل کیا جس کے مطابق ان کو یہ تمام رقم بارہ ششماہی اقساط میں ادا کرنا ہے۔ مندرجہ بالا حکم چٹھی نمبری 1027-90/1874/TH-II مورخہ 2 ستمبر 1990ء کے مطابق دیا گیا ہے اور اب تک پٹہ داران نے چھ اقساط جمع کروائی ہیں۔ جس کی کل رقم -/1,30,650 روپے بنتی ہے۔ اصل حقائق پر مبنی قانون کے مطابق کارروائی کرنے کی خاطر بورڈ آف ریونیو پنجاب نے ایک خصوصی ٹیم تشکیل دی ہے جو کہ انکوائری کر کے اپنی رپورٹ پیش

کرے گی۔

وزیر مال، جناب والا! یہ اس کے کوائف ہیں۔ ہماری زمین ان کے پاس لیز پر تھی۔ 1983ء میں اس کو دیا گیا۔ 1987ء میں ان کا پٹہ ختم ہوتا تھا۔ لیکن وہ defaulter تھے۔ انہیں نوٹس دیا گیا۔ وہ کورٹ میں چلے گئے جہاں سے انہوں نے حکم امتناعی لیا۔ اب اس کی تاریخ آٹھ فروری تھی جو پرسوں گزری ہے۔ اس میں کلکٹر نے ریمانڈ کر کے اے سی کے پاس بھیج دیا ہے۔ جو ان کے پاس ہماری قابل وصول رقم تھی' اس میں ایک لاکھ اور کچھ ہم نے وصول کر لی ہے۔ اس کے بعد ان کی اقساط طے ہو چکی ہیں۔ وہ ہم ان سے وصول کر رہے ہیں۔ یہ تازہ ترین پوزیشن ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو یہاں پر جواب ہے وہ اور ہے اور آپ یہاں کوئی اور جواب دے رہے ہیں۔ آئندہ محکمے کو تھوڑا سا محتاط کر دینا چاہیے۔

وزیر مال: جناب والا! اس میں تکرار کی بات تھی۔ جب انہوں نے سوال کیا تو اس وقت دو اقساط جمع ہو چکی تھیں۔ لیکن اب وقت گزرنے کے بعد چھ اقساط جمع ہو چکی ہیں۔ اب ایک لاکھ تیس ہزار جمع ہو چکا ہے۔ پہلے چالیس ہزار کے قریب جمع تھا۔ میں نے اپنے بھائی کے لیے تازہ ترین پوزیشن پیش کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ہمیں اس کی ایک کاپی بھی فراہم کر دیں تاکہ ہم اس کو سر کولیٹ کر دیں۔ پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ایک سوال تو یہ ہے کہ یہ جواب میرے اگلے سوال کا دیا گیا ہے۔ اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ سرکاری اراضی ہے اور لاکھوں روپے کے واجبات ہیں۔ لاکھوں روپے کے واجبات وصول نہیں کیے گئے' اس لیے کہ جن کے نام ہیں یہ دراصل پٹہ داران نہیں ہیں۔ اصل پٹہ داران وہ بیورو کریٹ ہیں جنہوں نے ان کے نام پر لیا ہوا ہے۔ یہ میرے پاس رپورٹ بھی موجود ہے۔ اور اس کے مطابق پٹہ داران رقبہ سرکار واقع موضع رکھ پر موقع پر موجود نہ ہیں اور نہ ہی ان کی رہائش کا علم ہے یعنی یہ سارے فرضی لوگ ہیں اور اصل لوگ اور ہیں اور ان کو فائدہ پہنچانے کے لیے 1987ء سے لے کر اب تک وہ رقم وصول نہیں کی گئی لیکن میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک لاکھ روپیہ بھی جو اب وصول ہوا ہے وہ اس سوال کے نتیجے میں ہوا ہے تو اس کے ذمے دار کون ہیں جنہوں نے یہ وصول نہیں کیا' ان کو فصل اٹھانے کی اجازت دی جو قانونی طور

پر اجازت نہیں تھی اور ان کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے جنہوں نے یہ لاکھوں روپے کے واجبات بھی وصول نہیں کیے اور فصل اٹھانے کی بھی اجازت دی ہے؟

وزیر مال ، جناب سپیکر! میں نے اپنے بھائی کی اطلاع کے لیے یہ گزارش کی ہے کہ میں نے یہ admit کیا ہے کہ 87ء خریف میں ان کی لیز ختم تھی یعنی پانچ سال کے لیے رقبہ دیا گیا تھا اور وہ لیز ختم تھی۔ لیکن ختم ہونے سے پہلے ان کے ہمارے بقایا جات چل رہے تھے۔ ان کے بارے میں بورڈ آف ریونیو نے ان کو بارہ ششماہی کا آرڈر دیا اور اس کے تحت ہم نے ان سے وصولی کرنی ہے۔ اس کے بعد 87ء وہ لیز ختم ہو رہی تھی۔ ہم نے ان کو 87ء میں eject کرنا تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ آپ براہ کرم ہاؤس کے تقدس کا خیال رکھیں۔

وزیر مال، لیکن جناب سپیکر! ان کو eject کرنے سے پیشتر وہ کورٹ میں چلے گئے اور وہاں سے انہوں نے حکم امتناعی لے لیا۔ ہم اس کو vacate کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان سے تمام بقایا جات بھی وصول کریں گے اور ان کو ہم violation کے تحت eject بھی کریں گے۔ اس لیے میں نے ان پر depend نہیں کیا۔ میں ضلعی انتظامیہ پر depend نہیں کیا۔ میں نے سپیشل ٹیم کو انکوائری کے لیے مقرر کیا ہے جو انکوائری کر رہی ہے۔ جس کی نشان دہی آپ نے کی ہے کہ وہ شاید بے نامی کے لحاظ ان کو آگے کیا اور پیچھے کوئی اور ہے۔ تو میں نے پچھلے اجلاس یں بھی کہا تھا کہ وہ انکوائری میں بورڈ آف ریونیو کی ٹیم سے کروا رہا ہوں اور اگر یہ بات نکلی تو اس کے بارے میں بھی ہم انشاء اللہ ان کے خلاف ایکشن لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں ایک ضروری بات معزز ممبران کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو مائیک آپ کے سامنے لگے ہوئے ہیں یہ بڑے حساس instruments ہیں براہ کرم ان کو کھلونا نہ سمجھا جائے کیونکہ ہمارے معزز ممبران ان کے ساتھ کھیلنا شروع کرتے ہیں جس سے اس میں گڑبڑ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مہربانی فرما کر اس سسٹم کو خرابی سے بچانے کے لیے ان کے ساتھ کھیلنے کی کوشش نہ کی جائے۔ شکریہ! جی سردار صاحب فرمائیے!

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! پچھلے اجلاس میں جناب وزیر مال نے مجھے اسی سوال پر یقین دہانی کرائی تھی۔ تو جناب والا! سوال و جواب سے ہٹ کر مجھے صرف اتنی یقین دہانی کرا دیں کہ یہ جو رقبہ

میرے حلقہ انتخاب میں واقع ہے۔ اور میں اس کا گواہ ہوں کہ وہاں گورنمنٹ کے اہل کاروں سے مل جل کر یہ فراڈ ہوا ہے۔ میں پھر اس کی تائید کرتا ہوں کہ جناب والا! جب میں موقع کا گواہ موجود ہوں تو پھر انکوائری کی ضرورت کیا رہی؟ اور آج تین یا چار ماہ کے بعد وزیر موصوف کا یہ کہنا کہ انکوائری ہو رہی ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ اجلاس میں جب یہ سوال دوبارہ دہرایا جائے تو حالات مختلف ہوں۔ تو جناب والا! میں اس یقین دہانی کی روشنی میں وزیر موصوف سے دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ جناب والا! آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اس انکوائری میں ہمیں بھی شامل کیا جائے گا تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی رابطہ نہیں کیا گیا ہے اور اگر یہ یقین نہ کریں تو پھر بھی یہ واضح فراڈ ہے۔ اور ان دو بھائیوں نے جس طرح یہ رقبہ حاصل کیا ہے، جس طرح ان کو ریونیو بورڈ نے رعائتیں دی ہیں۔ جناب والا! یہ open secret ہے۔ اب یہ کیا راز ہے؟ کیا کسی کو بچانا چاہتے ہیں؟ کتنا بڑا بیوروکریٹ ہے جس کے دماغ سے یہ گورنمنٹ چل رہی ہے۔ یہ پنجاب چل رہا ہے۔ یہ ایوان چل رہے ہیں۔ جناب والا! یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہم شہادت سے بات کہتے ہیں۔ یقین سے بات کہتے ہیں کہ یہ فراڈ ہے تو پھر جناب والا! انکوائری کس بات کی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ ضمنی سوال کریں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! میں ضمنی سوال پر ہی کہہ رہا ہوں کہ مجھے یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ آئندہ اجلاس سے پہلے پہلے آپ کو انکوائری میں شامل کیا جائے گا۔ تو جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سے اب تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی چوہدری صاحب! ان کے بعد آپ بات کر لیں۔

وزیر مال، I am sorry to say کہ جذباتی بات اور ہوتی ہے

چوہدری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

چوہدری محمد فاروق، جناب سپیکر! اس ہاؤس کے فلور پر وزیر موصوف جو بھی کہیں گے اسے بھی درست سمجھا جاتا ہے۔ اور جو کوئی فاضل ممبر ارشاد فرماتے ہیں اسے بھی سچ اور درست سمجھا جاتا ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک سوال کے جواب کو سوال کے محرک غلط قرار دے رہے ہیں کہ

جواب درست نہ ہے اور جناب سپیکر! پھر ہمارے ایک فاضل ممبر فرماتے ہیں کہ میں اس حلقے کا رہائشی ہوں۔ وہ حلقہ میرا ہے اور یہ کھلا فراڈ ہوا ہے اور میں اس کا گواہ ہوں۔ یہ الفاظ ہیں جناب سپیکر! فاضل ممبر کے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس معاملے میں کون صاحب اس ہاؤس کے اندر سچ ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ آیا فاضل ممبر نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ درست ہے یا جناب وزیر موصوف نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ درست ہے؟ جب ایک ممبر یہاں پر کھڑے ہو کر کہیں کہ میں گواہ ہوں۔ میں گواہ ہوں یہ فراڈ ہوا ہے تو جناب سپیکر! ہمیں ان کی بات کو یا تو ماننا چاہیے یا اس کے جھٹلانے کے لیے واضح طور پر کوئی ثبوت سامنے لانے چاہییں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! وزیر موصوف کی بات سامنے تو آ لینے دیں۔ جی اب فرمائیے۔

وزیر مال: جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے بھائی قانون جانتے ہیں پھر بھی کوئی دوسری بات کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس میں دو تین issues ہیں۔ ایک issue یہ ہے کہ آیا اس رقبے کو lease out کیا گیا ہے یا نہیں کیا گیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اس کو باضابطہ طور پر lease out کیا گیا ہے۔ اور اس سکیم کے تحت lease out کیا گیا ہے۔ اور وہ 87ء تک ہمارے leasee ہیں۔ لیکن دوسرا issue یہ ہے کہ جن کو ہم نے رقبہ lease out کیا ہے چاہے وہ اے' بی' سی ہیں ہم نے ان کو lease out کیا ہے۔ لیکن اس کے درپردہ اگر کوئی بیوروکریٹ ہے یا کوئی بااثر ہے یا کوئی اور بڑا زمیندار ہے تو ہم deal کر رہے ہیں اس آدمی سے جو ہمارا lessee ہے۔ ہمارا ایکشن شروع ہوتا ہے خریف 87ء کے بعد جب ان کی لیز ختم ہو گی۔ تو میرے بھائی bear me out کہ جب وہ ختم ہو گی تو ہم نے اسی لیز ڈاکومینٹ جو ہم نے sign کیا ہے اسی کے باعث ہم نے ایکشن لینا ہے۔ لیکن جب ایکشن لینے لگے تو پھر کورٹ نے ان کو حکم امتناعی دے دیا۔ اب یہ بھی قانون ہے۔ We have all regards for the Courts جب کورٹ اس میں interfere کرے۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! ان کو بات کر لینے دیں۔

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم ہائی کورٹ کو جس کے متعلق جنرل اسلم بیگ بیان دے چکے ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! ایک نیا مسئلہ نہ چھیڑیے۔

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! اب یہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نہ کہی جائے۔ میں یہ عرض

ضرور کروں گا کہ میری محترم وزیر سے صرف گزارش یہ تھی کہ ہائی کورٹ کا بہانہ لے کر کوئی جائیداد میں فروخت کر رہا ہے۔ کس کس کی جان سے کھیل رہا ہے۔ کس کی عزت سے کھیل رہا ہے۔ میں محکمے سے عرض کر رہا ہوں کہ محکمہ ہمیں یقین دہانی کرا دے کہ کیا یہ فراڈ نہیں ہوا ہے؟ بات ختم ہوئی۔ میرا کوئی سوال نہیں میں کوئی اس کا کوئی applicant نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کو بات تو کر لینے دیں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! میں اپنے معزز وزیر سے صرف اتنی گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ کیا یہ فراڈ نہیں ہوا ہے؟ آپ فرما دیں تو میں مطمئن ہوں جھگڑا کس بات کا ہے؟ ہم ہائی کورٹ کی بات کرتے ہیں یہاں سپریم کورٹ کھیلا کر جاتی ہے۔ یہاں کس کی باتیں آپ کرتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! میں اس بات کا گواہ ہوں جو اسلم بیگ صاحب نے بات کہی ہے۔ ہم کورٹ میں اس وقت بھی کھڑے ہوئے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ان کو بات کر لینے دیں۔ آپ کی بات کا وہ واضح جواب دیں گے۔ جی لودھی صاحب!

وزیر مال، جناب والا! ہمارے دوست بھائی جذباتی ہو جاتے ہیں۔ اگر مجھے ایک منٹ دیں تو میں جواب دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھیں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! مظلوم کو یہاں جذباتی کہا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ منسٹر صاحب صرف اتنی یقین دہانی کرا دیں کہ ریونیو بورڈ نے اس آدمی کو رعایت نہیں دی؟

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کو بات تو کرنے دیں۔

سردار طفیل احمد خان، وہ صرف اتنے لفظ کہہ دیں تو میں اپنی بات کو واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف تو رکھیں پلیز۔ آپ تشریف تو رکھیں۔

سردار طفیل احمد خان، وہ صرف یہ کہہ دیں کہ کیا بڑے بیورو کریٹ نے چھوٹے بیورو کریٹ کو جھوٹ بول کر نہیں پالا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں پلیز۔

وزیر مال: یہ سردار صاحب نے صحیح کہا ہے۔ وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ ان کو بات تو کرنے دیں سردار صاحب۔

وزیر مال، وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔ ان کا حلقہ ہے لیکن میں آپ کو قانون کی پیچیدگیاں بیان کر رہا ہوں کہ 87ء کے بعد ہم نے ایکشن لینا تھا وہ کورٹ میں چلے گئے۔ اب دوسرا ایشو یہ ہے کہ ہم نے ان سے وصولی کر لی ہے۔ دو لاکھ روپے میں سے ایک لاکھ روپیہ ہم نے ان سے وصول کر لیا ہے۔ we gained it اب یہ ہے کہ وہ کیس ہم نے ریمانڈ کروایا ہے۔ ایک تو یہ ریمانڈ کیس ہے۔ ایک میں ان کو یقین دہانی کرواتا ہوں۔

سردار طفیل احمد خان: جناب سپیکر! میں عرض کروں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ اتنے جذباتی بھی نہ ہو جائیں۔

وزیر مال، اب میں یقین دہانی کرا رہا ہوں کہ میں نے اس سے ہٹ کر جو ان کا بے نامی کا ایشو ہے۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! آپ ذرا غور فرمائیں۔ جو انہوں نے کسی کو آگے رکھ کر الاٹمنٹ کرائی ہے اس ایشو کی ہم نے انکوائری ہولڈ کرائی ہے۔ اس میں ان کو شامل کریں گے بلکہ وہ ایک دفعہ گئے ہیں اور پھر جائیں گے۔ اس سے وہ ایشو علیحدہ ہے۔ ایک لیز کا ایشو علیحدہ ہے۔ ریکوری کا ایشو علیحدہ ہے۔ کورٹ کا ایشو علیحدہ ہے۔ This is a complication of law میں ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بیورو کریٹ ہو، کوئی بااثر ہو، اس کی ہم care نہیں کریں گے۔ ہم اس رقبے کو قانون کے مطابق واپس لیں گے اور ان سے پائی پائی recover کریں گے۔

سردار طفیل احمد خان، میں منسٹر صاحب کا بہت مشکور ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ ایک منٹ مجھے بات کرنے دیں۔

سردار طفیل احمد خان، ایک سیکنڈ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، میں تو آپ ہی کی بات کر رہا ہوں۔ آپ مجھے موقع فراہم فرمائیں۔ لودھی صاحب، کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ سردار صاحب اور پراچہ صاحب کے ساتھ مل کر اس سارے مسئلے کو thoroughly دیکھ لیں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب سپیکر! میں اس کا اصل مدعی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے سوال تو کیا ہے۔

وزیر مال، تو میں جناب آپ کے حکم کے مطابق جو ہم نے ٹیم مقرر کی ہے اس میں آج ہی میں آرڈر پاس کروں گا کہ متعلقہ ایم پی اے کو ساتھ لے کر انکوائری کریں۔

پیر احمد شاہ کھگہ، مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ وقفہ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وقفہ ہوتا ہے۔ ابھی وقت ہے۔ اب سردار صاحب آپ مطمئن ہیں؟

سردار طفیل احمد خان، میں منسٹر صاحب کا اور آپ کا بھی بہت نہایت مشکور ہوں لیکن اگر آپ مجھے موقعہ دیں تو جو سپریم کورٹ والی بات چل رہی ہے میں اس کا بھی عینی شاہد ہوں۔ میں نے اس وکیل کو بھی پانچ ہزار روپے دیے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی' آپ تشریف رکھیں۔

سردار طفیل احمد خان، اب توہین عدالت بھی کسی کے اوپر نہیں۔ اب تو واقعات بیان کیے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب' اب میرا خیال ہے کہ اس کے اوپر مزید کمنٹری کی ضرورت نہیں ہے۔

سردار طفیل احمد خان، اس ملک کی سپریم کورٹ کے جسٹس منیر نے بیڑہ غرق کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شاہ صاحب! آپ فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ، جناب سپیکر! جو چودھری طالب حسین نامی سابق چیف سیٹلمنٹ کمشنر لاکھوں روپے کی رشوت کھا کر بڑے بڑے شہروں میں اور فیصل آباد میں کروڑوں روپے کی اراضی جو ہے وہ غیر قانونی طور پر لوگوں کے نام منتقل کر گئے ہیں۔ کیا وزیر موصوف اس کے بارے میں بھی انکوائری کرانا پسند فرمائیں گے۔؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' آپ ان کو لکھ کر دیں نا شاہ صاحب۔

اس طرح تو سوال پر انکوائری نہیں ہوا کرتی۔ اب مغرب کی نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ نماز کے لیے پندرہ منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ ہم 6 بجے دوبارہ انشاء اللہ اجلاس کریں گے۔

(نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی 6:15 پر شروع ہوئی)

جناب سپیکر، اگلا سوال بھی جناب فرید احمد پراچہ کا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، سوال نمبر 1115۔

رقبہ اراضی رکھ بت ضلع قصور کے تحصیل دار کی نااہلی

*1115 جناب فرید احمد پراچہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع رکھ بت تحصیل و ضلع قصور کے پٹہ دار رقبہ 111 ایکڑ ملکیتی حکومت کے ذمہ حکومت کے بقایا جات لاکھوں میں تھے۔ جو تحصیل دار قصور جان بوجھ کر وصول نہیں کر رہا۔ اور انہیں فصلیں اٹھانے کی اجازت دے رکھی ہے جو کہ شرائط نمبر 22 بابت حصول پٹہ اراضی سرکار کی خلاف ورزی ہے۔ جس میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ اگر کوئی پٹہ دار سابقہ فصل کے لگان کی ادائیگی نہ کرے تو پٹہ دار کو فصل کاٹنے کی اجازت نہ دی جائے۔

(ب) اگر جز الف بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پٹہ داران کے ذمہ زر لگان فصل ربیع 1988ء تک -/2,61,300 روپے بنتا تھا۔ بورڈ آف ریونیو پنجاب سے بروئے مراسلہ مورخہ 2 ستمبر 1990ء بارہ اقساط ششماہی وصولی کی اجازت دی مابعد بروئے مراسلہ مورخہ 27 جنوری 1991ء بورڈ آف ریونیو نے بابت لگان فصل ربیع 1987ء (بوجہ ژالہ باری و طوفان) کی معافی دی تھی ضلعی حکام کی موجودہ رپورٹ کے مطابق مبلغ 2,23, -/830 روپے واجب الادا تھے۔ جن میں سے مبلغ -/1,30,650 روپے بذریعہ چھ ششماہی اقساط تاحال وصول ہو چکے ہیں۔

(ب) جواب جز الف میں دے دیا گیا ہے۔

وزیر مال، جناب والا! پہلے سوال کے ساتھ inter-linked ہے پٹہ داران کے ذمہ زر لگان فصل ربیع 1988ء تک -/2,61,300 بنتا تھا بورڈ آف ریونیو پنجاب نے بروئے مراسلہ مورخہ 91-1-27 بورڈ آف ریونیو نے بابت لگان فصل ربیع 1987ء (بوجہ ژالہ باری و طوفان) معاف کیا ہے اور ان کی اقساط منظوری

کی ہیں دو لاکھ کچھ روپے واجب الادا تھے جن میں سے ایک لاکھ تیس ہزار چھ سو پچاس روپے بذریعہ ششماہی اقساط وصول ہو چکے ہیں۔ اس میں بقایا دو لاکھ کچھ روپے تھے اور اس میں ایک لاکھ تیس ہزار وصول ہو چکے ہیں اور ہم اس کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسے گزشتہ سوال کے جواب میں وزیر موصوف نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے ہم اراضی بھی خالی کرائیں گے اور پائی پائی وصول کریں گے تو میں سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اراضی کب تک خالی ہو جائے گی اور وزیر موصوف پائی پائی کب تک وصول کر لیں گے اس پر واضح تاریخ دی جائے؟

وزیر مال، جناب والا! انشاء اللہ میں یقین دہانی کراتا ہوں کہ جو ان سے اقساط مقرر ہوئی ہیں وہ تو اقساط پر ہی ہوں گی کیونکہ ایک دفعہ آرڈر ہو گیا ہے ہم اس کے مطابق ہی چلیں گے لیکن جو ان کی بے دخلی والا معاملہ ہے وہ میں خصوصی طور پر دیکھ رہا ہوں کہ جونہی کمیٹی کی انکوائری مکمل ہوتی ہے۔ انشاء اللہ ان کو بے دخل کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، سوال نمبر 1378

ضلع خانیوال میں کمیٹی کا قیام

*1378۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیلاب زدگان کی مدد کے لیے ضلع خانیوال میں جو کمیٹی قائم کی گئی ہے اس میں نامزد کردہ اکثر افراد کا کردار درست نہ ہے اور وہ بدعنوان ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان بد کردار اور بدعنوان افراد کے خلاف وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی شکایات موصول ہو چکی ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کمیٹی کو ازسر نو تشکیل دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

جناب سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) کمیٹی کے افراد درج ذیل ہیں۔

1۔ توقیر علی شاہ۔ میاں چنوں

2۔ محمد یعقوب سکنہ 8/7 اے آر میاں چنوں

3۔ محمد عزیز نمبر دار 8/7 اے آر میاں چنوں

4۔ منیر احمد موضع تلنبہ تحصیل میاں چنوں۔

5۔ رانا حیات نمبر دار موضع تلمبہ

جی نہیں کمیٹی کے ارکان کے خلاف محکمہ ریلیف کو کبھی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔

(ب) محکمہ کے ریکارڈ پر ایسی کوئی شکایت نہیں۔

(ج) چونکہ مذکورہ جزو بالا کے جواب اثبات میں نہ ہے اس لیے کمیٹی کی ازسر نو تشکیل کی ضرورت نہ ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میں نے ضلع خانیوال کے بارے میں پوچھا تھا مجھے ضلع خانیوال کی لسٹ چاہیے۔ انہوں نے میرے خیال میں میاں چنوں کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی تھی ان کی لسٹ دی ہے۔

وزیر مال، شاہ صاحب! آپ کا سوال 1988ء کا ہے اور 1988ء کے سیلاب کے بارے میں ہے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہے کہ اسمبلیاں توڑ دی گئیں تھیں۔ اس وقت جو کمیٹی کی تشکیل تھی وہ ضلع خانیوال کے لیے بنی تھی، یہی کمیٹی تھی اور اسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ آپ ڈی۔سی کے ساتھ مل کر سیلاب زدگان کو امداد دیں۔ اس سال جو سیلاب آیا تھا اس کی کمیٹی کی تشکیل علیحدہ ہے۔ آپ کا سوال چونکہ 1988ء میں موصول ہوا تھا اس لیے جواب بھی 1988ء کے متعلق ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میرا سوال پوچھنے کا مقصد تو 1992ء کے سیلاب سے متعلق تھا لیکن جواب 1988ء کے متعلق آ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کے لیے آپ نیا سوال دیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! نئے سوال کی بجائے اسی کو repeat کر لیا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ اس کے لیے نیا سوال کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ ، جناب والا! سوال میں 1988ء کا ذکر نہیں ہے۔یعنی ان کو نیت کا کیسے پتہ چل گیا کہ وہ 1988ء کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں۔ سوال میں تو 1988ء کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ ، جناب والا! یہ سوال تو پہلے ہی آچکا ہے۔ اس کا جواب مل گیا ہے۔ یہ سوال repeat ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا سوال نمبر 1483 ہے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ ، جناب والا! 1988ء کے متعلق میرا سوال پہلے ہی آچکا ہے میرا تو اب سوال پوچھنے کا مقصد 1992ء کے سیلاب کے متعلق تھا اور انہوں نے حاجی محمد افضل چن کے سوال کے سلسلے میں تفصیل بھی دے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، پھر آپ اس پر بھی نیا سوال دے دیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ ، ٹھیک ہے میں اس پر نیا سوال دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اگلا سوال خان غلام سرور خان

جناب غلام سرور خان ، سوال نمبر 1701

ساھیوال میں محکمہ مال کی اراضی پر قبضہ

*1701-خان غلام سرور خان، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ساہیوال شہر میں تقریباً 6 کنال سرکاری زمین جعل سازی اور بددیانتی سے محکمہ مال کے عملہ کی ملی بھگت سے ایک شخص محمد افضل نے حاصل کر لی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس جعل سازی میں محکمہ مال کے تمام افسران اور پریس کلب کے عہدیداران شامل ہیں۔

(ج) اس تمام واقعے میں ملوث افراد کے نام عہدہ کیا ہیں اور حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) یہ درست نہ ہے دراصل سرکاری اراضی خسرہ نمبر 4561 تعدادی سرمایہ 4-مرلہ 2- کنال 32 واقع ساہیوال شہر 1941ء سے جمخانہ کلب کے پاس 25 روپے سالانہ کے حساب سے پٹا پر ہے جس کی انتظامیہ نے متذکرہ اراضی میں سے تقریباً 5 کنال 14.50 مرلے اراضی مسمی محمد افضل کو پٹا پر دے دی جس کی وہ مجاز نہ تھی اب ضابطے کی کارروائی کر کے پٹا منسوخ کر دیا گیا ہے اور موقع پر موجود عمارت کو مسمار کر دیا گیا ہے۔

(ب) جی نہیں یہ درست نہ ہے چیئرمین جمخانہ کلب نے یہ اراضی پٹا پر محمد افضل کو خلاف شرائط دی تھی جو کہ مذکورہ چیئرمین جمخانہ کلب نے منسوخ کر دیا ہے۔

(ج) چونکہ اب ضابطے کی کارروائی کر کے محمد افضل کا پٹہ منسوخ کر دیا گیا ہے موقع پر موجود عمارات وغیرہ بھی مسمار کر دی گئیں ہیں۔ لہذا مزید کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

(کوئی ضمنی سوال نہیں پوچھا گیا)

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال خان غلام سرور خان۔

(تشریف نہیں رکھتے)

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا ثناء اللہ خان

رانا ثناء اللہ خان، سوال نمبر 2062

وزیر مال، طبع شدہ جواب پیش کیا گیا۔

سرکاری اراضی کی فروخت میں فراڈ کی تحقیقات

*2062-**رانا ثناء اللہ خان**، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر RB/85 تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ برلب سڑک لاہور، فیصل آباد بالمقابل شاداب ٹیکسٹائل مز ایک قطعہ اراضی تعدادی 100 کنال ملکیتی سرکار تھا۔ اور یہ رقبہ اندر حدود بلدیہ شاہ کوٹ تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ اراضی کو اصل قیمت سے بہت کم مورخہ 9 جون 1991ء کو ایک شخص حکیم الدین ولد تھو کے نام مبلغ 30 ہزار روپے میں فروخت کر دیا گیا اور شرائط کے مطابق مذکورہ خریدار اس اراضی کو دس سال تک فروخت کرنے کا مجاز نہ تھا۔ لیکن تین ماہ بعد یعنی 16 ستمبر 1991ء کو متذکرہ حکیم الدین نے اس قطعہ اراضی کو 36 لاکھ روپے میں بحق شریف سپننگ مز لمٹیڈ ہیڈ آفس شان آرکیڈ 24 سوک سینٹر برکت مارکیٹ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فروخت کر کے رجسٹری کروا دیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ لاکھوں روپے کی سرکاری اراضی کو 30 ہزار روپے میں فروخت کرنے اور بعد ازاں شرائط فروخت کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے اس اراضی کو تین ماہ بعد 36 لاکھ روپے میں فروخت کرنے سے نہ صرف حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا ہے بلکہ متعلقہ ضوابط و قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس سلسلہ میں حسب ضابطہ و قانون کیا کارروائی کر رہی ہے اور اگر نہیں تو اس فراڈ اور بے ضابطگی کو تحفظ دینے کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) حقیقت حال اس طرح ہے کہ حکیم الدین ولد تھو کو سرکاری اراضی تعدادی 178 کنال 7 مرلے چک نمبر 85 آر۔بی ضلع شیخوپورہ میں 10 سالہ عارضی کاشت پٹا سکیم کے تحت سال 1972ء میں الاٹ کی گئی۔

عارضی کاشت کے پٹہ داران کو نوٹیفکیشن مورخہ 3 ستمبر 1979ء کے تحت حقوق ملکیت حاصل کرنے کی اجازت دی گئی جس کے تحت مذکورہ پٹا دار نے عطائے حقوق ملکیت کی درخواست اندر میعاد کلکٹر شیخوپورہ کو دی۔ اسسٹنٹ کمشنر / کلکٹر شیخوپورہ نے عملہ فیلڈ کی رپورٹ پر کہ رقبہ ہذا ممنوعہ حدود سے باہر واقع ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی، درخواست دہندہ کو حقوق ملکیت حاصل کرنے کا اہل قرار دیتے ہوئے رقبہ تعدادی 100 کنال کے حقوق ملکیت عطا کر دیے۔ اور نوٹیفکیشن ہذا کے مطابق 100 روپے فی پیداواری یونٹ

کے حساب سے اراضی ہذا کی مبلغ -/80,000 روپے بنائی جو کہ اس نے یک مشت داخل خزانہ سرکار کر کے رجسٹری مورخہ 4-8-1991 کو اپنے نام کروالی۔

نوٹیفکیشن مورخہ 3-9-79 کی شق نمبری 11 کے تحت حکیم الدین نے میعاد مقررہ سے پہلے فروخت کرنے کے لیے بورڈ آف ریونیو کی پیشگی اجازت طلب کی جو کہ بورڈ آف ریونیو نے رقبہ منتقل کرنے کی اجازت مبلغ -/5,000 روپے جرمانہ ادا کرنے پر دے دی۔ حکیم الدین نے بعد ازاں مورخہ 28-6-91 کو رقبہ ہذا بالعوض -/36,00,000 لاکھ روپے میں بحق شریف سپننگ ملز لمیٹڈ کو فروخت کر دیا۔

(ج) حقیقت جواب جز (ب) میں بیان کر دی گئی ہے۔ نوٹیفکیشن 3 ستمبر 1979ء کو دفعہ 2 کے مطابق سرکاری اراضی واقعہ ممنوعہ حدود کے حقوق ملکیت نہ دیے جا سکتے تھے۔ جو کہ اسسٹنٹ کمشنر / کلکٹر سب ڈویژن شیخوپورہ نے غلط رپورٹوں کی بنیاد پر حقوق ملکیت دے دیے۔

(د) رقبہ ہذا شاہ کوٹ ٹاؤن کمیٹی کی ممنوعہ حدود میں واقع تھا۔ جس کے حقوق ملکیت 3 ستمبر 1979ء کے نوٹیفکیشن کی شق نمبر 2 کے تحت نہ دیے جا سکتے تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر نے پٹواری کی غلط رپورٹ کی بنا پر کہ رقبہ ہذا ممنوعہ حدود کے باہر واقع ہے۔ حقوق ملکیت عطا کر دیے۔ قصور وار چار پٹواریوں کو معطل کر دیا گیا ہے اور ان کے خلاف انضباطی کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ متعلقہ اسسٹنٹ کمشنر شیخوپورہ جنہوں نے خلاف قانون حقوق ملکیت عطا کیے تھے ان کے خلاف بھی انضباطی کارروائی ہو رہی ہے۔ نیز بیعنامہ کی منسوخی کے سلسلے میں کالونی ایکٹ 1912ء کی دفعہ (2)30 کے تحت معاملہ ممبر (کالونی) بورڈ آف ریونیو کی عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے جہاں قانون کے مطابق منسوخی بیعنامہ کے سلسلے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! یہ جو سرکاری اراضی کا فراڈ تھا جس کی سوال میں نشان دہی کی گئی ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ نوٹیفکیشن مورخہ 3 ستمبر 1979ء کے تحت پٹے دار کو جو حقوق ملکیت دیے گئے تھے، حالانکہ یہ جگہ بلدیہ شاہ کوٹ کی حدود کے اندر واقع تھی اور اس کو وہ حقوق بھی نہیں دیے جا سکتے تھے جواب میں اس بات کا ذکر تو کیا گیا ہے کہ بیع نامہ کی منسوخی کے لیے کارروائی ہو رہی ہے۔ لیکن اس پٹے دار کو نوٹیفکیشن مورخہ 3 ستمبر 1979ء کے تحت جو حقوق

ملکیت حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے وہ اراضی ممنوعہ حدود میں تھی اس کے حقوق ملکیت نہیں دیے جا سکتے تھے۔ محکمے نے اسے جو غیر قانونی حقوق ملکیت دیے ہیں اس پر محکمے نے کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر مال، جناب سپیکر! اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ 1979ء کا جو نوٹیفکیشن تھا اس کے تحت جو لوگ eligible تھے وہ cut out date میں درخواست دے کر مالکانہ حقوق لے سکتے تھے۔ اس کے مطابق lessee نے within date apply کیا اس کا کیس اے۔سی کی عدالت میں چل رہا تھا لیکن ہماری انکوائری کے بعد یہ پتہ چلا کہ جو conditions وہاں پر درج نہیں تھیں اس کے مطابق الاٹمنٹ نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم ان کو مالکانہ حقوق دیتے ہیں جن کا prohibited zone میں رقبہ نہ ہو۔ لیکن پٹواری صاحبان نے اس کی رپورٹ یہ کر دی کہ یہ رقبہ prohibited zone کے باہر ہے اور اے۔سی نے بھی اسی رپورٹ پر ان کو وہ الاٹمنٹ کر دی۔ اگر وہ زمین prohibited zone میں نہ ہوتی تو پھر وہ الاٹمنٹ جائز تھی لیکن چونکہ یہ prohibited zone کے اندر ہے اس لیے ہم نے اس کا نوٹس لیا اور پٹواری صاحبان کو معطل کیا۔ اے۔سی کی بھی explanation call کی اور ممبر بورڈ آف ریونیو کی عدالت میں ہم نے یہ cancellation of deed کے لیے موو کیا۔ اب اس سلسلے میں اے۔سی کی بھی انکوائری ہو رہی ہے اور پٹواری صاحبان کی بھی ہو رہی ہے جو بھی ان کو سزا دیں گے وہ بھی قانون کے تحت ہی دیں گے۔ جہاں تک رقبے کا تعلق ہے وہ بھی سینئر بورڈ آف ریونیو کی عدالت میں for cancellation of deed move ہو چکا ہے انشاء اللہ قانون کے مطابق اس کے cancellation بھی ہو جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! میں وزیر مال سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس اراضی کے دو بیع نامہ جات ہوئے ہیں ایک بیع نامہ وہ ہے جو اس پٹے دار نے اپنے حقوق ملکیت حاصل کرنے کے بعد شریف سپننگ ملز کے حق میں کیا اور ایک وہ جو اسے بطور پٹے دار الاٹمنٹ آرڈر ملے۔ انہوں نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ وہ بیع نامہ جو اس پٹے دار نے شریف سپننگ ملز کے حق میں کیا ہے اس کی منسوخی کے لیے سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو کی عدالت سے رجوع کیا ہے لیکن---

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اپنے پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ کی توجہ رول 35 کی طرف مبذول کرواتا ہوں اس میں لکھا ہے کہ:

Rule 35. Except as provided in these rules, the first hour of every sitting, after the recitation from the Holy Quran and the swearing in of members, if any, shall be available for the asking and answering of question.

یعنی ایک گھنٹا یہ کارروائی ہوتی ہے یعنی recitation اور oath کے بعد اور فوراً شروع ہو جاتی ہے اور ایک گھنٹے تک جاری رہتی ہے۔ جناب والا! آج کی جو کارروائی تھی اس میں حلف وفاداری 4 بج کر 40 منٹ پر ہوگئی تھی۔ اس کے بعد اگر کوئی پوائنٹ آف آرڈر تھے تو میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ بھی اسی ایک گھنٹا میں شمار کیے جائیں گے، میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ اگر اسی میں نماز کا بھی ٹائم آ جاتا ہے تو وہ بھی اسی وقفہ سوالات میں شمار ہو گا۔ کیونکہ اس میں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ٹائم کسی اور کے لیے ہو گیا ہے تو وقفہ سوالات بدستور قائم ہے۔ اس طرح ہم نے پانچ گھنٹے meet with کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہم کوئی کارروائی نہ کریں تو وہ پانچ گھنٹے تسلیم کر لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے ایک گھنٹے کا جو ٹائم ہے۔ میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب یہ swearing in ceremony ہو گئی تھی تو اس کے فوراً بعد start with ہو جاتا ہے۔ میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ٹائم زیادہ ہو چکا ہے۔ تو وہ بھی اس میں شمار ہو جائے گا۔ کیونکہ وقفہ سوالات اس کے بعد سے ہی start with ہو جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ کا نقطہ نظر درست نہیں ہے۔ ویسے بھی اب وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے۔ یہ دو چار منٹ میں انہوں نے اس ضمنی سوال پر جواب دے لینا تھا وہ بھی آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کی نذر ہو گیا۔

وزیر مال: جناب والا میں باقی سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

میاں چنوں میں پلاٹوں کی تقسیم

*2127- جناب محمد حنیف چودھری، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) چک نمبر ER-7/125 تحصیل میاں چنوں میں سات مرلہ سکیم کے تحت کتنے لوگوں میں پلاٹ تقسیم کیے گئے ان کے نام اور پتہ جات کیا ہیں۔

(ب) بے گھر لوگ کتنے ہیں اور مقامی مالکان زمین و مکان کو کتنے پلاٹ ناجائز الاٹ کیے گئے ہیں۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقامی مالکان کی درخواست پر ایزادی لائن احاطہ جات قیمتاً الاٹ کرنے کی منظوری دے دی ہے اور ان کی درخواستیں اے۔سی کے پاس موجود ہیں لیکن انہیں احاطہ جات نہیں دیے جا رہے اگر ہاں تو اس کی وجہ کیا ہے اور انہیں کب تک یہ احاطہ جات الاٹ کیے جائیں گے۔

(د) بے گھر لوگوں کو پلاٹ سات مرلہ کب تک دیے جائیں گے۔

(ہ) کیا مقامی کونسلر سرکاری زمین پر قبضہ کر کے اپنے اور دیگر رشتہ داروں کو مکان تعمیر کروا رہا ہے اور اس میں حکومت کی مرضی شامل ہے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) چک مذکورہ میں موصول ہونے والی 102 درخواستیں میں سے 42 افراد قواعد کے مطابق مستحق پائے گئے۔ ان سب کو سات مرلہ سکیم کے تحت پلاٹ الاٹ کیے جا چکے ہیں۔

(ب) تمام مستحق بے گھر لوگوں میں پلاٹ تقسیم ہو چکے ہیں۔ کسی مقامی مالک اراضی کو پلاٹ تقسیم نہ ہوا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ ڈپٹی کمشنر خانیوال نے ایزادی لائن احاطہ جات کی منظوری دی ہے۔ لیکن نئے منظور شدہ احاطہ جات کی الاٹمنٹ کے لیے تاحال کوئی درخواست موصول نہ ہوئی ہے۔ درخواستیں موصول ہونے پر قواعد کے مطابق الاٹمنٹ کی جائے گی۔

(د) تمام مستحق بے گھر درخواست دہندگان کو پلاٹ سات مرلہ سکیم کے تحت پہلے ہی دیے جا چکے ہیں۔

(ہ) یہ درست نہ ہے بلکہ قواعد و ہدایات کے مطابق سرکاری اراضی پر ستمبر 1988ء سے قبل کے قابض اور رہائش پذیر لوگوں کو کچی آبادی سکیم کے تحت الاٹمنٹ ہوئی ہے۔

فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی۔

ہمایوں شریف نائب تحصیل دار کے خلاف کارروائی

*1722-خان غلام سرور خان، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ہمایوں شریف نائب تحصیل دار حافظ آباد کی کل سروس کتنی ہے۔ اور آج تک وہ کس کس جگہ پر تعینات رہا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر ہمایوں شریف کے خلاف کرپشن' اختیارات کا ناجائز استعمال اور نااہلی کے الزامات کے تحت مختلف اداروں اور ایجنسیوں کے علاوہ ہائی کورٹ میں بھی کئی کیسوں میں جواب طلبی ہو چکی ہے۔

(ج) اگر جز (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس نااہل افسر کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنے اور اسے موجودہ جگہ سے تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) ہمایوں شریف نائب تحصیل دار کی کل سروس ایک سال سات ماہ ہے۔ اور سرکل سکھیکی تحصیل حافظ آباد میں تعینات ہے۔

(ب) جی نہیں۔

(ج) جز "ب" کے جواب کے پیش نظر جواب کی ضرورت نہ ہے

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! میری ایک گزارش ہے کہ چونکہ یہاں پر وزیر مال صاحب بیٹھے ہیں۔ میرے حلقہ میں انکوائری کروالیں۔ میرے حلقہ میں یہ جو وزیراعظم صاحب کا پیکج ہے جس کی سات شرطیں لکھی گئی ہیں۔ ان سات شرطوں میں سے میرے حلقے پی پی 100 میں کوئی بھی شرط پوری نہیں کی گئی۔ نہ مالیہ معاف کیا گیا ہے نہ آبیانہ معاف کیا گیا ہے نہ عشر معاف کیا گیا ہے نہ ان کو بیج دیا گیا ہے نہ ہی انہیں کسی قسم کی دیگر رعایت دی گئی ہے۔ میرے حلقہ کے خاص مقام گڑھ قائم اور فقیریاں موضع ہے جہاں پر آج تک ایک دھیلہ پیسہ بھی نہیں دیا گیا۔ ان کو آفت زدہ قرار دیا گیا تھا۔ میری یہ گزارش ہے کہ وزیر مال صاحب اپنی کوئی کمیٹی بنائیں تو بے شک اس کی انکوائری کر لیں۔ میرا سارا حلقہ دریائے سندھ پر پڑتا ہے۔ ساری تباہ کاری میرے حلقے میں ہوئی۔ یہاں پر ڈیلٹا میں جس کو ہم بیلا کہتے ہیں' یہاں بیلا میں جتنا نقصان ہوا ہے اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔ برائے مہربانی وزیراعظم صاحب کا یہ جو پیکج ہے اس کی مراعات میرے حلقے میں بھی دی جائیں جناب کا

بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لودھی صاحب! اب کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر مال: جناب والا! اس پر حاجی صاحب کو اگر کوئی grievance ہے تو ہم نے وہ کمیٹی اب بھی بنائی ہوئی ہے' verification کرواتے ہیں۔ تو حاجی صاحب kindly مجھے اس اجلاس کے بعد بتائیں تو میں فوراً نو اس کی انکوائری کروا لیتا ہوں۔ تو انشاء اللہ جو وزیراعظم صاحب کا پیکج ہے ہم ان شاء اللہ اس کے مطابق ان کو سہولت دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی صاحب! آپ کے جو مسائل ہیں' مشکلات ہیں وہ آپ وزیر مال کو لکھ کر دیں وہ اس سلسلے میں آپ کی مدد کریں گے۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ ایک تحریک استحقاق ہے جو کہ گزشتہ اجلاس سے ہی پینڈنگ چلی آ رہی ہے۔ یہ چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے تھی۔ کیا تشریف رکھتے ہیں؟ ٹھیک ہے ان کی استدعا ہے تو اس کو next working day پر ٹیک اپ کریں گے۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! آج کے اخبارات کے حوالے سے ایک خبر لگی ہے کہ پنجاب اسمبلی میں پی ڈی اے کے اراکین صوبائی اسمبلی نے وزیراعلیٰ سے ملاقات کی اور حکومت پنجاب نے جو ترقیاتی فنڈز تمام حلقوں میں مہیا کیے۔ اس پر پنجاب اسمبلی کے ان اراکین نے حکومت کے اس اقدام کو سراہا۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ تمام دوستوں سے کھل کر اس ایشو پہ بات ہوئی ہے جبکہ ایک طرف تو compromise کی بات کی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف پنجاب میں بالخصوص پنجاب اسمبلی کے اراکین کو کرش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جناب والا! پنجاب اسمبلی کے اراکین کو فنڈز مہیا نہیں کیے جا رہے۔ اور جب ہم چیف منسٹر کی استدعا پر جناب وزیراعلیٰ کو ملے تو ہم نے یہ استدعا کی کہ آپ تو اسمبلی میں کہتے ہیں اور میڈیا میں اس کا پرچار کرتے ہیں کہ ہم پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ تمام حلقوں میں مساوی ترقیاتی فنڈز دیے جائیں گے' تمام تعیناتیاں میرٹ کی بنیاد پر ہوں گی۔ لیکن جناب والا! میرٹ کی بھی violation کی

جا رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے حلقوں میں ترقیاتی فنڈز بھی نہیں دیے جا رہے۔ اور اخبارات کے ذریعے ہماری پوزیشن کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اراکین نے فنڈز کی فراہمی پر حکومت پنجاب کے اس اقدام کو سراہا۔ یہ ہمارے حلقوں میں بھی ہماری اس پوزیشن کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے ایک تحریک استحقاق دی ہوئی ہے۔ میری اس ایوان سے بھی استدعا ہو گی کہ مجھے یہ تحریک استحقاق بغیر باری کے پیش کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم اصل صورت حال سامنے لا سکیں۔ اور اخبارات نے جو تاثر دیا ہے ہم اپنی بات کر کے اس تاثر کو بھی زائل کر سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب وہ تو جب آپ کی تحریک استحقاق پیش کرنے کی باری آئے گی تو اس پر انشاء اللہ غور کیا جائے گا اور قاعدے کے مطابق اس پر فیصلہ ہو گا۔ لاء منسٹر صاحب اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! ایک طرف تو ترقیاتی فنڈز نہیں دیے جا رہے اور دوسری طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم حکومت کے اس اقدام سے مطمئن ہیں۔ اور پی ڈی اے کے اراکین اسمبلی نے حکومت کے اس اقدام کو سراہا ہے۔ جناب والا! ہم نے تو وہاں پر بھی احتجاج کیا ہے کہ ہمارے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں اور ہمارے فنڈز روکے گئے ہیں۔ اور ہمارے حلقوں میں میرٹ کی بنیادوں پر تعیناتیاں نہیں ہو رہیں۔ لیکن جناب والا! اگر آپ اسے اپنی باری پر لیں گے تو اس کی اہمیت اس کی افادیت ختم ہو جائے گی۔ جناب والا! جس طرح کی خبریں لگی ہیں جس طرح کی reading لگی ہے اس سے سارے حلقوں میں ہماری پوزیشن متاثر ہوئی ہے۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ مجھے بغیر باری کے یہ تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ کی یہ تحریک استحقاق آج ہی اس دفتر میں موصول ہوئی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس کو جلد ہی ٹیک اپ کر لیا جائے۔

سید افتخار الحسن شاہ: جناب والا! میں خان صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ فنڈز تو ابھی تک ہمیں بھی نہیں ملے۔ ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ آپ کو بھی ترقیاتی فنڈز مل جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آج آپ کا گلا کچھ خراب ہے۔ خیریت تو ہے۔ جی ڈاکٹر صاحب!

فرمایا

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، میں نے صرف یہ کہنا ہے کہ جون 1992ء میں یہاں اس اسمبلی کے ایوان میں اعلان کیا گیا کہ ہر معزز رکن کو دو کروڑ روپیہ ترقیاتی فنڈ تعمیر وطن کے لیے دیا جائے گا۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے فروری تک ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ باوجود اس کے کہ میری سکیمیں تیار ہو کر جا چکی ہیں۔ اس کے بعد ریمائنڈرز اور بار بار تلقین کرنے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور ابھی تک مجھے اس فنڈ میں ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ جناب والا! میں پی اینڈ ڈی کے وزیر جو کہ وزیر قانون بھی ہیں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر جون کے بعد اب اگلا جون آ رہا ہے اور صرف چار مہینے باقی ہیں۔ اور اس سے پہلے پہلے کس طرح یہ ساری سکیمیں، مکمل ہوں گی اگر اب پیسہ دے بھی دیا جائے۔ اور اس کے علاوہ میں آپ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ 92-1991ء کی سکیموں کا انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ lapse نہیں ہوں گی۔ بلکہ re-evaluate کیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پیسہ بھی ابھی تک ہمیں موصول نہیں ہوا۔ آپ مہربانی فرما کے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیجیے تاکہ وہ سارا 92-1991ء کا پیسہ اور 93-1992 کا پیسہ ہمیں لم سم ملنا چاہیے اور فوری طور پر ملنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! ہم معزز اراکین حزب اختلاف کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے ہیں۔ کل جو میٹنگ ہوئی اس میں کیا بات ہوئی۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ جو آداب میزبانی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ میں ان کی تفصیلات میں نہ جاؤں۔ یہ فاضل اراکین حزب اختلاف بھی یہاں پر تشریف رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں پر باتیں ہوئیں۔ اور ڈویلپمنٹ کے اقدامات کے بارے میں اس قسم کی ایک شکایت تھی جو کہ دو معزز اراکین حزب اختلاف نے کی۔ جس کے بارے میں جناب چیف منسٹر صاحب نے نوٹس لینے کا وعدہ کیا۔ جہاں تک میرے بھائی سرور خان صاحب کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کے نوٹس میں بھی ہے کہ ان کے فنڈ ریلیز ہونے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ جو بھی فاضل رکن میرے نوٹس میں لے آتا ہے میں فوری طور پر فنڈ ریلیز کرنے کے لیے اہتمام کرتا ہوں۔ میں ایوان میں کھڑے ہو کر یہ کہہ رہا ہوں کہ جس معزز رکن کو بھی فنڈ ریلیز ہونے کے سلسلے میں کوئی problem ہے تو میرے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے آفیسر اس وقت بھی لابی میں بیٹھے ہیں۔ میں نے اس چیز کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ ہم فوری طور پر بلا تاخیر فنڈ

ریلیز کریں گے۔ بعض اوقات دقت ہو جاتی ہے۔ ابھی ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ اپنی کوئی دس پندرہ لاکھ کی سکیمیں change کروانا چاہتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی بات ہوتی ہے جس کی وجہ سے تھوڑی تاخیر ہو جاتی ہے۔ تو اس قسم کی جو بھی بات میرے نوٹس میں آئے گے، ہم بلا تاخیر فنڈ ریلیز کرائیں گے۔ میں اپنے معزز بھائیوں کی خدمت میں پوری یقین دہانی کے ساتھ کہتا ہوں۔ بلکہ میں انھیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے نوٹس میں لے آئیں تو میں فوراً ریلز کراؤں گا۔ شکریہ۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ اف آرڈر پر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شیخ صاحب! مہربانی سے آپ انھیں بات کرنے دیں آپ تشریف رکھیں۔ خان صاحب! آپ فرمائیے۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! جناب چیف منسٹر سے ہماری ملاقات روایت کے مطابق ہوئی ہے۔ ان کے بلانے پر ہم جناب چیف منسٹر کے پاس گئے ہیں۔ ہم تمام دوستوں نے اپنی شکایات ان تک پہنچائیں۔ ہم نے ان کے کسی اقدام کو appreciate نہیں کیا۔ اخبارات میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف نے حکومتی پالیسیوں کو سراہا ہے' ڈویلپمنٹ فنڈز کے بارے میں بھی سراہا ہے۔ ہمیں تو اس بات سے بھی اختلاف ہے کہ ہمیں کھانے پر بلا کر پھر ہماری پوزیشن کو اس exploit کیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! اس طرح سرکاری ترجمان یا حکومت پنجاب کی طرف سے غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خان صاحب! آپ نے وضاحت فرما دی ہے۔ آپ نے تحریک استحقاق بھی دے دی ہے۔ وقت آنے پر اس کو لیں گے۔ شیخ صاحب! مہربانی سے اس بات کو ختم کریں۔ آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید، وہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے کبھی حکومت کی کسی بات کو نہیں سراہا۔ حکومت جو اچھے کام کرتی ہے ان کو بھی نہیں سراہا۔ حکومت جو اچھے کام کرتی ہے ان کو تو سراہنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ گزارش یہ ہے کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے درمیان بڑی اچھی فضا قائم ہو چکی ہے۔ میں اپنے معزز ممبران سے بھی درخواست کروں گا کہ ہمیں اس اچھی فضا کو مزید improvement دینی چاہیے۔ ہمیں ان بھائیوں کی قدر کرنی چاہیے۔ میں خاص

طور پر شیخ صاحب سے کہوں گا کہ آپ ایسی باتیں نہ کریں جس سے ماحول میں تلخی پیدا ہو۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! فضا ساز گار ہونے کا تاثر صرف میڈیا میں دیا جا رہا ہے۔ ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اپوزیشن کو crush کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ اب میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔ میں ان سے استدعا کروں گا کہ وہ اس کو پیش کریں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ ویڈیو آپ کی اجازت سے چل رہی ہے؟ کیا یہ اسمبلی کی ہے؟ ہمیں تو یہاں موبائل فون لانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یہ کس محکمے کی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کی ملکیت ہی ہے۔ فکر نہ کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید، جناب سپیکر! میں ایک شعر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی شعر کا موقع نہیں آیا۔

شیخ محمد طاہر رشید، جناب والا! برموقع شعر ہے۔

ان کو آتا ہے پیار پہ غصہ
ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ میاں صاحب۔

کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے حق میں پنجاب اسمبلی کی قرارداد اور اس کے خلاف سرحد کے صوبائی وزیر آب پاشی کا بیان

میاں محمود الرشید، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" نے اپنی یکم نومبر 1992ء کی اشاعت میں فرید طوفان جو اے این پی کے صوبائی وزیر آب پاشی صوبہ سرحد ہیں کا یہ بیان شائع کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم پر کسی کا باپ بھی کام شروع نہیں کر سکتا۔ اور کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے متعلق خبروں کو وزیراعظم نواز شریف کے خلاف سازش قرار دیا گیا ہے۔ پنجاب اسمبلی نے اپنے اجلاس منعقدہ 19 جنوری 1988ء میں ایک قرارداد پاس

کی تھی۔ اسی طرح پچھلے سیشن میں ایک تحریک التواء کار ہاؤس میں پیش ہوئی تھی۔ فرید طوفان کے اس بیان سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری یہ تحریک منظور کر کے کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

میاں محمود الرشید، جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ پاکستان کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اس ملک میں توانائی کے بحران اس قدر شدت اختیار کر چکے ہیں کہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس سے محفوظ نہیں رہا۔ ابھی پچھلے ہی دنوں پورے ملک میں واپڈا نے بجلی کی لوڈشیڈنگ اور پورے ملک کی زندگی کے معمولات کو مفلوج کر کے رکھ دیا گیا۔ جناب سپیکر! اس ملک میں صنعت اور زراعت کی ترقی کے ضمن میں جتنی بھی باتیں کریں اور جتنے بھی بڑے بڑے منصوبے بنائیں' ان میدانوں میں اس وقت تک آگے نہیں بڑھا جا سکتا اور اس وقت تک ان اہداف کو حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک اس ملک میں توانائی کے بحران پر قابو نہ پایا جائے اور قوت کے نئے ذرائع کو دریافت نہ کیا جائے اور ان کو وجود میں نہ لایا جائے۔ جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم صرف پنجاب کا نہیں' پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے پر اسی پنجاب اسمبلی نے ماضی میں متعدد بار آواز بلند کی ہے۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر آج سے نہیں پچیس سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس کی feasibality بنی اور اب تک اس پر اربوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی بڑائی ہے کہ اس نے ہمیشہ بڑے بھائی کا رول ادا کیا ہے۔ چھوٹے بھائیوں پر دست شفقت رکھا ہے اور ہمیشہ قربانیاں دی ہیں۔ لیکن ہماری ان قربانیوں کا ہمیشہ غلط مفہوم لیا گیا ہے۔ اور بڑا بھائی جو ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائیوں پر دست شفقت رکھتا رہا ہے آج اس کو سرنگوں کر کے اس کے سر کے اوپر جوتوں کی بارش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ فرید طوفان اور اے این پی دوسرے لیڈروں نے بھی جن میں بیگم نسیم ولی خان' بلور بھی شامل ہیں انھوں نے مسلسل اس قسم کی دھمکیاں دی ہیں کہ اگر کالا باغ ڈیم کو شروع کیا گیا تو ہم اس کو بموں سے اڑا دیں گے اور جب تک ایک بھی پختون زندہ ہے اس کالا باغ ڈیم کی تعمیر شروع نہیں کی جا سکتی۔ اور جیسا کہ میں نے اپنی تحریک استحقاق میں بھی پیش کیا ہے' یہ کہنا کہ "کسی کا باپ بھی اس کی تعمیر شروع نہیں کر سکتا" میرے خیال میں یہ بات بالواسطہ پنجاب کو گالی دینے کے مترادف ہے۔۔ یہ کہنا کہ "کسی کا باپ بھی کالا باغ ڈیم پر بات نہیں کر سکتا اور اس کی تعمیر شروع نہیں کرنے دی جا سکتی"۔ تو یہ مسئلہ انتہائی اہم نوعیت کا ہے۔ یہ صرف پنجاب کا نہیں' پورے پاکستان

کا مسئلہ ہے۔ میں اس لحاظ سے کہتا ہوں کہ آج تربیلا ڈیم کی اربوں روپے کی رائلٹی صوبہ سرحد والے پختون لے رہے ہیں اور واپڈا نے اس رائلٹی کو ادا کرنے کے لیے اربوں روپے کا سرچارج اپنے بلوں پر لگا دیا ہے اور بلوں میں سو فی صد اضافہ کر دیا ہے۔ ایک عام گھر کے اندر چند بلب جلتے ہیں لیکن اسے پانچ سات سو روپے ماہانہ بجلی کا بل ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ آج کالا باغ ڈیم کی ایک انچ زمین بھی صوبہ سرحد کے اندر نہیں آتی۔ کالا باغ ڈیم کا پورا پلان آپ پڑھ لیجیے۔ اس کی feasibility رپورٹ پڑھ لیجیے۔ تمام تکنیکی ماہرین اس کو feasible قرار دے چکے ہیں۔ اور میرا استحقاق اس طرح سے مجروح ہوتا ہے کہ اسمبلی کا یہی ایوان اور اس کے منتخب نمائندے، پنجاب کی آواز اور پنجاب کی قیادت وہ اس کو متفقہ طور پر پاس کر چکے ہیں۔ اس طرح کی بات کرنا کہ کسی کا باپ بھی اس پر بات نہیں کر سکتا' یا نہیں بنا سکتا' اس سے میرا نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون: جناب والا! کالا باغ ڈیم کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں اور میں اپنے بھائی کے ساتھ اس بارے میں سو فی صد اتفاق کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ صرف پنجاب کے لیے نہیں' پورے پاکستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی حکومت تمام صوبوں میں اتفاق رائے حاصل کرنے کے لیے انتہائی سنجیدگی سے کوشاں ہے۔ ابھی چند روز قبل ہمارے وزیراعلیٰ پنجاب کی ایک اخبار میں سٹیٹمینٹ آئی تھی جس میں انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ کالا باغ ڈیم پنجاب کی پرائرٹی نمبر 1 ہے۔ بلکہ میں اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ پنجاب کے ساتھ پاکستان کے جتنے منصوبے ہیں ان میں بھی پرائرٹی نمبر 1 کی ہی حیثیت ہے۔ لیکن جناب والا! جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کے زمرے میں اس لیے نہیں آتی ہے کہ آزادی تحریر و تقریر ہے اور freedom of speech آئین میں provided ہے۔ اس قسم کی اگر کوئی بات کرتا ہے' اپنا نقطۂ نظر بیان کرتا ہے تو میرے فاضل بھائی بھی اخباری بیان کے ذریعے اپنا نقطۂ نظر بیان کر سکتے ہیں۔ اس سے ان کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق' تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی ہے۔ تو اس وضاحت کے پیش نظر میں توقع کرتا ہوں کہ میرے بھائی اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے بصورت دیگر چونکہ یہ ٹیکنیکل نہیں بنتی تو میں جناب والا! کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس کو رول آؤٹ فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی میاں صاحب!

میاں محمود الرشید، جناب والا! وزیر موصوف نے بڑی تفصیل سے یہ کہا کہ پرائرٹی نمبر 1 پر اسے ہم نے رکھا ہوا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ آئی جے آئی کی انتخابی مہم میں جس مسئلے کو سب سے زیادہ ایشو کے طور پر پبلک کے اندر ہم نے رکھا تھا وہ اس کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ تھا اور سوا دو سال سے زائد عرصہ گزرنے کو ہے۔۔۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! پہلے جب تحریک استحقاق پیش ہو چکی ہے اس پر یہ اپنا بیان دے چکے ہیں۔ اس کے بعد اس کا جواب آ چکا ہے اس کے بعد میرے خیال میں دوبارہ ان کو بحث کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! آپ نے درست فرمایا ہے۔ آپ کا پوائنٹ valid ہے۔

میاں محمود الرشید، جناب والا! یہ کوئی خفیہ رپورٹ کے اندر تو شاید طے ہو گیا کہ یہ پرائرٹی نمبر 1 ہے۔ تو عوام کے اندر جو بات ہے اور نادر پرویز صاحب نے اخبارات میں جو کہا ہے وہ بیان کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں صاحب! گزارش یہ ہے کہ آپ اسے پریس کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں؟

میاں محمود الرشید، جناب والا! اگلے دن دو بیان آ جاتے ہیں کہ ان کی زبانیں گدی سے کھینچ لیں گے۔ جو بات کرے گا اس کی ٹانگ توڑ دیں گے اور وہ سارے وزیر بھی ہیں مشیر بھی ہیں' کنگ میکر بھی ہیں اور حکومت کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ بڑا تضاد ہمیں نظر آتا ہے۔ یہ کس طرح پرائرٹی نمبر 1 ہے جب وہ لوگ کہ ہم بموں سے اڑا دیں گے اور وہ حکم ران بھی ہیں۔ تو اس بارے میں حکومت کو ایک واضح پالیسی اختیار کرنی چاہیے اور عوام نے جو انہیں ووٹ دیا تھا تو اسی بنیاد پر دیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ بات صحیح ہے۔ آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟ آپ فرید پراچہ صاحب سے مشورہ کر لیں۔

میاں محمود الرشید، جناب والا! اگر وہ اس پر واضح اعلان کریں جیسے انہوں نے کہا ہے کہ یہ ہماری

پالیسی ہے کہ اسے بنائیں گے تو پھر ٹھیک ہے ہمارا بھی یہی مقصد ہے کہ اس کو بنایا جائے۔ اگر یہ واضح طور پر اعلان کر دیں تو ہم اسے پریس نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو انہوں نے اپنی سٹیٹمینٹ میں بات کر دی ہے۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

میاں محمود الرشید، جی۔ میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس پر زور نہیں دیا گیا۔ جی ملک صاحب! فرمایئے۔

ملک امان اللہ چھینہ، جناب والا! جہاں تک کالا باغ ڈیم کا تعلق ہے اس میں میں بھی دو جملوں کا اضافہ کروں گا وہ یہ ہے کہ جس طرح دریائے سندھ کے پانی کا مسئلہ حل کیا گیا اسی طرح یہ مسئلہ بھی حل کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! اگر صرف ایک شعر پر ہی اکتفا فرما دیں تو وہ زیادہ مناسب نہیں رہے گا؟

ملک امان اللہ چھینہ، جناب والا! جس طرح بیسیوں سال سے دریائے سندھ کے پانی کا مسئلہ معرض التواء میں پڑا رہا اور یہ حل ہو چکا ہے۔ اب پختونستان کا ایک مسئلہ تھا وہ اپنی موت آپ مر گیا تو یہ سیاست دانوں نے اس کو سیاسی مسئلہ بنا لیا ہے حالانکہ یہ میرے سابقہ ضلع میں ہے اور اس کی زمین کے تین حصے میانوالی کے ہیں اور چوتھائی حصہ صوبہ سرحد میں آتا ہے تو بات یہ ہے کہ جو بجلی ہم ان سے لیتے ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! اس پر میرے خیال میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ آپ کی باتیں بڑی درست ہیں۔ انشاء اللہ کسی مناسب وقت پر آپ کی باتیں سنیں گے۔

ملک امان اللہ چھینہ، جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک ٹیکنیکل مسئلہ ہے۔ چاروں صوبے مل بیٹھ کر یہ مسئلہ حل کریں اور وزیراعظم صاحب اس سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل دیں اور یہ مسئلہ حل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی بات درست ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ملک امان اللہ چھینہ، جناب والا! اس کو سیاسی مسئلہ نہ بنایا جائے۔ یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ

ہے۔ یہ چھوٹے بھائی بڑے بھائی کا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں۔ اس طرح نہ کریں یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! تشریف رکھیں۔ انشاء اللہ درست بات ہو گی۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 2 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔ کیا انہوں نے واپس لے لی ہے؟.....

جناب فرید احمد پراچہ: جی ہاں! میں تحریک استحقاق نمبر 2 واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمائیے!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! یہ ایک تحریک التواء ہے جسے میں آؤٹ آف ٹرن لینے کی درخواست کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ دو روز پیشتر میرے حلقہ میں جس طرح گیس سلنڈرز بم بلاسٹ ہوئے ہیں اور تیرہ افراد لقمہ اجل بن گئے ہیں۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اس معاملے کو آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔ یہ حکومت کی توجہ طلبی کا معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ نے تحریک التوا دے رکھی ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی ہاں! اور اس کا مجھے 197 نمبر ملا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ چاہتے ہیں کہ اسے آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی' جناب۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! یہ recent occurrence کا معاملہ ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں میں تھوڑی سی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ___

وزیر قانون: جناب والا! میرے پاس تو اس کی کاپی بھی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب کو اس کی کاپی فراہم کر دی جائے۔ تحاریک التوائے کار کے متعلق ڈپٹی اپوزیشن لیڈر اور ڈاکٹر صاحب آئے کہ ...

ہے کہ جو تحاریک التوائے کار گذشتہ اجلاس میں آ چکی ہیں یا ان پر بحث ہو چکی ہے یا وہ lapse کر گئی ہیں تو وہ اس اجلاس میں نہیں آئیں گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! وزیر قانون صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ہم انشاء اللہ اسے آؤٹ آف ٹرن لیں گے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وزیر قانون نے بڑی مہربانی یہ بھی کی اور مجھے کہا کہ آپ کی بارانی کالج کی تحریک التوا بھی ہم انشاء اللہ آؤٹ آف ٹرن لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بہرحال اس میں آپ کے نمائندوں کی موجودگی میں ان کی sweet will سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ ذرا آپ سیٹھی صاحب سے پوچھیں کہ جو جناب محترم ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے فرمایا ہے اس بات میں کس حد تک صداقت ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! جو اہم مسئلے ہیں اور جو بے چینی اور اضطراب کا باعث بن رہے ہیں ان کو تو وزیر قانون صاحب نے اجازت دی ہے کہ آپ پیش کیجیے۔ اور ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے یہ ہمیں اجازت دی ہے۔ اس کے بعد پھر میری تحریک آئے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ تحریک التوا نمبر 21,20,19,17,15, 14,13,12,11,10,6,4,2,1 اور 26 یہ اسی کیٹیگری میں آتی ہیں۔ اس لیے یہ جن صاحبان کی ہیں وہ نوٹ فرمالیں ۔ کہ ان کو ہاؤس میں take up نہیں کیا جائے گا۔

وزیر قانون، جناب والا! repeat فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں دوبارہ عرض کر دوں کہ 21,20,19,17,15,14,13,12,11,10,6,4,2,1 اور 26 اس کے بعد جو بھی اس کیٹیگری میں آئیں گی ان کے بارے میں آپ کو بعد میں اطلاع کر دی جائے گی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب والا! آپ کے حکم کے مطابق اس کی کاپی وزیر قانون کو فراہم کر دی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون صاحب! اس سلسلے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؛ وہ چاہتے ہیں کہ اسے آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔

وزیر قانون، جناب والا! اس کو next working day تک pend کر لیں۔ میں کم از کم اس کو دیکھ لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ صحیح ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ بات فاضل حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یہ تحاریک التوائے کار سارے معزز اراکین کی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اور رولز کے مطابق ان کو turn by turn آنا چاہیے اور محترم ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب' رانا اکرام ربانی صاحب نے on the floor of the House میرے ساتھ یہ commitment کی تھی۔ انہوں نے ایک تحریک التوائے کار ٹیک اپ کرائی تھی اور ساتھ ہی اس دن میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آئندہ out of turn کو ہم precedent quote نہیں کریں گے اور آئندہ out of turn تحاریک ہائے التوائے کار نہیں لی جائیں گے۔ تو اس قسم کی پریکٹس سے دوسرے ممبر صاحبان جن کی تحاریک ہائے التوائے کار ہوتی ہیں وہ اس چیز کو mind کرتے ہیں اور حکومت کے لیے بھی اب آج چونکہ اجلاس کا پہلا دن ہے اور اگر آپ تحریک التوائے کار نمبر 197 کو آج take up کریں گے تو اس بارے میں حکومت بھی اس تحریک التوائے کار کے حقائق سے پورا انصاف نہیں کر سکتی۔ تو اس وجہ سے اس کو آئندہ ورکنگ ڈے پر دیکھ لیں گے لیکن آئندہ اس قسم کی کوئی تحریک precedent quote کر کے اس طریقہ سے out of turn نہیں لی جانی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے' سیٹھی صاحب؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جی ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' فرمائیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! اگر کوئی معاملہ آخر میں آ کر پیش ہوتا ہے اور اس سے پہلے ایک سو یا ڈیڑھ سو تحاریک التوائے کار دے دی جاتی ہیں اور وہ معاملہ غیر معمولی طور پر اور خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا ہے تو اس صورت میں میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اجازت ملنی چاہیے تاکہ ہم اسے out of turn لے سکیں۔ اب دیکھئے اجلاس صرف دس دن یا پندرہ دن کے لیے ہو رہا ہے تو ان پندرہ دنوں

میں وہ تحاریک التوائے کار پیش نہیں ہو سکیں گی۔ اور وہ اہمیت ان تحاریک التوائے کار کو نہیں مل سکے گی اگر وہ تاخیر سے پیش ہوئیں۔ اس لیے میں وزیر قانون سے یہ کہوں گا کہ وہ ازراہ کرم بعض غیر معمولی اہمیت کے مسائل کو پہلے لینے کے لیے ترجیح دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ ڈاکٹر صاحب اس میں یہ بات واضح ہے کہ کوئی بھی معاملہ جو اہمیت کا حامل ہو وہ ہاؤس کی مرضی سے out of turn لیا جا سکتا ہے۔ تو یہ تحریک التوائے کار نمبر 7 چودھری ممتاز علی صاحب کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی۔ جناب سپیکر! میں نے جو پہلے نمبر 1 پر تحریک التوائے کار دی ہے وہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ میرے حلقہ میں ایک چودہ لاکھ روپے کی سکیم چار پانچ سالوں سے بند پڑی ہے۔ تو میں پہلے اپنی تحریک التوائے کار نمبر 1 کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ چودھری صاحب! اس کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ جن تحاریک التوائے کار پر گذشتہ سیشن میں ڈسکشن ہو چکی ہے یا وہ اس میں آ چکی ہیں تو وہ lapse کر جائیں گی۔

ڈاکٹر ممتاز علی۔ نہیں۔ جناب! یہ ابھی تک نہیں آئی اور نہ ہی اس پر بات ہو سکی ہے۔ یہ واٹر سپلائی کی سکیم ہے اور میرا حلقہ میں یہ چار پانچ سالوں سے زیر التواء پڑی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ ڈاکٹر صاحب! گذشتہ سیشن میں اس کا نمبر 143 تھا۔ 25-10-92 کو اس پر ڈسکشن ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ممتاز علی۔ جناب یہ آئی ہی نہیں تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ نہیں' آپ ذرا تھوڑا سا اپنے حافظہ پر زور ڈالیں۔

ڈاکٹر ممتاز علی۔ نہیں جناب' یہ بالکل نہیں آئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ آپ بیٹھیں۔ آپ کو اس کا ثبوت فراہم کر دیں گے۔ اب آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر 7 کو ٹیک اپ کریں۔

ضلع کونسل پاک پتن میں ناجائز اخراجات اور مالی بدعنوانی

ڈاکٹر ممتاز علی۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے

والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ "روزنامہ خبریں" کی اشاعت مورخہ 30 اکتوبر 1992 میں یہ خبر چھپی ہے کہ دفتر سے محروم ضلع پاکپتن نے چیئرمین کے لیے لاکھوں روپے مالیت کی گاڑیاں خرید لیں۔ چیئرمین کے لیے 15 لاکھ کی پیجارو وائس چیئرمینوں کے لیے 24 لاکھ کی گاڑیاں وزیراعلیٰ کی اجازت سے قوانین میں ترمیم کر کے منگوائی گئیں۔ ضلع کونسل کے سربراہ کے ذاتی دفتر کی آرائش پر 3لاکھ روپے خرچ کر دیے گئے۔ سابق ڈپٹی کمشنر ایئرکنڈیشنر اپنے ساتھ لے گیا۔ ضلع کونسل کا دفتر 5 ہزار روپے ماہانہ کرایہ پر حاصل کیا گیا ہے۔ جب کہ چیئرمین کے ذاتی دفتر کے ماہانہ اخراجات 30 ہزار روپے سے زائد ہیں۔ اس دفتر کا صرف جولائی 1992ء کا ٹیلی فون کا بل 12.644 روپے ہے جب کہ بل کے ساتھ بقایا جات 28 ہزار روپے سے بھی زیادہ ہیں اور ٹیلی فون کارپوریشن نے ٹیلی فون کاٹنے کا نوٹس دے رکھا ہے۔ قوانین کے مطابق آمدنی کا 50 فیصد ترقیاتی کاموں پر صرف ہونا چاہیے جبکہ چیئرمین کے ذاتی اخراجات 20% سے بھی زیادہ ہیں جو کہ ترقیاتی کاموں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ضلع نہ صرف نمائندوں بلکہ انتظامیہ کی دست برد کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ سابقہ ڈپٹی کمشنر پاکپتن جس کو ضلع کونسل کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تھا اپنے پیچھے ایک لاکھ بیس ہزار روپے کا ٹیلی فون بل چھوڑ کر گیا اور ضلع کونسل کے میٹنگ روم کا ایئر کنڈیشنر بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے ایوان میں فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مغل صاحب! آپ جواب دیں گے؟

جناب ایم لطیف مغل: جی، جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے۔

پارلیمانی سیکرٹری، (جناب ایم لطیف مغل): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے جو تحریک التوائے کار "روزنامہ خبریں" کی بناء پر پیش کی ہے۔ اس میں انہوں نے ضلع کونسل پاک پتن پر چھ الزام لگائے ہیں۔ یہ من گھڑت ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ چار گاڑیاں لی گئی ہیں حالانکہ صرف چیئرمین ضلع کونسل کے لیے ایک گاڑی لی گئی ہے اور اس کے علاوہ جو دو گاڑیوں کا کہا گیا ہے اس کی کوئی صداقت نہیں۔ وہ گاڑیاں نہیں لی گئیں۔

ضلع پاک پتن کی جو ضلع کونسل ہے وہ ضلع نیا بنا ہے۔ اس کی اپنی کوئی بلڈنگ نہیں

اس کی اپنی کوئی بلڈنگ نہیں ہے۔ ضلع کونسل کے دفتر کے لیے انہوں نے لازماً کرائے پر بلڈنگ لینی تھی اور صرف پانچ ہزار روپے کرایہ کی بلڈنگ ہے وہ کوئی زیادہ کرایہ نہیں جو کہ ضلع کونسل کی کرائے کی بلڈنگ ہے۔

اس کے علاوہ اس اخبار میں یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے تین لاکھ روپیہ دفتر کی آرائش پر خرچ کیا ہے حالانکہ اس میں کوئی صداقت نہیں۔ صرف 51 ہزار روپے جو کہ قالین اور فرنیچر کے لیے خرچ کیے گئے ہیں۔

پھر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ چیئرمین جو کہ ہر ماہ 30 ہزار روپے خرچ کرتا ہے۔ اس میں چیئرمین کا کوئی ذاتی خرچ نہیں۔ اس میں ٹیلی فون کا بل' کرایہ کا بل' بجلی اور دوسرے جو بل ہیں وہ شامل ہیں۔ اس میں ایسا کوئی خرچ نہیں جو چیئرمین کے ذاتی اخراجات میں شامل ہوتا ہو۔

اس کے علاوہ ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ سابقہ ایڈمنسٹریٹر جو ہیں جو کہ وہاں کے ڈپٹی کمشنر تھے وہ جاتے جاتے ایئر کنڈیشنر بھی ساتھ لے گئے حالانکہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی کوئی صداقت نہیں۔ وہ اس طرح بدستور موجود ہے۔ جو بل ہیں وہ باقاعدہ ہاؤس جو تھا' ایڈمنسٹریٹر تو ضرور تھا' ڈپٹی کمشنر ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا لیکن وہاں پر ممبران تھے' ان ممبران کی منظوری سے جو بلوں کی ادائیگی ہے' ٹیلی فون بلوں کی ادائیگی وہ کر دی گئی ہے۔ اس وقت کوئی ایسا ان کے پاس بل نہیں جس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو اور اس پر ضلع کونسل کو کوئی نوٹس جاری کیا گیا ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی صداقت نہیں یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی اس لیے اس کو واپس لیا جائے۔

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب سپیکر! جیسا کہ میرے محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے۔ اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ وہ ریکارڈ منگوا کر چیک کیا جائے کہ واقعی اس میں صداقت ہے یا غلط ہے؟ اگر غلط ہے تو یہ خبر کیوں لگی؟ اگر صداقت ہے تو پھر اس کے خلاف کارروائی کی جانی چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل)، جناب سپیکر! میں نے ہاؤس میں جواب دیا ہے۔ انہوں نے "خبریں" کے حوالے سے کہا ہے۔ میں نے جواب دیا ہے۔ اگر کوئی ایسی صدقت ہے تو یہ ریکارڈ لا کر مجھے پیش کریں۔ یہاں پر پیش کر دیں کہ یہ ریکارڈ درست ہے یا غلط ہے۔ صرف اخبار "خبریں" پر نہ جائیں کہ انہوں نے یہ خبر لگا دی ہے۔ اس میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ دو گاڑیاں لیں۔ چیئرمین کو

تو ایک گاڑی ملی ہی ہے۔ وہ ضلع کا چیئرمین ہے۔ انہوں نے منصوبے چیک کرنے ہوتے ہیں اور کہیں جانا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی گاڑی نہیں دی گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب اب سوال یہ ہے کہ آپ اپنی تحریک کو پریس کرتے ہیں یا معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے بیان کے بعد آپ مطمئن ہوگئے ہیں؟

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب سپیکر! اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب مجھے یقین دلا دیں کہ یہ چیک کر کے دوبارہ مجھے اس کے بارے میں صحیح انفرمیشن دے سکتے ہیں تو پھر میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کے پاس جو بھی کوئی اور ثبوت ہو تو وہ آپ ان کو فراہم کریں۔ وہ اس پر انکوائری کرانے کو تیار ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب! میں نے تو یہ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس کا ریکارڈ دفتر میں موجود ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو یہ ریکارڈ منگوا کر چیک کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ ان سے مل لیں۔ وہ آپ کی تسلی کرا دیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل)، جناب سپیکر! انہوں نے تو اخبار کا کہا ہے۔ میں نے تو چیک کیا ہے۔ میں نے باقاعدہ ریکارڈ لیا ہے۔ انہوں نے صرف ایک اخبار کی خبر پر یہ تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ میں نے تو جو جواب دیا ہے وہ چیک کر کے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ آپ کی جو تحریک ہے اس کا جواب دیا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب مجھے بھی یہ بل وغیرہ چیک کروا سکتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل)، جناب سپیکر! یہ مجھ سے مل لیں میں ان کی شکایات کا ازالہ کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! آپ ان سے ملیں۔ آپ کی جو شکایات ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ میں ان کا ازالہ کروں گا۔

ڈاکٹر ممتاز علی، جی یہ وعدہ کر لیں کہ میں ریکارڈ چیک کرا دیتا ہوں تو میں اس کو واپس لے لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ملیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی بات

کریں اور وہ انشاء اللہ اس کی پوری انکوائری کروائیں گے اور اس معاملے کو ٹیک-اپ کریں گے۔ آپ کیا اب اسے پریس نہیں کرتے؟

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب والا! اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی جی۔ چودھری صاحب اسے پریس نہیں کرتے۔ چودھری صاحب تحریک التوائے کار نمبر 8 بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! میں ایک بڑا اہم مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے اس کی اجازت دیں——

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کون سا ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، یہ راولپنڈی بارانی کالج کے بارے میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کے بارے میں کیا آپ کی کوئی تحریک التوائے کار ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ فروری میں لڑکوں اور لڑکیوں کے امتحان ہو رہے ہیں۔ یہ تقریباً 350 لڑکے ہیں۔ ان کو وہاں سے اٹھا کر اس جگہ پر لے جایا جا رہا ہے۔ جہاں پر کوئی عمارت نہیں——

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! کیا آپ نے اس بارے میں کوئی تحریک دے رکھی ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جی' جناب والا! اس کا نمبر 175 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا اسے آؤٹ آف ٹرن لے لیا جائے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جی' جناب والا! اسے آؤٹ آف ٹرن لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آؤٹ آف ٹرن کے لیے تو ہمیں ایوان سے اجازت لینا پڑے گی۔ اور جناب وزیر قانون صاحب سے بھی پوچھنا پڑے گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، ایوان میں تمام معزز ممبران اس کے لیے کوئی اعتراض نہیں کر رہے۔ ان کی خاموشی نیم رضا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کی تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! میں نے اسی سلسلہ میں گزارش کی تھی کہ آپ ذرا سیٹھی صاحب سے پوچھ لیں کہ میری اور ڈاکٹر صاحب کی بات ہوئی ہے۔ یہ جماعت اسلامی گروپ کے لیڈر ہیں انہیں اس طریقے سے رولز کی دھجیاں نہیں اڑانی چاہئیں ایوان کو ہمیں رولز کے مطابق ہی چلانا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! آپ اس کی کاپی وزیر قانون صاحب کو فراہم کر دیں وہ اس بارے میں دیکھیں گے اور اسے اگلے ورکنگ ڈے پر ٹیک اپ کریں گے۔ اور دیکھیں گے کہ اس بارے میں کیا ہو سکتا ہے؟

وزیر تعلیم، جناب والا! میں اس بارے میں عرض کروں گا کہ یہ معاملہ زیر سماعت عدالت ہے اور کورٹ نے اس پر اپنی جج منٹ reserve کی ہوئی ہے۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ جج منٹ کا انتظار کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی یہ بات درست ہے۔ اگر یہ مسئلہ کورٹ میں چل رہا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب آپ اسے پریس نہ فرمائیں۔ یہ آؤٹ آف ٹرن کا تو مسئلہ نہیں ہو سکتا۔۔۔جی! چودھری ممتاز صاحب۔

ضلع اوکاڑہ کے دیہی مراکز صحت سے ڈاکٹروں کی غیر حاضری

ڈاکٹر ممتاز علی، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ اوکاڑہ کے دیہی مراکز صحت سے ڈاکٹروں کی مسلسل غیر حاضری پر محکمہ صحت کوئی نوٹس نہیں لے رہا۔ محکمہ صحت اوکاڑہ کے زیر انتظام ضلع بھر میں سینکڑوں دیہی مراکز صحت قائم ہیں۔ جہاں باقاعدہ تنخواہ دار عملہ اور ڈاکٹر متعین ہیں لیکن مختلف دیہاتوں سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق دیہی مراکز صحت کے انچارج ڈاکٹر حضرات اپنی ڈیوٹی سے مسلسل غیر حاضر رہتے ہیں۔ دیہاتی مریض مراکز صحت کا چکر لگا لگا کر تنگ آ چکے ہیں۔ ڈاکٹروں کی عدم دستیابی کی بنا پر مجبوراً دیہاتی مریض سرکاری ڈاکٹروں کے پرائیویٹ کلینکوں پر علاج کراتے ہیں۔ اس طرح کی صورت حال سے ضلع اوکاڑہ کے دیہاتی عوام میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے ایوان میں فوری طور

پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، وزیر صحت صاحب

وزیر صحت، جناب والا! اس تحریک التوائے کار کے بارے میں عرض کروں گا یہ واقعی اہمیت کا معاملہ ہے لیکن اس بارے میں محکمہ صحت یا حکومت پنجاب نے جو اقدامات اٹھائے ہیں فاضل رکن اسمبلی بخوبی اس سے واقف ہیں وہ ہیلتھ کی سٹینڈنگ کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور اس سے پہلے ان سے اس بارے میں تفصیل سے گفتگو بھی ہوئی ہے جناب والا! موجودہ حکومت نے اپنے اہم اعلانات میں سے ایک اعلان یہ بھی کیا تھا کہ دیہی علاقوں میں ڈاکٹروں کی حاضری کو مکمل کرنا ہے اور وہاں کے پیرا میڈیکل سٹاف کو بھی مکمل کرنا ہے اور ہم نے باقاعدہ ایک مہم کے تحت اس کام کو چلایا ہے اور ہم اسے اس رفتار اور اسی انداز سے چلا رہے ہیں اور اس کا انتظامی طریق کار ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ سروسز سے لے کر ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز، ڈسٹرکٹ ہیلتھ سروسز اور اے۔ڈی۔ایچ تک کا تمام عملہ سپروائزری سٹاف ہے اور وہ باقاعدگی سے بی۔ایچ۔یو اور رورل ہیلتھ سنٹر کا معائنہ کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ جو فاضل رکن صاحب نے فرمایا ہے کہ اوکاڑہ کے علاقے میں اتنی غیر حاضری ہے۔ میں نے ابھی تین ماہ کی رپورٹ مانگی ہے اس میں لاہور ڈویژن کے ڈائریکٹر کا 133 ہسپتالوں کا معائنہ ہے اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسروں کا 109 ہسپتالوں کا معائنہ ہے اور جناب والا! میں یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ صرف معائنہ ہی نہیں ہے بلکہ ہمیں جو اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے اس پر ہم باقاعدہ ایکشن لیتے ہیں اور محکمہ صحت کی طرف سے کسی قسم کی بھی غفلت نہیں برتی جا رہی میں رکن اسمبلی سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر وہ کسی خاص جگہ کی نشان دہی کریں اور میرے نوٹس میں لائیں میں یقینی طور پر اس پر ایکشن لوں گا اور ان کی حاضری کو یقینی بنانے کی پوری کوشش کروں گا اور یہ یقینی ہو گی چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان کا وقت بڑا قیمتی ہے لہذا میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس کو پریس نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب سپیکر! میرے حلقہ میں 14 بی۔ایچ۔یو سنٹر اور ایک آر۔ایچ۔ سنٹر ہے سوائے ایک یا دو سنٹروں میں ڈاکٹر صاحبان حاضری لگا کر پندرہ پندرہ دن غائب رہتے ہیں اور اس طرح سے حکومت کا کروڑوں روپیہ ضائع جاتا ہے زیادہ تر لاہور وغیرہ کے ڈاکٹر وہاں پر تقرر کیے جاتے ہیں جو

حاضری کے سوا وہاں پر بالکل نہیں جاتے جناب سپیکر! اس طرح سے حکومت کے یہ کروڑوں روپے ضائع ہو رہے ہیں اس پر سخت ایکشن لیا جائے۔ وزیر صحت نے یہ خود تسلیم کیا ہے کہ واقعی اس طرح کی شکایتیں تمام حلقہ کی ہیں میں تو اپنے حلقہ میں خود جا کر معائنہ کرتا ہوں اور چیک کرتا ہوں سوائے ایک دو کے باقی سب میں غیر حاضر ہوتے ہیں ڈاکٹر صاحبان آتے ہیں مگر پندرہ دن کی حاضری لگا کر واپس چلے جاتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! وزیر صحت صاحب نے جو فرمایا ہے کہ آپ ان کی نشان دہی کریں اور وہ ان کے خلاف ایکشن لینے کو تیار ہیں تو اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر ممتاز علی، جناب والا! میں ایک، دو کی نشان دہی کر رہا ہوں باقی جتنے بھی بی۔ایچ۔یو ہیں ان کے بارے میں وزیر صحت میرے ساتھ کسی وقت بھی پروگرام بنالیں یا وہ خود جا کر چیک کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بے شک آپ ان کے ساتھ کوئی پروگرام بنالیں وہ آپ کے ساتھ جانے کو بھی تیار ہوں گے۔

ڈاکٹر ممتاز علی، لیکن وہاں پر عملے کو ایک دفعہ حاضری کے لیے پریس کرتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر! چاہیے تو یہ تھا کہ تحریک التوائے کار آنے کے بعد یہ خود وہاں کا معائنہ کرتے اور چیک کرتے لیکن مجھے تو آج ایوان میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کو واپس لے لیں۔ اگر یہ مناسب ہے جیسا کہ وزیرصحت صاحب فرماتے ہیں کہ اسے واپس لے لیں اگر اس سے عوام کا بھلا ہو سکتا ہے تو میں اسے واپس لینے کو تیار ہوں۔

وزیر صحت، جناب والا! میں نے واپس لینے کا نہیں کہا میں نے تو صرف پریس نہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی میں نے اس انداز سے کیا ہے کہ ایوان کا وقت بہت قیمتی ہے اور یہاں پر بہت سے اور مسئلے ہیں۔ ویسے تو اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور چونکہ فاضل رکن اسمبلی نے گورنمنٹ کے نوٹس میں یہ لانا تھا یہ گورنمنٹ کے نوٹس میں آچکا ہے اور میں نے جو عرض کیا ہے اور یہ جو خاص طور پر اپنے حلقہ کا جو بتا رہے ہیں میں یقینی طور پر اس کے اچانک معائنے کا بندوبست کروں گا اور متعلقہ احکام کو کہوں گا کہ وہ اس کا اچانک معائنہ کریں اور جہاں کی نشان دہی کی گئی وہاں پر غیر حاضری پوری نہیں ہوتی ان پر ای۔اینڈ ڈی۔رولز کے تحت ایکشن لیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ڈاکٹر صاحب! میرے خیال میں اب تو کوئی مزید ابہام نہیں ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی: جناب والا! ایوان میں اسے لانے کا تو صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہاں پر لاکھوں آدمی اس نعمت سے محروم ہیں۔ وزیر صحت نے چونکہ اب یقین دہانی کرا دی لہذا میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ اب اسے پریس نہیں کرتے۔

ڈاکٹر ممتاز علی: جی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر صاحب! اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 9 بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی: جناب سپیکر! میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کہیں کہ آپ اسے پیش نہیں کرتے۔

ڈاکٹر ممتاز علی: ٹھیک ہے جی میں اسے پیش نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ نے اسے واپس لے لیا ہے؟

ڈاکٹر ممتاز علی: جناب والا! اس کا فائدہ تو کوئی نہیں۔ میں نے اسے واپس لے لیا ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ کرسئ صدارت پر متمکن ہوئیں)

محترمہ چیئرپرسن: اب تحاریک التوائے کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب غلام سرور خان: ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی۔ کورم پورا تھا)

محترمہ چیئرپرسن: جناب وزیر قانون!

ہنگامی قانون (ترمیم) سروس ٹریبونل ماتحت عدلیہ پنجاب، مجریہ 1993ء

(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

MINISTER FOR LAW: I lay the Punjab Subordinate Judiciary Service Tribunal (Amendment) Ordinance, 1992.

CHAIR PERSON: The Punjab Subordinate Judiciary Service Tribunal

(Amendment) Bill, 1992, has been laid on the Table of the House It is deemed to have been introduced under Rule 75 of the Rules of Procedure. It is referred to the appropriate Standing Committee for report by 20th June, 1993.

اسلامی نظام معیشت کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW: I lay the Report of the Council of Islamic Ideology on the Islamic Economic System as required under Article 234 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

CHAIR PERSON: The Report of the Council of Islamic Ideology on the Islamic Economic System has been laid on the Table of the House

معیشت سے سود کے خاتمے اور اسلامی طریق سرمایہ کاری کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW. I lay the Report of the Council of Islamic Ideology on Elimination of Riba from the Economy and Islamic Modes of Financing as required under Article 234 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

CHAIR PERSON: The Report of the Council of Islamic Ideology on Elimination of Riba from the Economy and Islamic Modes of Financing has been laid on the Table of the House.

اسلامی نظام بیمہ کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ
(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW: I lay the Report of the Council of Islamic Ideology on Islamic Insurance as required under Article 234 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

CHAIR PERSON: The Report of the Council of Islamic Ideology on Islamic Insurance has been laid on the Table of the House.

ذرائع ابلاغ عامہ کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ بابت 1962 تا 1992ء
(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW: I lay the Report of the Council of Islamic Ideology on Publicity Media 1962-92 as required under Article 234 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

CHAIR PERSON: The Report of the Council of Islamic Ideology on Publicity Media 1962-92 has been laid on the Table of the House

The House is adjourned to meet again on the 13th February, 1993, at 4.00 PM.

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

ہفتہ' 13۔فروری 1993ء

(شنبہ' 20۔شعبان المعظم 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 4 بج کر 40 منٹ پر منعقد ہوا۔ چیئرمینوں کے پینل کے رکن سردار حسن اختر موکل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ○

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ○

لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ
وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ وَ
لَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ
دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ
اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰہِ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾

سورۃ النساء آیات 123 تا 126

(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو کار ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

جناب فرید احمد پراچہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! نکتہ اطلاع ہے کہ یہ ہماری اسمبلی کے لیے بھی اعزاز ہے کہ ہمارے محترم قاری صداقت علی صاحب جنہوں نے یہاں آج تلاوت فرمائی ہے انٹرنیشنل کانفرنس میں قرأت کی جو ایران میں منعقد ہوئی اور اس کانفرنس میں انہیں دوسرا انعام ملا ہے۔ چنانچہ میں اس پر انہیں اسمبلی کے ممبران کی طرف سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آپ سے بھی گزارش ہے کہ ہم اس اعزاز کا احترام کریں جو ہمارے لیے اور اس اسمبلی کے لیے بھی ایک تحفہ ہے۔

جناب چیئرمین، شکریہ' پراچہ صاحب' آپ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی اس بات سے سارا ایوان اتفاق کرتا ہے۔ اور ہم انہیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

جناب غضنفر علی خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں' میرا تعلق ضلع جھنگ سے ہے۔ جھنگ میں پولیس کے شہید افسران اور جوانوں کی یاد میں ایک فنکشن ہوا تھا جس میں آئی جی پولیس پنجاب تشریف لے گئے تھے۔ وہاں پر جو تقریب ہوئی تھی میں اس ایوان کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ چونکہ میں اس تقریب میں موجود تھا اور میرے ساتھی ایم پی ایز مہر اسلم بھروانہ حاجی عابد حسین' مہر محمد نواز بھروانہ' مظفر علی خان سیال صاحب بھی اس تقریب میں موجود تھے اور اس تقریب میں معزز سیاست دانوں اور ارکان اسمبلی کی کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین، خان صاحب' کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں؟

جناب غضنفر علی خان، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔

جناب والا! میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اخبار میں ایک خبر چھپی تھی جس کی کوئی بنیاد بھی نہیں تھی اور یہاں بھی بات ہوئی تھی اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس تقریب میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگر یہ مسئلہ دوبارہ ایوان میں اٹھایا گیا تو آپ اس بارے میں ارشاد فرما دیجئے گا۔

جناب غضنفر علی خان، جناب سپیکر! یہ بڑی اہم بات ہے۔

جناب چیئرمین، آپ بجا فرماتے ہیں لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے آپ تشریف رکھیں۔

جناب غضنفر علی خان، جناب والا! یہ بڑی اہم بات ہے اور یہ تمام جھنگ والوں سے متعلقہ ہے۔ ہم تمام وہاں موجود تھے اور وہاں پر کسی قسم کی بھی کوئی بات نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین، آپ بجا فرماتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ اگر کسی سٹیج پر ایوان میں کوئی ایسی بات ڈسکس ہو گی تو آپ اس موقع پر اس کی وضاحت کر دیجئے گا۔ آپ تشریف رکھیں آپ کی مہربانی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب والا! میری آپ سے درخواست ہے کہ معزز رکن کی بات آئی جی پولیس تک پہنچا دی جائے۔

سید طاہر احمد شاہ، جناب والا! آج کے اخبار "نوائے وقت" کے آخری صفحے پر اس کی وضاحت آ گئی ہے' لہذا اب اس مسئلے کو چھیڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

جناب چیئرمین، شاہ صاحب! آپ بجا فرماتے ہیں۔ میں نے خود عرض کیا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ پوائنٹ آف آرڈر بھی نہیں بنتا۔

اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ اور یہ تحریک استحقاق نمبر 11 ہے۔

چودھری واجد علی خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اس دن جب چودھری داؤد صاحب تقریر کر رہے تھے تو جناب سپیکر! نے مجھے کہا کہ آپ وضاحت کریں اور چونکہ اس وقت مجھے کسی چیز کا علم نہیں تھا آج میں اس معزز ایوان کی ایک بنیادی چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ صحافت کسی بھی ملک میں ایک اہم ستون سمجھا جاتا ہے اور معاشرے کے بگاڑنے اور سنوارنے میں صحافیوں کا سب سے اہم کردار ہوتا ہے۔جناب سپیکر! ذمہ دارانہ صحافت قوم کو اوج ثریا تک پہنچا دیتی ہے---

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! آپ کس پوائنٹ پر بولنا چاہتے ہیں؟

چودھری واجد علی خان، جناب سپیکر! یہ جو مولانا صاحب نے کہا اس دن یہ وہاں بات ہی نہیں ہوئی۔ یہ میرے پاس اخبار ہے-------------

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! پہلے آپ فرما دیجئے کہ آپ کس پوائنٹ پر بولنا چاہتے ہیں؟

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! وہاں پر تقریب ضرور ہوئی ہے لیکن وہاں پر کسی کے کردار کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی اور جناب' میں یہ حلفاً کہتا ہوں۔ موجودہ آئی جی معزز اراکین کی جتنی عزت اور احترام کرتا ہے اور اس کی جتنی commitment نظریہ پاکستان اور جمہوریت سے ہے میں سمجھتا ہوں کہ تمام افسران کو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ' آپ بیٹھیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کیا کسی معزز رکن کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ جناب سپیکر! کے کہنے کے باوجود بات کرتا رہے اور جناب سپیکر! اس کو ٹوکتے رہیں کہ آپ بیٹھیں بات ہو چکی ہے اور اس کے باوجود اصرار کریں کہ میں نے بات کرنی ہے؟ کیا قانون اس کی اجازت دیتا ہے؟

مسئلہ استحقاق

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ یہ بات مناسب نہیں ہے یہ تحریک استحقاق نمبر 11 چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اس کو pending کر دیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 3 چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔

نہری پانی کی تقسیم میں خوشاب' میانوالی' بھکر اور لیہ کے اضلاع سے غیر مساویانہ سلوک

چودھری اصغر علی گجر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ تھل کینال جو ضلع خوشاب' میانوالی' بھکر' لیہ اور تحصیل کوٹ اڈو کے علاقوں کو سیراب کرتی ہے۔ اس نہر سے جو پانی میانوالی' خوشاب' بھکر' لیہ کو دیا گیا ہے اس کی پرسنٹیج 3-18 فی ہزار ایکڑ ہے جبکہ پنجاب کے دیگر اضلاع میں اس پانی کی ریشو 4 کیوسک فی ہزار ایکڑ

سے بھی زیادہ ہے۔ مظفر گڑھ میں پانی کی پرسنٹیج 6 کیوسک فی ہزار ایکڑ سے زیادہ ہے اور اس طرح سندھ میں پانی کی تقسیم کی پرسنٹیج 6 کیوسک فی ہزار ایکڑ سے زیادہ ہے۔ اس طرح پورے پنجاب میں اگر کسی علاقہ کو سب سے کم پانی مہیا کیا گیا ہے تو وہ خوشاب، میانوالی، بھکر اور لیہ کے اضلاع ہیں۔ حالانکہ یہ اضلاع ریتلے اور شدید گرمی کی لپیٹ میں ہیں حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان علاقوں میں گرمی کی شدت اور ریتلا ہونے کے مدنظر دوسرے ان علاقوں سے جن میں گرمی کی شدت کم اور زمین سخت ہے اور سیم زیادہ ہے پانی زیادہ ملنا چاہیے تھا لیکن اس الٹی گنگا سے میرے علاقہ بلکہ میرا اور اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائی جائے۔

جناب عالی، یہ انتہائی ظلم کی بات ہے۔ اس ملک کے اندر رہنے والوں میں مراعات کی جو تقسیم کی گئی ہے وہ انتہائی غلط اور ظالمانہ ہے۔ ہم لوگ اتنا ہی ٹیکس ادا کرتے ہیں اور اتنا ہی ریونیو ادا کرتے ہیں جتنا یہ کرتے ہیں۔ جبکہ ہم تھل کے رہنے والوں کے لیے مراعات میں سے خاص طور پر جو پانی کی تقسیم کی گئی ہے وہ انتہائی ظالمانہ ہے۔ اس لیے کہ تھل کا علاقہ پنجاب کا انتہائی پسماندہ علاقہ ہے۔ وہ ریت کے ٹیلوں پرمشتمل ہے اور وہاں گرمی کی انتہا کی شدت ہوتی ہے۔ ان غریب لوگوں نے ابھی کچھ عرصہ پہلے تھل کو آباد کرنے کے لیے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کو مزید مراعات دی جاتیں۔ لیکن ہوا یہ کہ ان کو پنجاب کے پانی کے حصہ میں سے پنجاب کے دیگر اضلاع کی نسبت کم پانی دیا گیا ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ اس ظالمانہ تقسیم کو ختم کرنے یا لوگوں کے درمیان انصاف کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو پانی کی تقسیم پر غور کرے اور جس کا جتنا حق بنتا ہے اس کو وہ دیا جائے۔ گرمیوں میں تھل کے علاقے میں یہ حالت ہوتی ہے کہ جانوروں کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں ہوتا۔ نہروں کی وارہ بندی ہو جاتی ہے اور ایک نہر 15 دن کے لیے بند رہتی ہے۔ فصلیں تو کجا وہاں پر جانوروں کو پینے کے لیے بھی دستیاب نہیں ہوتا۔ اس لیے وہاں کے لوگ سخت پریشانی اور کرب میں مبتلا ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے جو میں اس ایوان میں اٹھا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ آبادی جو پچاس لاکھ افراد پر مشتمل ہے ان کی آواز کو یہ ضرور سنیں گے اور ان لوگوں کو انصاف مہیا کرنے کے لیے میری معاونت کریں گے۔ میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس ظلم کو ختم کرنے کے لیے آپ ضرور تعاون کریں۔ اس کا کوئی حل نکالیں اور میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ اس کا کوئی حل نکل سکے۔

جناب چیئرمین: جناب وزیر قانون کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون: اس سلسلہ میں کیا عرض کر سکتا ہوں؟ میں تو صرف آپ کی راہنمائی چاہتا ہوں کہ اس میں فاضل رکن کا کون سا استحقاق مجروح ہوا ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ سردار صاحب کا یقیناً کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ کسی وزیر کا بائیکاٹ ٹوٹ جانے سے استحقاق مجروح نہیں ہوتا بلکہ اس ایوان کی یہ روایات چلی آ رہی ہیں کہ جس بات کو معقول اور جائز سمجھا جاتا ہے اور جس مسئلہ کو حل کرنا مطلوب ہو وہ بات اسمبلی میں رکھی جاتی ہے اور کمیٹیوں کے سپرد کی جاتی ہے تاکہ اس کا کوئی حل نکل آئے۔ اس ایوان کے اندر ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے میں نے ایک بہت بڑی آبادی کا مسئلہ پیش کیا ہے جو حق پر مبنی ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کے حل کے لیے کم از کم وزیر موصوف، چیف ایگزیکٹو، چیف منسٹر یا کوئی ذمہ دار آدمی اس کی ضمانت دے کہ جو بات یہاں پہ اٹھائی گئی ہے اس کا کوئی نہ کوئی ازالہ کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! آپ نے بجا فرمایا۔ یہ جو استحقاقات ایکٹ ہے۔ یہ بڑا واضح ہے۔ اس کے تحت تو یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ آپ اس کو قرارداد کی صورت میں لے آئیں تو میرے خیال میں زیادہ بہتر ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں متعلقہ وزیر صاحب کو بھی عرض کروں گا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ایوان کے ساتھ تعلق ہے وہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس کا بہتر حل نکالیں اور ان کو اس کا حق ملے۔ اس کو آپ قرارداد کی صورت میں لے آئیں کیونکہ یہ استحقاقات ایکٹ کے تحت تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے۔ اس لیے میں اس کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔ تحریک استحقاق نمبر 4 چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 7 محرک نے واپس لے لی ہے۔ اس لیے اس کو تو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تحریک استحقاق نمبر 8 میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔

ڈی۔ایس۔پی کاموں کی کا ارکان اسمبلی پر جھوٹے مقدمات درج کروانے کا الزام

میاں محمود الرشید: میں حال میں ہی وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ

ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" نے اپنی 12 نومبر 1992ء کی اشاعت میں کامونکی کے ڈی ایس پی کی یہ رپورٹ نمایاں طور پر شہ سرخی کے ساتھ شائع کی ہے کہ ارکان اسمبلی جھوٹے مقدمے درج کرواتے ہیں۔ اور ایس ایچ او ان کے زیر اثر ہیں۔ اس خبر سے نہ صرف میرا بلکہ تمام اراکین اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ میری یہ تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے۔

جناب سپیکر! گو کہ میں نے یہ حوالہ روزنامہ "نوائے وقت" 12 نومبر 1992ء کی اشاعت کا دیا ہے لیکن یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ آج وہ لوگ جو کہ سرکاری ملازم ہیں' جو پبلک سرونٹس ہیں اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پنجاب پولیس سٹیٹ بنا ہوا ہے۔ اسی طرح کی شہ سرخیاں' اسی طرح کی خبریں ابھی کل پرسوں اخبار میں آئیں' اور پھر آئی جی صاحب کا بیان پڑھا گیا' اس کی تردید بھی آئی اور پھر آج آئی جی صاحب نے اس کی وضاحت بھی کی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس والوں کا ایک یہ مستقل رویہ بن چکا ہے کہ عوامی نمائندوں کی کردار کشی کرنا انہوں نے اپنا وتیرہ بنا لیا ہوا ہے۔ جب کسی مظلوم کی بات ہوتی ہے' کسی بے قصور کی بات ہوتی ہے' جب کسی پر ظلم ہوتا ہے' کسی پر جبر ہوتا ہے' کسی پر تشدد ہوتا ہے' جب کسی کی عصمت لٹتی ہے' کسی کا حق مارا جاتا ہے تو ہم انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے' اس آدمی کو رہائی دلانے کے لیے اس کو ریلیف دلانے کے لیے' اس ظلم کے خاتمے کے لیے' اس وحشت اور بربریت کے خاتمے کے لیے جب ان افسران کے پاس جاتے ہیں اور انصاف کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور بالکل حقائق کے مطابق ان سے انصاف طلب کرتے ہیں تو اسے ناجائز پریشر کہہ دیا جاتا ہے۔ اس ڈی ایس پی نے جس کا گریڈ شاید 16 ہو گا اتنی بڑی بات کہہ دی ہے کہ منتخب نمائندوں پر categorically یہ الزام لگا دیا ہے کہ یہ جھوٹے مقدمے درج کراتے ہیں۔ اس میں کسی ایک ممبر کا نام نہیں لیا گیا بلکہ جناب سپیکر! پوری اسمبلی کو انہوں نے اس صف میں لا کھڑا کیا ہے کہ تمام کے تمام عوامی نمائندے کرپٹ ہیں' بددیانت ہیں اور وہ جھوٹے مقدمے درج کراتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس طرح کی چیزوں کو چیک کیا جائے اور اس طرح کے افسران کی صحیح معنوں میں سرزنش کی جائے' انہیں نوکریوں سے فارغ کیا جائے۔ جواب دہی ہو تو پھر آئندہ کے لیے اس طرح کی باتیں اخبارات میں نہیں آئیں گی۔ یہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت بیوروکریسی کی طرف سے خاص طور پر پولیس افسران کی طرف سے آئے دن اس طرح کی

باتیں پریس کے اندر آتی رہتی ہیں۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اگر میری یہ تحریک استحقاق منظور کرتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے تو آئندہ کے لیے کسی کو یہ جرات نہیں ہو گی۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ یہ نہ صرف میرے استحقاق کا مسئلہ ہے بلکہ یہ تمام عوامی نمائندوں کے استحقاق کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر! اگر کسی ایم پی اے سے کوئی غلطی ہو جائے کیونکہ ایم پی اے بھی انسان ہوتا ہے۔ اس سے کوئی بھول چوک ہو جاتی ہے' وہ کوئی غلطی شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر کر بیٹھتا ہے تو اسے اس قدر exploit کیا جاتا ہے۔ اخبارات کے اندر' میڈیا کے اندر' عوام کی نظروں کے اندر اسے گرانے کی' اس کی تذلیل کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ اور پھر اس ڈی ایس پی کے الفاظ کی کوئی کسی قسم کی تردید بھی نہیں آئی۔ لہٰذا میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ میری یہ تحریک استحقاق بڑی relevant ہے اس سے نہ صرف میرا بلکہ پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے اسے admit کیا جائے اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

وزیر مال (محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! میں اپنے دوست کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ یہ صحیح بات ہے کہ ہمارے جو نمائندے ہیں یا یہ جو ہمارا ہاؤس ہے اس کا ایک احترام ہے۔ اور ان کے بارے میں ایسی بات نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ اپنے جذبات کے مطابق اگر یہ تحریک استحقاق کسی صحیح طریقے سے' قواعد و ضوابط اور حقائق کے مطابق کی پیش کی جاتی تو پھر اس کی اور بات تھی۔ لیکن مجھے اس کو اسی طرح treat کرنا ہے جیسے معزز رکن نے اس کو دیا ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک ایک اخباری خبر پر دی گئی ہے۔ اس بارے میں اخبار نے کوئی خبر دی ہے اس میں ہمارے کچھ دوستوں کے نام ہوں گے۔ لیکن اب اس میں یہ دیکھنا پڑے گا کہ آیا اس تحریک کے جو contents ہیں وہ صحیح بھی ہیں یا نہیں۔ چونکہ یہ تحریک ایک اخباری خبر پر base کر رہی ہے اور اس بارے میں بہت سی رولنگز چیئر کی طرف سے آ چکی ہیں۔ اس قسم کی تحاریک کی پذیرائی نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک ایس۔ڈی۔پی۔او کامونکی کی بات ہے اور یہ پولیس رولز میں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے سال کے بعد ایک خفیہ رپورٹ اپنے افسران بالا کو دینا ہوتی ہے۔ اور اس رپورٹ میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس علاقے کے تھانوں میں لاء اینڈ آرڈر کی کیا صورت حال رہی' اس علاقے میں جرائم کی کیا صورت حال رہی' اس میں heinous crimes کتنے ہوئے دوسرے جرائم کتنے

ہوئے اور پھر اس کی رپورٹ یہ with recommendations بھیجتے ہیں کہ اس علاقے میں یہ کام کیے جائیں تاکہ آئندہ کے لیے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال ٹھیک رہے۔ اب ہمارے دوست نے وہ رپورٹ تو دیکھی نہیں ہے انہوں نے صرف اخبار خبر پر base کیا ہے۔ اخبار کے دوستوں نے یہ خبر کہاں سے لی ہے؟ آیا یہ حقائق پر مبنی ہے یا نہیں؟ لیکن انہوں نے خبر دے دی ہے۔ اس کے حقائق کچھ اور ہیں۔ انہوں نے ایک situation explain کی ہے اور پھر یہ افسران بالا کو گئی ہے' انہوں نے اپنی تجاویز دی ہیں۔ اس میں انہوں نے کسی specific آدمی کا نام نہیں لکھا۔ کسی ایم پی اے یا ایم این اے کا ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ "سیاسی اور بااثر اشخاص کی طرف سے جب cases میں مداخلت ہوتی ہے تو پھر mutual interest میں confrontation آتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ بھی ایک وجہ ہے جس کی وجہ سے شاید وہ انصاف مہیا نہیں ہوتا جس کی ہم توقع کرتے ہیں۔ اس میں کسی کا نام نہیں' یہ ایک خفیہ رپورٹ ہے۔ انہوں نے اس رپورٹ میں اپنے علاقے کو ڈسکس کیا ہے' کرائمز کو ڈسکس کیا ہے اور پھر اس پر سفارشات دی ہیں اور یہ سفارشات افسران بالا تک چلی گئی ہیں۔ انہوں نے کسی کو pin point نہیں کیا اور ان کے جواب کے مطابق انہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنے ممبران کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور ہم ان کی عزت کرتے ہیں' ان کی بات سنتے ہیں اور پھر یہ ان کا حق بھی ہے کہ وہ لوگوں کی حق رسی کے لیے ہمارے پاس آئیں۔ انہوں نے ایک پوری picture دی ہے۔ اس میں خدانخواستہ انہوں نے کسی کی توہین نہیں کی۔ میری اس بارے میں درخواست یہ ہے کہ یہ بات تو ہم ویسے بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے معزز ممبران کے بارے میں یہ کوئی بات کریں۔ لہذا اصل بات یہ تھی جو کہ میں نے عرض کی ہے اور پھر یہ technically بھی نہیں بنتی اور حقائق کے بھی منافی ہے۔ یہ صرف ان کی ایک رپورٹ ہے جو انہوں نے باضابطہ طور پر دی ہے جس میں کسی معزز ممبر کا کوئی نام نہیں۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ اخباری تراشہ کسی تحریک کو admit کرنے کی بنیاد فراہم نہیں کرتا اور یہ کافی نہیں ہے' جبکہ اسی اسمبلی کی کارروائی میں ایسا ہوا ہے۔ میرا بھی یہاں دوسرا tenure ہے اور ایسی درجنوں تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار ہیں جو کہ اخباری خبروں اور تراشوں کے اوپر admit ہوئیں اور کمیٹیوں کے پاس گئیں اور پھر ان پر فیصلے ہوئے۔ لہذا پہلے میں جناب کی اطلاع کے لیے یہ کہنا مناسب سمجھوں گا کہ یہ کہنا قطعی طور پر

غلط ہے کہ کوئی اخباری خبر تحریک استحقاق کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اس لیے کہ جو خفیہ رپورٹیں ہوتی ہیں ان تک ہماری تو رسائی نہیں ہے۔ ان اخبار والوں کی تو ہو سکتی ہے۔ ایک عام عوامی نمائندے ایک عام شہری کی خفیہ رپورٹوں تک تو رسائی نہیں ہے کہ اس خفیہ رپورٹ میں اس ڈی ایس پی نے کیا کہا ہے۔ ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ ببانگ دہل اس نے کیا کہا' اور اس نے ڈنکے کی چوٹ کیا کہا' اس نے اعلانیہ کیا کہا اور اخبارات میں کیا چھپا' لاکھوں لوگوں نے کیا پڑھا۔ خفیہ رپورٹ جو کہ فائل کے ایک پرت میں محفوظ ہو گی وہ وزیر موصوف کی نظر سے تو گزری ہو گی یا آئی جی کی نظر سے تو گزری ہو گی لیکن وہ لاکھوں افراد جن کا تعلق ہمارے عوام سے ہے جب انہوں نے یہ پڑھا ہو گا تو وہ اپنے منتخب نمائندوں کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ کہ ہمارے تمام نمائندے جھوٹے مقدمے درج کرواتے ہیں۔ اگر اس میں pin pointedly کسی کو mention کیا ہوتا تو پھر بھی یہ بات قابل معافی تھی کہ کوئی ایک دو یا تین آدمی کسی موقع پر عدم توازن کا شکار ہوئے ہیں اور انہوں نے جھوٹا پرچہ درج کروایا ہے۔ لیکن تمام عوامی نمائندگان کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرنا اور یہ کہنا کہ یہ عوامی نمائندے جھوٹے پرچے درج کراتے ہیں اور مقدمے بڑھاتے ہیں میرے خیال میں یہ صریحاً غلط ہے اور اگر آپ اسے ٹیکنیکلی بھی لیں تو اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو آپ مجھے بتائیں کہ پھر کس طرح سے استحقاق مجروح ہوتا ہے؟ ایک اتنے بڑے الزام کو میں نہیں سمجھتا کہ وزیر موصوف اس انداز سے defend کریں اور اس ڈی ایس پی کی جان بچانے کے لیے یہ کہیں کہ جناب' اس میں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ وزیر موصوف سے یہ فرمائیں کہ وہ پورا پیرا گراف اسمبلی کے سامنے پڑھیں جس میں میرا خیال ہے کہ اس نے clear cut کہا ہوا ہے کہ جو ایم پی اے یا ایم این اے ہیں وہ جھوٹے پرچے درج کراتے ہیں اور ہم سے ناجائز کام لیتے ہیں۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ یہ relevant ہے' لہٰذا اسے admit ہونا چاہیے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس ضمن میں' میں بھی ایک دوسرے نقطۂ نظر سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس طرح کی خبریں آتی ہیں تو کیا حکومت کا یہ فرض نہیں بنتا کہ وہ ان افسران سے یہ پوچھیں کہ وہ کون سے ممبران ہیں جو جھوٹے پرچے درج کرواتے ہیں؟ اور سب کا استحقاق مجروح نہ ہو۔ صرف وہی لوگ نمایاں ہوں یا پھر یہ پتا چلے کہ کون سے افسران خود جھوٹے پرچے رشوت لے کر درج کرتے ہیں اور پھر اس کا الزام ممبران اسمبلی پر لگا دیتے ہیں' اس لیے اس بات کو واضح ہونا

چاہیے۔

جناب چیئرمین، جی شکریہ۔ پراچہ صاحب! جہاں تک اس کی admissibility کا تعلق ہے۔ میاں صاحب، میں عرض کروں گا کہ اس سے پہلے مختلف اوقات میں رولنگز آ چکی ہیں۔ نیشنل اسمبلی میں بھی سپیکر صاحب نے رولنگ دی ہے کہ اخبارات کے تراشوں پہ اسمبلی کی intervention مناسب نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ میں جناب لودھی صاحب سے بھی عرض کروں گا اور یہاں لاء منسٹر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں کہ اگر ایسی باتیں اٹھتی ہیں تو کم از کم ان کو بلا کر یہ پوچھا کریں کہ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں؛ اور اگر نہیں کرتے تو بات ختم ہو جائے۔ تو اس سلسلے میں میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ اپنے طور پر متعلقہ ڈی ایس پی کو بلا لیں اور میاں صاحب کے سامنے بات کروا دیں کہ انہوں نے کوئی ایسی بات کی ہے یا نہیں کی۔

چودھری اصغر علی گجر، اس وقت تک اسے مؤخر کر دیں۔

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! مؤخر کرنے کی بات اس لیے نہیں ہو سکتی کہ یہ بنتی نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ جن کے متعلق یہ allegations آ جاتے ہیں ان کو clear بھی کرنا چاہیے تاکہ بات ہے کیا' بات نکل آئے گی۔ لیکن میں منسٹر صاحب سے ذاتی درخواست کرتا ہوں کہ متعلقہ ڈی ایس پی کو بلا کر یہ خود دیکھ لیں کہ کیا ایسا واقعہ ہوا ہے یا نہیں اور اگر ایسا واقعہ ہوا ہو تو یہ بات م ؤخر ہو یا نہ ہو اس کے خلاف فوری طور پر ایکشن لیا جانا چاہیے۔

وزیر مال، جناب سپیکر!

جناب چیئرمین، جی فرمائیے۔

وزیر مال، جناب والا! آپ کے حکم کے مطابق یہ بات ہو گی اور جیسے بھی آپ فیصلہ کریں۔ لیکن اس میں میری گزارش یہ تھی جیسے آپ ابھی فرما رہے تھے کہ اس کی admissibility کی علیحدہ بات ہے لیکن ان کو پوچھنا I as a Minister ایک علیحدہ بات ہے لیکن اس کو میں خفیہ رپورٹ کے حوالے سے پوچھ سکتا ہوں اور میں نے خفیہ رپورٹ پڑھی ہے۔ اس میں ایسا کوئی ذکر نہیں لیکن اگر آپ یہ حکم فرمائیں تو I can do that

جناب چیئرمین، جی شکریہ۔ لودھی صاحب! آپ نے بجا فرمایا بہرحال آپ بھی تھوڑا سا watch کریں

اور خاص طور پر لاء منسٹر صاحب تو ایسی باتیں ختم ہو جائیں گی۔ اگر آپ تھوڑا سا watch کریں گے تو آئندہ یہ باتیں نہیں آئیں گی۔

چودھری اصغر علی گجر، یہ خود ایسی باتیں کرتے ہیں کس کا کیا محاسبہ کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ، جناب سپیکر!

جناب چیئرمین، جی فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ، جناب سپیکر! جہاں تک تحریک استحقاق کے باضابطہ ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے اس پر تو آپ نے فیصلہ صادر فرما دیا ہے اور ہمارے فاضل وزیر صاحب نے اس ایس ڈی پی او کو defend بھی کیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ آئے دن اس قسم کی خبریں سیاست دانوں، اراکین اسمبلی اور ہمارے منتخب ایوانوں کے خلاف آتی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر حکومت اپنے سرکاری ملازمین کو، جو پبلک سرونٹس ہیں ایک جنرل ہدایت نامہ کے ذریعے ہدایت کریں کہ اگر کسی بھی افسر سے منسوب کر کے کسی اخبار میں ایوانوں کے خلاف یا منتخب نمائندوں کے خلاف یا سیاست دانوں کے خلاف کوئی بیان بازی ہوتی ہے تو کم سے کم اس متعلقہ افسر کی طرف سے تردید آنی چاہیے وہ بعد میں کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کیا اگر تردید نہیں کی جاتی تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے متعلق اس قسم کے کلمات کہتے ہیں ریمارکس پاس کرتے ہیں کیونکہ ان کو ڈکٹیٹرشپ کے دور کی اقتدار میں شراکت کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ اب ارکان اسمبلی عوامی نمائندگی کرتے ہوئے عوام کو حصول انصاف سے ہمکنار کرانے کے لیے ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ روزمرہ کے معمول آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں ہم کوئی باہر سے نہیں آئے ہوئے کہ پولیس والے چاہیں تو سچی ایف آئی آر درج کرتے ہیں جھوٹی چاہیں تو جھوٹی ایف آئی آر درج کرتے ہیں۔ جس جھوٹے کیس کو سچا قرار دینا چاہیں تو تفتیش میں سچا قرار دیتے ہیں اور سچے کیس کو جھوٹا قرار دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! یہ روزمرہ کا معمول ہے کہ انہوں نے ابھی تک ہمارے ان اداروں کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور آپ جانتے ہیں کہ یہ نوکر شاہی اور یہ پولیس کے افسران اپنی نجی محفلوں یا کارروائیوں میں یہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ تو میری تجویز یہ ہے کہ ان کو یہ ہدایت کی جائے کہ اگر کسی افسر سے منسوب کر کے attribute کر کے اخبار میں بیان آتا ہے جس سے جس قسم کا پہلو نکلتا ہے اس کی طرف سے اخبار میں لازمی تردید آنی چاہیے تو مسئلہ ہی arise نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین: جی شکریہ شاہ صاحب! آپ کی تجویز خوبصورت ہے اور انشاء اللہ اس پر ضرور عمل ہو گا۔ تحریک استحقاق نمبر 9 جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

گندم کی امدادی قیمت میں اضافہ کے بارے میں پنجاب اسمبلی کی قرارداد پر مرکزی حکومت کا عدم التفات

جناب فرید احمد پراچہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں متفقہ طور پر گندم کی امدادی قیمت مبلغ -/166 روپے مقرر کرنے کی قرارداد منظور کی اور یہ قرارداد مرکزی حکومت کو ارسال کر دی گئی۔ پنجاب اسمبلی ملک کے سب سے بڑے صوبہ کے سات کروڑ عوام کی نمائندگی کرتی ہے اور گندم صوبہ پنجاب کی کروڑوں کاشت کاروں کی بنیادی فصل ہے جس کی حقیقت پسندانہ امدادی قیمت کا تعین اور دوسری طرف شہری آبادی کے لیے آٹے کی سستے داموں فراہمی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ہمیں قوی توقع تھی کہ مرکزی حکومت نہ صرف گندم کی سفارش کردہ امدادی قیمت منظور کرے گی بلکہ آٹے کی سستے داموں فراہمی کو بھی یقینی بنانے کا فیصلہ کرے گی۔ لیکن مرکزی حکومت نے اس کے برعکس کھاد کی قیمت میں رعایت اور بیج کے سستے داموں فراہمی کے محض اعلانات کیے جبکہ گندم کی بوائی کے مرحلے پر کھاد کی قیمتوں میں معمولی سی کمی بھی نہ ہوئی۔ اس طرح حکومت نے پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے برابر بھی اہمیت نہ دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا۔ استدعا ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ حقیقت آپ پر اور اس ایوان کے ہر ممبر پر واضح ہے کہ صوبہ پنجاب کے عوام جو دیہاتوں میں رہتے ہیں اور وہ اس ملک کو گندم فراہم کرتے ہیں اور زرمبادلہ میں صوبہ پنجاب کے عوام کا 72 فی صد حصہ ہے اور اس طرح سے جی ڈی پی' کے اندر ہمارا 26 فیصد حصہ ہے ہمارے ملک کی تمام کپاس کا 87 فی صد اور تمام گندم کا 72 فی صد صوبہ پنجاب فراہم کر رہا ہے۔ فوج کو بھی صوبہ پنجاب گندم فراہم کرتا ہے اور اسی طرح جناب والا! پنجاب کے عوام ایک عرصہ سے اس بارے میں مطالبہ کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پنجاب کے عوام ایک عرصہ سے اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ گندم کی قیمت کا حقیقت پسندانہ تعین ہونا چاہیے لیکن اس کے باوجود کہ وہ حکومت جو پنجاب کی ہونے کا دعوٰی کرتی ہے' جس نے پنجاب کے عوام کی بات کی' جس نے اس بات کا نعرہ لگایا کہ ہم پنجاب کے عوام کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔ جب یہ معاملہ مرکزی حکومت کے اندر پہنچے تو ہر سال گندم کی امدادی قیمت مقرر ہوتی رہی ہے۔ یہ پہلا سال ہے کہ گندم کی امدادی قیمت مقرر نہیں کی گئی اور کھاد پر اس سے پہلے سب سڈی ختم کی گئی تھی اسی طرح زرعی مشینری پر بلا سود قرضہ دینے کا سلسلہ بھی ختم کیا گیا تھا ادویات بھی مہنگی کی گئیں اور اس کے علاوہ ناقص ادویات بھی مل رہی ہیں اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور اس موقع پر اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد جو شہ سرخیوں کے ساتھ اخبارات میں شائع ہوئیں حکومت کو بھیجی گئی۔ لیکن جناب سپیکر! عمل درآمد یہ ہوا کہ گندم کی امدادی قیمت میں ایک روپیہ بھی اضافہ نہیں کیا گیا کہ ہم اس کی بجائے کھاد کی قیمت کم کر رہے ہیں اور جناب والا! دیہات کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ممبران اسمبلی بیٹھے ہیں۔ آپ پوچھ لیجئے کہ کس جگہ پر قیمت کم ہوئی ہے اور کہاں کاشت کار اور کہاں کسان کو فائدہ ہوا ہے؟ بلکہ الٹا اس میں اضافہ ہوا ہے اور اب اسی کا نتیجہ ہے کہ اس سال ہم 15 ارب ٹن گندم باہر سے درآمد کر رہے ہیں۔ 230 روپے کی قیمت باہر ادا کریں گے اور 15 ارب ٹن گندم درآمد کریں گے۔ لیکن کس کا نقصان ہے۔ یہ جو سرکاری دفاتر کے اندر بیٹھی ہوئی بیورو کریسی ہے وہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی دباؤ کے تحت پاکستان کی معیشت کو اور بالخصوص صوبہ پنجاب کی معیشت کو اور زرعی معیشت کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔ جناب والا! ان کو لگام کیسے دی جائے گی؟ جناب سپیکر! ایوان کے اندر جو لوگ بیٹھے ہیں میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے عوام اور غریب کاشت کاروں کا خیال رکھیں۔ یہ جو میں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ لہٰذا اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ مسئلہ حل ہو سکے اور گندم کی حقیقت پسندانہ قیمتیں مقرر ہو سکیں اور کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک صنعت کار کو حکومت ملی ہے تو زراعت کو تباہ کرنے کی ایک منظم سازش ہو رہی ہے۔ یہ بات کرنے کا موقع اس لیے مل رہا ہے کہ زرعی معیشت فی الواقع تباہ ہو رہی ہے اور اس کو بچانے کے لیے اقدامات کرنے کی

ضرورت ہے۔شکریہ جناب سپیکر!

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)، جناب سپیکر! فاضل رکن نے بڑی تفصیل سے گندم کی قیمت کے بارے میں تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ فاضل دوست سے اور جناب والا! سے میری یہ استدعا ہے کہ یہ تحریک استحقاق چونکہ فیڈرل گورنمنٹ کے خلاف ہے اور پنجاب اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے تحت یہ تحریک استحقاق پنجاب اسمبلی میں پیش نہیں ہو سکتی، فنی لحاظ سے یہ تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک انہوں نے قیمتوں کی بات کی ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ مل کر متفقہ طور پر ایک ریزولیوشن بنایا تھا اور متفقہ طور پر ہی پنجاب اسمبلی نے پاس کیا تھا اور وہ ریزولیوشن ہم نے فیڈرل گورنمنٹ کو بھیج دیا تھا۔ میں پھر اپنے فاضل دوست سے یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنی تحریک استحقاق میں دو باتیں کی ہیں۔ ایک تو وہ یہ فرما رہے ہیں کہ گندم کی جنرل قیمت بڑھنی چاہیے لیکن آٹا شہری آبادی کو سستے داموں مہیا ہونا چاہیے۔ جناب والا! ان دونوں باتوں میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ کسی طرح سے حکومت گندم کی قیمت بڑھا کر شہریوں کو سستے داموں آٹا مہیا کر سکے گی، اس مسئلے پر یہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں اور ایسا ریزولیوشن جو قابل عمل ہو ممکن ہو وہ ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر بنا لیتے ہیں اور وفاقی حکومت سے گزارش بھی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یا پوری اسمبلی سے اس کو پاس کروا کر بھیجنے کے لیے تیار ہیں۔ جناب سپیکر! میری آپ سے بھی یہ استدعا ہے کہ فنی لحاظ سے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی، اس لیے فاضل دوست اسے پریس نہ کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آٹے کی قیمت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ سری لنکا میں آٹے پر پچاس فی صد سبسڈی حکومت دیتی ہے لہٰذا اس کا حل موجود ہے۔ دونوں چیزیں ممکن ہیں۔ حکومت بے شمار چیزوں پر سبسڈی دیتی ہے۔ یہ تو پھر بنیادی ضروریات زندگی میں سے ہے۔ اس سے دو طرفہ مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اب قرارداد پر عمل کے لیے ایک اور قرارداد اس کا حل نہیں ہے۔ جیسے ایک لطیفہ ہے شکایت کی گئی کہ کمیٹیاں بہت زیادہ بن گئی ہیں لیکن اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ اس پر وزیر صاحب کی طرف سے فرمایا گیا کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ جناب والا! میں نے بھی تو یہی کہا کہ اس اسمبلی نے جو قرارداد پاس کی ہے اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور

اب اگر پھر ایک قرارداد پاس کرنی ہے، منظور کرنی ہے تو اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پھر ایک قرارداد کو پاس کرنے کا کیا فائدہ؟

جناب سپیکر: اب مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد پر اگر عمل درآمد نہ ہو تو اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں وزیر زراعت صاحب یہ فرماتے ہیں کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ معاملہ ہے اس لیے اس ہم ایوان میں ٹیک اپ نہیں کر سکتے۔ اس کے فیصلے کے متعلق تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ خالص فنی معاملہ ہے۔ لہذا اس پر فیصلہ بھی رولز کے مطابق ہونا چاہیے۔ وزیر قانون صاحب اس بارے میں ہماری کچھ راہنمائی فرمائیں گے کہ آیا ہاؤس کی متفقہ قرارداد پر عمل درآمد نہ ہونے سے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! قرارداد کی حیثیت سفارش کی ہوتی ہے کوئی binding نہیں ہے اور ہمارے رولز آف پروسیجر میں بھی یہ بات موجود ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ معاملہ ہم ہاؤس میں زیر بحث نہیں لا سکتے چہ جائیکہ ہم فیڈرل گورنمنٹ کے خلاف استحقاق کا معاملہ ٹیک اپ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں، رولز بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ میں کم از کم پراچہ صاحب کے مرتبے کے سیاست دان سے یہ توقع بھی نہیں کر سکتا کہ وہ یہ توقع کریں کہ ہم فیڈرل گورنمنٹ کے خلاف تحریک استحقاق اس ایوان میں ٹیک اپ کریں اور ایڈمٹ کر کے فیڈرل گورنمنٹ کو اس سلسلے میں مورد الزام ٹھہرائیں۔ جناب والا! یہ بات کسی لحاظ سے بھی مستحسن نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: اپنے احساسات تو ان تک پہنچا سکتے ہیں؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اصل مسئلہ یہ ہے کہ یوریا کھاد جو 185 روپے کی چلتی ہے وہ آج کل 240 اور 245 روپے میں بک رہی ہے۔ جہاں تک ڈسٹری بیوشن کا تعلق ہے وہ وفاقی حکومت کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر یوریا کھاد کا بیگ 185 روپے کا ہی مل جائے۔ پھر بھی ہم کہیں کہ ایک مسئلہ حل ہو گیا۔ کنٹرول ریٹ تو 185 روپے ہے لیکن موقع پر 240 روپے سے کم آج بھی یوریا کھاد نہیں مل رہی۔ اس کے علاوہ کھاد میں جو ملاوٹ ہوتی ہے وہ بھی وفاقی حکومت کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کھاد کی بوری کا وزن بھی کم ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کیا جائے۔ پھر جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں جب فصل کی بوائی کا وقت تھا اس وقت بھی کھاد کی اتنی کمی واقع ہو گئی تھی۔۔۔

وزیر زراعت، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس وقت بات تحریک استحقاق کے متعلق ہو رہی ہے۔ فاضل دوست نے جو باتیں کی ہیں۔ مجھے ان پر بھی کوئی اختلاف نہیں۔ اس مسئلے پر تحاریک التوائے کار بھی پیش ہو چکی ہیں۔ جب ان کی باری آئے گی اس وقت یہ اس پر بات کر لیں۔ اس وقت تو بات تحریک استحقاق سے متعلق ہو رہی ہے۔ فرید پراچہ صاحب نے تحریک استحقاق پیش کی ہے میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ جناب والا! نے اس کا فیصلہ دینا ہے۔ اگر فاضل دوست متعلقہ رہیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! یہ فنی بات ہم کسانوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وزیر زراعت ہیں ان فنی باتوں کی طرف نہ لے جائیں۔ آج اگر اس معاملے پر ہاؤس میں شنوائی نہ ہوئی تو یقیناً کھاد کی قیمت 240 روپے کی بجائے 260 روپے ہو جائے گی اور پھر 260 روپے ہونے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں وہ بحران آئے گا اور کپاس کے سلسلے میں پہلے ہی بحران ہے اور اب گندم کے سلسلے میں اتنا بحران آئے گا کہ ہم اس کے متحمل نہیں ہو سکیں گے۔ جب ہم نے گندم کاشت کرنی تھی تو ہمیں کھاد میسر ہی نہیں تھی۔ مہنگی تو ایک طرف ہمیں میسر ہی نہیں تھی۔ ڈی۔اے پی کھاد مارکیٹ میں موجود ہی نہیں تھی۔ آج بھی اس کی قیمت 267 روپے ہے لیکن 320 روپے میں بک رہی ہے۔ لہذا ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ اس مسئلے کو بھی حل کیا جائے۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! منسٹر ایگریکلچر نے فرمایا ہے کہ اس پر تحریک التوائے کار اس ایوان میں زیر غور ہے۔ اگر کھاد کی قیمت پر تحریک التوائے کار آئی ہے تو پھر میرے خیال میں یہاں کھاد کی قیمتوں پر بحث نہ کی جائے۔ اس کو تحریک التوائے کار میں ڈسکس کر لیں گے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میں یہ عرض کرنے والا تھا کہ تحریک التوائے کار کو پہلے لے لیا جائے۔ اور اس کے لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! کیا اسے تحاریک استحقاق سے پہلے لے لیا جائے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، آپ جیسے بھی طے کریں یہ تو آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔ اگر تحریک التوائے کار میں اسے ڈسکس کرنا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر، پراچہ صاحب! لاء منسٹر صاحب کی بات میں مجھے وزن نظر آتا ہے کہ آپ کا جو ریزولیوشن

تھا وہ فیڈرل گورنمنٹ پہ mendatory نہیں ہے کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ اس کی حیثیت ایک recommendation کی سی ہے۔ لیکن ایک متفقہ ریزولیوشن کی recommendation میں بلاشبہ بڑا وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ میں آپ کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرار داد کو due consideration,due weightage ملنی چاہیے۔ لیکن یہ فیڈرل گورنمنٹ پہ binding نہیں ہوتا۔ لاء منسٹر صاحب کی یہ بات کہ فیڈرل گورنمنٹ کے خلاف تحریک استحقاق منظور کرنا تکنیکی لحاظ سے رولز کے مطابق اور کسی لحاظ سے بھی مناسب بات نہ ہوگی۔ جہاں تک کھاد کی قیمتوں کا تعلق ہے یہ معاملہ یہ تحریک التوائے کار میں cover ہو جائے گا۔ ملک صاحب! تحریک استحقاق کے بارے میں debate کے سلسلے میں آپ کو علم ہے اور اب آپ کافی معاملات کو سمجھ گئے ہیں۔ اس پر debate کی اجازت تو اس وقت تک نہیں ہے جس وقت تک اس کو accept نہیں کیا جاتا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں کچھ عرض کروں گا کہ اس معاملے کے کسی تکنیکی پہلو پہ جانے کی مجھے بھی ضرورت نہیں نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں میرا یا اس صوبے کے عوام کا کوئی مفاد ہے کہ لازمی طور پر مرکزی حکومت کے خلاف کوئی تحریک منظور کی جائے۔ اصل مفاد ہے کہ گندم کی قیمتیں مناسب مقرر ہوں' کھاد صحیح طور پر ملتی رہے اور پنجاب کے کسان بہتر طور پر اپنی زرعی معیشت کو مضبوط کر سکیں۔ اگر اس کے لیے ایک مرتبہ پھر مرکزی حکومت تک عرضی ڈال کے' جیسا کہ محترم وزیر زراعت نے بیان فرمایا ہے کہ ہم ایک قرار داد ایک مرتبہ پھر دے دیتے ہیں تو میں ان کی یقین دہانی پر ایک قرار داد اس سیشن میں آنے کی صورت میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: تو اس میں! یگریکلچر منسٹر صاحب کو تو کوئی اعتراض نہیں کہ آپ قرار داد بے شک اور لائیں یا تحریک التوائے کار کی صورت میں اس کو ابھی ٹیٹ کریں۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں؟

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا! میں 1985ء سے اب تک اس اسمبلی میں موجود ہوں۔ لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ جب بھی کبھی صوبائی اسمبلی کی طرف سے کوئی متفقہ یا اکثریت کے ساتھ کوئی قرار داد پاس کی گئی ہو' کم از کم اس میں سے کسی ایک پر بھی مرکزی حکومت نے اس پر کوئی عمل کیا ہو۔ میرے خیال میں یہ بات تشویش کا موجب ہے اور اس سلسلے میں اس ہاؤس کو خاص طور پر نوٹس لینا چاہیے اور اس سلسلے میں جو مثبت اقدامات ہو سکتے ہیں وہ کرنے چاہئیں۔ آج تک صوبائی

اسمبلی کی طرف سے جب بھی کسی قرار داد کی صورت میں مرکزی حکومت سے سفارش کی گئی ہے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس پر کوئی عمل کیا گیا ہو۔ تو لاء منسٹر صاحب شاید اس سلسلے میں ہماری کوئی راہنمائی کر سکیں۔ شکریہ جناب والا!

ملک دین محمد، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ پنجاب اسمبلی' مرکزی حکومت کے خلاف اس قسم کی کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔ لیکن ایک مسئلہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر اس تحریک استحقاق کو میری دی گئی ایک تحریک التوائے کار میں convert کر دیا جائے' یا یہ یقین دہانی کروا دی جائے کہ میری اس تحریک التوائے کار کو اسی سیشن میں قبول کر لیا جائے گا تو وہ بالکل یہی چیز ہے۔ وہاں پر کھاد اور گندم کی پیداوار اور قیمت' ان سب پر بحث کی گئی ہے۔ جس طرح میرے بھائی نے پہلے فرمایا کہ جس وقت گندم کی بوائی شروع تھی اس وقت پورے کے پورے پنجاب میں ڈی اے پی کھاد ناپید تھی۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! یہ بات جو آپ نے کر دی ہے اتنی ہی کافی ہے کہ آپ تحریک التوائے کار میں یہ دونوں باتیں cover ہوتی ہیں۔ اس کو اگر ٹیک اپ کر لیا جائے تو اس میں یہ دونوں چیزیں زیر بحث آجائیں گی۔ تو ایگریکلچر منسٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ملک دین محمد، یہ کوئی ٹال مٹول نہ کریں جی۔ یہ زمین دار بھائیوں کا ایک اہم مسئلہ ہے اس پر لازمی بحث ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے اس تحریک التوائے کار کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ ملک صاحب! کیا آپ admissibility پہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؛ آپ ارشاد فرمائیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، میری گزارش یہ ہے کہ بلاشبہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔ جناب والا! دیکھنا یہ ہے کہ یہاں صوبائی حکومت کس جماعت کی ہے؛ صوبائی حکومت آئی جے آئی کی ہے۔ مرکز میں اگر دیکھا جائے تو وہاں پر بھی وفاقی حکومت آئی جے آئی کی ہے۔ تو یہ جو متفقہ طور پر یہاں پر ایک قرارداد پاس ہوئی' اس کی کوئی پیروی نہ کی گئی۔ یہاں پر جو ہمارے چیف ایگزیکٹو ہیں' قائد ایوان ہیں' یا تو ان سے لاپرواہی ہوئی۔ یا پھر محکمہ زراعت نے اس کی پیروی نہ کی۔ اس قرار داد پر کسی کی توجہ نہ ہوئی جس کی وجہ سے یہ قرار داد وہاں نہ مانی گئی' نہ سنی گئی۔ اگر انہوں نے کچھ پیروی کی ہوتی' اس کا پیچھا کیا ہوتا تو یقیناً آج وزیر زراعت کچھ

تو وضاحت کرتے کہ وہاں پر ہماری میٹنگ ہوئی اور ہماری وہاں پر اتنی بات مانی گئی اور اتنی نہیں مانی گئی۔ جناب والا! اگر مرکزی حکومت کسی اور پارٹی کی ہو اور صوبائی حکومت کسی اور پارٹی کی ہو تو پھر تو کچھ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس کے خلاف آپ کوئی بات نہ کریں۔ لیکن اگر ایک ہی پارٹی کی حکومت ہو اور اس کا منشور بھی ایک ہی ہو' اس کے دعوے بھی ایک ہی ہوں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر صوبائی حکومت کوئی فیصلہ متفقہ طور پر کرے تو اس پر وفاقی حکومت کوئی کارروائی نہ کرے اور کوئی توجہ ہی نہ دے؟ جناب والا! یہ بہت زیادتی ہے۔ زمین داروں کے ساتھ زیادتی ہے' اس ملک کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! ان کی بات تحریک استحقاق سے متعلقہ تو نہیں ہے۔ لیکن مجھے personal explanation پر کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر، ارشاد فرمایئے۔ چودھری صاحب!

وزیر زراعت، جناب والا! فاضل دوست فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی محکمہ زراعت کی کوتاہی ہوگی یا اس میں وزیر صاحب نے کوئی کوشش نہیں کی ہوگی۔ جناب والا! پارلیمانی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کبھی کوئی حکومتی نمائندہ یا کسی محکمے کا وزیر قرار داد پر خاموشی اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ میں نے تو ان کے ساتھ بیٹھ کر خود قرار داد بنائی تھی اور حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت کو سفارش بھیجی تھی کہ گندم کے ریٹ کو 167 روپے کر دیں اور اس پر بہرحال میٹنگیں ہوئیں اور ہم نے بڑا agitate کیا کہ کسان کو تو اپنی cost of production بھی نہیں بچتی' آپ اس کے اوپر ضرور غور فرمائیں۔ لیکن جناب والا! وفاقی حکومت نے تو سارے صوبوں کو ساتھ لے کر چلنا ہوتا ہے' ساری آبادی کو ساتھ لے کر چلنا ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو زراعت سے متعلقہ نہیں ہیں' جو شہروں میں 30 فی صد لوگ رہ رہے ہیں ان کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے کہ گندم کا ریٹ دسترس میں رہے تاکہ عام آدمی کو روٹی مہنگی نہ ملے' ان کی مشکلات ہیں۔ اس میں پنجاب حکومت کی کوئی کوتاہی نہیں اور نہ ہی ہمارا آئندہ کوئی کوتاہی کرنے کا پروگرام ہے۔ ہم کسان کے لیے ہمیشہ لڑتے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔

جناب سپیکر، جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، رول نمبر 103- میں پڑھتا ہوں

A copy of every resolution which has been passed by the

Assembly shall be forwarded to the Department concerned. In case it contains a recommendation to the Federal Government or the National Assembly, a copy of it shall also be forwarded to the Federal Government or the National Assembly, as the case may be.

میں وزیر زراعت اور وزیر قانون سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم نے پچھلی مرتبہ قرار داد پاس کی تھی تو اس کی کوئی کاپی فیڈرل گورنمنٹ کو بھیجی گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر بھیجی گئی تھی تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! قرار داد کی کاپی تو صوبائی اسمبلی نے بھیجنی ہوتی ہے۔ اور وہ کاپی حسب دستور از خود اسمبلی سیکرٹریٹ نیشنل اسمبلی کو اور وفاقی حکومت کے متعلقہ محکمے کو بھیج دیتا ہے۔ اس میں نہ بھیجنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات درست ہے کہ اس میں ہمارا متعلقہ محکمہ اگر اس کو پرسنل لیول پر pursue کرے تو اس کے خاطر خواہ نتائج بہتر انداز میں نکل سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، یہ جو خامی ہے کہ اس ریزولیوشن کو pursue نہیں کیا جاتا یا follow نہیں کیا جاتا۔۔

جناب سپیکر، میرا کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ متعلقہ محکمے نے puruse نہیں کیا۔ لیکن میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس کو زیادہ موثر انداز میں pursue کیا جائے، جو بھی محکمہ ہے، صرف محکمہ زراعت نہیں۔

وزیر زراعت ، میں نے تو اس میں بہت کچھ عرض کیا ہے۔ اگر وہ سمجھ نہیں سکے تو میں کچھ کر نہیں سکتا۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! آپ نے اس میں بجا فرمایا ہے کوئی ایسی بات نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! آپ بات کرتے ہوئے وزراء کا لحاظ زیادہ کرتے ہیں، ہمارا لحاظ کم کرتے ہیں۔ آپ کے انداز گفتگو سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جب ان کی بات کرتے ہیں تو تھوڑا سا بات کو پھیر کے ان کا لحاظ کر لیتے ہیں اور ہماری بات پر ذرا وزن ڈال دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انداز بھی ہمارے ساتھ تھوڑی سی۔۔۔۔بہرحال شفقت ہی کہہ سکتے ہیں، اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ براہ کرم دیکھیے کہ کس طرح pursue کیا گیا' وہاں سے کیا جواب آیا' کیا دقت پیش آئی کہ اس پر پوری طرح عمل در آمد نہیں کیا جا سکا۔ یہ تو ہمارا اسمبلی کا حق ہے کہ ہم پوچھ سکیں اور اس کے بعد اس کو جو follow کیا گیا اور جو progress ہے وہ ہمیں بتائی جائے۔

جناب سپیکر، تو اس تحریک استحقاق کو accordingly dispose of کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پرسوں میں نے ایک تحریک التوائے کار بغیر باری کے لینے کی درخواست کی تھی۔ جناب سپیکر نے فرمایا تھا کہ ہم اگلے دن اس کو لیں گے۔ میری گزارش ہے کہ مجھے وہ تحریک التوائے کار پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، چودھری ممتاز علی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 16 ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر' جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میں نے ابھی گزارش کی ہے کہ پرسوں میں نے ایک تحریک التوائے کار بغیر باری کے لینے کے لیے درخواست کی تھی۔ شاد باغ میں ایک سانحہ ہوا جس میں تیرہ افراد جاں بحق ہوئے۔ اس تحریک التوا، میں انسانی جانوں کے بارے میں انتہائی اہم مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں جناب وزیر قانون نے بھی یقین دہانی کروائی تھی اور جناب سپیکر! نے بھی فرمایا تھا کہ ہم اس کو اگلے دن لیں گے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کو آج بغیر باری کے لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بغیر باری لینے پر ایوان کے کسی فاضل رکن کو کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ جب میں نے یہ بات پیش کی تو یہ نظر آ رہا تھا کہ پورا ایوان اس پر کوئی اعتراض نہیں رکھتا۔ جناب سپیکر! نے بھی فیصلہ دے دیا تھا۔ انھوں نے صرف یہ بات کی تھی کہ جناب وزیر قانون کو اس کی کاپی نہیں پہنچی تھی۔ آج وہ اس کا مطالعہ بھی کر چکے ہیں' اس لیے میری گزارش ہے کہ اس کو

بغیر باری کے لیا جائے۔ شکریہ جی۔

جناب سپیکر: یہ already take up ہو چکی تھی؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: اس کے take up کرنے کے بارے میں فیصلہ جناب سپیکر! دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! فاضل رکن جناب سیٹھی نے اس دن فرمایا تھا کہ اس تحریک کو واقعے کی اہمیت کے پیش نظر بغیر باری کے لیا جائے۔ میں نے اس دن بھی ان کی خدمت میں اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارا اور حزب اختلاف کا آپس میں ایک فیصلہ ہوا تھا۔ جب میں نے ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کے کہنے پر ایک تحریک التوائے کار جناب تارڑ صاحب کی بغیر باری کے take up کرائی تھی اور اس دن ہمارا آپس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ آئندہ کے لیے اس کو precedent quote نہیں کیا جائے گا اور آئندہ کوئی بھی تحریک التوائے کار بغیر باری کے take up نہیں کی جائے گی۔ پرسوں ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب اور ان کی طرف سے بہت زیادہ اصرار کرنے پر میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ چونکہ تیرہ اموات واقع ہوئی ہیں اور یہ مسئلہ اس قسم کا ہے۔ اگر آپ اس پر اتنا strongly feel کرتے ہیں تو میرے پاس اس کی کاپی بھی نہیں ہے۔ تو مجھے اس کی کاپی بھی دے دیں تاکہ میں اس کے بارے میں محکمہ متعلقہ سے استفسار کر لوں اور میں اس تحریک التوائے کار کو take up کرنے کے بارے میں صرف اس صورت میں متفق ہوں گا کہ یہ رواج نہیں چل جانا چاہیے اور بھی اہم ترین تحاریک التوائے کار بہت سی ہے۔ معزز اراکین اتنا زیادہ اصرار نہیں کر سکتے تو ان کی حق تلفی ہوتی ہے اور قواعد کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ تو مجھے آپ کی خدمت میں اور حزب اختلاف کے دوستوں کی خدمت میں بھی یہ عرض کرنا ہے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر جناب والا! اس کو دیکھ لیں اور اس کو بغیر باری کے لینے کی اجازت دیں۔ میں اتفاق کروں گا۔ لیکن اس کو precedent نہ quote کیا جائے۔ پھر ایک لامتناہی سلسلہ نہ چل نکلے تاکہ ایوان کا کام قواعد کے مطابق چل سکے۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: اب 6:15 تک وقفہ نماز کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے میں آدھ گھنٹے کے لیے وقفہ برائے نماز مغرب کیا گیا)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی 6-28 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر شروع ہوئی)

جناب سپیکر: ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 197 ہے۔ سیٹھی صاحب چاہتے ہیں کہ اس کو out of turn کیا جائے۔ وزیر قانون صاحب نے یہ کہا تھا کہ اس کو out of turn take up کرنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں' بشرطیکہ اس کو precedent نہ بنا لیا جائے۔ تو وزیر قانون صاحب کو اس پر اعتراض نہیں ہے' لہذا اسے out of turn take up کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 197 ارشاد حسین سیٹھی صاحب۔

پی پی۔ 117' لاہور میں گیس سلنڈر پھٹنے سے 13 افراد کی ہلاکت

جناب ارشاد حسین سیٹھی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے انتخابی حلقہ پی پی 117 میں واقع ایک دکان میں گیس سلنڈروں کے پھٹنے سے 13 افراد ملبے کے ڈھیر تلے دب کر زندہ جل گئے اور لاکھوں روپے کی املاک تباہ ہو گئیں۔ یہ حادثہ ایک مکان کے نیچے گیس سلنڈر فروخت کرنے والی ایک دکان میں گیس سلنڈروں کے پھٹنے سے پیش آیا۔

صورت حال یہ ہے کہ اس سے قبل ہی اسی جگہ پر گیس سلنڈروں کے پھٹنے سے مکان کو آگ لگی تھی اور تمام گھریلو سامان جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ بات حکومت کے علم میں لائی گئی تھی اور علاقہ کے عوام نے درخواست کی تھی کہ رہائشی علاقہ جات میں گیس سلنڈروں کے سٹور کرنے اور کاروبار کے نقطۂ نظر سے دکانیں بنانے کی اجازت نہ دی جائے مگر افسوس کہ اس کا سنجیدگی سے نوٹس نہ لیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حالیہ روح فرسا حادثہ پیش آیا۔ لہذا معاملہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اس قسم کے واقعات کے سدباب کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے مسئلہ زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار پر حکومت کا نقطۂ نظر کون صاحب پیش کریں گے؟

وزیر مال: جناب سپیکر! اگر مجھے اجازت فرمائیں تو میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ جی ارشاد فرمایئے۔

وزیر مال۔ جناب سپیکر! یہ واقعہ بڑا افسوس ناک ہے اور کئی قیمتی جانیں اس میں ضائع ہوئی ہیں۔ سیٹھی صاحب نے جو contents پیش کیے ہیں وہ موقع محل کے مطابق ٹھیک ہیں۔ کیونکہ حلقہ ان کا ہے اور بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ وزیر قانون صاحب نے صحیح فرمایا تھا کہ اگر اس کو out of turn لے لیا جائے تو انھیں کوئی اعتراض نہیں اور یہ آج تک pending تھی اور آج اس پر فیصلہ ہونا تھا کہ آیا اسے out of turn لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ اس کا تفصیلاً جواب ہم ان شاء اللہ ایوان میں پیش کریں گے اگر آپ ہمیں کچھ مہلت دے دیں۔ لیکن اس کی ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ واقعہ ہوا spot verification ہوئی، موقع پر ایم این اے، ایم پی اے صاحبان گئے، وزیراعلیٰ صاحب گئے، تمام لوگ وہاں پر گئے۔ اور ڈی ایم نے اس کی انکوائری hold کروائی ہے اور انکوائری ہو چکی ہے۔ انکوائری آفیسر بہت سارے facts سامنے لائے ہیں اور انھوں نے بہت ساری سفارشات بھی کی ہیں۔ یہ انکوائری رپورٹ ابھی ہمارے زیر غور ہے۔ ہم ابھی اس پر فیصلہ نہیں کر پائے کہ کون سا ایکشن لینا ہے کون سا فیصلہ کرنا ہے۔ یہ انکوائری ہوم ڈیپارٹمنٹ کو بھیج چکی ہے۔ لیکن ابھی اس پر فیصلہ ہونا باقی ہے۔ اگر اس کو pend کر لیا جائے تو پھر شاید میں اس کا جواب زیادہ بہتر انداز میں دے سکوں گا۔

جناب سپیکر۔ لودھی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کو pending کر لیا جائے۔ سیٹھی صاحب! آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی۔ جی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر۔ لودھی صاحب! کب تک آپ اس کا جواب دے سکیں گے؟

وزیر مال۔ جناب سپیکر! 16 یا 17 کو ان شاء اللہ اس کا جواب دے دیا جائے گا' لہٰذا دو تین روز کے لیے اس کو pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر۔ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 22 ہے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اس کو پینڈنگ کر لیا جائے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔ جناب سپیکر! اس کو پینڈنگ کر لیا جائے۔

چودھری نور محمد تارڑ: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب سپیکر: چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! ابھی ابھی کھاد' تیل اور گندم کی صورت حال کے بارے میں فیصلہ ہوا تھا اور اس سلسلہ میں پراچہ صاحب کی ایک تحریک استحقاق تھی۔ میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 170 ہے۔ یہ وہ تمام تقاضے پورے کرتی ہے جو اس تحریک استحقاق میں بیان کیے گئے ہیں۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ میری اس تحریک کو out of turn لیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گندم کی بوائی اور اس کے بعد پہلا پانی جس میں کھاد کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ تیزی سے گزر رہا ہے اور کھاد پورے پنجاب میں بالکل ناپید ہے۔ اگر کہیں تھوڑی بہت ملتی ہے تو وہ بھی بلیک میں اور ملاوٹ کے ساتھ مل رہی ہے۔ اس لیے یہ نہایت ہی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ اگر اسے بعد میں take up کیا گیا تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ویسے بھی آپ کے حکم کے مطابق اس تحریک کو پیش ہونا چاہیے۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ اس تحریک پر بحث کی اجازت دی جائے اور مجھے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری نور محمد تارڑ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ کہ ان کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 170 ہے' اس کو out of turn لیا جائے۔ اس بارے میں وزیر قانون صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! جب سیٹھی صاحب کی تحریک التوائے کار take up ہوئی تھی تو میں نے اس وقت اس خدشے کا اظہار کیا تھا۔ لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ ان کی تحریک out of turn take up ہونے کے فوراً بعد ایک اور تحریک out of turn take up ہونے کے لیے آ جائے گی۔ اس وقت میرا خیال تھا کہ اس سیشن میں دو تین دنوں تک پھر کوئی ایسی تحریک out of turn آئے گی۔ تو جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ جتنی بھی تحاریک التوائے کار ہوتی ہیں یہ سب کی سب اپوزیشن کی طرف سے ہوتی ہیں۔ لہذا میری ان سے گزارش ہے کہ یہ خود بیٹھ کر طے کر لیں۔ جو اس قسم کی غیر ضروری ہیں' out dated ہیں' مثلاً اکتوبر اور نومبر کی تحاریک التوائے کار آئی ہوئی ہیں اور ان کی ہر لحاظ سے utility ختم ہو چکی ہے۔ اور اگر ایسی غیر ضروری تحاریک التوائے کار ان میں سے نکال دی جائیں تو جو اہم ترین تحاریک التوائے کار ہیں ان کی خود بخود باری آ جائے گی۔ recent occurrence کی تحاریک الگ کر لی جاتی تھیں اور تحریک التوائے کار کی prerequsite ہے کہ recent

occurrence اور پانچ سات دن یا دوران اجلاس جو واقعات آتے تھے ان کو take up کیا جاتا تھا۔ اس طرح ان کی اہمیت بھی ہوتی تھی اور یہ واقعات recent occurrence public importance کے بھی ہوتے تھے۔ اگر پرانے اکتوبر' نومبر کے واقعات پر تحاریک التوائے کار آئیں گی تو پھر نمبر 170 اور 197 اگلے اجلاس تک lapse کر جائیں گی اور ان کی اہمیت بھی ختم ہو جائے گی۔ لہذا میں آپ کی خدمت میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کو کوئی practical shape دی جائے۔ اور میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ جو اہمیت عامہ کے حامل معاملات ہیں ان کو ضرور زیر بحث لانا چاہیے۔ مگر اس کے لیے کوئی طریق کار وضع ہونا چاہیے۔ جس سے غیر ضروری تحاریک جن سے ہمارا کافی سارا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اس سے بھی بچا جا سکے اور ساتھ ہی قواعد و ضوابط کے مطابق ہمیں تحاریک التوائے کار take up کرنی چاہییں۔ چونکہ سیٹھی صاحب کی تحریک میں 13 قیمتی جانیں ضائع ہوئی تھیں اور میرے بھائی نے بہت زیادہ اس پر insist کیا تھا جس پر میں نے agree کیا تھا کہ اس کو out of turn take up کر لیا جائے۔ اب اس کے فوراً بعد میرے بھائی اپنی تحریک کو بھی out of turn لینے کے لیے فرما رہے ہیں جب کہ اس قسم کے معاملات کے لیے ہمارے اس ہاؤس میں اور بہت سے فورم available ہیں' لہذا اس تحریک کو میرے معزز بھائی اس طرح سے بھی take up کر سکتے ہیں۔ یہ resolution بھی دے سکتے ہیں۔ اور پھر اس سلسلے میں آج جناب والا! نے بھی اشارہ کیا تھا کہ اس معاملہ کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے لیکن جب یہ اپنی ٹرن پر آئے گی تو پھر اس بارے میں حکومت جواب دے گی اور ہاؤس کو اعتماد میں لیا جائے گا' مطمئن کریں گے۔ اور اس سلسلے میں فاضل رکن وزیر زراعت سے مل کر بھی دریافت کر سکتے ہیں کہ حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ out of turn کو ایسے نہ بنایا جائے کہ ہر فاضل رکن out of turn کے لیے request کر دے۔ اس طرح باقی اراکین جو کہ رولز کے مطابق ہاؤس کو چلانا چاہتے ہیں ان کی حق تلفی ہو گی۔ شکریہ جناب سپیکر!

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! یہ جو میں نے تحریک التوائے کار دے رکھی ہے یہ شوقیہ نہیں دی' بلکہ یہ مسئلہ انتہائی سنگین ہے اور یہ پورے پنجاب کا مسئلہ ہے اور سارے زمین دار اس مسئلے سے دو چار ہیں۔ جناب سپیکر! میں نے جو یہ تحریک التوائے کار دے رکھی ہے یہ شوقیہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ انتہائی سنگین ہے۔ پورے پنجاب کا مسئلہ ہے اور پورے زمین دار اس مسئلہ سے دوچار ہیں اور اگر فوری

طور پر اس کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا تو گندم کی فصل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پورے پنجاب میں، آپ کہیں باہر جا کر کسی گاؤں میں کھاد کے بارے میں بات کریں تو آپ کو ایک ہی جواب ملے گا کہ ہمیں 500 ' چھ سو روپے تک بھی اگر کھاد کی ایک بوری دے دی جائے تو کم از کم ہم اپنی فصل میں ڈال کر پیداوار حاصل کر سکیں۔ یہ بے بس لوگ ہیں جن کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ جب بھی زراعت کے متعلق یا کاشت کار کے متعلق کوئی بات آتی ہے تو لاء اینڈ ریگولیشن سامنے آ جاتا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ابھی ابھی آپ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا جس سے محترم وزیر قانون صاحب نے بھی اور سب نے اتفاق کیا تھا کہ اس تحریک التوائے کار کو تحریک استحقاق کے بدلے میں لے لیا جائے گا۔ تو میری سمجھ سے یہ بالا ہے کہ کیا یہ سب زمین دار جو اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں نہیں جانتے کہ کھاد کا کیا مسئلہ ہے قیمت کتنی بڑھ رہی ہے اور بلیک مارکیٹنگ ہو رہی ہے۔۔

جناب سپیکر، شکریہ چودھری صاحب۔

چودھری نور محمد تارڑ، تو جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ مجھے اپنی تحریک پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اگر ہاؤس کہے گا کہ اس کو out of turn نہ لیا جائے تو میں نہیں بولوں گا مجھے پڑھنے کی اجازت دے دی جائے۔ کیا یہ ان سب ارکان کا اپنا مسئلہ نہیں جو یہاں پر بیٹھے ہیں؟ ہو سکتا ہے چند آدمی ایسے ہوں جو بہت بڑے جاگیر دار ہوں کہ جن کو کچھ فرق نہیں پڑتا کہ کھاد کی قیمت چار سو ہو جائے یا پانچ سو ہو جائے یا ہزار ہو جائے۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ بلاشبہ یہ تحریک التوائے کار بڑی اہمیت کی حامل ہے اور پہلے وزیر زراعت بھی فرما چکے ہیں کہ اگر اس کو take up کیا جائے تو انہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ ابھی آج ہی ہم نے ایک تحریک التوائے کار out of turn take up کی ہے اور ابھی آج ہی دوسری تحریک التوائے کار کو بھی out of turn take up کیا جائے تو یہ کسی صورت بھی مناسب بات نہیں ہے۔ تو آج تو اس کو out of turn take up کرنے کا کوئی question نہیں۔ آج جن تحاریک التوائے کار کی باری ہے ہم ان کو take up کرتے ہیں۔ چودھری صاحب! بعد میں اس کو پوائنٹ آؤٹ کیجیے گا' اس پر ہاؤس غور کرے گا۔ وزیر زراعت بھی اس پر غور کریں گے اور اس کو دیکھیں گے کہ اس کی اہمیت کے لحاظ سے اس تحریک التوائے کار کو

اہمیت دی جائے۔ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کی دوسری تحریک التوائے کار ہے، وہ تشریف نہیں رکھتے، نمبر 24 ہے نمبر 25 ہے automatically lapse کر جائیں گی۔ جو صاحبان تشریف نہیں رکھتے ان کی تحاریک lapse کر جائیں گی۔ تحریک التوائے کار نمبر 27، میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔

کیمیکل ایگزامنر لیبارٹری پنجاب کے نتائج کا ناقابل اعتبار ہونا

میاں محمود الرشید: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" نے مورخہ یکم نومبر کی اشاعت میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ کیمیکل ایگزامنر لیبارٹری پنجاب کے نتائج ناقابل اعتبار ہیں اور زہر کے تجزیہ کے لیے لیبارٹری میں بھجوائے گئے متعدد نمونوں کے ڈبے کھولے بغیر ہی ان کے نتائج جاری کر دیے گئے۔ اس طرح یہ لیبارٹری جہاں پورے پنجاب کے علاوہ صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر سے بھی زہر کے تجزیہ کی ہزاروں رپورٹیں مشکوک ہوگئی ہیں۔ یہ رپورٹیں جو عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں ان کے بوگس قرار پا جانے کے باعث ایک طرح سے پورا نظام چیلنج ہو جاتا ہے۔ اس خبر کے مطابق کیمیکل ایگزامنر کے دفتر میں ایسے متعدد ڈبے پائے گئے جن کی اصل سیلیں برقرار تھیں، لیکن نتائج جاری ہو چکے تھے۔ نمونہ نمبر 482 جو اس دفتر کو 16 مئی کو موصول ہوا تھا اس کی سیل بند تھی لیکن اس کا نتیجہ 31۔ مئی 1992ء کو جاری کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ڈسٹرکٹ ہسپتال قصور سے 23 مئی 1992ء کو موصول ہونے والے ڈبہ کی سیلیں برقرار تھیں لیکن نتیجہ جاری کر دیا گیا تھا۔ اس طرح متعدد نمونوں کے شواہد موجود ہیں کہ ڈبوں کو کھولے بغیر ہی نتائج جاری کر دیے جاتے ہیں۔ یہ رپورٹیں کیسے تیار ہوئیں اور اس میں کن افراد کا کیا مفاد ہے، حکومت وقت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ اس انتہائی حساس اور تکنیکی ادارے میں بھی رشوت کا بازار گرم ہے۔ ان بوگس رپورٹوں کی وجہ سے بعض مجرمان صاف بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض بے گناہ لوگوں کو دھر لیا جاتا ہے۔ اس طرح کی شدید بے ضابطگیوں کے منظر عام پر آنے کے بعد لوگوں کا اعتماد اس ادارے سے اٹھ گیا ہے۔ یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے اسمبلی کی معمول کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جانی چاہیے تاکہ آئندہ اس لیبارٹری کے معاملات درست ہو سکیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کے ساتھ تحاریک التوائے کار نمبر 30 اور 38 identical ہیں' ان کو بھی ساتھ ہی take up کیا جائے گا۔ لاء منسٹر صاحب' اس پر گورنمنٹ کا point of view کون صاحب بیان کریں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب برائے صحت گورنمنٹ کا point of view پیش کریں گے۔

جناب سپیکر: جی' پارلیمانی سیکرٹری صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! اس ضمن میں گزارش ہے کہ' یہ درست نہ ہے کہ کیمیکل ایگزامنر لیبارٹری پنجاب لاہور کے نتائج ناقابل اعتبار ہیں۔ یہاں پر کوئی کیس بھی ایسا نہیں جن کی نمونوں کے ڈبے کھولے بغیر ہی ان کے نتائج جاری کر دیے گئے ہوں۔ آج تک میرے نوٹس میں کوئی بھی ایسا کیس نہیں جس کے مشکوک ہونے کے متعلق اطلاع ملی ہو یا کسی عدالت سے کوئی شکایت موصول ہوئی ہو یا کسی بھی پرائیوٹ پارٹی سے شکایت ملی ہو۔۔۔

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کیا لکھی ہوئی تحریر فائل کے اندر سے اس طرح جواب میں پڑھی جا سکتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! اس ضمن گزارش ہے کہ اس دفتر میں مورخہ 16 مئی 1992ء کو کوئی بھی نمونہ موصول نہ ہوا جب کہ میرے فاضل دوست نے یہ کہا' اور ان کی تحریک التوائے کار ایک اخباری خبر پر مشتمل تھی' انہوں نے کہا کہ 16-5-92 کو کیمیکل ایگزامنر لیبارٹری نے وصول کیا" ایسا کوئی بھی نمونہ انہوں نے وصول نہیں کیا۔ البتہ پارسل نمبر 482 کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے مورخہ 14-5-1992 کو موصول ہوا۔ متعلقہ کیس نتیجہ مورخہ 1-6-92 کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں بھیج دیا تھا جس کے متعلق کوئی شکایت کسی طرف سے بھی آج تک موصول نہیں ہوئی۔ اس کیس کے متعلق کوئی بھی سیل شدہ پارسل سٹرانگ روم میں موجود نہیں ہے۔ اس طرح ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال قصور سے مورخہ 23-5-1992 کو کوئی پارسل بھی موصول نہ ہوا ہے۔ یہ درست نہ ہے کہ ایسے ڈبے سٹرانگ روم میں موجود ہیں کہ جن کی سیلیں کھولے بغیر رپورٹیں تیار کی گئی ہوں۔ اس ادارے میں رشوت کے متعلق نہ کسی پرائیوٹ شخص نے کوئی شکایت کی ہے جس پر قانونی طور پر عمل کیا جا سکے اور نہ ہی انٹی کرپشن محکمہ کی طرف سے آج تک کوئی شکایت آئی ہے۔

اس لیبارٹری میں کام پوری احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ ہو رہا ہے۔ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو رہی۔ جناب والا! میں فاضل دوست کو ایک اور انفرمیشن دینا چاہوں گا کہ وزیر صحت نے اس میں ایک سپیشل کمیٹی مقرر کی ہے جو سیکرٹری صحت کے ماتحت کام کرے گی۔ اگر کوئی بھی کسی قسم کی بے قاعدگی ہو تو وہ اس کا سدباب کرے گی۔ بہت شکریہ۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ اس بارے میں یہ بات زبان زد عام ہے کہ یہاں پر گھپلے ہو رہے ہیں۔ بغیر دیکھے رپورٹیں لکھی جا رہی ہیں اور بھیجی جا رہی ہیں۔ کرپشن کا بازار گرم ہے۔ مجھے یہ انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج سوسائٹی کا ہر آدمی کرپشن کے ہاتھوں بے بس ہو چکا ہے اور یہ میرے دوست پارلیمانی سیکرٹری کس طرح سے کہہ رہے ہیں کہ وہاں بڑے ایمان دار لوگ ہیں' بڑے صالحین بیٹھے ہوئے ہیں' کوئی رشوت نہیں لی جا رہی' سارا معاملہ بالکل ٹھیک ہو رہا ہے۔ جب کہ میں نے تین چار کیسیز یہاں پر quote کیے ہیں۔ میرے خیال میں کم از کم اس کی انکوائری ہونی چاہیے جو اتنی بڑی بات یہاں پر سامنے آئی ہے۔ میں نے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس مسئلے پر لوگوں کے ذہن میں شدید قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہوگئے ہیں۔ اور کوئی دوسرا ادارہ نہ ہی گورنمنٹ کی سطح پر اور نہ ہی پرائیویٹ سطح پر موجود ہے جسے اس طرح کی کوئی اتھارٹی حاصل ہو' جس کے purview میں یہ بات آتی ہو کہ کیمیکل ایگزامنر کے بارے میں رپورٹ دے۔ لہذا یہ بہت ہی سنجیدہ معاملہ ہے' اس لیے اسے محض اس انداز سے نہیں لینا چاہیے کہ وہاں پر سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے اور بالکل ٹھیک ہے اور کوئی نمونہ وہاں پر پیش نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتنے بھیانک قسم کے انکشافات آنے کے بعد وہاں پر ایک انکوائری کمیٹی بننی چاہیے تھی اور اس سارے معاملے کی تحقیقات ہونی چاہیے تھی اور اصل حقائق سامنے آنے چاہییں تھے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ایک اور وضاحت کرنا چاہوں گا کہ اس معاملے پر آج تک ہمارے پاس نہ تو کوئی تحریری رپورٹ موصول ہوئی ہے اور نہ ہی انٹی کرپشن والوں نے کوئی شکایت کی ہے اور نہ ہی ہمیں کسی اور قسم کی کوئی شکایت موصول ہوئی ہے۔ فاضل دوست کی تحریک ایک اخباری خبر پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریک التوائے کار میں جو شکایات کی ہیں وہ حقیقت پر مبنی نہ ہیں۔ اس سلسلے میں وزیر صحت نے بھی ایک کمیٹی بنا دی ہے کہ آئندہ اگر ایسی بے ضابطگی ہو' اول تو ہوئی نہیں ہے' لیکن اگر کوئی ہو تو سختی کے ساتھ اس پر ایکشن

ہوگا۔

میاں محمود الرشید، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ سے categorically اس سلسلے میں رولنگ لینا چاہوں گا کہ کیا اخبارات اتنے ہی بے اعتبار ہوگئے ہیں کہ جو وزیر بھی اٹھتا ہے' جو پارلیمانی سیکرٹری اٹھتا ہے' اس بات کو سب سے پہلے لیتا ہے کہ یہ تحریک اخباری خبر پر مبنی ہے' لہذا یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی۔ جب کہ دوسرے tenure سے میں بھی اس اسمبلی کا رکن ہوں۔ درجنوں ایسی تحاریک التوائے کار اخباری تراشوں پر مبنی نہ صرف یہاں پر پیش ہوئیں بلکہ انہیں ایڈمٹ بھی کیا گیا اور ان پر فیصلے ہوئے اور کئی فیصلے ابھی تک زیر التواء ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا فاضل وزراء اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کی بات درست ہے کہ کسی اخباری تراشے کی بنیاد پر ہم کسی بات کو اسمبلی میں زیر بحث نہیں لا سکتے؟

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اخباری خبر کی وجہ سے محض تحریک التوائے کار کو ایڈمٹ نہ کیا جائے' یہ مناسب بات نہیں ہے۔ لیکن صرف ایک اخباری خبر کی بنیاد پر کسی تحریک التوائے کار کو ایڈمٹ کرنا بھی کوئی مناسب بات نہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔

میاں محمود الرشید، میرا پوائنٹ آف آرڈر تو درست ہے۔

جناب سپیکر، اس تحریک التوائے کار پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے نہایت جانفشانی سے بڑی محنت کرکے اپنا کیس تیار کیا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ اور بڑے اچھے انداز میں انہوں نے حکومت کا اور محکمہ صحت کا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے' youngsters کی encouragement ہونی چاہیے اور میاں محمود الرشید صاحب اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہ کریں۔ (قہقہے)۔

میاں محمود الرشید، درست ہے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتے۔

وزیر قانون، تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر، تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں ایک رپورٹ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں یہ رپورٹ۔۔۔

پوائنٹ آف آرڈر

سپریم کورٹ میں معاملہ زیر سماعت ہونے کے پیش نظر ایجنڈا میں شامل مسودہ قانون خاتمہ ناپسندیدہ انجمن ہائے امداد باہمی پنجاب مصدرہ 1993 کی قانونی حیثیت

ملک ذوالفقار احمد اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آج کے ایجنڈے میں' میں نے ایک چیز دیکھی ہے کہ میرے محترم وزیر قانون صاحب ایک بل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ That is "The Punjab Undesirable Cooperative Societies, Bill 1992" اس بارے میں ایک بڑا اہم نکتہ جس کی میں وضاحت چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ معاملہ ابھی سپریم کورٹ میں پینڈ نگ ہے اور اس آرڈیننس کو ہائی کورٹ کے فل بنچ نے void قرار دے دیا ہوا ہے۔ گورنمنٹ نے اس کی اپیل سپریم کورٹ میں کی ہے جس کی finding ابھی آنے والی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر قانون سے یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کو تھوڑی دیر کے لیے موخر کر دیا جائے تاکہ اس پر پہلے فیصلہ آ جائے اور وہاں پر جو بھی قانونی نکات سامنے آئیں گے تو پھر ہم اسے بڑی تفصیل کے ساتھ زیر بحث لاسکتے ہیں۔ میرا یہ نکتہ آپ کی توجہ کا حامل ہے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں پہلے رپورٹ پیش کر دوں اور پھر اس قانونی نکتے کا جواب دوں۔ کیونکہ انہوں نے ایک ٹیکنیکل پوائنٹ اٹھایا ہے۔

جناب سپیکر: ان کے پوائنٹ آف آرڈر کو پہلے dispose of نہ کر دیا جائے؟ اگر آپ اس معاملے پر کچھ وقت چاہتے ہیں تو اس پر بحث کرنے کے لیے ہم کوئی دوسرا وقت مقرر کر سکتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! اس کی قانونی پوزیشن یہ ہے کہ ہائی کورٹ نے جو آرڈر کیا تھا سپریم کورٹ نے اس آرڈر کو معطل کر دیا۔ اس لیے اس مسئلے پر قانون سازی کرنے میں ہم پر کوئی قدغن نہیں اور اس پر ہم قانون سازی کر سکتے ہیں۔ ہائی کورٹ نے تو اس آرڈیننس کو null and void قرار دیا تھا'

اس آرڈر کو سپریم کورٹ نے معطل کر دیا ہے۔ یہ اس کی پوزیشن ہے۔ تو اس صورت حال میں اس پر قانون سازی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں۔

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر گزارش یہ ہے کہ پچھلے اجلاس میں میری اس سلسلے میں دو تین تحاریک التوائے کار تھیں جس کے جواب میں وزیر قانون نے بڑا determine ہو کر اور فلور آف دی ہاؤس پر اس بات کو کہا تھا کہ یہ معاملہ subjudice ہے اور کوآپریٹو کے معاملے میں کوئی بات بھی اسمبلی میں زیر بحث نہیں لائی جا سکتی جس کے نتیجے میں مجھے اپنی تحاریک التوائے کار پڑھنے بھی نہیں دی گئیں اور یہیں سے یہ یقین دہانی ہو گئی کہ وزیر کوآپریٹو اور رجسٹرار کوآپریٹو مل بیٹھ کر کے ہماری شکایات کو یا کھاتے داران کی شکایات کو سنیں گے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ٹیپ چلا کر دیکھ لیجئے یا پچھلی کارروائی کو نکال کر پڑھ لیجیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وزیر قانون نے فلور آف دی ہاؤس پر یہ کہا تھا کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔ اگر یہ معاملہ subjudice ہے تو اس بارے میں کوئی کارروائی اسمبلی میں نہیں ہوسکتی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ پھر قانون سازی بھی اس particular issue پر نہیں ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! کوئی رولز کی بات بھی کیجیے گا۔ اگر آئین میں یا رولز میں کوئی ایسی بات ہے کہ ایک مسئلہ جو عدالت میں موجود ہو اس پر قانون سازی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی رولز کی بات ہے تو آپ فرمایئے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر جب قانون سازی ہو گی تو اس پر بحث بھی ہو گی جب بحث ہو گی تو وہ امور بھی زیر بحث آئیں گے جو عدالت میں پینڈنگ بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ معاملہ جس پر انہوں نے گزشتہ مرتبہ روک دیا تھا' ہم چاہتے تھے کہ ان غریب لوگوں کا مسئلہ یہاں فلور پر اٹھائیں جن کی اربوں روپے کی رقوم ڈوب گئی ہیں۔ لیکن انہوں نے یہی کہہ کر اجازت نہیں دی تھی۔ جب یہ معاملہ قانون سازی میں آئے گا تو یہ ساری باتیں بھی زیر بحث آئیں گی۔ اور اگر زیر بحث آئیں گی تو نہ اس وقت اس کا کوئی جواز تھا اور نہ ہی اب اس کا کوئی جواز نکلتا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی نے یہ جو بات کی ہے' قانون سازی اور تحریک التوائے کار پر بحث' یہ دو چیزیں بالکل مختلف ہیں۔ قانون سازی کا اپنا ایک طریق کار ہے' اس کے اپنے رولز ہیں اور تحریک التوائے کار کے اپنے رولز ہیں۔ جو subjudice matter ہو' تحریک

التوائے کار میں باقاعدہ لکھا ہوا ہے کہ جو subjudice matter ہو اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کی قانون سازی کے لیے کوئی پابندی نہیں۔ سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کا آرڈر معطل کر دیا ہے۔ اگر وہ in field ہوتا تو دوسری بات تھی۔ سپریم کورٹ اگر کل کو اس قانون سازی کو کالعدم قرار دے دیتی ہے تو یہ جو ہم قانون سازی کا کام کر رہے ہیں یہ خود بخود کالعدم ہو جائے گا۔ تو جہاں تک اس تحریک التوائے کار کا تعلق ہے اس میں تو میں سمجھتا ہوں کہ میاں محمود الرشید صاحب کے کہنے پر ہم نے سیکرٹری کو، رجسٹرار کو سب کو بلا کے منسٹر کو آپریٹو بھی تھے، ہم نے اس پر پورے ایک ڈیڑھ گھنٹے بحث کر کے ان کو مطمئن کیا تھا۔ اور جناب والا! تحریک التوائے کار کا مقصد کیا ہوتا ہے کہ ایک مسئلے کو حکومت کے نوٹس میں لے آنا اور گورنمنٹ کو کسی particular important issue of recent occurrence کے بارے میں congnizant کرنا گورنمنٹ نے صرف congnizant نہیں کیا تھا بلکہ ان کی موجودگی میں ان سارے آفیسرز کو بلا کے ہم نے ان کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ اور اس پر ہمارے ان دوستوں نے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ تو جناب والا! میں تو یہ توقع کرتا تھا کہ اس قانون سازی میں جو ہمارے فاضل اراکین حزب اختلاف جو تحریک التوائے کار لے آئے تھے حکومت تو وہی کرنا چاہ رہی ہے۔ اس مسئلے کو جو کہ کارپوریشن کی وجہ سے ایک مسئلہ بنا ہوا تھا اس پر قانون سازی کر کے ہمیں تو خوشی محسوس کرنی چاہیے۔ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ٹیک اپ کریں۔ قانونی طور پر اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب والا! وزیر قانون نے یہ جو فرمایا ہے کہ اس پر جب کورٹ فیصلہ کرے گی تو ہماری جتنی کارروائی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ اور یہ معاملہ سپریم کورٹ میں بھی چل رہا ہے۔ جناب والا! اسی طرح سے پہلے بھی یہاں پر ایک معاملہ پیش ہو چکا ہے۔ جب ہم نے حق شفعہ پر قانون سازی کی تھی تو اس پر بھی یہاں پر بڑی بحث ہوئی تھی اور رانا ثناء اللہ خان نے اس وقت اس پر بڑی واضح روشنی ڈالی تھی کہ یہ جو آپ بل پاس کر رہے ہیں یہ آپ کا بل قابل عمل نہیں ہو گا۔ اور اس کا وہی نتیجہ نکلا۔ جب وہ ہائی کورٹ میں گیا تو جتنی ہماری کارروائی تھی وہ کالعدم ہو گئی تھی۔ ہم یہاں پر جو قانون سازی کرتے ہیں اگر کورٹ اس کے برعکس فیصلہ کر دیتی ہے تو پھر ہمارا قانون سازی کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ تو میری یہ استدعا ہے کہ اس کو پینڈنگ رکھا جائے۔ جب تک کورٹ سے کوئی فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، یہ ایک معاملہ اس بل کے پیش کرنے سے پہلے ملک ذوالفقار اعوان صاحب نے اٹھایا ہے۔ اور اس پر فرید احمد پراچہ صاحب نے اور ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب نے' میاں محمود الرشید صاحب نے ان کی سپورٹ میں یہ بات کی ہے کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔ اور اس بل پر جو بحث ہو گی اس میں وہ سارے معاملات بھی زیر بحث آ سکتے ہیں جو اس وقت عدالت کے زیر غور ہیں اور عدالت میں پینڈ نگ ہیں۔ تو اس بل کو ٹیک اپ نہ کیا جائے۔ تو اسے ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ یہ معاملہ عدالت عالیہ یعنی سپریم کورٹ میں پینڈ نگ ہے۔ اس پر لاء منسٹر صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ چونکہ ہائی کورٹ میں جو فیصلہ ہوا تھا سپریم کورٹ نے اس کو set aside کر دیا ہے۔ اور چونکہ سپریم کورٹ نے set aside کر دیا ہے' اس لیے اس بل کو ہاؤس میں پیش کرنے اور اس کو زیر بحث لانے میں کسی قسم کی ممانعت یا کوئی امر مانع نہیں اور legally اس میں کوئی hitch نہیں ہے کہ اس کو زیر بحث لایا جائے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کوئی مسئلہ جو عدالت میں یا عدالت عالیہ میں زیر بحث ہو' زیر غور ہو کیا اس مسئلے پر اسمبلی میں بحث ہو سکتی ہے؟ اس بل کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو بل ہے یہ اسمبلی میں آئے گا تو اس کی ایک ایک کلاز پہ بحث ہو گی۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی ایسے مسئلے کو زیر غور لایا جا سکتا ہے اور اس پر بحث ہو سکتی ہے جو مسئلہ subjudice ہو؟ تو اس میں میں کہوں گا کہ لاء منسٹر صاحب اس بارے میں رول 176 کا "A" sub rule ملاحظہ فرمائیں۔

> The subject-matter of every speech shall be relevant to the matter before the Assembly

لاء منسٹر صاحب! آپ نے یہ ملاحظہ فرمالیا۔ تو اس میں اس کی یہ پوزیشن واضح ہے۔

وزیر قانون: میری گزارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایک آرڈیننس کی شکل میں اس وقت نافذ العمل ہے۔ اگر ہم قانون سازی نہیں کریں گے تو بار بار ہمیں اس پر آرڈیننس نافذ کرنا پڑے گا۔ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ سپریم کورٹ اس مسئلے پر سال فیصلہ نہ کرے دو سال تک فیصلہ نہ کرے اور یہ معاملہ چلتا رہے۔ اہم اس پوزیشن میں نہیں کہ ہم سپریم کورٹ کو کسی قسم کی ڈائریکشن دیں کہ جی' آپ اس پر جلد از جلد فیصلہ کریں۔ اور آرڈیننس کے نفاذ کا مسئلہ بھی کئی دفعہ جناب والا! کے سامنے پیش ہوا ہے۔ اس کو کسی لحاظ سے بھی بنظر تحسین نہیں دیکھا جا سکتا۔ میرے خیال کے مطابق تو اس میں کسی قسم کی کوئی قانونی رکاوٹ نہیں اور اس مسئلے میں قانون سازی کرنے میں کوئی امر مانع

نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی جناب والا! نے رول (اے) 176 کا حوالہ دیا ہے۔ تو میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا اور ہم اس پر مزید غور کر لیتے ہیں۔ میں متعلقہ محکموں کے ساتھ مزید مشورہ کر لیتا ہوں تا کہ ہم کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے ہمیں بعد میں کسی قسم کی پرابلم ہو۔ جناب والا! آپ بے شک آج ہاؤس کو adjourn کر دیں۔ کل بھی آج کا پینڈ نگ بزنس لیا جانا ہے۔ کل میں بہتر پوزیشن میں ہوں گا کہ آپ کو اس بارے میں آگاہ کر سکوں۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: شکریہ۔ سردار صاحب! رول 176 کے سب رول (اے) میں یہ ہے:

176 (2). A member while speaking shall not

(a) discuss any matter which is sub-judice in a Court of Law in any part of Pakistan.

یہ قاعدہ اپنے طور پر واضح ہے اور یہ بل discuss ہونا ہے۔ تو لاء منسٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں اگر اس کو پینڈ نگ کر لیا جائے۔ میں اس کو پینڈ نگ کرتا ہوں۔ ملک ذوالفقار اعوان صاحب کے نکتہ اعتراض کے پیش نظر آج اس بل کو take up نہیں کرتے اور اس پر فیصلے کو پینڈ نگ کرتے ہیں۔ لاء منسٹر اس پر کوئی تیاری کرنا چاہتے ہیں تو بے شک کر لیں۔ اور کل یہ دیکھ لیں گے کہ آیا اس کو take up کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: مناسب ہو گا کہ اس کو پرسوں لیا جائے۔ ہماری بھی تیاری ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! ایک تجویز آئی ہے کہ اس کو کل کے بجائے پرسوں لیا جائے۔ ممبران کی خواہش ہے کہ وہ بھی قواعد کا مطالعہ اچھے طریقے سے کر لیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! رول 176 کی سب کلاز (اے) پڑھ کر آپ نے ان کو بتا دیا ہے۔ کل ہمارے پاس اور تو کوئی بزنس نہیں ہے۔ آج دوسرا دن ہے' کل تیسرا دن ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مہربانی کریں۔ اس کو یہ سٹڈی کر لیں۔

جناب سپیکر: یہ صحیح ہے۔ کل کوئی بزنس نہیں ہے۔ تو کل ایسے ہی دن کو ضائع کریں گے۔ لودھی صاحب! آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر مال: جناب والا! لاء منسٹر صاحب نے اس پر رائے تو دی ہے۔ لیکن ہماری ایک law making body ہے۔ وہ جو معاملہ زیر غور ہے' وہ existing law پر زیر غور ہے۔ میرے خیال میں ہمیں کوئی

رکاوٹ نہیں کہ ہم لاء کو amend کریں، لاء کو بنائیں۔ ایک مثال میرے ذہن میں یہ آئی تھی کہ Asif Zardari's bail application was pending in the Court. اس کی موجودگی میں آرڈیننس ہوا اور پھر اس کی موجودگی میں آرڈیننس واپس ہوا۔ میرے خیال میں یہ ہمارا highest forum with regard to law making ہے۔ وہ provision تو یہ ہے کہ وہ معاملہ زیر غور نہیں آ سکتا جو معاملہ existing law کے تحت interpretation کے لیے سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں گیا ہو۔ اس پر ہم نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم law making body ہیں۔ ہم بنا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: خان صاحب! آپ بھی اس پر مزید تیاری کر لیں اور کل اس کو دیکھ لیتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! کل جب منسٹر حضرات اس پر اپنی تیاری کر کے آئیں تو اس بات کی بھی تیاری کر کے آئیں کہ یہاں بار بار وعدہ کیا گیا کہ ان غریب لوگوں کو ان کی رقوم ملیں گی تو انہیں کب تک ملیں گی؟ 102 ناپسندیدہ سوسائٹیاں ہیں۔ ان کے اعلان کے مطابق صرف تین سوسائٹیوں کی رقمیں بیس کروڑ کی ابھی تک تقسیم ہوئی ہیں۔ سترہ سو کروڑ روپیہ ابھی تک پینڈ نگ ہے۔ تو اس بارے میں بھی تیاری کر کے آئیں اور بتائیں کہ لوگوں کا مسئلہ کب حل ہو گا۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! یہ مسئلہ زیر غور نہیں ہے اور نہ اس پر کل بات ہو گی۔ نہ اس پر کل تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ جو مسئلہ زیر غور ہے صرف اس پر تیاری ہو گی۔

قرار داد کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! میں میاں محمود الرشید صاحب ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ قرار داد بابت شاہراہ قائداعظم پر جلسے جلوسوں پر پابندی کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب وزیر قانون نے میاں محمود الرشید ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ قرار داد بابت شاہراہ قائداعظم پر جلسے جلوسوں پر پابندی کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی ہے۔

ایم۔ پی۔اے کی ضمانت پر رہائی کی اطلاع

MR SPEAKER: It is a memorandum which is to be read before the House

Mr Shahid Manzoor MPA from Sheikhupura was arrested in the cases cited above. He was produced in the Court and was granted bail by the learned Magistrate. The matter has already been intimated by Syed Maqsood Qadir Shah, Illaqa Magistrate. (photo copy attached).

ہمارے پاس اس بل کے علاوہ اور کوئی بزنس نہیں۔ لہٰذا اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی اتوار 14-فروری 1993ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

اتوار، 14۔ فروری 1993ء

(یک شنبہ، 21۔ شعبان المعظم 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 45 منٹ پر منعقد ہوا
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ
وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا
كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۶ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۷

سورہ آل عمران: آیات 85 تا 87

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہو گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے اور ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی، سب کی۔

وما علینا الا البلاغ○

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ زراعت)

جناب سپیکر : وقفہ سوالات ہے، محکمہ زراعت سے متعلقہ سوالات ہیں۔ جی رانا اکرام ربانی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: (معزز رکن نے رانا اکرام ربانی کے ایماء پر سوال نمبر 410 دریافت کیا)

مارکیٹ کمیٹی فیس سے بننے والی سڑکوں کی تفصیل

*410 ۔ **جناب رانا اکرام ربانی** : کیا وزیر زراعت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) سال 78-1977ء تا حال مارکیٹ کمیٹی کی فیس کی مد میں کن اضلاع اور مقامات پر کتنی کتنی لاگت سے کتنی لمبی، کتنی چوڑی سڑکیں بنائی گئیں اور کتنی تاحال زیر تعمیر ہیں۔

(ب) متذکرہ سڑکیں کن کی تجویز کردہ ہیں تجویز کنندگان کے نام عہدے اور پتے کیا ہیں کتنی سڑکیں عوامی نمائندوں کی تجویز کردہ ہیں ایسے عوامی نمائندوں کے نام کیا ہیں مزید برآں جن اجلاسوں میں متذکرہ سڑکیں بنانے کی منظوری دی گئی ہے۔ ایسے اجلاسوں میں کن کن افسران اور عوامی نمائندوں نے شرکت کی ضلع وار تفصیلات کیا ہیں۔

(ج) اس وقت متذکرہ کن کن مارکیٹ کمیٹیوں نے زمینداروں سے کتنی کتنی رقوم وصول کیں اور سود کی مد میں کتنا منافع حاصل ہوا مکمل تفصیلات کیا ہیں؟

جناب سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)،

(الف) سال 78-1977ء تا حال پنجاب میں جن مارکیٹ کمیٹیوں نے جتنی لمبائی اور چوڑائی کی سڑکیں مرمت / تعمیر کیں، ان کی ضلع وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 78-1977ء تا حال پنجاب میں مارکیٹ کمیٹیوں کی زیر نگرانی مرمت / تعمیر شدہ سڑکوں کے تجویز کنندگان کے نام عہدے اور پتے بشمول دیگر تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) کوئی بھی مارکیٹ کمیٹی کسی بھی زمیندار سے مارکیٹ فیس وصول نہیں کرتی۔ بلکہ یہ فیس زرعی اجناس کی خرید و فروخت کرنے والے لائسنس داروں سے وصول کی جاتی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس سوال کے جزو (ج) میں یہ بتایا گیا ہے کہ مارکیٹ کمیٹی کسی بھی زمیندار سے مارکیٹ فیس وصول نہیں کرتی۔ کیا یہ درست ہے کہ تمام مارکیٹ کمیٹیاں تمام زمینداروں سے مارکیٹ فیس عملاً وصول کرتی ہیں اور لاکھوں روپیہ ان زمینداروں سے وصول کیا جاتا ہے تو کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ عملاً جو کام ہو رہا ہے اس کی نفی انہوں نے کس انداز سے کی ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے جو بات کی ہے اس کے بارے میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہ مارکیٹ فیس آڑھتی صاحبان ان تاجر صاحبان سے وصول کرتے ہیں جو مارکیٹ میں کام کرتے ہیں ڈائریکٹ زمینداروں سے وصول نہیں کرتے۔ اس لیے جناب والا! ہمارا جواب درست ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! کیا یہ درست ہے کہ زمینداروں آڑھتیوں اور بیوپاریوں کی سہولت کے لیے یہ مارکیٹ کمیٹی فنڈ لگایا جاتا ہے؛ کیا حکومت نے چیئرمینوں کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اس فنڈ سے جہاں چاہیں جس وقت چاہیں اور جس مد میں چاہیں وہ روپیہ خرچ کر دیں؛ جلسے، جلوسوں اور خوش آمدید بینرز کے لیے یہ مارکیٹ کمیٹیاں جو فنڈز خرچ کرتی ہیں کیا حکومت نے ان کو یہ اختیار دے رکھا ہے' یا وہ سڑکیں جو وہ ان بیوپاریوں آڑھتیوں اور زمینداروں سے ہٹ کر تعمیر کرتے ہیں۔ کیا ان کو یہ قانون میں ترمیم ملی ہوئی ہے کہ وہ جہاں چاہیں روپیہ خرچ کر دیں؛

وزیر زراعت، جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین حضرات اور ان کے ممبران باقاعدہ اجلاس کرتے ہیں اور اس میں بیٹھ کر سکیمیں پاس کرتے ہیں اور پھر لوکل ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ان کی سکیموں پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ اگر سولنگ لگانا ہو سڑکیں پکی کرنا ہو' پلیاں بنانا ہو' فرش پکے کرنا ہو یہ سارے کام باضابطہ طریق کار سے ہوتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! یہ جو معزز وزیر صاحب فرما رہے ہیں ظاہر ہے یہ تو وہی بات کیے جا رہے ہیں جو ان کے اپنے ذہن میں ہے' جبکہ میں ان چیزوں کی نشان دہی کر رہا ہوں جو عملاً ہو رہی ہیں۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان سے ضمنی سوال پوچھوں گا کہ 90-1989ء میں جو سڑکیں مارکیٹ کمیٹی بادامی باغ میں تعمیر کی گئیں کیا ان کا کوئی واسطہ مارکیٹ کے آڑھتیوں،

بیوپاریوں یا زمینداروں سے ہے جس پر انہوں نے یہ رقم خرچ کی ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! انہوں نے 90-1989ء کی جو بات فرمائی ہے اس جواب میں سڑکوں کی ساری تفصیلات دی ہوئی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کے بارے میرے فاضل دوست کو کوئی اعتراض ہے تو ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔ اور میں نے عرض کر دیا ہے کہ ہم باضابطہ اور قانون کے مطابق کارروائی کرتے ہیں اور زمیندار کے مفاد میں کرتے ہیں' چونکہ اجناس باہر سے آتی ہوتی ہیں' اس لیے سڑکیں بھی زمینداروں کے مفاد میں ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر، اگلا سوال بھی رانا اکرام ربانی کا ہے

جناب غلام سرور خان، معزز رکن نے رانا اکرام ربانی کے ایماء پر دریافت کیا۔

واجب الادا رقوم کی واپسی

*454۔جناب رانا اکرام ربانی، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

ضلع اوکاڑہ میں پنجاب ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ سپلائی کارپوریشن کی طرف سے جن جن افراد کے ذمے واجب الادا رقوم ہیں ان کے نام و پتے کیا ہیں؟ ہر ایک کے ذمے کتنی رقوم کب سے واجب الادا ہیں؟

جناب سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

مطلوبہ لسٹ سال بہ سال ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور سالانہ بقایا جات کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے،

نمبرشمار	سال	باقیداروں کی تعداد	بقایا رقوم واجب الادا روپوں میں
1۔	ربیع 76-1975ء	168۔بابت نوری / یکورا گندم	1,41,900,00
2۔	ربیع 77-1976ء	16" کھاد / بیج رجسٹرڈ کاشتکاران	3,92,819,00
3۔	ربیع 86-1985ء	9 "یوریا غیر ملکی	5,04,529,00
4۔	خریف 1985ء	12 "زرعی ادویات	15,50,35,57
5۔	خریف 1986ء	22 ایضاً	29,48,429,00

6۔	خریف 1987ء	30	36,04,082,54
7۔	خریف 1988ء	34	25,98,862,13
	میزان	291	1,17,40,973,24

جناب غلام سرور خان، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا حکومت باقی داروں سے recovery کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ اگر ان کا ارادہ ہے تو کب تک؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے ویسے ہی سوال اٹھایا ہے۔ حکومت وقت وصولی میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کرتی نہ ہی یہ اس کے اپنے مفاد میں ہوتا ہے۔ ہمارے recovery کی overall پوزیشن اتنی بری نہیں ہے۔ میں اپنے فاضل دوست کی تسلی کے لیے فگرز پڑھ دیتا ہوں۔ یہ سوال خصوصی طور پر ضلع اوکاڑہ کے بارے میں کیا گیا ہے۔ اس میں کل قرضہ تقریباً5 کروڑ 53 لاکھ روپے ہے اور یہ30-9-92 تک ہے۔ اور اس میں ہماری وصولی 4 کروڑ 26 لاکھ روپے کی ہے اور باقی قرضہ جات کے لیے سب کو نوٹس جاری کر دیے گئے ہیں اور ایک تحصیل دار ضلع اوکاڑہ میں اس کے لیے خصوصی طور پر متعین ہے اور وہ پوری تن دہی سے کام کر رہا ہے اور انشاء اللہ باقی قرضہ جات کی وصولی بھی بہت جلدی ہو جائے گی۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! جو تفصیلات دی گئی ہیں ان تفصیلات میں سر فہرست 1975-76ء اور 1988ء تک کے قرضہ جات بقایا ہیں تو میں وزیر موصوف سے آپ کی وساطت سے دریافت کروں گا کہ 1975-76ء کی جو تعداد بتائی گئی ہے اس میں سے کتنی کی وصولی ہوئی ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کے سوال کو نہیں سمجھ سکا۔

جناب غلام سرور خان، 1975-76ء قرضہ جات میں سے کتنی وصول ہوئی ہے' کیا وزیر موصوف یہ بتا سکیں گے؟

وزیر زراعت، جناب والا! اس کے لیے تو نیا سوال دینا ہو گا۔ ویسے میں نے اپنے جواب میں پوری تفصیل دی ہے۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! ویسے تو قرضہ جات کی وصولی کی پوزیشن کافی حوصلہ افزاء ہے۔ مگر یہ1975-76ء کے قرضہ جات ہیں۔ اور یہ آج سے تقریباً دس بارہ سال پہلے کے قرضے ہیں۔ "میرے

فاضل وزیر صرف 1975-76ء کی قرضہ جات کی وصولی کی پوزیشن بتا دیں کہ 1 کروڑ 41 لاکھ روپے میں سے کتنی وصولی ہوئی ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! چونکہ اس میں فگرز ہیں اور یہ سوال پوچھا بھی نہیں گیا میں نے سارے ضلع کی overall پوزیشن بتائی ہے۔ اس میں چھوٹی چھوٹی رقوم ہیں اور کافی سارے باقی دار ہیں۔ ان میں سے کسی کے ذمے پانچ سو روپیہ ہے کسی کے ذمے چار سو روپیہ ہے کسی کے ذمے تین سو روپیہ ہے۔ تو جناب والا! ایسے چھوٹے موٹے بقایا جات تو زمینداروں کی طرف رہ ہی جاتے ہیں۔ اس بارے میں بھی ہم انشاء اللہ اقدام کر رہے ہیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! یہ ٹوٹل رقم ایک کروڑ 17 لاکھ 40 ہزار 937 روپے بتائی گئی ہے تو اس ٹوٹل رقم میں سے کتنی رقم وصول ہو چکی ہے؟ وزیر موصوف صاحب یہ بتا دیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ چونکہ اس میں فگرز involve ہیں اور یہ تو میرے پاس اس وقت نہیں ہیں' اس کے لیے مجھے کچھ وقت چاہیے۔ تو جناب والا! اس کے لیے تو نیا سوال بنتا ہے۔

جناب سپیکر، یہ صحیح بات ہے اس کے لیے نیا سوال چاہیے۔

جناب ارشاد [illegible]، جناب [illegible] کر 88 تک کا ہے یہ لگ بھگ فگرز ہیں اور لگا بھگا جواب ہے وزیر موصوف کو بھی علم ہونا چاہیے کہ 75 سے 88 تک اتنی وصولی انہوں نے کر لی ہے۔ لہٰذا ایک ہی فگر پیش کرنے کا جواب [illegible] سمجھتا ہوں کہ وزیر موصوف کے پاس اتنی معلومات بھی نہیں کہ وہ ساتھ کے ساتھ یہ بتا سکیں کہ اتنی رقم وصول ہو چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لاعلمی کا ہی گمان ہے ورنہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! میرے فاضل دوست نے [illegible] جزو میں پڑھ دیتا ہوں۔

(الف) سال 1977-78ء تاحال مارکیٹ کمیٹی کی فیس کی مد میں کن اضلاع اور مقامات پر کتنی کتنی لاگت سے کتنی لمبی کتنی چوڑی سڑکیں بنیں اور ان میں سے کون سی تاحال زیر تعمیر ہے۔" تو جناب والا! اس میں پوچھا یہ گیا ہے کہ 1977-78ء سے تاحال یعنی 93 تک۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہ اب اگلے سوال پر آ گئے ہیں۔

وزیر زراعت: جی' جناب۔

جناب سپیکر: یہ اب اگلے سوال پر آ گئے ہیں سیٹھی صاحب! جو پہلے ضمنی سوال کر رہے تھے وہ سوال نمبر 410 کے بارے میں تھے اب ہم 454 کو ڈسکس کر رہے ہیں۔ اگلا سوال جناب ریاض فتیانہ صاحب کا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: معزز رکن نے جناب ریاض فتیانہ کے ایماء پر دریافت کیا۔

دوران پابندی ملازمت دینے کی وجوہات

*460۔ جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دوران پابندی دسمبر 1990ء سے لے کر فروری 1991ء کو محکمہ زراعت کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سابقہ ای اے ڈی اے نے تین افراد کو ملازم رکھا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کے واضح احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب افسر کے خلاف محکمے نے اب تک کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) اس ضمن میں تحریر ہے کہ ای اے ڈی اے (توسیع) کمالیہ نے 31 جنوری 1991ء کو ایک فیلڈ اسسٹنٹ مسٹر شوکت علی ولد محمد علی اور ایک بیلدار مسٹر احمد علی ولد محمد علی کو عارضی طور پر بھرتی کیا۔ چونکہ یہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران کی گئی تھیں۔ اس لیے وہ احکام مورخہ 9 فروری 1991ء کو منسوخ کر دیے گئے۔ اس طرح متعلقہ افراد کو کوئی تنخواہ وغیرہ بھی ادا نہ کی گئی اور نہ ہی حکومت کے خزانہ پر کوئی بوجھ پڑا۔

(ب) چونکہ یہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران عمل میں آئیں۔ اس لیے انہیں منسوخ کر دیا گیا۔ البتہ ای اے ڈی اے مذکور کو نہ صرف تبدیل کر دیا گیا بلکہ سخت الفاظ میں تنبیہہ بھی کی گئی۔

راجہ خلیق اللہ خان: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو ممبران سوالات کرتے ہیں وہ وقفہ سوالات میں حاضر نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں سپیکر نیشنل اسمبلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو

ممبر حاضر نہیں ہو گا اس کا سوال اسمبلی میں پڑھا نہیں جائے گا نہ اس کی طرف سے کوئی سوال کر سکے گا تو میں یہ درخواست کروں گا کہ براہ مہربانی یا تو آپ ممبران کو مجبور کریں کہ وہ وقفہ سوالات پر ایوان میں موجود ہوں یا پھر جیسا کہ سپیکر نیشنل اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کوئی بھی اس کے ایماء پر سوال نہیں کر سکے گا۔

جناب ایم لطیف مغل، جناب والا! پچھلے اجلاس میں جناب نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اگر کوئی ممبر نہیں تھا تو آپ نے اس کا سوال نہیں پکارا تھا۔ پچھلے اجلاس میں ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر ممبر بھی آنے شروع ہو گئے جنہوں نے اپنے اپنے سوال دیے تھے۔ لہذا جناب والا! اس دفعہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر کوئی سوال کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ وقت پر حاضر ہو۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میرے فاضل ممبران جو فرما رہے ہیں شاید ان کو یہ پتا نہیں ہے کہ روزانہ یہ کہا جاتا ہے کہ کل اجلاس نو بجے شروع ہو گا۔ مگر اجلاس پونا گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ کیا ہم اس بات کو اس انداز سے لیں گے کہ اگر سپیکر صاحب ایک دن پہلے رولنگ دیتے ہیں اور دوسرے دن کسی مجبوری کی وجہ سے یا ممبران کے نہ آنے کی وجہ سے وہ اپنے چیمبر میں بیٹھے ممبران کا انتظار کرتے ہیں کہ ممبر آئیں گے پھر اجلاس کی کارروائی شروع کی جائے گی تو میں نہیں سمجھتا کہ جس انداز سے یہ اعتراض کر رہے ہیں ان کا اعتراض بجا ہے کہ اگر کوئی ممبر نہیں آتا تو سوال نہ پکارا جائے۔ دوسرے ممبر جو اس سے متعلقہ ضمنی سوالات کرتے ہیں تو اس میں کون سا امر مانع ہے کہ پورے ایوان کی معلومات کے لیے وہ چیزیں سامنے نہیں آسکتیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! میں تو ان ممبران کے متعلق کہہ رہا ہوں جو اکثر غیر حاضر رہتے ہیں اور سوال بھی کرتے ہیں۔ ان کے لیے کم از کم کوئی پروسیجر اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ اب قومی اسمبلی میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب نے بڑی اہم بات کی ہے کہ سپیکر قومی اسمبلی نے وقفہ سوالات کے بارے میں ایک فیصلہ دیا ہے کہ جو ممبران ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ ان کے سوالات کو take up نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کے behalf پر سوال کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے ان کا فیصلہ نہیں دیکھا لیکن مجھے بھی یہ کل بات بتائی گئی ہے کہ سپیکر قومی اسمبلی نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ممبران اسمبلی کو اس بارے میں persuade کرنا چاہیے کہ وہ حاضر ہوں اور خاص طور پر وہ

معزز اراکین جنہوں نے محکموں کے متعلق سوالات دیے ہوں تو ان کو ضرور تشریف لانا چاہیے تاکہ وہ خود وقفہ سوالات میں شرکت کر سکیں اور ان پر ضمنی سوالات کر سکیں اور اس دلچسپی کا اظہار کر سکیں جس دلچسپی کا اظہار انہوں نے سوال دیتے وقت کیا ہو۔ لیکن اگر یہ طے کر لیا جائے کہ جو ممبران تشریف فرما نہیں ہیں تو ان کے سوالات کو take up نہیں کیا جائے گا پھر تو میرے خیال میں وقفہ سوالات ہی ختم کرنا پڑے گا۔ اور اس سلسلہ میں وزراء صاحبان کو تو کوئی اعتراض ہی نہیں ہو گا۔ اگلا سوال جناب ریاض فتیانہ صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میری گزارش یہ ہے کہ وہ صاحبان جو اکثر سوالات کرتے ہیں اور اکثر غیر حاضر رہتے ہیں ان کے بارے میں ضرور کوئی پالیسی طے کرنی چاہیے۔ اگر ان کو کوئی مجبوری ہے اور وہ اطلاع دے جاتے ہیں کہ میں اجلاس میں شریک نہیں ہو سکوں گا اور میری طرف سے کوئی سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ اس میں اکثریت ایسے صاحبان کی ہے کہ جو سوالات بھی کرتے ہیں اور ان سوالات کے بارے میں باقاعدہ معلومات بھی رکھتے ہوتے ہیں کہ وہ کس قسم کے سوالات ہیں' کیا کیا سقم پایا جاتا ہے یا کیا کیا خامیاں اور کوتاہیاں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود سولات کے لیے اس دن حاضر نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے کہ وہ صاحبان مسلسل سوالات دے دیتے ہیں لیکن وہ حاضر نہیں ہوتے اور اس سلسلے میں کل کوئی صاحب فرما رہے تھے کہ وہ خود سوالات نہیں دیتے بلکہ ان کی طرف سے سوالات دے دیے جاتے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ضرور کچھ نہ کچھ سوچنا چاہیے۔ جو صاحبان مسلسل سوالات دے کر تشریف نہیں لاتے ان کے سوالات کو entertain نہ کیا جائے۔ یہ ہم انفرادی طور پر کر سکتے ہیں۔ اس پہ کوئی اجتماعی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! میں ایک معاملے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض ممبران اسمبلی سوالات بھجوا دیتے ہیں اور انہیں یہ علم نہیں ہوتا ہے کہ اس سیشن میں ان کے جوابات آ جائیں گے یا اگلے سیشن میں آئیں گے یا کب ٹیک اپ ہوں گے۔ یا تو ان کو اطلاع دی جائے کہ اس سیشن میں فلاں تاریخ کو وہ سوالات ٹیک اپ ہوں گے۔ پھر تو یہ بات کسی حد تک جائز ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اور جیسے آپ نے پہلے فرمایا ہے کہ اس قسم کی کوئی پابندی لگا دی گئی تو وزراء صاحبان تو صاف چھوٹ جائیں گے اور وقفہ سوالات بالکل بے معنی ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: سید چراغ اکبر شاہ قائد حزب اختلاف کی سیٹ پر تشریف فرما ہیں۔ غالباً وہ قائم مقام قائد حزب اختلاف ہیں تو اس سلسلے میں مبارک باد قبول فرمائیں۔ جناب ریاض فتیانہ صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: سوال نمبر 460 (جناب ریاض فتیانہ کے ایماء پر دریافت کیا)

دوران پابندی ملازمت دینے کی وجوہات

*460۔جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دوران پابندی دسمبر 1990ء سے لے کر فروری 1991ء کو محکمہ زراعت کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سابقہ ای اے ڈی اے نے تین افراد کو ملازم رکھا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کے واضح احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب افسر کے خلاف محکمہ نے اب تک کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) اس ضمن میں تحریر ہے کہ ای اے ڈی اے (توسیع) کمالیہ نے 31 جنوری 1991ء کو ایک فیلڈ اسسٹنٹ مسٹر شوکت علی ولد محمد علی اور ایک بیلدارمسٹر احمد علی ولد محمد علی کو عارضی طور پر بھرتی کیا۔ چونکہ یہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران کی گئی تھیں اس لیے وہ احکام مورخہ 9 فروری 1991ء کو منسوخ کر دیے گئے۔ اس طرح متعلقہ افراد کو کوئی تنخواہ وغیرہ بھی ادا نہ کی گئی اور نہ ہی حکومت کے خزانے پر کوئی بوجھ پڑا۔

(ب) چونکہ یہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران کی گئی تھیں اس لیے انہیں منسوخ کر دیا گیا البتہ ای اے ڈی اے مذکور کو نہ صرف تبدیل کر دیا گیا بلکہ سخت الفاظ میں تنبیہہ بھی کی گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جواب کے جزو "ب" میں فرمایا ہے کہ سخت الفاظ میں تنبیہہ کی گئی تو کیا یہ سخت الفاظ اس افسر کو تقرری کرنے کے لیے سزا ہیں یا اس کے اس ایکشن کو گول کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ ان کے محکمے میں دیگر اور افسران نے بھی یہ کام کیا ہے اور انہوں نے ان کے بارے میں کیا ایکشن

لیا ہے؟

جناب سپیکر۔ وزیر زراعت!

وزیر زراعت۔ جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ ای اے ڈی اے کمالیہ کے بارے میں ہمارے ایک دوست نے شکایت کی تھی کہ انہوں نے کوئی تقرریاں کی ہیں۔ مثلاً بیلدار بھرتی کیے ہیں۔ جب میرے نوٹس میں وہ بات لائے تو ہم نے وہ تقرریاں بھی ختم کر دیں اور ان کو تنخواہ کا ایک پیسہ تک نہیں ملا۔ وہ بندے بھی فارغ ہو گئے' اس کو ہم نے تنبیہ بھی کر دی ہے۔ میرے خیال میں ان کے اتنے ایکشن کے لیے یہ سزا کافی ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ۔ کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ ان کے محکمے میں تبادلے کو سزا تصور کیا جاتا ہے؟

وزیر زراعت۔ جناب والا! کوئی افسر اگر اپنے tenure سے پہلے تبدیل ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کافی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے بچے بھی ہوتے ہیں' سامان تبدیل کرنا اور دوسری جگہ رہائش اختیار کرنا اور پھر جس میں حکومت کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچا ہو اس کے لیے اتنی سزا کافی ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ۔ جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ اسے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تبدیل کر کے کہاں تعینات کیا گیا ہے؟

وزیر زراعت۔ جناب والا! اس کو ہم نے پہلے دفتر میں بلایا اس کے بعد اس کی تعیناتی کی۔

جناب سپیکر۔ اگلا سوال' سید خاور علی شاہ۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ۔ سوال نمبر 786

کرم کش ادویات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی روک تھام

*786۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ۔ کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زائد المیعاد کرم کش ادویات کی مارکیٹ میں فروخت ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو ختم کرنے کے لیے کیا اقدام کیے گئے ہیں۔

(ب) کیا حکومت اس بات پر غور کرنے کے لیے تیار ہے کہ زرعی ڈپلومہ پاس سے کم تعلیم والے اصحاب کو کرم کش ادویات بیچنے کی اجازت نہیں ہونا چاہیے۔

(ج) Herbicides & Pesticides کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی روک تھام کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) فروری 1980ء سے کرم کش ادویات کی خریدوفروخت اور کاشت کاروں کو فراہمی کا کاروبار حکومت پاکستان کی ایک پالیسی کے تحت نجی شعبہ کو منتقل کر دیا گیا اور اس وقت اس کام کے لیے نجی اداروں کے ڈیلرز کا ایک جال بچھ چکا ہے۔ اس کام کو باقاعدہ بنانے اور اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کہ غیر مؤثر یا جعلی اور ملاوٹ والی ادویات فروخت نہ ہو سکیں پیسٹی سائیڈ آرڈیننس 1971ء نافذالعمل ہے۔ اس ضمن میں زمیندار حضرات سے ہمیشہ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ مہربند دوائیاں خریدیں پیکنگ پر لیبل ضرور پڑھ لیں اور زائد المیعاد یا مشکوک دوائیاں ہر گز نہ خریدیں۔ نیز خریدتے وقت ڈیلر صاحبان سے چھپی ہوئی رسید حاصل کریں تاکہ بوقت ضرورت بطور ثبوت یہ رسید پیش کی جا سکے اور حکومت نے محکمہ زراعت کے مجاز افسران کو اس سلسلے میں سختی سے ہدایات جاری کی ہیں کہ کوئی بھی فرد یا ادارہ زائدالمیعاد ناکارہ اور جعلی یا ملاوٹ شدہ کرم کش ادویات فروخت نہ کر سکیں۔ ایسی فروخت میں ملوث افراد یا اداروں کے سٹور چیک کیے جاتے ہیں۔ مشکوک ادویات کے نمونہ جات حاصل کر کے لیبارٹری سے ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں اور ایسا ثابت ہونے کی صورت میں ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی عمل میں لا کر سزا دلوائی جاتی ہے۔ اس عمل کو مزید مؤثر بنانے کے لیے محکمہ زراعت توسیع پنجاب نے بمطابق نمبر 23203-23403/ڈی جی اے (ایکسٹینشن)/پی پی مورخہ 17-7-92 ٹاسک فورس قائم کی ہے ہر ضلع میں بلکہ تحصیل کے درجہ پر کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں جن کو ضلعی انتظامیہ کی بھرپور مدد حاصل ہے اور ان کی طرف سے نمائندہ اس کمیٹی میں شامل ہوتا ہے۔ اس کام کو یقینی بنانے کے لیے جناب چیف سیکرٹری حکومت پنجاب نے تمام کمشنرز اور ڈپٹی کمشنرز کو بمطابق نمبری پی اے/ڈی ایس (جی) 90/56-1 مورخہ 8-8-92 محکمہ زراعت کی مدد کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔ پچھلے سال 1510 ڈیلرز چیک کیے گئے اس سال اگست 1992ء تک 165 ڈیلرز چیک کیے

گئے پیسٹی سائیڈ آرڈیننس 1971ء اور رولز 1973ء میں ان جرائم کی سزا بہت کم تھی- اب حال ہی میں قومی اسمبلی اور سینٹ میں اس میں منظور کی گئی ترامیم سے امید ہے کہ یہ قانون مزید موثر ہو جائے گا اور غیر قانونی کاروبار روکنے میں بہت مدد ملے گی-

(ب) وزارت خوراک زراعت و امداد باہمی حکومت پاکستان کی نوٹیفکیشن نمبر ایف 1-83/63 پیسٹ مورخہ 22 جنوری 1990ء کے تحت کرم کش ادویات بیچنے کے لیے مرکز سے لائسنس لینا ضروری ہے- لہذا ان کے مکمل کوائف بمعہ تعلیم کا ریکارڈ بھی انہیں کے پاس ہوتا ہے- فاضل رکن اسمبلی کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ زرعی ڈپلومہ سے کم تعلیم والے اصحاب کو زرعی ادویات بیچنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے- البتہ اس تجویز کو بتدریج اور مرحلہ وار نافذ کرنا ہوگا تاکہ بے روزگاری کا مسئلہ بھی پیدا نہ ہو اور ضرورت کے مطابق زرعی ڈپلومہ رکھنے والے تعلیم یافتہ افراد دستیاب ہو سکیں-

(ج) زرعی ادویات کا کاروبار نجی اداروں کے پاس ہے جو قیمتیں مقرر کرتے ہیں مزید برآں زرعی ادویات کی قیمتوں کا تعلق مرکزی وزارت خوراک و امداد باہمی کے پاس ہے حکومت کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ قیمتیں کم سے کم مقرر کی جائیں- اس ضمن میں حکومت نے ماضی قریب میں جزک سکیم کے تحت زرعی ادویات منگوانے کی اجازت دی ہے تاکہ اجارہ داری کا رجحان ختم ہو اور مسابقت پیدا کر کے قیمتوں کو کم سے کم سطح پر لایا جا سکے-

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ جی' سید خاور علی شاہ-

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ جب زمیندار کوئی دوائی خرید کریں تو اس سے رسید لے لیں- اگر وہ رسید نہ دے تو کیا اس کے بارے میں کوئی قانون ہے کہ اس کی سرزنش کی جا سکے-

وزیر زراعت: جناب والا! میرے فاضل دوست نے بڑا عجیب سا سوال کیا ہے- وہ بڑے اچھے پارلیمنٹیرین ہیں- جب بھی کوئی دکان سے چیز خریدتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیسے دے اور دکان دار اس کی رسید نہ دے- اگر وہ رسید نہیں دیتا تو اور بھی دکانیں ہوتی ہیں- اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہی نہیں تو اس پر ایکشن کیا ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی دکان دار بغیر رسید کے چیز بیچ رہا ہے تو دوسری جگہ سے چیز خریدی جا سکتی ہے- اب ایک بات کا ثبوت ہی نہیں کہ کس نے یہ چیز بیچی ہے تو ہم اس

پہ کیا ایکشن لے سکتے ہیں؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ۔ جناب والا! میں اپنے فاضل اور محترم وزیر زراعت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے پاس تو وفاقی حکومت کا لائسنس نہیں ہوتا۔ کبھی ان کے محکمے نے ان سے پوچھا ہے کہ ان کے پاس لائسنس ہے۔ وہ ایک زمیندار کو رسید تو دے دے لیکن جب ان کے پاس لائسنس ہی نہیں ہوگا تو وہ رسید کس بات کی دے گا؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اگر ان کے پاس کوئی ایسا کیس ہو کہ اگر کوئی بغیر لائسنس کے کام کر رہا ہو تو اس کے خلاف ایکشن ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی تھوڑی سی تفصیل بتا دوں۔ انہوں نے بڑا اچھا سوال کیا ہے کہ کرم کش ادویات میں ملاوٹ یا ان کی زیادہ قیمت وصول کرنا تو ایسی شکایات جو محکمے کو وصول ہوتی ہیں حکومت وقت ان کے بارے میں کیا کر رہی ہے؟ اس سلسلے میں پنجاب حکومت نے ایک آرڈیننس بنا کر وفاقی حکومت کو بھیجا تھا۔ وفاقی حکومت نے کمال مہربانی سے ہمارے آرڈیننس کو اسمبلی میں پیش کیا اور وہ پاس ہو گیا پھر یہ سینٹ سے پاس ہو گیا۔ اس سلسلے میں یہ عرض کر دوں کہ 1971ء میں یہ تھا کہ سیکشن 21 کے تحت اگر پہلی دفعہ ملاوٹ میں پکڑا جائے تو جرمانہ ایک ہزار تھا' دوسری دفعہ پکڑا جائے تو جرمانہ دو ہزار تھا' پھر تین ہزار روپے اور عدم ادائیگی کی صورت میں ایک سال قید تھی۔ اس میں سیکشن 22,21 اور 23 تھا۔ اس میں سزا بہت کم تھی۔ اب اس میں جو ترمیم ہوئی ہے اس میں پہلی دفعہ ملاوٹ پر جرمانہ 25 ہزار روپے ہو گا اور چھ ماہ قید۔ دوسری دفعہ ملاوٹ کرنے والے کو پانچ ہزار روپیہ تھا جو پچاس ہزار روپیہ ہو گیا اور پھر سیکشن 23 کے تحت اسے ایک لاکھ روپیہ جرمانہ ہو گا اور دو سے چار سال تک کی قید بھگتنی پڑے گی۔ جناب والا! آرڈیننس پاس ہو گیا ہے۔ وہ رولز بنا رہے ہیں۔ جونہی رولز بنتے ہیں تو ان پر عملدرآمد شروع ہو جائے گا۔ اس سے میرے خیال میں کرم کش ادویات والا معاملہ کافی حد تک آسان ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ۔ ضمنی سوال! جناب سپیکر! پچھلے سال انہوں نے 1510 ڈیلرز کو چیک کیا اور اس سال 1992ء اگست تک 165 ڈیلرز کو چیک کیا گیا ہے۔ میرا ضمنی سوال اس میں یہ ہے کہ کیا 1510 سے چیکنگ کم کر کے 165 اس تحت Ordinance کی وجہ سے کر دی گئی ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! میرے فاضل دوست نے درست فرمایا ہے کہ یہ تفصیل پڑھ کر ایسے ہی

معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سال میں اس سلسلہ میں کوئی کام نہیں ہوا۔ لیکن جناب والا! صورت حال یہ نہیں ہے چونکہ یہ بہت پرانے سوالات ہیں پچھلے اجلاس میں نہیں آ سکے تھے اور اسی طرح یہ جواب بھی پرانا ہے لیکن اگر آپ اس ماہ سے آگے کی صورت حال کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہم نے بہت سارے لوگوں کے چالان کیے ہیں۔ بہت سے کیس پکڑے گئے ہیں وہاڑی سے پکڑے ہیں تمام اضلاع سے پکڑے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ۔ latest position میں انہوں نے خود 165 لکھا ہے کیا وزیر موصوف مجھے یہ بتائیں گے کہ 1992ء میں کتنے ڈیلرز کا چالان کیا گیا؟

وزیر زراعت، جناب والا! میں شاید اپنی بات فاضل دوست کو سمجھا نہیں سکا۔ یہ کارروائی صرف چار ماہ کی ہے، یعنی جب ہم نے جواب دیا تو صرف چار ماہ ہوئے تھے اس بات کو اب کافی عرصہ گزر گیا ہے اور کافی ساری تعداد میں ہم نے چالان کیے ہیں۔ اگر فاضل دوست چاہیں تو میں ان کو فگرز بھی دے سکتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔ جناب سپیکر! ضمنی سوال

جناب سپیکر۔ ڈاکٹر صاحب ضمنی سوال پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔ جناب والا! جس طرح سے یہاں پر اعتراف کیا گیا ہے کہ 1510 اور 165 ڈیلرز چیک کیے گئے۔ میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کو سزا بھی ملی ہے یا صرف انہیں چیک کیا گیا ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! یہ مقدمات چالان کے بعد کورٹ میں چلے جاتے ہیں اور پھر کورٹ پروسیجر کے مطابق انہیں سزا ہوتی ہے۔ اس میں کچھ وقت بھی لگ جاتا ہے فوری طور پر تو انہیں سزا نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ان ادویات میں ملاوٹ کے حوالے سے ہے کہ پورے پنجاب میں ان ادویات کی testing کے لیے، ملاوٹ چیک کرنے کے لیے کتنی لیبارٹریز ہیں؟

وزیر زراعت، جناب والا! جو ملاوٹ شدہ ادویات ہوتی ہیں ان کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کروایا جاتا ہے اور اگر معیار کے مطابق نہ ہوں تو چالان کر دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ پنجاب میں کل کتنی ڈرگ testing لیبارٹریز ہیں جہاں پر یہ ملاوٹ شدہ ادویات چیک ہوتی ہیں کہ آیا ان میں ملاوٹ ہے یا نہیں۔ ایسی کتنی لیبارٹریز محکمہ زراعت کے تحت پنجاب میں ہیں؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اس میں یہ فگرز پوچھ رہے ہیں جبکہ اصل سوال میں یہ نہیں پوچھا گیا لہذا اس کے لیے اگر یہ فریش سوال دیں تو میں فگرز بتا سکوں گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! آپ کے توسط سے میں وزیر زراعت سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ جیسا کہ وزیر صاحب نے میرے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ ڈپلومہ ہولڈرز کو لائسنس دینا چاہیے۔ ڈپلومہ ہولڈرز اور لائسنس ہولڈرز کی بات تو بعد میں آئے گی۔ میری ان سے یہ درخواست ہے کہ ان کے محکمہ کے افسران ادویات بکوانے کے لیے ان کی جیپ میں جب زمیندار کے پاس جاتے ہیں تو پھر کون شخص ان کے لائسنس کو چیک کرے گا اور وہ کون ہو گا جو یہ دیکھے گا کہ یہ قیمت زیادہ لے رہے ہیں؟ کیا وزیر موصوف اپنے محکمہ میں اس بات کا سدباب کریں گے کہ کوئی محکمہ زراعت کا آفیسر pesticides والوں کی transportation کا استعمال یا ان کی کوئی advocacy نہ کرے۔ یعنی یہ محکمہ زراعت کے افسران کرم کش ادویہ ساز کمپنیوں کی ٹرانسپورٹ نہ استعمال کریں اور نہ ہی ان کی ادویات کے بارے میں convassing کے لیے جائیں۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ تو ہمارے افسران کو بالکل استعمال نہیں کرنی چاہیے اور ہم انشاء اللہ استعمال کرنے بھی نہیں دیں گے۔ ایسی کوئی شکایت شاہ صاحب کریں گے تو ہم اس کا پورا نوٹس لیں گے۔ جہاں تک جناب والا! ادویات کا اچھا اور برا ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تو ان کے expert ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی دوائی میں زمیندار کا فائدہ ہے اور یہ expert کوئی بات سمجھاتے ہیں تو اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا نہ ہی روکا جا سکتا ہے البتہ ٹرانسپورٹ ہم بالکل استعمال نہیں کرنے دیں گے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! یہ ٹیکنیکل advice والی بات تو بالکل بجا ہے اور یہ technical advice زمیندار کو محکمہ ہر وقت دیتا رہتا ہے۔ میں یہ بالکل نہیں کہتا کہ technical advice نہ دی جائے لیکن جب ایک محکمہ کے آفیسر نے اس کا لائسنس چیک کرنا ہے اس نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ملاوٹ ہوئی ہے یا نہیں ہوئی اور پھر اس کی purity test کروانی ہے۔ اس شخص کے لیے اس محکمے کا

کوئی فائدہ اٹھانا یہ تو ان کے مفاد میں جاتا ہے جو کرم کش ادویات بیچتے ہیں۔ زمیندار کے لیے تو اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا صحیح ادویات مل رہی ہیں صحیح ریٹ پر مل رہی ہیں اور اس میں ملاوٹ تو نہیں ہے۔ جناب والا! محکمے کے چھوٹے عملے کو کرم کش ادویات کی فرمز نے اپنا ایجنٹ بنا رکھا ہے اس کے لیے کوئی قانون ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں وزیر زراعت اس بات کی اہمیت کا اندازہ کر گئے ہیں کہ کرم کش ادویات کی فروخت کے معاملے میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے ملازمین کو اس میں فریق نہیں بننا چاہیے ان کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ ان کو چیک کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! آپ کا یہ آخری ضمنی سوال ہو گا۔ اور پھر آگے چلیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ pesticides Ordinance, 1971، جو ہے اس کو قومی اسمبلی اور۔۔ سینٹ نے تبدیل کر دیا ہے اور اسے زیادہ مؤثر بنا دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ قوانین کو سخت کرنے سے جرائم کم نہیں ہوتے جب تک کہ ان قوانین پر عمل در آمد کروانے کے لیے کوئی مؤثر اقدامات نہ کیے جائیں' کوئی ایسی مشینری نہ بنائی جائے جس سے ہم توقع کر سکیں کہ یہ واقعی آئندہ اس قسم کی جعلی ادویات' غیر معیاری اور زائد المیعاد ادویات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ براہ کرم وہ بتائیں کہ ان قوانین پر عمل در آمد کے لیے کوئی ایسی مشینری بنائی ہے جس سے ہمیں توقع ہو کہ اس قسم کی ادویات آئندہ مارکیٹ میں نہیں آئیں گی۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری عرض یہ ہے کہ اگر صرف محکمہ زراعت کے آفیسر ہی اس چیکنگ پر مامور ہوں کوئی اور ایجنسی involve نہ ہو تو ایسا احتمال ہو سکتا ہے کہ کوئی ہمارا آفیسر ان سے مل کر ان کے اوپر ایکشن نہ لے۔ لیکن جناب سپیکر! اس سلسلہ میں ہم نے جو کمیٹیز بنائی ہیں ان میں اگر سب ڈویژن لیول کا معاملہ ہے تو تحصیل دار کو ڈالا ہے اور اگر ضلع کا معاملہ ہے تو ڈپٹی کمشنر کو ڈالا ہے تاکہ انتظامیہ کا ایک نمائندہ جو کہ زیادہ فعال ہوتے ہیں اس میں شامل ہو اور وہ ہمارے افسران کے ساتھ مل کر اس بات کو monitor کریں گے کہ کیا ان قوانین کی صحیح طریقے سے implementation ہر ضلعے میں ہو رہی ہے یا کہ نہیں ہو رہی۔ اس سے جناب والا! یہ احتمال ختم ہو

جاتا ہے کہ ایسی کوئی صورت حال پیدا ہو گی۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ انتظامیہ کا نمائندہ تحصیلدار یا مجسٹریٹ بہت ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عوامی نمائندے کو بھی اس کمیٹی میں اگر شامل کر لیا جائے تاکہ پبلک کا point of view معلوم ہو سکے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر زراعت صاحب! آپ فرمائیے۔

وزیر زراعت: جناب والا! یہ تو ایک بہت اچھی تجویز ہے اگر پبلک کے نمائندے جو کہ ہمارے فاضل دوست ہیں، اس کے لیے وقت نکال سکیں تو ہمیں اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ ہم متعلقہ معزز ممبر کو اس کے علاقے کی کمیٹی کا ممبر بنا دیں گے اور وہ بھی monitor کریں گے۔ اس سے اچھی اور کیا بات ہو گی؟

جناب سپیکر: اگلے سوال کے لیے ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: سوال نمبر 797۔

کپاس ریسرچ اسٹیشن کے لیے رقم کی فراہمی

*797۔ **ڈاکٹر سید خاور علی شاہ:** کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت نے 1988ء سے 1990ء تک کپاس ریسرچ اسٹیشن ملتان فارم پر نئے تجرباتی آلات نصب کرنے پر کتنی رقم خرچ کی ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو اس سال کے بجٹ میں کتنی رقم مذکورہ ادارہ کو فراہم کی جا رہی ہے۔

(ب) حکومت آئندہ ریسرچ کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے کوئی نیا رقبہ مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) حکومت زمینداروں کو کپاس کے لیے نئے بیج فراہم کرنے کے لیے کون سے تجربات اور اقدامات کر رہی ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال):

(الف) صوبائی حکومت کی طرف سے کاٹن ریسرچ اسٹیشن ملتان فارم پر نئے تجرباتی آلات کی خرید

کے لیے 1988ء سے 1990ء تک کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ تاہم اس مقصد کے لیے سات لاکھ ستانوے ہزار روپے کی رقم پاکستان سنٹرل کاٹن کمیٹی کی معرفت ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے حاصل کی جا رہی ہے۔

(ب) جی ہاں۔ اگلے سال سے لمبے ریشے کی اقسام پیدا کرنے کے لیے خانیوال اور ملتان کے علاقوں میں تجربات شروع کیے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک نئی سکیم (لاگت چالیس لاکھ روپے) اصولی طور پر منظور ہو چکی ہے اور جس پر کام اگلے سال سے بشرط دستیابی فنڈز شروع کر دیا جائے گا۔

(ج) جہاں تک بیج کی فراہمی کا تعلق ہے۔ یہ پنجاب سیڈ کارپوریشن کی معرفت کاشت کاروں کو مہیا کیا جاتا ہے۔ تاہم کاٹن ریسرچ کے ادارے میں نئی اقسام GR-156 اور MNH-141 پر تجربات کیے جا رہے ہیں اور جونہی یہ تجربات تکمیل کے مراحل میں داخل ہوں گے۔ ان کے بیج زمینداروں کو فراہم کیے جائیں گے۔

جناب سپیکر، اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ملتان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جو ہے وہ کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پنجاب گورنمنٹ کے تحت کام کر رہا ہے۔ میرے سوال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ سات لاکھ ستانوے ہزار روپے کی رقم پاکستان سنٹرل کاٹن کمیٹی کی معرفت ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے حاصل کی جا رہی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ رقم وصول کر کے کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ملتان کو پہنچا دی گئی ہے یا پہنچائی جا رہی ہے؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست کو اس بارے میں گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ پرانے سوال تھے اور پچھلے سیشن میں نہ آ سکے اسی لیے ان میں بعد میں بہت سی amendments ہوئی ہیں اگر آپ پسند فرمائیں تو میں عرض کر دیتا ہوں۔ شعبہ تحقیقات ملتان جو کہ ایک مستقل ادارہ ہے اور اس کا سالانہ بجٹ 50 لاکھ روپے ہے اور یہ ادارہ کلی طور پر سائنسی آلات میں خود کفیل ہے اور اس کے اوپر حکومت پنجاب نے اپنے وسائل سے 24 لاکھ روپے کے نئے آلات مہیا کیے ہیں اور یہ جو مدد ہے اس کے علاوہ ہے۔ اس میں جو میں نے پانچ لاکھ کی فگرز دی ہے اس کو اب ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے ہماری درخواست پر 19 لاکھ 90 ہزار روپے کا نیا تجرباتی سامان، زرعی آلات، اور ٹرانسپورٹ کے لیے

مہیا کر رہے ہیں۔ اس لیے اس میں بڑی اچھی ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے اور ہم سید خاور شاہ کی ہدایت کی مطابق اس میں پوری محنت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے latest figures دی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کاٹن کے ایریا میں کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ اس وقت میں نے اسی لیے یہ سوال پیش کیا تھا۔ یہ تو باری پر آنے کا لیکن ہمیں جواب latest چاہیے۔ جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا اس دفعہ نئی اقسام کے لیے زمینداروں کو کتنا بیج مہیا کرنے کا پروگرام ہے' جو یہ سیزن آ رہا ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! جہاں تک بیج کی فراہمی کا تعلق ہے یہ پنجاب سیڈ کارپوریشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ کاٹن سیڈ اور باقی فصلات کی سیڈز کے بارے میں بھی اپنی کاوشیں جاری رکھیں اس میں ہم نئی اقسام پر تجربہ کرتے رہتے ہیں اور pre-basic بیج کی مزید افزائش کے لیے سیڈ کارپوریشن کی ذمہ داری ہے اور نئی اقسام کو بھی ریسرچ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں ایس ایچ' 682 ہے ایمرج 147 ہے بی ایچ 36 ہے سی آئی ایم 240 ہے اور نایاب 26 ہے یہ ساری کاشت کار کے لیےمنظوری ہو چکی ہیں۔ شاہ صاحب' اس میں جو ہماری نئی progress ہے وہ میں آپ سے ضرور عرض کروں گا کہ نئی آنے والی اقسام میں ہم نے جو سیڈ کارپوریشن میں کالم کیا ہے۔ اس میں کاٹن ریسرچ اسٹیشن فیصل آباد نے پانچ نئی ورائٹیز کی ہیں اور کاٹن ریسرچ اسٹیشن ملتان نے دو عدد کی ہیں جن میں ایم این ایچ 1460 اور ایکس 14 ہے۔ کاٹن ریسرچ اسٹیشن رحیم یار خان نے تین عدد کی ہیں کاٹن ریسرچ اسٹیشن ساہیوال نے ایک عدد کی ہے۔ ہم نے یہ نئی varieties متعارف کی ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جس طرح ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ملتان میں ہے اسی طرح ایک انسٹی ٹیوٹ رحیم یار خان میں بھی ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تو رحیم یار خان میں ہے لیکن اس کے ڈائریکٹر فیصل آباد میں بیٹھتے ہیں۔ وزیر موصوف وضاحت فرمائیں کہ ایسا کیوں ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! ہمارا سب سے اہم ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فیصل آباد میں ہے اور ڈائریکٹر ریسرچ بھی وہاں بیٹھتے ہیں اگر اس سسٹم میں کوئی دقت ہے تو قبلہ شاہ صاحب میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور ہمیں کوئی تجویز دیں تو اس کو قابل عمل لایا جا سکتا ہے۔ ہمیں تو اس ریسرچ سنٹر سے انتہائی پیار ہے

جتنا فیصل آباد ریسرچ سنٹر ہے۔ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتلائیں گے کہ پچھلے سال لاکھوں ایکڑ کپاس ایک وائرس کی وجہ سے تباہ ہو گئی اور اخباروں میں بھی یہ بات آتی رہی کہ تقریباً چار ارب ڈالر کی کمی فصل تباہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کو ہوئی۔ کیا اس وائرس کا کوئی علاج تلاش کر لیا گیا ہے' اس لیے کہ اس سے پہلے جب ہم محکمہ سے پوچھتے رہے ہیں تو یہ کہتے رہے ہیں کہ اس وقت تک ہمارے پاس اس وائرس کا کوئی علاج یا دوائی نہیں تو کیا اس وائرس کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے بہت اچھا سوال کیا ہے (آوازیں گجر ہے اس لیے اچھا سوال کیا ہے)

وزیر زراعت، جناب والا! ملک صاحب' off the record کہہ رہے ہیں کہ گجر ہے اس لیے اچھا سوال کیا ہے حالانکہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے ویسے بھی بڑا اچھا سوال کرتے ہیں۔ گجر نہ بھی ہوں تو بھی اچھا سوال کرتے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! یہ تو ان کی ذرہ نوازی ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! جہاں تک وائرس کا تعلق ہے یہ ہمارے لیے بڑا ہی تشویش ناک مسئلہ بن گیا ہے اور یہ ہمارے اکانومی کو خاص طور پر پنجاب میں جو کاٹن کاشت ہوتی ہے اور جناب والا! جانتے ہیں کہ چند سالوں میں اس میں کتنا break through ہوا تھا ہم جہاں سے دس من فی ایکڑ گندم لے رہے تھے وہاں سے چالیس پچاس اور ساٹھ من تک ہماری پروڈکشن پہنچ گئی تھی۔ اس میں سارا ریسرچ محکمہ زراعت اور ہمارے کسان سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لیکن اس ناگہانی آفت نے بڑا طوفان مچا دیا ہے اس سے کسان بڑے پریشان ہیں اور ہم خود بڑے پریشان ہیں۔ ریسرچ والے بڑے پریشان ہیں۔ جناب والا! یہ بیماری پوری دنیا کے اندر ہے اور ابھی تک پوری دنیا میں مکمل علاج نہیں ہے۔ وہ قومیں جو ریسرچ پر اپنے بجٹ کا بہت زیادہ حصہ خرچ کرتی ہیں وہ اس پر مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکیں۔ مثلاً سوڈان میں یہ بیماری پھیلی تو انہوں نے وہاں اس کا علاج یہ ڈھونڈا کہ کپاس کو بیجنا ہی ختم کر دیا جائے اور انہوں نے چند سالوں تک کپاس بیجنا بند کر دی۔ تو ہم اس کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہے کہ اس کے ریسرچ کے کام میں کوئی کمی رہ جائے۔ ابھی ہم نے پرسوں فیصل آباد میں سیمینار کیا جہاں پر ہم نے اپنے ایکسپرٹ بھی سارے اکٹھے کیے اور باہر سے بھی

بلوانے کہ اس کا کوئی علاج نکالا جائے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے سائنسدان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کو discover کر لیا ہے کہ یہ بیماری ہے کیا اور اس وائرس کے host کون کون سے ہیں اور یہ جراثیم ہے کیا diagnose ہو گیا ہے جب کوئی بیماری diagnose ہو جاتی ہے تو پھر علاج کے کافی قریب پہنچ جاتی ہے۔ ابھی تک چونکہ پوری دنیا میں اس کا مکمل علاج نہیں آ سکا۔ اس لیے میں ہاؤس میں کوئی اپنی سٹیٹمنٹ نہیں دینا چاہتا جو کہ غلط ہو۔انشاء اللہ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اس کا کوئی علاج نکل آئے اور ہم اس سے بچ سکیں۔ ہماری پوری اکانومی اس پر stand کرتی ہے۔ اگر خدانخواستہ اس فصل کو نقصان پہنچا تو۔ پاکستان کی معیشت کو بہت ہی نقصان پہنچے گا۔ اس کے لیے ہم پوری طرح سے فکر مند اور alert ہیں اور پورا کام کر رہے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر۔ جناب والا! یہ معاملہ کافی اہم ہے اس لیے میں وزیر موصوف کو دوبارہ تکلیف دے رہا ہوں کہ یہ بات درست ہے کہ اس وائرس کا دنیا میں کہیں بھی علاج نہیں نکلا اور نہ ہی پاکستان کے سائنسدان ایسی کوئی دوا تیار کر سکیں ہیں کہ وہ وائرس پر کنٹرول کر سکے۔ تو جیسے دنیا کے ممالک نے یہ کیا ہے کہ وہاں کپاس کی کاشت کو کچھ دیر کے لیے مؤخر کر دیا ہے تو کیا حکومت پاکستان یا حکومت پنجاب یہ چاہے گی کہ جہاں زمیندار کپاس کے ایک ایکڑ کو کاشت کرنے کے لیے اس کو پروان چڑھانے کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرتا ہے اور پھر اس کا رزلٹ "زیرو" ملتا ہے تو کیا حکومت زمینداروں کو کسانوں کو اس بات سے آگاہ کرے گی کہ وائرس سے بچاؤ کے لیے بہتر یہ ہے کہ آپ کپاس کی کاشت نہ کریں' یا کریں تو یہ کنٹرول کریں گے۔ یعنی انہیں اپنے زمیندار اور کاشت کار بھائیوں کو کوئی ہدایت دینی چاہیے۔ تو میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ اس قسم کی کوئی ہدایت ہمارے لیے اور کاشت کاروں کے لیے ہے؟

وزیر زراعت۔ جناب سپیکر! کسی مرض کا علاج تو وہی نکالا جاتا ہے جو قابل عمل ہو ویسے میں عرض کر رہا تھا کہ ہماری پوری اکانومی کاٹن کے اوپر stand کرتی ہے تو نہ ہی ہمارے کسان یہ afford کر سکتے ہیں کہ اس کو بیجنا بند کر دیا جائے اور نہ ہی ہماری معیشت یہ afford کر سکتی ہے کہ ہم ٹوٹل طور پر اسے بیجنا بند کر دیں۔ جناب والا! ہم نے اس کا علاج یہ نکالا ہے کہ precautionary measures زیادہ سے زیادہ لیے جائیں احتیاطی تدابیر زیادہ سے زیادہ لی جائیں اور resisting varieties جو بیماری

کو resist کرتی ہیں ان کو زیادہ encourage کیا جائے اور کسانوں سے درخواست کی جائے کہ آپ اپنے فارم پر یہی varieties بیجیں جو resisting ہیں جو بیماری کو tolerate کرتی ہیں ہم اس پر پورا سال ریسرچ کر کے کسانوں کو ایک پورا پیکیج دیں گے کہ آپ فلاں فلاں علاقے میں یہ varieties نہ بیجیں اور یہ varieties بیجیں اس کے precautionary measures پوری کریں گے اور management کو بہتر بنائیں گے تاکہ پودا جتنا تندرست ہو گا' جتنا صحت مند ہو گا جتنی اس کو feeding ملے گی اتنا ہی وہ بیماری کے آگے resist کرے گا۔یہ طریقہ تو ہم نکال سکتے ہیں لیکن اس کو بالکل بند کر دینا یہ بڑی عجیب سی بات ہو گی اور یہ قابل عمل بھی نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں جس مسئلے کی نشان دہی چودھری اصغر علی گجر صاحب نے کی ہے اور وزیر زراعت چودھری محمد اقبال صاحب نے جس کا جواب دیا ہے یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اور سارے پنجاب کے کاشت کاروں کے متعلق ہے سب کاشت کاروں اور اس میں ملکی مفاد مضمر ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس میں interest محسوس کرتے ہیں تو رول 52 کے تحت اس کا نوٹس دے کر آپ اس کو زیر بحث لا سکتے ہیں اور اس پر تفصیل سے آپ بھی بات کر لیں گے اور حکومت کا نقطہ نظر بھی تفصیل سے آ جائے گا اور یہ بات سارے پنجاب کے عوام کے نوٹس میں ہو گی کہ اس سلسلے میں ان کے نمائندوں کی feelings کیا ہیں اور اس سلسلے میں حکومت کا نقطہ نظر کیا ہے۔ تو آپ رول 52 کے تحت نوٹس دے دیں اتوار سے دو دن پہلے تو اتوار کے روز اس پر ایک دو گھنٹے مقرر کر لیتے ہیں اور اس پر بات ہو جائے گی۔ چودھری صاحب ٹھیک ہے؟

چودھری اصغر علی گجر، بہتر ہے' جناب والا!

وزیر زراعت، درست ہے' جناب والا!

جناب سپیکر، چودھری محمد اسلم کائرہ۔

چودھری محمد اسلم کائرہ، سوال نمبر 1232

تحصیل کھاریاں میں ٹیوب ویل کی تنصیب

*1232۔ چودھری محمد اسلم کائرہ، کیا وزیر زراعت سوال نمبر 1130 جس کا جواب ایوان میں مورخہ 2۔ اکتوبر 1991ء کو دیا گیا تھا کے حوالہ سے بیان کریں گے کہ۔

(الف) لینڈ یوٹیلائزیشن کے متعلقہ افسران نے ماہ اکتوبر 1991ء میں تحصیل کھاریاں کا دورہ کر کے اس منصوبہ کے قابل عمل ہونے کے متعلق سروے کیا تھا۔

(ب) اگر ایسا ہے تو اس سلسلے میں اب تک کیا پیش رفت ہوئی ہے؟ تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) ماہ اکتوبر 1991ء میں لینڈیوٹیلائزیشن اتھارٹی کے افسران نے علاقے کا سروے کیا اور جناب چودھری صاحب کے مقرر کردہ نمائندے جناب چودھری افتخار احمد چیئرمین یونین کونسل برنالی سے بھی رابطہ کیا۔

(ب) متعلقہ علاقے کا سروے کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ایک تو اکثر علاقے کا زیر زمین پانی خراب ہے جس سے فصل خراب ہو جاتی ہے اور کہیں کہیں اگر پانی ٹھیک ہے تو تقریباً 300 فٹ گہرا ہے' اتنا گہرا بور کرنے پر تقریباً ایک لاکھ روپے خرچ آتا ہے۔ پنجاب لینڈ یوٹیلائزیشن صرف بجلی کی لائن سپلائی کا خرچہ ادا کرتا ہے۔ بورنگ وغیرہ کا خرچہ چونکہ کاشت کار نے برداشت کرنا ہوتا ہے۔ یہ رقم ایک لاکھ سے زیادہ ہونے کی وجہ عام کاشت کار کی پہنچ سے باہر نظر آتی ہے۔

تاہم تحصیل کھاریاں کے بنجر اور بارانی علاقہ میں ٹیوب ویل نصب کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس علاقہ میں پانی کی سطح 30-50 فٹ ہے اور گہرائی 350-390 فٹ تک ہے۔ پانی کی کوالٹی آبپاشی کے لیے موزوں ہے مگر اس علاقے میں پانی کی برآمدگی انتہائی غیر یقینی ہے۔ پچھلے تین سالوں میں 96 بور کیے گئے جن میں سے 14 کامیاب ہوئے۔ محکمہ زرعی انجینئرنگ ٹیوب ڈرلنگ کی سہولت رعایتی نرخوں پر فراہم کرتا ہے اور ڈیزل ٹیوب ویل کی تنصیب کے لیے سبسڈی فراہم کرتا ہے۔ رواں مالی سال میں 13 ٹیوب ویلوں کے لیے سبسڈی دی جا رہی ہے۔ گزشتہ 3 سالوں میں ضلع گجرات کو 116 ٹیوب ویلوں کے لیے سبسڈی دی گئی۔ لہذا خواہش مند زمیندار اور کاشت کار ٹیوب ویل ڈرلنگ اور سبسڈی کی سہولت حاصل کر کے اپنے رقبہ کو آباد کر سکتے ہیں۔ مزید برآں ڈنگہ رسول پور ایریا میں 10 میل چوڑی اور 25 سے 30 میل لمبی پٹی موجود ہے جہاں پانی ناقص ہے اس علاقہ کو آباد کرنے کے لیے ٹیوب ویل ٹیسٹ ڈرلنگ کی سکیم بنانے کی ضرورت ہے تاکہ میٹھے پانی کو

تلاش کیا جا سکے اور زمینوں کو آباد کیا جائے۔ اس کے علاوہ محکمہ زراعت کے شعبہ اصلاح آبپاشی کا دائرہ کار 92-1991ء سے صوبہ پنجاب کے بارانی علاقہ جات تک بڑھا دیا گیا ہے جس میں تحصیل کھاریاں بھی شامل ہے۔ اس منصوبہ کے تحت کاشت کاروں کی سہولت کے لیے مندرجہ ذیل اقدام کیے جائیں گے۔

1۔ نہری اور ٹیوب ویل کے کھالہ جات کی اصلاح کرنا جس میں ان کے ضروری حصوں کو پختہ کرنے کے علاوہ پلیوں کی تعمیر اور نکہ جات کی تنصیب بھی شامل ہے۔ کھالوں کی تعمیر کے سلسلے میں تعمیراتی سامان مثلاً اینٹیں ریت اور سیمنٹ حکومت مہیا کرتی ہے جبکہ راجوں اور مزدوروں کی فراہمی کاشت کاروں کی ذمہ داری ہے۔

2۔ جن ٹیوب ویلوں سے پانی کا اخراج بہت کم ہے ان پر پختہ "سٹوریج ٹینک" تعمیر کرنا تاکہ چھوٹے ٹیوب ویلوں سے حاصل شدہ پانی کو جمع کر کے بہتر طور پر آبپاشی کی جا سکے۔ اس طرح کم پانی۔ کھالیوں میں ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔

3۔ ناہموار زیر کاشت زمینوں کو جدید طریقہ سے ہموار کرنا۔ زمین کو ہموار کرنے کے لیے فنی امداد کے علاوہ مختلف آلات رعایتی نرخوں پر محکمہ فراہم کرتا ہے جبکہ دیگر اخراجات کاشت کار خود برداشت کرتے ہیں۔

4۔ جدید طریق آبپاشی مثلاً سپر نکر، ڈرپ اریگیشن کو قیمتی فصلات بشمول باغات اور سبزیات اگانے کے لیے مروج کرنا۔

5۔ کاشت کاروں کو آبپاشی کے جدید طریقوں سے آگاہی کے لیے تربیت کا اہتمام کرنا اور نمائشی پلاٹس کا قیام عمل میں لانا۔

اصلاح آبپاشی پروگرام کے بارے میں مزید معلومات اور سروے کی غرض سے فیلڈ عملے نے فاضل ممبر صوبائی اسمبلی کے نمائندہ چودھری افتخار احمد صاحب سے ملاقات کر کے ان کو مذکورہ بالا سہولیات سے آگاہ کر دیا ہے۔ مزید برآں اصلاح آب پاشی کے عملے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ فاضل ممبر سے خود رابطہ قائم کریں اور ان کو اصلاح آب پاشی پروگرام کے منصوبوں کے بارے میں وضاحت کریں۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! جواب کے (ب) جز میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ "تحصیل کھاریاں

کی نہر اور بارانی علاقے میں ٹیوب ویل نصب کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس علاقے میں پانی کی سطح 30-50 فٹ ہے۔ کیا حکومت اس علاقہ میں trial bore کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! حکومت نہ صرف ارادہ رکھتی ہے بلکہ حکومت نے اس پر عمل کرتے ہوئے' ہمارے فاضل رکن جنہوں نے سوال کیا ہے ان سے رابطہ قائم کیا بلکہ ان کے نمائندے چودھری افتخار احمد برنالی سے بھی ہمارے افسران نے رابطہ قائم کیا اور اس سلسلے میں ہم نے test bore کیا بھی ہے اور ہم نے ان کو اس کے رزلٹ بھی بتائے ہیں کہ یہ اتنا مہنگا سلسلہ ہے۔ آیا یہ سکیم قابل عمل ہو گی؟ زمیندار afford کر سکیں گے یا نہیں؟ اور یہ ساری باتیں ہم نے ان کے ساتھ کی ہیں اور ہمارے محکمے نے اس پر بہت سا کام کیا ہے' واٹر مینجمنٹ والوں نے بھی اس پر کام کیا ہے اور فیلڈ والوں نے بھی اس پر کام کیا ہے۔ باقی ہمارے فاضل دوست جو نشان دہی کر رہے ہیں اس سے ہماری پروڈکشن ہی بڑھے گی' اس لیے ہمیں اس کے لیے بھر پور کوشش کرنی چاہیے۔

جناب سپیکر، اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب تشریف نہیں رکھتے اور پینل آف چیئرمین کے بھی ہمارے جو معزز دوست ہیں ان میں سے بھی کوئی دوست تشریف نہیں رکھتے۔ چائنیز ڈیلیگیشن' ایک اہم ڈیلیگیشن ہے اس کے لیے مجھے ائرپورٹ تک جانا ہے۔ اس لیے میں چودھری طالب حسین کا نام تجویز کرتا ہوں کہ میری عدم موجودگی میں کرسئ صدارت پر متمکن ہوں۔ آپ کو اس سے اتفاق ہے؟

آوازیں، اتفاق ہے۔

(اس مرحلے پر چودھری طالب حسین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! سوال نمبر 1032 کے جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ پچھلے تین سالوں میں 96 بور کیے جن میں سے 14 بور کامیاب ہوئے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ 14 بور کس کس علاقے میں ہوئے اور اس پر آنے والے اخراجات کتنے ہیں؟

وزیر زراعت، جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ معزز رکن نے کچھ اعداد و شمار پوچھے ہیں۔ یہ اعدادوشمار تو میں فوری طور پر نہیں بتا سکتا کیونکہ سوال میں یہ اعدادوشمار نہیں پوچھے گئے تھے۔ اگر یہ نیا سوال دے دیں تو میں سارے اعدادوشمار بھی بتا دوں گا۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! جب محکمہ کسی سوال کا جواب دیتا ہے تو پوری تفصیل دیتا ہے۔

جب جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ 96 بور کیے گئے جس میں سے 14 بور کامیاب ہوئے اور ہر بور کافی مہنگا بور ہے۔ اس لیے میرا ضمنی سوال یہ کہ ہر بور پر آنے والے اخراجات کیا ہیں؟ اور وہ بور کن کن علاقوں میں کیے گئے ہیں؟

جناب چیئرمین، آپ اس کے لیے فریش نوٹس دیں وزیر موصوف کے پاس اعدادوشمار نہیں ہیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! وزیر موصوف کو کم از کم مکمل اطلاع تو ہونی چاہیے تھی کیونکہ انہوں نے خود کہا ہے کہ وہاں پر 14 بور کامیاب ہوئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین، جہاں تک سوال کے جواب کا تعلق ہے اس کا جواب تو بڑی تفصیل کے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر آپ کوئی نئی اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہیں مزید تفصیل چاہتے ہیں تو اس کے لیے فریش نوٹس دیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! اس کے علاوہ میرا ایک اور ضمنی سوال ہے۔ انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ اصلاح آب پاشی پروگرام 92-1991ء میں تحصیل کھاریاں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت تحصیل کھاریاں میں کتنے ٹرائیل بور کئے ہیں؟

وزیر زراعت، جناب والا! اصلاح آب پاشی کے سلسلے میں فاضل رکن جنہوں نے سوال کیا تھا ان کے نمائندے افتخار احمد صاحب سے ہم نے رابطہ کیا تھا۔ اور وہاں پر اصلاح آب پاشی کا جو کام ہو رہا ہے اس کے تحت نہری کھالوں کا تعمیراتی پروگرام ہے۔ معزز رکن کو سسٹم کا بھی پتہ ہے کہ 50 فیصد مزدوری کسان دیتے ہیں' واٹر مینجمنٹ کے تحت یہی کام ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل کے جو کھال ہیں ان کے متعلق بھی ہم نے کہا ہے کہ ان کو بھی پختہ کر دیا جائے۔ واٹر مینجمنٹ کا یہی کام ہوتا ہے۔۔۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! میں نے یہ پوچھا تھا کہ واٹر مینجمنٹ نے تحصیل کھاریاں میں کتنے ٹرائیل بور کیے ہیں؟

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر زراعت، جناب والا! وہ تو جواب میں پوری تفصیل دے دی گئی ہے۔ ان کا تعلق واٹر مینجمنٹ سے نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید چراغ اکبر شاہ۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! دیکھنے میں تو یہ آیا ہے کہ جب بھی کسی علاقے کو لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی اپنی سکیم میں شامل کرنا چاہتی ہے تو سارا ابتدائی کام خفیہ طور پر ہوتا رہتا ہے لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کے افسران کے عزیزواقارب اس علاقے میں رقبے خرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جب اچانک یہ سکیم آ جاتی ہے تو ان رقبوں کی فی ایکڑ قیمت پانچ دس ہزار سے چالیس پچاس ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف کوئی ایسی پالیسی بنانے کے لیے تیار ہیں جس سے زمینداروں کو اجتماعی طور پر فائدہ ہو۔ لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی نے جس علاقے کو سکیم میں شامل کرنا ہو اس علاقے کے نمائندے کو ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔ایز کو اس کمیٹی میں شامل کر لیا جائے تاکہ کاشت کاروں کو یہ پتہ چل جائے کہ اس علاقے میں لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کام کرنے والی ہے تاکہ اپنے رقبے لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کے افسران یا ان کے عزیزواقارب کو نہ دیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! یہ لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کا محکمہ اتنا غریب ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس محکمے کا کوئی بندہ جو سرکاری ملازم ہو اور وہ یہ رقبہ خرید سکتا ہو۔ ہم دو چار اضلاع میں سے جو رقبہ بنجر ہوتا ہے وہاں پر سکیم شروع کرتے ہیں۔ جہاں تک ان کا یہ کہنا ہے کہ سارا کچھ خفیہ کر لیا جاتا ہے۔ جناب والا! محکمے کی کارروائیاں خفیہ خفیہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ باقاعدہ سروے ہوتا ہے اور پھر وہاں پر بجلی والوں کو ہم لے کر جاتے ہیں' وہاں پر بجلی مہیا کی جاتی ہے سروے کر کے ٹیسٹ بور کرتے ہیں یہ ساری کارروائیاں خفیہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ لیکن اس کے علاوہ اگر میرے فاضل دوست کو کسی مخصوص شخص سے کوئی شکایت ہو تو ہم ایکشن لینے کے لیے تیار ہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! میرے حلقے میں پی پی 67 جھنگ میں ایسی سکیمیں چل رہی ہیں لیکن جس وقت اس سکیم کے لیے درخواستیں موصول ہونا شروع ہوئیں تو میں خود گیا اور معلوم کیا تو اس وقت مجھے بتایا گیا کہ کچھ مواضعات اس سکیم میں آ گئے ہیں اور کچھ رہ گئے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ وزیر موصوف لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کے افسران کی صفائی پیش کریں اس سے بہتر یہ ہو گا کہ وہ کوئی جامع پالیسی بنا لیں۔ جب علاقے کے لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ سکیم میں آنے والی ہے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ feasible نہیں ہے اور اس سکیم کو اور جگہ پر تبدیل کر دیتے ہیں۔ لہذا میں صرف یہ تجویز پیش کر رہا ہوں کہ وزیر موصوف کوئی ایسی جامع پالیسی بنوا دیں کہ

جب بھی کسی علاقے کو consider کیا جائے تو اس علاقے کے عوام کو باخبر کر دیا جائے وہاں کے عوامی نمائندوں کو باخبر کر دیا جائے۔ اس کی تشہیر کی جائے تاکہ وہاں کے غریب کسان اپنے رقبے سستے داموں نہ بیچیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! اس پر کوئی ضمنی سوال تو نہیں بنتا۔ لیکن ایک تجویز ہے اور یہ تجویز کوئی ایسی نہیں کہ مانی نہ جا سکے۔ وہاں کے نمائندے ہمارے بھائی ہیں ان کو اعتماد میں لیا جا سکتا ہے اور ان کو ساتھ ملا کے کمیٹی بنائی جا سکتی ہے اس پر میں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال چودھری ممتاز علی۔

چودھری ممتاز علی، 1312۔

پنجاب میں زرعی فارموں کی تعداد

*1312۔ **جناب ممتاز علی چودھری**، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

پنجاب بھر میں کل کتنے سرکاری زرعی فارم ہیں ان کا کتنا رقبہ ہے شیر گڑھ فارم ضلع اوکاڑہ کی سالانہ آمدنی، اخراجات اور منافع پیداوار برائے سال 1989,1990-91ء بیان فرمائی جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جواب خاصا طویل ہے۔

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

پنجاب بھر میں محکمہ زراعت حکومت پنجاب کے ماتحت 94 زرعی فارم ہیں جن میں سے 37 فارم شعبہ توسیع 51، فارم شعبہ ریسرچ 2، فارم شعبہ زرعی انجینئرنگ اور 4 فارم پنجاب سیڈ کارپوریشن کے ماتحت ہیں ان سب کا کل رقبہ 124855 ایکڑ ہے۔ لسٹ فارم بمعہ تفصیل رقبہ لف ہذا ہے۔

جہاں تک شیر گڑھ فارم کا تعلق ہے تو یہ فارم محکمہ لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ کے ماتحت ہے اس فارم کا کل رقبہ سالانہ آمدنی، اخراجات اور منافع پیداوار برائے سال 1988-89ء، 1989-90ء اور 1990-91ء، متعلقہ محکمے سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری محمد حنیف، جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ اس میں یہاں پر جتنے بھی ریسرچ فارم بتائے گئے ہیں۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا کسی فارم کو حکومت نے وزیر اعظم کے حکم پر کسی اور محکمے کے ہینڈ اوور کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اپنے ضمنی سوال کو ذرا دہرا دیں۔

چودھری محمد حنیف، کیا پچھلے دنوں میں کسی فارم کو محکمہ تعلیم کے ہینڈ اوور کیا گیا ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! ہمیشہ ضمنی سوال اس سوال کے متعلقہ ہوتا ہے۔ یہ تو بالکل ہی نیا سوال ہے۔ اگر کل کو پرائم منسٹر صاحب کا کوئی ڈائریکٹو آ جائے تو Minister is not supposed to be a computer کہ اس کے پاس کوئی انفرمیشن ہو۔

چودھری محمد حنیف، جناب والا! 1981ء میں بارانی کالج میں ایک تحقیقاتی ادارہ راولپنڈی میں قائم کیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ سوال شیر گڑھ فارم ضلع اوکاڑہ کے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں فرمائیں۔

چودھری محمد حنیف، یہ سوال تو تمام علاقوں کے بارے میں ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! کی وساطت سے میں عرض کروں گا کہ اس وقت سوال نمبر 1312 زیر بحث ہے۔ اس کے بارے میں ہی بات کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ سوال پڑھ لیں اگر اس سے متعلقہ کوئی ضمنی سوال بنتا ہو تو آپ فرمائیے۔

چودھری محمد حنیف، ریسرچ فارمز کے جواب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں چلتے چلتے ایک سڑک پر وزیر اعظم نے ایک بارانی کالج کو محکمہ تعلیم کے ہینڈ اوور کیا۔ اور وہاں پر پولیس نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ اور وہ بارانی کالج اس وقت محکمہ تعلیم کے پاس ہے۔ اس کا میرے خیال میں نہ تو وزیر صاحب کو پتہ ہے اور نہ ہی وزیر اعلیٰ صاحب کو پتا ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! بڑی ستم ظریفی کی بات ہے کہ اس میں اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے یہ سارے ریسرچ فارم آپ پڑھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کا ضمنی سوال نہیں بنتا۔ اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب والا! میرا ایک ضمنی سوال تھا کہ شیرگڑھ فارم کے بارے میں جو گوشوارہ دیا

گیا ہے۔ اس میں 89-1988ء میں تین سال کے فگرز دیے گئے ہیں۔ پہلے سال منافع -/61000 روپے ہے' دوسرے سال دو لاکھ روپے ہے اور 91-1990ء میں صرف پانچ ہزار روپے ہے۔ تو جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے فارم پر جب آپ چھ سات لاکھ روپے invest کرتے ہیں تو گورنمنٹ کو پانچ ہزار روپے بچت ہے۔ یہ کس قسم کی پالیسی ہے اور اس میں گورنمنٹ کی کیا افادیت ہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! فاضل دوست نے جواب کو غور سے پڑھا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے جناب والا! کہ پنجاب بھر میں کل کتنے سرکاری زرعی فارم ہیں ان کا کتنا رقبہ ہے شیرگڑھ فارم ضلع اوکاڑہ کی سالانہ آمدنی اخراجات' منافع وغیرہ وغیرہ۔ جناب والا! جواب میں ہم نے عرض کیا ہے کہ جہاں تک شیر گڑھ فارم کا تعلق ہے یہ فارم محکمہ لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ کے ماتحت ہے یہ تو ہم نے اخلاقاً ساری تفصیل ان سے لے کر ان کو پیش کر دی ہے۔ یہ سارا تو ڈیری ڈویلپمنٹ کے اندر آتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال جناب پراچہ صاحب۔

جناب غلام سرور خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سوال ہو لینے دیں۔ کیا پوائنٹ آف آرڈر اسی کے متعلق ہے۔

جناب غلام سرور خان، ایگریکلچر ہی سے متعلق ہے۔ لیکن میں اس سوال کے بعد کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ صاحب کا ہے۔

میاں محمود الرشید، سوال نمبر 1379۔ جناب فرید احمد پراچہ کے ایماء پر۔

اسسٹنٹ چیف زراعت کی مدت ملازمت میں توسیع

*1379۔جناب فرید احمد پراچہ، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محمد خورشید انوار سابق اسسٹنٹ چیف زراعت زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کی مدت ملازمت میں پالیسی میں رعایت کرتے ہوئے ایک سال توسیع کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ڈائریکٹریٹ آف ایڈوانس سٹیڈیز کے سرکلر نمبر 10086-10125 مورخہ 21 ستمبر 1991ء کے مطابق مذکورہ افسر کا پی ایچ ڈی داخلہ low CGPA کی وجہ سے ختم کر دیا گیا۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس خصوصی رعایت اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کی وجہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) ہاں یہ درست ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے محمد خورشید انوار ساہی اسسٹنٹ چیف زراعت زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کی ڈیپوٹیشن پر ملازمت میں اپنے اختیارات کے تحت ایک سال کی توسیع کی جس کے وہ مجاز ہیں۔

(ب) ہاں! یہ بھی درست ہے کہ بورڈ نے پالیسی کے تحت محمد خورشید انور ساہی کو زرعی یونیورسٹی میں (P.H.D.) کے حصول کے لیے اجازت دی۔ لیکن مطلوبہ معیار پر نہ آئے یعنی low CGPA پر اس کا داخلہ منسوخ کر دیا گیا۔

(ج) جناب وزیر اعلیٰ صاحب ڈیپوٹیشن کی مدت میں توسیع کرنے کے مجاز ہیں اس لیے پنجاب زرعی تحقیقاتی رابطہ بورڈ نے کسی قسم کی غیر قانونی کارروائی کا ارتکاب نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ جی' میاں محمود الرشید۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! سوال میں یہ پوچھا گیا تھا اور انہوں نے جواب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد خورشید انور کو وزیرتعلیم نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان کی مدت ملازمت ختم ہونے پر انہیں ایک سال کی مزید توسیع دی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ نے ان کے محکمہ زراعت میں اور کن لوگوں کو ریٹائرمنٹ کے بعد مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے توسیع دی ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! یہ ریٹائرمنٹ میں توسیع کرنے کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ بورڈ میں ان کا period extend کیا گیا ہے۔ تو اس میں تھوڑا سا فرق ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ملازمت میں کسی کو توسیع دی گئی ہے۔ آپ میاں صاحب بھی جانتے ہیں کہ جب سے وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں صاحب آئے ہیں' میرے علم میں نہیں ہے کہ انہوں نے کسی کی ملازمت میں توسیع کی ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال رانا ثناء اللہ خان صاحب۔

سید چراغ اکبر شاہ، سوال نمبر 1400 (معزز رکن نے رانا ثناء اللہ کے ایماء پر دریافت کیا)

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں تقرریاں

*1400۔رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں یونیورسٹی ایکٹ کی دفعہ I(4)15 کے تحت حاصل اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے کتنے افراد کو گریڈ 16 یا اس سے اوپر عارضی ملازمت (Temporary post) فراہم کی گئی۔ کس کس کو بعد ازاں فارغ کیا جا چکا ہے اور کس کس کو extension دی جا رہی ہے۔ اور کس کس کو مستقل کیا جا چکا ہے؟ نام مع تعلیمی کوائف تاریخ تعیناتی و اسامی وضع کرنے کی وجہ از یکم 1985ء تا 31 جنوری 1992ء فراہم کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

یونیورسٹی ایکٹ کی دفعہ کے مطابق جناب وائس چانسلر صاحب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عارضی اسامی جس کی مدت چھ ماہ سے زائد نہ ہو پیدا کر سکتے ہیں اور اسے پر کر سکتے ہیں۔

گریڈ 16 اور اس سے زائد سکیل میں عرصہ از یکم جنوری 1985ء تا 31 جنوری 1992ء تین افراد کو عارضی ملازمت فراہم کی گئی۔ ان تینوں کو ملازمت سے فارغ کیا جا چکا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہو تو کریں۔ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ ابھی دو منٹ باقی ہیں۔ اور اب چودھری خادم حسین تشریف نہیں رکھتے۔ راجہ ناصر علی خان صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری صاحب! کیا بات ہے' آج کوئی مک مکا تو نہیں ہو گیا؟ (مسکراہٹیں)۔ جناب ایس اے حمید صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اگر کوئی معزز رکن ہاؤس میں تشریف نہ رکھتے ہوں تو ان کے ایماء پر کوئی دوسرا معزز رکن سوال کا نمبر بول سکتا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔ وقفہ سوالات ختم ہونے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بقیہ سوالوں کے جواب ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ زراعت کے زیر انتظام "رائس زون سکیم کا اجراء

*1417۔چودھری خادم حسین، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ زراعت کے زیر انتظام ڈائریکٹوریٹ آف پیسٹ وارننگ اینڈ کوالٹی کنٹرول آف پیسٹی سائیڈز ملتان نے ایک سکیم رائس زون شروع کی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے اپنے مراسلہ نمبر 26/6/آر او (Eval) ایگری /پی ڈی / 90 مورخہ 3 نومبر 1991ء کو اس سکیم کو ڈویلپمنٹ سے نان ڈویلپمنٹ قرار دے دیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ بعد میں محکمہ خزانہ نے اپنے مراسلہ یو او نمبر ایس ڈی اے /ای ایکس ٹی /وی۔ 88/116 مورخہ 20 نومبر 1991ء کو گریڈ ایک سے پانچ تک کی تمام اسامیاں ختم کر دیں۔ جس کی وجہ سے 70 سے افراد بے روزگار ہو گئے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت اس نا انصافی کو ختم کر کے متاثرہ افراد کو دوبارہ روزگار دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)۔

(الف) جی ہاں۔ ڈائریکٹوریٹ ہذا کے تحت "رائس زون" کی سکیم کا "strengthening of rest forecasting and quality control of pesticides in rice zone" کے نام سے فروری 1988ء میں تین سال کے لیے (یعنی جون 1990ء تک) اجراء ہوا جس میں پھر جون 1991ء تک مزید ایک سال کا اضافہ کر دیا گیا۔

(ب) جی ہاں! محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے اپنے مراسلہ نمبر 26/6/آر او(Eval) ایگری/پی ڈی/ 90 مورخہ 3 نومبر 1991ء کے تحت سکیم ہذا کی جائزہ رپورٹ بحوالہ میٹنگ مورخہ 27 اکتوبر 1991ء جس میں کہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے علاوہ محکمہ زراعت اور خزانہ کے اعلیٰ

افسران نے بھی شرکت کی تھی محکمہ زراعت کو بھیجی۔ رپورٹ میں سکیم کو نان ڈویلپمنٹ قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔

(ج) یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمہ خزانہ نے اپنے مراسلہ نمبر 1/510-Agri I(FD)/87 مورخہ 19 جنوری 1992ء کے تحت مندرجہ ذیل اسامیاں ختم کر دی تھیں۔

نمبر شمار	عہدہ	گریڈ	تعداد
1۔	جونیئر کلرک	5	3
2۔	پیسٹ سپروائزر	5	30
3۔	بیلدار	1	30
			63

چنانچہ محکمہ زراعت نے اپنے مراسلہ نمبر US ND US (EXT) 5-116/88 مورخہ 24 فروری 1992ء کے تحت محکمہ خزانہ کو اس سکیم کی اہمیت اور نکالے جانے والے سٹاف کی بے روزگاری کے مسئلہ سے آگاہ کیا جس پر محکمہ خزانہ نے اپنے مراسلہ نمبر No.15 1/510 AGRC-I(FD)/87 مورخہ 7 مارچ 1992ء کے تحت نظر ثانی کرتے ہوئے پہلی اسامیوں کی بجائے مندرجہ ذیل اسامیاں ختم کیں۔

نمبر شمار	عہدہ	گریڈ	تعداد
1۔	زراعت آفیسر	17	3
2۔	فوٹو گرافر آرٹسٹ	11	1
3۔	پیسٹ سپروائزر	5	9
4۔	بیلدار	1	9
			22

(د) ماسوائے ایک پیسٹ سپروائزر کے باقی تمام متاثرہ سٹاف کو محکمہ زراعت میں تعینات کر دیا گیا ہے۔

زرعی شعبہ کے لیے گرانٹ کی فراہمی

*1464۔ راجہ ناصر علی خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) وفاقی حکومت کی جانب سے سال 1989-90ء اور 1990-91ء کے دوران زراعت کے شعبہ میں مختلف سکیموں کے تحت کس کس مد میں کتنی گرانٹ دی گئی اور متذکرہ امداد زمینداروں کو

کس ذریعہ سے فراہم کی گئی۔

(ب) موجودہ مالی سال میں وفاقی حکومت کی جانب سے زرعی شعبہ میں کتنی گرانٹ فراہم کی جا رہی ہے۔ اور کن کن سکیموں کے ذریعے یہ امداد زمیندار تک پہنچائی جا رہی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) وفاقی حکومت کی جانب سے سال 90-1989ء اور 91-1990ء میں درج ذیل سکیموں کے لیے مرکزی حکومت کی طرف سے گرانٹ مہیا کی گئی ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) موجودہ مالی سال یعنی 92-1991ء میں وفاقی حکومت کی جانب سے مہیا کی گئی گرانٹ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سبزی منڈی گوجرانوالہ کی تکمیل

*1503۔ جناب ایس اے حمید، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) آیا نئی سبزی منڈی گوجرانوالہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اگر ہاں تو اس کی تعمیر پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی اور صرف مٹی کی بھرتی کے لیے کل کتنی رقم خرچ کی گئی۔

(ب) کیا گوجرانوالہ شہر کی سبزی منڈی اس نئی تعمیر شدہ منڈی میں منتقل ہو چکی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

(ج) اس سبزی منڈی میں جن کاشت کار آڑھتی و کاروباری حضرات کو دکانیں الاٹ کی گئی ان کے ناموں کی تفصیل کیا ہے کیا سبزی منڈی ڈسکہ کی تعمیر بھی مکمل ہے اگر ہے تو اس پر کل کتنی رقم صرف ہوئی ہے اور کیا پرانی سبزی منڈی نئی جگہ منتقل ہو چکی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) نئی سبزی منڈی گوجرانوالہ کی تعمیر ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔ ابھی تک اس کی تعمیر پر بمعہ خرید زمین کل رقم مبلغ -/66,04,098 روپے صرف ہوئی ہے۔ جن میں سے مبلغ -/36,82,342 روپے صرف مٹی کی بھرتی پر خرچ ہوئے ہیں۔

(ب) نئی زیر تعمیر سبزی منڈی گوجرانوالہ میں موجودہ سبزی منڈیاں مورخہ 1-9-90 کو منتقل

ہوئیں۔ لیکن عدالت عالیہ لاہور ہائی کورٹ لاہور سے دفعہ 144 معطل ہو جانے کی بناء پر 23-9-90 کو کاروباری حضرات واپس پرانی منڈیوں میں آ گئے۔ بعد ازاں مورخہ 1-8-91 کو کاروبار نئی سبزی منڈی گوجرانوالہ میں منتقل ہوا۔ لیکن 16-9-91 کو عدالت عالیہ لاہور ہائی کورٹ لاہور سے کاروبار نئی سبزی منڈی گوجرانوالہ میں منتقل کرنے کے خلاف حکم امتناعی جاری ہوا۔ جس کی بناء پر 16-9-91 کی شام کو پھر کاروباری حضرات پرانی منڈیوں میں منتقل ہو گئے۔ حکم امتناعی بدستور جاری ہے۔

(ج) آڑھتی و کاشت کار الاٹی حضرات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سبزی /فروٹ / منڈی ڈسکہ کی تعمیر جنوری 1990ء میں مکمل ہوئی اور تعمیر پھڑ نیلامی، سڑکات، سیوریج، نالیاں، پبلک لیٹرین، بجلی و پانی و تعمیر دفتر مارکیٹ کمیٹی تک کل رقم مبلغ -/10,78,555 روپے خرچ ہو چکی ہے۔

پرانی سبزی وفروٹ منڈی نئی تعمیر شدہ جگہ میں منتقل ہونے کی بجائے ایک دوسری جگہ جو کہ پرائیویٹ ملکیت ہے پر کام کر رہی ہے۔

نئی جگہ پر منتقل نہ ہونے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1۔ پہلے سے موجودہ آٹھ آڑھتیان سبزی و فروٹ منڈی کے مطالبہ برائے حصول دو پلاٹ فی آڑھتی کی برعکس حکومت پنجاب کی ہدایات اور مروجہ قانون کے پیش نظر فی آڑھتی کو ایک پلاٹ 14x40 آلاٹ ہوا۔ اور باوجود مقرر شدہ رقم الاٹمنٹ جمع کروانے کے بعد بھی منتقلی سے انکاری ہیں۔

2۔ موجودہ نئی تعمیر شدہ سبزی و فروٹ منڈی کی جگہ کو ناکافی قرار دیتے ہوئے آڑھتی حضرات مطالبہ کر رہے ہیں کہ چونکہ موجودہ جگہ صرف ایک کاروبار کے لیے کافی ہے جبکہ دونوں کاروبار سبزی و فروٹ منڈی اس قلیل جگہ پر کرنا ممکن نہ ہیں لہٰذا موجودہ تعمیر شدہ جگہ کو صرف ایک کاروبار چاہے سبزی منڈی ہو یا فروٹ منڈی کسی ایک کاروبار کے لیے مخصوص کیا جائے۔

3۔ مقامی بلدیہ نے موجودہ آڑھتیان کو ان کی پرائیویٹ جاری /قائم کی گئی منڈی پر چند بنیادی سہولیات مثلاً پختہ سڑکات، پانی، بجلی، ٹیلی فون وغیرہ باہم فراہم کر رکھی ہیں جو کہ

منتقلی میں سرفہرست رکاوٹ ہے اور آڑھتیان کے مطالبہ کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

جعلی سند کے بارے میں تحقیقات

*1512۔میاں محمود احمد، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سید مقبول حسین شاہ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی وہاڑی نے اپنی تاریخ پیدائش کو درست کرانے کے لیے ایک درخواست بمع ڈپلیکیٹ نئی سروس بک جناب ڈائریکٹر ایگریکلچرل اکنامکس اینڈ مارکیٹنگ کو پیش کی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متعلقہ محکمہ نے اس کی درخواست پر تاریخ پیدائش کو درست کرنے کے لیے کارروائی کی تھی لیکن موجودہ سند جعلی ثابت ہونے پر مزید کارروائی روک دی گئی اگر ایسا ہے تو موجودہ اور پہلی دونوں سندوں کو ایوان میں ریکارڈ کے ساتھ پیش کیا جائے نیز محکمہ زراعت نے سید مقبول حسین شاہ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی وہاڑی کے خلاف ڈوپلیکیٹ جعلی سند پیش کرنے پر کیا کارروائی کی ہے۔ اگر کوئی کارروائی نہیں کی تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) یہ درست ہے کہ سید مقبول حسین شاہ قریشی سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی وہاڑی نے اپنی تاریخ پیدائش درست کرانے کے درخواست نمبر ایم کے ٹی وی 786 مورخہ 25-2-92 معہ مصدقہ نقول سروس بک اور سند میٹرک سرٹیفکیٹ دفتر ڈائریکٹر ایگریکلچرل (اکنامکس اینڈ مارکیٹنگ) پیش کی تھی۔ نقول ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) اس ضمن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ڈائریکٹوریٹ ہذا نے تاریخ پیدائش کی درستی کے سلسلے میں سید مقبول حسین شاہ کو بذریعہ چٹھی نمبری 291/89-20/ای اینڈ ایم مورخہ 15-3-92 (نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) ہدایت کی کہ وہ اصل سرٹیفکیٹ اور سروس بک کے ساتھ دفتر ہذا میں ذاتی طور پر پیش ہو۔ جس پر مذکورہ سیکرٹری مورخہ 19-3-92 کو ڈائریکٹر صاحب کے روبرو پیش ہوا اور تحریری طور پر درخواست دی کہ وہ اپنی پہلی درخواست برائے درستی تاریخ پیدائش پر کوئی کارروائی نہیں چاہتا۔ لہذا درخواست مذکورہ کو داخل دفتر سمجھا جائے۔ کیونکہ اس پر مزید کارروائی درکار نہ ہے۔ مزید برآں سیکرٹری مذکورہ نے درخواست کی کہ اسے دفتر ہذا کے ریکارڈ میں درج تاریخ پیدائش مورخہ 15-4-32 کے مطابق مورخہ 15-4-92 کو

سروس سے ریٹائر کر دیا جائے۔ (درخواست کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

لہٰذا اس کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے اسے 15-4-92 سے ریٹائر کر دیا گیا اور اسے بذریعہ چٹھی نمبری 10583/ای اینڈ ایم مورخہ 22-3-92 اس امر سے مطلع کر دیا گیا۔ (نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) سیکرٹری مذکورہ کی ریٹائرمنٹ کے بعد اس کی جگہ مسمی محمد اظہر کو بطور سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی وہاڑی تعینات کر دیا گیا۔

یہاں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ سید مقبول حسین شاہ کی سند کی جانچ پڑتال یعنی اس کے جعلی یا اصلی ہونے کے بارے میں مزید تحقیق کا مرحلہ پیش ہی نہ آیا کیونکہ اس نے تاریخ پیدائش کی درستی کے لیے دی گئی درخواست از خود تحریری طور پر واپس لے لی۔ مزید برآں یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ سید مقبول حسین شاہ سابقہ بہاولپور سٹیٹ کا ملازم تھا۔ اور اس نے اس سے پیشتر دفتر ہذا کو کسی سرٹیفکیٹ یا سروس بک کی نقول فراہم نہ کی تھیں لہٰذا سنیارٹی لسٹ میں درج تاریخ پیدائش کے مطابق ملازم مذکورہ کو ساٹھ سال کی عمر پوری ہونے پر سروس سے ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ یہ تاریخ پیدائش چیئرمین مارکیٹ کمیٹی بہاولنگر کی چٹھی نمبری ایم کے ٹی / 5537 مورخہ 9-12-81 (نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔) کے مطابق سنیارٹی لسٹ میں درج کی گئی تھی۔

میٹرک کی جعلی سند کی تحقیقات

*1513۔ میاں محمود احمد، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سید مقبول حسین شاہ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی وہاڑی نے 1950ء میں بہاول نگر سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت میٹرک کی سند پر اس کی تاریخ پیدائش 15 اپریل 1932ء درج تھی۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ 20 جنوری 1991ء کو اسے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ایک ڈوپلیکیٹ سند جاری کی گئی ہے جس پر تاریخ پیدائش کو تبدیل کر کے 15 اپریل 1936ء کیا گیا ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان دونوں اسناد میں سے کون سی سند درست ہے

اور کون سی غلط تفصیلاً وضاحت کی جائے۔ نیز پنجاب یونیورسٹی اور محکمہ تعلیم نے ان اہلکاروں کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی ہے جنہوں نے جعلی سند جاری کی اگر کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو اس کی وجوہ کیا؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) محکمے کے پاس اس ضمن میں کوئی ریکارڈ موجود نہ ہے۔ البتہ اہل کار موصوف سابقہ ریاست بہاولپور کا ملازم تھا اور بعد ازاں صوبہ پنجاب میں شمولیت پر ملازم مذکور کے جو کوائف محکمہ ہذا کو موصول ہوئے۔ اس میں اس کی تاریخ پیدائش 15 اپریل 1932ء درج ہے۔

(ب) اہل کار مذکور کی میٹرک کی سند جس پر اہلکار موصوف کی تاریخ پیدائش 15 اپریل 1932ء درج ہے محکمہ کو پیش نہ کی گئی ہے۔ لہذا محکمہ اس بارے میں کچھ بتانے سے قاصر ہے۔

(ج) اہل کار مذکور نے محکمہ کو میٹرک کی سند کی ڈپلیکیٹ کاپی بمہ درخواست نمبری 786 ایم کے ٹی وی مورخہ 25-2-92 کو پیش کی تھی جس میں ملازم مذکور نے اپنی درخواست میں لکھا تھا کہ وہ سابقہ ریاست بہاولپور کا ملازم ہے اور غلطی سے سنیارٹی لسٹ میں تاریخ پیدائش مورخہ 15-4-32 درج ہوگئی ہے حالانکہ اس کی تاریخ پیدائش مورخہ 15-4-36 ہے لہذا میری تاریخ پیدائش ریکارڈ میں درست کی جائے۔ اس درخواست کے موصول ہونے پر ملازم مذکور کو ہدایت کی گئی کہ اصل سرٹیفکیٹ اور سروس بک کے ساتھ دفتر میں ذاتی طور پر پیش ہو۔ جس پر مذکورہ سیکرٹری مورخہ 19-3-92 کو جناب ڈائریکٹر صاحب ای اینڈ ایم روبرو پیش ہوا اور تحریری طور پر درخواست دی کہ وہ اپنی پہلی درخواست نمبر 786 ایم کے ٹی وی مورخہ 25-2-92 جو اس نے برائے درستی تاریخ پیدائش دی تھی پر کوئی مزید کارروائی نہیں چاہتا۔ لہذا درخواست مذکورہ کو داخل دفتر سمجھا جائے۔ مزید برآں سیکرٹری مذکور نے درخواست کی کہ اسے دفتر ہذا کے ریکارڈ میں درج تاریخ پیدائش مورخہ 15-4-32 کے مطابق مورخہ 15-4-92 کو سروس سے ریٹائرڈ کر دیا جائے۔ لہذا اس کی درخواست منظور کرتے ہوئے اسے 15-4-92 سے ریٹائرڈ کر دیا گیا۔

(د) کیونکہ محکمہ نے ملازم مذکور کی پیش کردہ سند کی تصدیق نہ کروائی ہے۔ اس لیے اس کی درستی کے بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہے اور نہ محکمہ کو معلوم ہے کہ آیا پنجاب یونیورسٹی

یا محکمہ تعلیم نے پیش کردہ میٹرک کی سند کے بارے میں اپنے کسی اہل کار کے خلاف جعلی سند جاری کرنے کے بارے میں کوئی کارروائی کی ہے یا نہیں؟

زرعی فارمز کی تفصیلات

*1572۔رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے زیر انتظام کتنے زرعی فارمز ہیں۔ ہر فارم کا زیر کاشت کتنا رقبہ ہے، علیحدہ علیحدہ تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) ان فارمز میں گزشتہ پانچ سال کے دوران کون کون سی فصلیں کتنے کتنے رقبہ پر کاشت کی گئیں ہر فارم کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بمطابق ریکارڈ گرداوری پٹواری (نہر) مہیا کی جائے۔

(ج) ان فارمز کا مینجمنٹ ڈھانچہ کیا ہے گزشتہ پانچ سال کا گوشوارہ آمدن و خرچ بابت ہر فارم علیحدہ علیحدہ ایوان میں پیش کیا جائے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے زیر انتظام کوئی زرعی فارم کمرشل نوعیت کا نہیں۔ البتہ مختلف شعبہ جات جو زمینی کاشت کے ساتھ براہ راست منسلک ہیں۔ مناسب زرعی رقبہ ان کے لیے مخصوص ہے۔ جہاں اساتذہ اور طلبہ مختلف زرعی مسائل پر تحقیق کے لیے مختلف فصلات پر تجربات کرتے ہیں تاکہ اساتذہ اور طلبہ کی زرعی کاوشوں کے نتائج مختلف انداز سے زرعی مسائل اور طریقہ ہائے کاشت، کھاد کے استعمال اور زمین بیماریوں، حشرات الارض، امراض نباتات، ثمرات وسبزیات پرتحقیق سے حاصل ہونے والے تجربات کی روشنی میں ملک کی زرعی ترقی کے لیے مختلف لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔ بدیں وجہ ان تجرباتی فارموں سے تجارتی بنیادوں پر آمدن حاصل کرنے کی توقع رکھنا شاید مناسب نہیں ہو گا۔ ان فارمز کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان تجرباتی فارمز میں گزشتہ پانچ سال کے دوران کاشت کی گئی فصلوں کی تفصیل بمطابق ریکارڈ گرداوری محکمہ نہر ملحقہ نمبر 2 میں ملاحظہ ہو۔

(ج) زرعی یونیورسٹی کا ایک فارم واقع 221/ر۔ب پارس (PARAS) کے نام سے فصلات کی پیداوار کے لیےمخصوص ہے اگرچہ اس فارم کا نصف سے زیادہ حصہ زراعت کے مختلف شعبہ

جات کی زیر انتظام ہے۔ جسے وہ اپنے تعلیمی ڈھانچہ کے اندر رہ کر اس میں تحقیق اور تجربات کے لیے اراضی کے استعمال کے ذمہ دار ہیں۔ اراضی مذکورہ پر کاشت شدہ فصلات تعلیمی شعبہ جات ہی کاشت و برداشت کرتے ہیں۔ جن کی نوعیت خالصتاً تجرباتی ہے۔ لہذا اس کا پیداواری موازنہ کسی کمرشل فارم سے کرنا مناسب نہ ہو گا۔ دوسرا زرعی فارم چوکیرہ اور پروکا واقع چک نمبر 217/ر۔ب و 218/ر۔ب پرمشتمل ہے۔ جس کا انتظام و انصرام زرعی یونیورسٹی کے لینڈ یوٹیلائزیشن آفیسر کرتے ہیں۔ فارم ہذا کا کثیر رقبہ واقعہ چک ک نمبر 218 ر۔ب فلاحی (AGRONOMY) تجربات کے زیر استعمال ہے۔ جہاں فصلات پرمختلف نوعیت کے زرعی تجربات آب پاشی کے تجربات کھاد کے استعمال' امراض نباتات جڑی بوٹیوں اور حشرات الارض کو تلف کرنا اور کھاد کے مناسب اور متناسب استعمال پر تجربات کیے جاتے ہیں۔ زرعی اعتبار سے زمین چونکہ اوسط درجے سے بھی کم تر ہے اور کاشت کی نوعیت فقط تجرباتی ہے لہذا زرعی آمدنی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ فارم ہذا کے ایک حصہ میں صرف 177 ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ جس میں نہری پانی پہنچانے کے لیے زرعی یونیورسٹی نے کثیر سرمایہ خرچ کر کے بند باندھ کر پکا کھال تعمیر کیا ہے۔ باقی 161 ایکڑ رقبہ ناجائز قابضین کے زیر تصرف ہے اور زرعی یونیورسٹی محکمہ زراعت اس کو واگزار کرانے کے لیے صوبائی حکومت کی سطح پر کوشاں ہے۔ اسی طرح فارم ہذا کا رقبہ جو چک نمبر 218/ر۔ب میں واقع ہے۔ صرف تین سال پہلے زرعی یونیورسٹی کی تحویل میں دیا گیا تھا۔ اور اب تک اس کو سیراب کرنے کے لیے وہاں نہری پانی کا انتظام نہیں ہے۔ زرعی یونیورسٹی اپنے وسائل سے اس بنجر اراضی پر کثیر سرمایہ خرچ کر کے ایک اور اونچا پکا کھال تعمیر کر کے اراضی مذکورہ کو سیراب کرنے کے لیے کوشاں ہے اور یہ رقبہ بھی ترقیاتی مراحل میں ہے۔ نہری پانی ملنے پر مختلف تجربات کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ بدقسمتی سے اس فارم پر بھی تقریباً 180 ایکڑ رقبہ ناجائز قابضین کے تصرف میں ہے جس کو واگزار کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ نیز فارم کا انتظامی ڈھانچہ اور گوشوارہ آمدن و خرچ ملحقہ نمبر 3 میں درج ہے جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

کھاد کی قیمتوں میں فرق ختم کرنے کے لیے اقدامات

*1578۔جناب ممتاز علی چودھری، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) آیا یہ حقیقت ہے کہ کھاد پر حکومت کا مکمل کنٹرول ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو کسان یوریا۔ ببر شیر یوریا اور غیر ملکی یوریا کی قیمتوں میں فرق کی وجوہ کیا ہیں؛

(ب) آیا یوریا کھاد کی قیمتوں کے فرق کو دور کرنے میں حکومت کو کوئی نقصان ہوتا ہے اگر ہے تو اس کی وضاحت کی جائے۔ اور اگر نہیں تو آیا حکومت اس فرق کو دور کرنے کو تیار ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) یہ امر واقع ہے کہ یوریا کھاد کی قیمتوں پر مرکزی حکومت نے اوائل مئی 1986ء سے کنٹرول ختم کر دیا ہے۔ ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مرکزی حکومت غیر ملکی یوریا بھی بیرون ملک سے منگواتی ہے۔ لہذا ملکی و غیر ملکی یوریا بھی بیرون ملک سے منگواتی ہے۔ لہذا ملکی و غیر ملکی کھاد کی تقسیم کا کام مکمل طور پر نجی شعبہ میں ہے۔ اور وہی ان کی قیمتوں کا تعین کرتا ہے۔ کیونکہ نجی شعبہ میں یوریا کی پیداواری لاگت' بیرون ملک درآمد کیے گئے یوریا سے کم ہے۔ لہذا یوریا کھاد کی سپلائی اور قیمت میں مناسب توازن پیدا کرنے کے لیے نجی شعبہ نے weighted average کا فارمولا اپنا رکھا ہے اور اس طرح اس بات کی کوشش کی ہے کہ یوریا ملکی اور غیر ملکی کی قیمت فروخت فی بوری کو موزوں اور متوازن رکھا جائے۔ ببر شیر' سونا اور غیر ملکی یوریا کی قیمتوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ببر شیر یوریا اور سونا یوریا' غیرملکی یوریا کے مقابلے میں کسان زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی مانگ زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کی قیمت فروخت غیر ملکی یوریا کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

(ب) جیسا کہ جز (الف) کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ یوریا کھاد کی قیمت پر وفاقی حکومت نے اوائل مئی 1986ء سے کنٹرول ختم کر دیا ہے۔ اب نائیٹروجن والی کھادوں کی قیمت کے تعین کا معاملہ وفاقی حکومت کے پاس نہیں ہے۔ اور نہ وہ اس پر اپنے طور کوئی فیصلہ کرتی ہے لہذا نائیٹروجن والی کھادوں کی تقسیم کا مکمل انتظام نجی اداروں کے پاس ہے۔ جو کہ اپنے مقرر کردہ ڈیلروں کے ذریعے سے تقسیم کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ یوریا کھاد (ملکی و غیر ملکی) کی تقسیم کا کاروبار مکمل طور پر نجی شعبے میں ہے۔ اس لیے کسانوں کو خالص اور موزوں نرخوں پر یوریا کھاد مہیا کرنا بھی نجی شعبے کی ہی ذمہ داری ہے۔

جہاں تک یوریا ملکی و غیر ملکی قیمتوں کے فرق کو دور کرنے کا تعلق ہے تو موجودہ حکومتی پالیسی کے تحت اس معاملے کو نجی شعبے کی صوابدید اور مقامی مارکیٹ میں کھادوں کی قیمتوں میں رسد اور مانگ میں اتار چڑھاؤ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اب نائٹروجن کھادوں کی قیمتوں کا فیصلہ مرکزی حکومت کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ تاہم مرکزی حکومت قیمتوں کے رجحان پر نظر رکھتی ہے اور ہرممکن کوشش کرتی ہے کہ کسان کو' کھاد' نجی شعبہ کے مقرر کردہ نرخوں پر فراہم ہوتی رہے۔

زرعی سکیم کی بندش کی وجوہات

*1598۔ڈاکٹر سید وسیم اختر، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ وفاقی حکومت نے سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام کے تحت پنجاب میں زرعی ریسرچ کے لیے بھکر، چکوال اور چولستان (بہاولپور) کے لیے تین سکیموں کی منظوری دی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے بھکر اور چکوال کی سکیموں کو تو جاری رکھا لیکن جنوری 92-1991ء میں بہاولپور کی زرعی ریسرچ سکیم کے لیے بجٹ بند کر دیا جو کہ بہاولپور کے پسماندہ علاقے کے ساتھ ناانصافی ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت بہاولپور زرعی ریسرچ سکیم کو دوبارہ شروع کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام کے تحت پنجاب میں زرعی تحقیق کے لیے مندرجہ ذیل تین منصوبہ جات منظور فرمائے۔

1۔ سائل اینڈ واٹر کنزرویشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ چکوال۔

2۔ ایرڈ زون ریسرچ انسٹیٹیوٹ (تھل زون I) بھکر۔

3۔ ایرڈ زون ریسرچ اسٹیشن چولستان (تھل زون II) بہاولپور۔

(ب) مالی سال 92-1991ء میں جب وفاقی حکومت نے سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام کو بجٹ دینے سے انکار کر دیا تو حکومت پنجاب نے اپنے ترقیاتی وسائل میں سے بجٹ کو منہا کر کے دو

منصوبہ جات یعنی سائل اینڈ واٹر کنزرویشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، چکوال اور ایرڈ زون ریسرچ انسٹیٹیوٹ (تھل زون I) بھکر کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جبکہ تیسرے منصوبہ ایرڈ زون ریسرچ اسٹیشن چولستان (زون II) بہاولپور کو مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے بند کرنے کے احکامات جاری کیے۔

(ج) 1۔ پہلے ہی زرعی تحقیق پر بہاولپور میں ریجنل ریسرچ انسٹیٹیوٹ کام کر رہا ہے۔ جس کے تحت اس علاقے میں پیدا ہونے والی تمام فصلات پر تحقیق کا کام محنت و لگن کے ساتھ جاری ہے۔ یہ منصوبہ پہلے کیے جانے والے کام کی اضافی مدد کے لیے منظور کیا گیا تھا۔

2۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے اس سکیم کو دوبارہ جاری کرنا ممکن نہ ہے۔

مارکیٹ فیس میں خورد برد کی تحقیقات

*1661۔ملک محمد دین: کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ انجمن آڑھتیان سبزی منڈی فیصل آباد نے 1991ء تا 1992ء کے دوران مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد کی لاکھوں روپے سالانہ مارکیٹ فیس خورد برد کے سلسلے میں تحریری درخواستیں سیکرٹری محکمہ زراعت کو دی تھیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ انجمن آڑھتیان سبزی منڈی نے سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی بشیر احمد انسپکٹر غلام مصطفیٰ اور سب انسپکٹر محمد علی پر لاکھوں روپے خورد برد کرنے کے تحریری درخواستوں میں الزامات عائد کیے تھے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے مارکیٹ فیس کی لاکھوں روپے سالانہ خوردبرد اور ملازمین کے خلاف تحریری درخواستوں کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے ہیں۔ وضاحت فرمائیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) ہاں یہ اس حد تک درست ہے کہ انجمن آڑھتیان فروٹ و سبزی منڈی فیصل آباد کی طرف سے سال 92-1991ء کے دوران کچھ درخواستیں مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد میں مارکیٹ فیس کی مد میں مبینہ خورد برد کے بارے میں موصول ہوئیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ درخواست ہائے مذکورہ میں بابو نواب دین اینڈ کو اور محمد شریف محمد ارشد اینڈ برادر فروٹ اینڈ ویجیٹیبل کمشن ایجنٹس سبزی منڈی فیصل آباد کی جو کہ درخواستیں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو دی گئی تھیں بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں مسمی محمد جمیل سابقہ چیف انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد نے بھی اس مضمون کی ایک درخواست دی تھی۔ جس میں سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی، مسمی بشیر احمد، غلام مصطفیٰ انسپکٹر اور محمد علی سب انسپکٹر پر مبینہ خورد برد کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔

(ج) نظامت زراعت (معاشیات و تجارت) نے مذکورہ بالا درخواست ہائے موصول ہونے پر چودھری ظہور احمد ڈپٹی ڈائریکٹر ہیڈکوارٹر کو بابو نواب دین اینڈ کو اور محمد شریف محمد ارشد اینڈ برادر فروٹ اینڈ ویجیٹیبل کمیشن ایجنٹس سبزی منڈی فیصل آباد کی طرف سے دی جانے والی درخواستوں میں عائد کردہ الزامات کے لیے تحقیقاتی افسر مقرر کیا۔ جنہوں نے الزامات کو بے بنیاد قرار دے کر رپورٹ ہائے مذکورہ کو داخل دفتر کرنے کی سفارش کی ہے۔ جبکہ مسمی محمد جمیل سابقہ چیف انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد کی طرف سے دی جانے والی درخواست پر چودھری محمد حنیف ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت (توسیع) فیصل آباد کو تحقیقاتی افسر مقرر کیا گیا۔ مذکورہ تحقیقاتی افسر نے اپنی رپورٹ دفتر ہذا کو ارسال کر دی تھی۔ جس میں انہوں نے درخواست میں عائد کردہ الزامات کو غلط قرار دیا ہے۔ تاہم اس تحقیقاتی رپورٹ پر حتمی فیصلہ ہونا باقی ہے۔

بہتر کار کردگی کا اعزازیہ

*1662۔ **ملک محمد دین:** کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد کے ملازمین کو -/13000 روپے بہتر کارکردگی کا اعزازیہ دیا گیا۔ اگر ایسا ہے تو اعزازیہ حاصل کرنے والے ملازمین کے نام کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بہتر کار کردگی کا اعزازیہ حاصل کرنے والے ملازمین کے خلاف انجمن آڑھتیان فیصل آباد سبزی منڈی نے لاکھوں روپے مارکیٹ فیس خورد برد کرنے کے سلسلے میں درخواستیں دی تھیں۔

(ج) اگر ملازمین کے خلاف شکایات ہوں تو کیا انہیں بہتر کار کردگی کا اعزازیہ دیا جا سکتا ہے نیز

ملازمین کا عرصہ تعیناتی کتنا ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) ہاں! یہ درست ہے۔ اس ضمن میں گزارش ہے کہ مارکیٹ کمیٹی ہائے کو زیر دفعہ 16 بشمول 21(10) پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹ آرڈیننس 1978ء کے تحت مکمل اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اپنے سٹاف کی حوصلہ افزائی کے لیے اعزازیہ دیں۔ چنانچہ مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد نے بھی مذکورہ قواعد کے تحت اپنے سٹاف کی بہتر کارکردگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں اعزازیہ دیا جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے کہ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد غلام مصطفیٰ انسپکٹر اور رانا محمد علی سب انسپکٹر کے خلاف دو درخواستیں جو کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو دی گئیں تھیں۔ محکمہ زراعت حکومت پنجاب کو موصول ہوئیں۔ یہ درخواستیں بابو نواب دین اینڈ کو اور محمد شریف، محمد ارشد اینڈ برادر، فروٹ اینڈ ویجی ٹیبل کمشن ایجنٹ سبزی منڈی فیصل آباد نے دائر کیں تھیں۔ محکمہ زراعت حکومت پنجاب نے چودھری ظہور احمد ڈپٹی ڈائریکٹر آفس لاہور کو اس ضمن میں ضروری تحقیق و تفتیش سونپی۔ جن کی طرف سے تاحال کوئی رپورٹ موصول نہ ہوئی ہے۔ تحقیقاتی افسر کی رپورٹ موصول ہونے پر ہی درخواست میں درج شکایت جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ مسمی محمد جمیل سابقہ چیف انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد نے بھی اس مضمون کے مطابق سیکرٹری اور سٹاف مارکیٹ فیصل آباد کے خلاف درخواست گزاری تھی۔ جس پر جناب محمد حنیف ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت توسیع فیصل آباد کو برائے تحقیقات مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے اپنی رپورٹ میں مذکورہ ملازمین کو تمام الزامات سے بری قرار دیا۔ تاہم یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا ملازمین کے نام اس فہرست میں شامل تھے۔ جن کو مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد نے اعزازیہ دیا۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر کوئی ملازمین کے خلاف شکایات/الزامات ضروری تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائیں تو ایسے ملازمین کو اعزازیہ نہ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تاہم یہ مسئلہ قانون و قواعد کے مطابق مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد کی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی ملازم کی بہتر

کار کردگی کے مدنظر یہ فیصلہ کرے کہ وہ اعزازیہ کا حق دار ہے یا کہ نہیں۔ مارکیٹ کمیٹی فیصل آباد کے ملازمین کی فہرست معہ ان کے عہدہ جات و تاریخ تقرری وغیرہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

زرعی تحقیقاتی رابطہ بورڈ کی منتقلی

*1675۔جناب شاہد نذیر: کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب زرعی تحقیقاتی رابطہ بورڈ کا ہیڈ کوارٹر فیصل آباد سے لاہور منتقل کیا جا رہا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ بورڈ ایشیاء کی عظیم زرعی یونیورسٹی کے زیر سایہ کام کر رہا ہے اور بورڈ کا ہیڈ کوارٹر لاہور منتقل ہونے سے زرعی یونیورسٹی سے اس کا رابطہ کٹ جانے سے کام متاثر ہو گا۔ اور غریب ملازمین کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ فیصل آباد میں درجنوں زرعی تحقیقی ادارے کام کر رہے ہیں اور مذکورہ بالا بورڈ عرصہ چودہ سال سے ان زرعی تحقیقاتی اداروں میں مکمل رابطے کا کام کر رہا ہے۔ اور زرعی تحقیق میں پنجاب بھر کے تمام زرعی تحقیقاتی ادارے ریسرچ کے سلسلے میں اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس فیصلہ پر نظر ثانی کر کے بورڈ کا ہیڈکوارٹر فیصل آباد سے لاہور منتقل کرنے کا آرڈر منسوخ کر کے زرعی سائنس دانوں' بورڈ کے غریب ملازمین اور زرعی تحقیق پر کرم نوازی فرمانے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) یہ درست ہے پنجاب زرعی تحقیقاتی بورڈ کے اجلاس منعقدہ 31 مارچ 1992ء میں اتفاق رائے سے فیصلہ کیا گیا تھا کہ بورڈ کا ہیڈ کوارٹر فیصل آباد سے لاہور منتقل کیا جائے مگر مناسب دفتری و سکونتی رہائش نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک اس فیصلہ پر پیش رفت نہیں ہو سکی۔

(ب) حسب سابق نئے پنجاب زرعی تحقیقاتی بورڈ میں زرعی یونیورسٹی کو مناسب نمائندگی دی گئی ہے اور زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور ڈائرکٹر ریسرچ متذکرہ بورڈ کے ممبران ہیں علاوہ

ازیں بورڈ کا ایک ذیلی دفتر (Sub-office) فیصل آباد میں بھی قائم کیا جائے گا۔ اس لیے تحقیقی کام کے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہے۔

نوٹیفکیشن نمبری SO(RXE)-8(1)/78 مورخہ 11-3-92 کے مطابق پرانے بورڈ (پی اے آر سی بی) کو نئے بورڈ (پی اے آر بی) میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ اور لاہور میں ملازمین کے لیے رہائشی کالونی تعمیر کرنے کا پروگرام بھی ہے۔ اس لیے ملازمین کو کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا احتمال نہ ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ فیصل آباد میں کئی ایک تحقیقی ادارے کام کر رہے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ سابقہ زرعی تحقیقاتی رابطہ بورڈ ان اداروں میں رابطے کا کام کرتا تھا۔ اب یہی ذمہ داریاں نیا معرض وجود میں آنے والا بورڈ (پنجاب زرعی تحقیقاتی بورڈ) سر انجام دے گا۔ بلکہ اس کی کارکردگی سابقہ بورڈ سے بہتر متوقع ہے۔ کیونکہ اس میں غیر ملکی ماہرین اور اداروں کی خدمات حاصل رہیں گی۔ نیز حکومت کے دیگر محکمہ جات سے بھی رابطہ بہتر ہو جائے گا۔

(د) چونکہ زرعی تحقیق اور ملازمین کے حقوق کو کسی قسم کی گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے اس لیے اس فیصلہ کو منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہ ہے۔

نیز یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ نیا بورڈ عالمی بنک کی امداد' تعاون سے قائم کیا گیا ہے اور عالمی بینک کے ساتھ یہ طے ہوا تھا کہ بورڈ کا ہیڈ کوارٹر لاہور میں قائم کیا جائے تاکہ صوبے بھر کے تحقیقاتی اداروں سے بہتر طور پر رابطہ رکھا جا سکے۔

سنگھ پورہ منڈی کی اراضی پر ناجائز قبضہ

*1736۔جناب فرید احمد پراچہ، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ بادامی باغ لاہور میں واقع پاکستان کی سب سے بڑی سبزی و پھل منڈی میں دس ہزار ٹن سے زائد گندگی کے ڈھیر گزشتہ دس سالوں سے لگے ہوئے ہیں اور ان کو منتقل کرنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا اور یہ گندگی کے ڈھیر پھلوں اور سبزیوں کے ذریعے پورے شہر میں جراثیم پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ سنگھ پورہ لاہور میں نئی منڈی کی 45 کنال اراضی پر ناجائز قبضہ ہو چکا ہے اور وہاں ناجائز تجاوزات قائم ہیں۔

(ج) اگر جز (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو گندگی کی صفائی کا بندوبست کیوں نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں مجرمانہ غفلت کا ذمہ دار کون ہے اور ان کے خلاف کیا تادیبی کارروائی کی جا رہی ہے نیز ناجائز تجاوزات اور ناجائز قبضوں کے خاتمے کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت پنجاب اور ایشین بنک نے فروٹ مارکیٹ کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے پانچ کروڑ روپے مختص کیے ہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو منصوبہ کی تفصیل کیا ہے اور اسے کب شروع کر کے مکمل کیا جائے گا؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) یہ درست ہے کہ بادامی باغ لاہور میں واقع سبزی و میوہ و منڈی کا شمار پاکستان کی اہم بڑی منڈیوں میں ہوتا ہے یہ بھی درست ہے کہ منڈی مذکورہ کے باہر آج سے کچھ عرصہ قبل تک گزشتہ کئی سالوں سے گندگی کے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے لیکن اب وہ صورت حال کافی حد تک بہتر ہو چکی ہے کیونکہ چودھری ذوالفقار علی صاحب موجودہ ایڈمنسٹریٹر مارکیٹ کمیٹی لاہور نے اپنے عہدہ کا چارج سنبھالنے کے بعد اس طرف فوری اور خصوصی توجہ مرکوز کی جس کے لیے انہوں نے لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن کے حکام کی درخواست کی کہ وہ منڈیوں کے باہر گندگی کے ڈھیر فوری طور پر اٹھوائیں اور منڈیوں کی صفائی کی طرف خاص توجہ دیں اس سلسلہ میں انہوں نے متعلقہ ڈپٹی میئر اور میئر لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن سے متعدد بار ملاقاتیں کیں۔ جس کے نتیجے میں کارپوریشن نے گندگی کے ڈھیروں کو کافی حد تک موقع سے ہٹا دیا ہے اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ مارکیٹ کمیٹی نے اپنے ذرائع سے بھی گندگی کے ان ڈھیروں کو اٹھوایا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ سبزی و میوہ منڈی میں صفائی کی ذمہ داری بروئے فیصلہ میٹنگ منعقدہ مورخہ 5/7/87 لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن کی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مارکیٹ کمیٹی لاہور سنگھ پورہ میں نئی منڈی 44 کنال 2 مرلے اور 57 فٹ مربع اراضی پر بنانا چاہتی ہے جو محکمہ ریلوے سے 1980ء میں خرید کی گئی تھی اور یہ بھی درست ہے کہ تقریباً 14 کنال سے زائد اراضی پر ناجائز تجاوز کنندگان نے سال 1988ء سے

قبضہ کر رکھا ہے ان کو ہٹانے کے لیے مارکیٹ کمیٹی نے بار ہا کوشش کی ہے اور ان ناجائز تجاوز کنندگان کے خلاف تھانہ مغل پورہ میں پرچے درج کروائے ہیں جو کہ زیر سماعت ہیں اس کے علاوہ ان ناجائز تجاوز کنندگان نے اپیل کی صورت میں جناب ایڈیشنل سیشن جج لاہور سے سٹے (Stay) آرڈر حاصل کر رکھا ہے جس کی آئندہ پیشی 8/9/92 مقرر ہے۔ سٹے (Stay) آرڈر خارج ہونے پر ان ناجائز تجاوز کنندگان کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(ج) جزو الف میں منڈیوں کی صفائی کے بارے میں تفصیلی بیان دیا گیا ہے اور جزو ب میں سنگھ پورہ منڈی سے ناجائز تجاوزات وغیرہ کے بارے میں بھی مفصل بیان کیا گیا ہے۔

(د) یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب محکمہ زراعت ایشیائی ترقیاتی بنک کی امداد سے سبزی و میوہ منڈی میں تین کروڑ روپے کی لاگت سے covered پلیٹ فارم، سڑکات پارکنگ پیلس اور تنصیب کنڈا جات وغیرہ کی تعمیر کروانا چاہتی ہے۔ یہ کام مورخہ 28 مارچ 1992ء سے شروع ہیں اور امید ہے کہ 30 جون 1993ء تک مکمل ہو جائیں گے۔

محکمہ زراعت کمالیہ میں ملازمین کی بھرتی

*1855۔ جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ای اے ڈی اے کمالیہ کچھ عرصہ قبل دوران پابندی نے کچھ افراد کو ملازم رکھا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کے واضع احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب افسر کے خلاف محکمے نے اب تک کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال):

(الف) اس ضمن میں تحریر ہے کہ ای اے ڈی اے، توسیع، کمالیہ نے 31 جنوری 1991ء کو ایک فیلڈ اسسٹنٹ مسٹر شوکت علی ولد محمد علی اور ایک بیلدار مسٹر احمد علی ولد محمد علی کو عارضی طور پر بھرتی کیا تھا۔ چونکہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران کی گئی تھیں۔ اس لیے بھرتی کے احکامات مورخہ 9 فروری 1991ء کو منسوخ کر دیے گئے۔ اس طرح مذکورہ افراد کو کوئی تنخواہ وغیرہ ادا نہ کی گئی اور نہ ہی سرکاری خزانہ پر کوئی بوجھ پڑا۔

(ب) چونکہ تقرریاں بھرتی پر پابندی کے دوران عمل میں آئیں۔ اس لیے انہیں منسوخ کر دیا گیا۔ نیز حکومت کو کوئی مالی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ ای اے ڈی اے مذکورہ کو نہ صرف تبدیل کر دیا گیا۔ بلکہ سخت الفاظ میں تنبیہہ (وارننگ) بھی کی گئی۔

دفتر کے لیے زمین کی خریداری

*3087۔میاں محمود الرشید، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ زراعت توسیع کمالیہ (ای اے ڈی اے) نے اپنے دفتر کی عمارت کے لیے زمین رقبہ ایک ایکڑ خرید کیا اور محکمہ نے زمین کی خرید پر چودہ لاکھ روپے صرف کیے جبکہ اس وقت اس جگہ ایک ایکڑ کی قیمت دو یا اڑھائی لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ دفتر ایکسٹرا ڈائرکٹر زراعت کمالیہ کے لیے رقبہ 8 کنال 2 مرلہ ضابطے کی تمام کارروائیاں پوری کرنے کے بعد مطابق ٹینڈر نوٹس روزنامہ "جنگ" مورخہ 8 جون 1991ء جو کہ ٹینڈر دہندگان کی موجودگی میں روبرو پرچیز کمیٹی (ای اے ڈی اے) کمالیہ، زراعت آفیسر کمالیہ اور زراعت آفیسر پیرمحل) کھولے گئے۔ تمام ٹینڈرز کی موزونیت دیکھتے ہوئے کمیٹی نے متذکرہ رقبہ کا کیس مجاز اتھارٹی کو برائے منظوری ارسال کر دیا۔ بعد میں ناظم زراعت (توسیع) لاہور کی تشکیل کردہ کمیٹی (نائب ناظم زراعت فیصل آباد، نائب ناظم زراعت جھنگ اور نائب ناظم زراعت ٹوبہ ٹیک سنگھ) نے اس رقبہ کے خریدنے کی سفارش کی۔ اس کے بعد پھر ناظم اعلیٰ زراعت (توسیع) پنجاب کی تشکیل کردہ کمیٹی (ناظم زراعت ہیڈ کوارٹر لاہور، ناظم زراعت (توسیع) لاہور اور ناظم زراعت گل بانی و چمن آرائی لاہور) کی تصدیق پر مبلغ -/13,60,800 روپے بشرح -/8400 روپے فی مرلہ زمین خرید کی۔ جبکہ یہ نرخ متذکرہ جگہ کے آس پاس موجود آبادی مثلاً محمد حسین شاہ کی اوسط قیمت فی مرلہ تصدیق شدہ ازاں سب رجسٹرار (مال) تحصیل کمالیہ مبلغ -/9200 روپے سے کم ہے۔ لہذا یہ درست نہ ہے کہ اس آبادی میں فی ایکڑ قیمت دو تا اڑھائی لاکھ روپے ہے۔

(ب) جزو الف کا جواب اثبات میں نہ ہے۔ لہذا حکومت کو اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں۔

کھاد و بیج کی فراہمی کے لیے اقدامات

*2117۔ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔ کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی یقین دہانیوں کے باوجود سرکاری ڈپوؤں پر کھاد نہیں مل رہی اگر بعض خصوصی ذرائع استعمال کرنے کے بعد ملتی بھی ہے تو وہ ناقص ہوتی ہے اور مقررہ ریٹ سے کہیں زیادہ دام وصول کیے جاتے ہیں۔

(ب) حکومت نے سرکاری کھاد، بیج کے ڈپوؤں اور دیگر پرائیویٹ ایجنسیوں پر معیاری کھاد و بیج کی فراہمی کو کنٹرول ریٹ پر یقینی بنانے کے لیے کیا عملی اقدامات کیے ہیں۔

(ج) کیا ناقص وغیر معیاری اور مہنگی کھاد اور بیج فروخت کرنے والے افراد کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)۔

(الف) سوال مذکورہ کے جز (الف) کے جواب میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ نائٹروجن کھاد De-Regulated Item ہے۔ اور یہ صرف پرائیویٹ سیکٹر اور ان کے مقررکردہ ڈیلروں کے ذریعے فراہم کی جاتی ہے۔ جبکہ غیر ملکی درآمد شدہ فاسفورس کھاد DAP کا 73 فی صد پنجاب کا حصہ بھی پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے تقسیم کیا جاتا ہے اور صرف 27 فی صد پنجاب کے حصہ کی تقسیم و ترسیل حکومت پنجاب کے ذیلی ادارہ پنجاب زرعی ترقیاتی و سپلائز کارپوریشن کے ڈپوؤں کے ذریعے ہوتی ہے۔ کھاد کی فراہمی تسلسل سے جاری ہے اور موجودہ ربیع کی فصل کے دوران کارپوریشن کے 231 سیل ڈپوؤں کے ذریعے اب تک 20 لاکھ بوری۔ڈی۔اے۔پی کھاد فراہم کی جاچکی ہے۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

یہ درست نہ ہے کہ سرکاری ڈپوؤں سے فراہم شدہ کھاد ناقص ہوتی ہے اور یہ کہ مقررہ ریٹ سے زیادہ دام وصول کیے جاتے ہیں۔ بلکہ صحیح کھاد کی فراہمی اور مقررہ ریٹ پر ترسیل کو یقینی بنانے کے لیے مختلف اقدام کیے گئے ہیں۔ ہر فروخت شدہ کھاد کی بوری کی باقاعدہ رسید جاری کی جاتی ہے جس پر کھاد کی بوریوں کی تعداد، قیمت اور خرید کنندہ کے نام و پتہ

کا اندراج کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ضلعی انتظامیہ اور کارپوریشن کے افسران کی طرف سے سٹاک اور ریکارڈ کی باقاعدہ پڑتال کی جاتی ہے۔ یہ اقدام کھاد کی مقررہ ریٹ پر فراہمی بنانے کے لیے کیے جاتے ہیں۔

(ب) حکومت نے فرٹیلائزر کنٹرول آرڈیننس 1973ء کے ذریعے تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان اور اسسٹنٹ کمشنر صاحبان کو بالترتیب ڈپٹی کنٹرولر فرٹیلائزر' اور اسسٹنٹ کنٹرولر فرٹیلائزر کے اختیارات تفویض کیے ہوئے ہیں۔ جن کو بروئے کار لاتے ہوئے سول انتظامیہ اپنے طور پر یا کسی عوامی شکایت کی صورت میں پرائس کنٹرول کو یقینی بنانے کے لیے گاہے بگاہے پرائیویٹ سیکٹر اور سرکاری ادارہ کے ڈپوؤں کو چیک کر سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ضلعی مشاورتی کونسل کی ماہانہ میٹنگ میں اس سے متعلق تمام مسائل زیر غور آتے ہیں۔ اور بمطابق رائج الوقت قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

جہاں تک بیج کا تعلق ہے۔ گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق پنجاب سیڈ کارپوریشن نے تصدیق شدہ اور معیاری بیج کی قیمت مبلغ -/510 روپے 100 کلو گرام فی بوری سے کم کر کے -/383 روپے فی بوری مقرر کر دی۔ اس سلسلہ میں پنجاب سیڈ کارپوریشن نے زمین داروں کی اطلاع کے لیے ویژن' ریڈیو اور اخبارات میں متعدد بار اشتہارات دیے تاکہ کوئی ڈیلر بیج کے رعایتی نرخ سے زیادہ قیمت وصول نہ کرنے پائے۔ اس کو مزید تقویت دینے کے لیے پنجاب سیڈ کارپوریشن نے متعلقہ ضلعی انتظامیہ سے بھی درخواست کی کہ وہ اپنے سرکاری با اختیار ذرائع سے بیج کی فروخت کو حکومت کی جانب سے مقرر کردہ نرخ پر یقینی بنائیں۔ اس کے علاوہ پنجاب سیڈ کارپوریشن کے افسران بھی بلیک مارکیٹنگ پر قابو پانے کے لیے ہمہ تن مصروف رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلیک مارکیٹنگ کے سلسلے میں پنجاب سیڈ کارپوریشن کو کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

(ج) ناقص غیر معیاری اور مہنگی کھاد و بیج فروخت کرنے کے بارے میں کسی بھی ذرائع سے جب بھی کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو سول انتظامیہ فوری طور پر اس ضمن میں قانونی کارروائی عمل میں لاتی ہے۔ بلکہ ملزمان کے خلاف مقدمات درج کر کے انہیں قانون کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح یکم جنوری 1990ء سے نومبر 1992ء تک مختلف اضلاع

میں 103 مقدمات درج ہوئے جن میں سے 36 کا فیصلہ ہوا۔ ان 36 مقدمات میں 4 ملزمان کو بری کر دیا گیا۔ جبکہ 34 ملزمان کو 150 روپے تا 1000 روپے فی مقدمہ جرمانہ کیا گیا۔ 67 مقدمات ابھی تک زیر سماعت ہیں۔ تاہم پنجاب سیڈ کارپوریشن کو گندم کے بیج کی مقررہ بھاؤ سے زیادہ قیمت پر فروخت کے سلسلہ میں قطعاً کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے چنانچہ کسی شخص کے خلاف مقدمہ درج نہ کرایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی خان صاحب!

جناب غلام سرور خان، میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ میرا کوئی ضمنی سوال نہیں ہے لیکن زراعت سے متعلقہ سوال ہے کہ زرعی پالیسی کے بارے میں ایوان زراعت کی سفارشات جو کہ وفاقی حکومت کو بھیجی گئی ہیں۔ کیا اس ہاؤس کو وہ تفصیلات مہیا کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں؟

وزیر زراعت، جناب والا! اگر یہ کسی قواعد و ضوابط کے تحت کوئی انفرمیشن پوچھیں گے تو میری کیا مجال ہے کہ میں یہ آپ کو پیش نہ کروں۔ میں بڑے ادب کے ساتھ پیش کروں گا۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! یہ ایوان اس بات کا حق رکھتا ہے کہ ایوان کی زراعت کی جو بھی سفارشات وفاقی حکومت کو بھیجی گئی ہیں۔ وفاقی حکومت کو بھیجنے سے پہلے وہ اس ایوان میں پیش کی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے آپ کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ اگر آپ ایوان میں پوچھنا چاہیں تو آپ باضابطہ طریقے سے movement کریں تو وہ جواب دینے کو تیار ہیں۔ اگر آپ ذاتی طور پر پوچھنا چاہیں تو بھی وہ آپ کو جواب دینے کو تیار ہیں۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق جناب محمد حنیف چودھری کی طرف سے ہے۔ چودھری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ اس کا جواب جناب وزیر مال کو دینا تھا۔ وہ تشریف نہیں لائے۔ سردار صاحب! آپ کچھ ارشاد فرمائیں گے؟ جناب محمد حنیف چودھری صاحب کی تحریک استحقاق ایک عرصے سے پینڈنگ چلی آ رہی ہے۔

وزیر قانون، یہ مسئلہ کافی عرصے سے لودھی صاحب اور چودھری صاحب کے درمیان چل رہا ہے۔ بہتر ہو

گا کہ اس کا جواب لودھی صاحب ہی دیں۔ لہذا اس کو پینڈنگ رکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر. ٹھیک ہے۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 4 ہے۔

سرکاری اراضی کو خورد برد کرنے والے افراد کے خلاف کارروائی

چودھری اصغر علی گجر، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ موضع سرا تھل چنڈی چک منڈی ٹاؤن نزد پراچہ پٹرول پمپ لیہ سے ملحقہ رقبہ 5 کنال 10 مرلہ جسے دھوکہ دہی سے کچی آبادی محلہ منظور آباد لیہ میں افسران کی ملی بھگت سے جعلی طور پر شامل کر کے مسمیان سردار خان ولد بہادر خان قوم نیازی پٹھان' نصیر احمد ولد رشید احمد قوم قریشی اور کریم بخش ولد محمد یار قوم جنجوعہ وغیرہ کو ناجائز طور پر دیا گیا۔ جبکہ یہ رقبہ کچی آبادی کے سروے میں بالکل شامل نہ ہے کچی آبادی محلہ منظور آباد لیہ کے کل یونٹ 139 ہیں۔ جس کی تصدیق ڈائرکٹر جنرل کچی آبادی لوکل گورنمنٹ اینڈ رورل ڈویلپمنٹ لاہور نے اپنے مراسلہ میں کی ہے۔ لیکن اے ڈی ایل جی لیہ کی جانب سے ایک جعلی سٹیٹمنٹ جس میں محلہ منظور آباد کی کچی آبادی 139 یونٹ کی بجائے 142 یونٹ دکھائی گئی ہے اور اس سٹیٹمنٹ پر تصدیق کسی ذمہ دار آفیسر کی نہ ہے۔ جس کی روشنی میں رقبہ ہتھایا گیا ہے۔ ضلعی دفتر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل لیہ نے مندرجہ بالا افراد کی رپورٹ اسسٹنٹ کمشنر لیہ کو فرمائی لیکن ڈپٹی ڈائرکٹر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ ڈی جی خان نے زبانی حکم فرمایا کہ رپورٹ کی کاپی ان متعلقہ افراد کو تقسیم نہ کی جائے' ڈپٹی ڈائرکٹر کے زبانی حکم کی کاپی اس وقت دفتر ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ لیہ میں موجود ہے چونکہ ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب اس معاملہ میں ذاتی دلچسپی رکھتے تھے۔ لہذا اس وقت کے ڈپٹی کمشنر و دیگر افسران اور ڈپٹی ڈائرکٹر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ ڈی جی خان جنہوں نے انتہائی ظالمانہ اور بے دردی کے ساتھ سرکاری اراضی ہتھیائی گئی' کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں آج تک نہ لائی گئی ہے۔ لہذا اس لیے آج تک منہ بولتے اور کارروائی میں موجود فراڈ کی تحقیقات نہ ہو سکی۔ لہذا اس فراڈ سے میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری تحریک منظور فرما کر استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائی جائے۔

جناب والا! یہ اراضی ہاؤسنگ کا رقبہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے محکمہ ہاؤسنگ سے اجازت اور این او سی لیے بغیر وہاں کی ٹاؤن کمیٹی کے سپرد یہ اراضی کر دی۔ ٹاؤن کمیٹی کے اس وقت کے چیئرمین اور

اس وقت کے ڈپٹی کمشنر اور ڈائرکٹر ہاؤسنگ ڈی جی خان نے ملی بھگت سے فراڈ کیا اور تین آدمیوں کے نام ٹرانسفر کر دیا' جب کہ ریکارڈ میں یہ ہاؤسنگ کی ملکیت ہے' ہاؤسنگ کے پاس یہ رہنی چاہیے تھی اور ہاؤسنگ نے یہ حاصل کرنی چاہیے تھی۔ لیکن یہ حاصل نہ کی گئی اور اوپر ہی اوپر یہ سارا کام کر کے ناجائز اور جعلی طور پر انہیں شہر کے وسط میں سڑک کے عین اوپر یہ زمین الاٹ کر دی گئی ہے جو قطعی فراڈ ہے۔ اور حکومت بھی اس کو جانتی ہے کہ یہ فراڈ ہے اور میری اس تحریک کے بعد انہوں نے تحقیقات بھی کی ہے۔ ریکارڈ بھی جمع کیا اور انہوں نے اس کا نوٹس بھی لیا ہے کہ یہ سب کچھ فراڈ ہے اور ریکارڈ میں یہ چیز موجود نہیں ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس فراڈ کے ازالے کے لیے بہتر ہے کہ ہم اس تحریک کو منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ اس سے عوام کو بھی فائدہ ہو گا اور حکومت کو بھی جب حکومت یہ کام کرے گی تو انشاء اللہ اس سے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ (جناب ایم لطیف مغل)، جناب سپیکر! میرے دوست نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے' یہاں تک واقعی یہ حقیقت ہے کہ ڈپٹی کمشنر یہ نے 2-7-1986 کے مطابق کچی آبادی منظور احمد کے گھرانوں کی تعداد 139 تھی۔ جب یہ فہرست منظوری کے لیے گئی تو اس وقت کے چیئرمین بلدیہ نے تحریر کیا کہ اس میں تین نام شامل کر لیے جائیں۔ اس پر محکمہ ہاؤسنگ اینڈ پلاننگ ڈویلپمنٹ نے این او سی دے دیا کہ ان تین ناموں کو شامل کر لیا جائے۔ تو میونسپل کمیٹی یہ نے 3-5-1988 کو یہ تین نام شامل کر لیے۔ اس طرح یہ 139 گھرانوں کی فہرست 142 گھرانوں کی بن گئی۔ تو چیئرمین بلدیہ نے صرف درخواست کی تھی اور محکمہ ہاؤسنگ نے این اوسی جاری کیا تھا۔ لیکن یہ زمین محکمہ کچی آبادی کو ٹرانسفر نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک شکایت آئی جس پر کارروائی کی گئی۔ ڈائرکٹر کچی آبادی پنجاب نے چیئرمین بلدیہ کو لکھا کہ بعد کے تین ناموں کو خارج سمجھا جائے اور 1986ء کی 139 گھرانوں کی فہرست ہی کو منظور کیا جائے۔ اس طرح وہ تین نام خارج کر دیے گئے۔ اس وقت 139 گھرانوں کی فہرست کی منظوری ہوئی ہے۔ اصغر صاحب کا یہ موقف درست ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے اس وقت یہ تین نام شامل کیے۔ وہ چیئرمین بلدیہ کی درخواست پر شامل کیے گئے۔ لیکن یہ منظوری اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک یہ رقبہ کچی آبادی کو منتقل نہ کیا جائے۔ لیکن صرف این او سی دیا گیا تھا' منتقل نہیں کیا گیا تھا۔ ان تینوں سے پیسے جمع کروا لیے گئے۔ جب درخواست آئی تو انہیں نوٹس جاری کر دیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے ایک انکوائری کی اور اب وہ فائل درستی

ے لیے کمشنر صاحب ڈیرہ غازی خان کے پاس گئی ہوئی ہے کہ وہ نام خارج کر دیے گئے ہیں۔ وں نے تحریک استحقاق جس رقبے کی پیش کی ہے' اگر فاضل دوست میرے پاس بیٹھ کر یہ نقشہ یکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے تحریک استحقاق پانچ کنال دس مرلے کی پیش کی ہے یہ وہ قبہ نہیں ہے۔ اس سے بلدیات یا کچی آبادی کا کوئی تعلق نہیں۔ رقبہ منتقل ضرور ہوا ہے لیکن وہ ملحقہ ہ ہے۔ وہ دوسرا رقبہ ہے۔ خسرہ نمبر 137 منتقل ہوا ہے۔ خسرہ نمبر 378 جو ہے' وہ 5 کنال 10 مرلے منتقل نہیں ہوا جو انہوں نے مطالبہ کیا ہے۔ بلکہ چھ کنال کے رقبے کا انتقال ہوا ہے۔ ڈپٹی کمشنر احب نے جو غلط فیصلہ ہوا ہے اس کی revision کے لیے کمشنر کو لکھا ہے۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں ہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ البتہ ان کی یہ بات درست ہے کہ وہ انتقال غلط طور پر ہوا تھا۔ لیکن نتقال اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کچی آبادی یا بلدیات کو زمین بھی منتقل نہ کی گئی ہو۔ تو بھی تک زمین کا انتقال نہیں ہوا۔ لیکن بلدیہ کے ملازمین نے اپنے طور پر انہیں رجسٹریاں کر دیں۔ تو س کے لیے ہم نے کمشنر کو لکھا ہے۔ کمشنر کے فیصلے کے بعد وہ چیز ختم ہو جائے گی۔ جہاں تک ان ی تحریک استحقاق پانچ کنال دس مرلے کی ہے تو وہ رقبہ اسی طرح بدستور محکمہ ہاؤسنگ کے پاس ہے۔ س کا اس رقبے سے کوئی تعلق نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! میرے ساتھی جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کا جواب دیا ہے۔ اور اس میں اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ یہ وقوعہ وہاں پر ہوا ہے۔ میرا بھی اس میں کوئی یہ مقصد نہیں ہے اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس معاملے کا کسی نہ کسی طریقے سے حل نکل آئے۔ اسمبلی میں جو بات آتی ہے اور آنے کے بعد اگر اس کا کوئی حل نکل آئے تو یہ ہماری بھی بہتری ہے' کارکردگی ہے عوام کی بھی بہتری ہے اور محکمے کی بھی بہتری ہے۔ تو میں نے یہ تحریک پیش کی ہے اور حقائق کو محکمے نے تسلیم بھی کیا ہے۔ اس سے پہلے وزیر موصوف بھی مجھے فرما کر گئے ہیں کہ اس پر میں کل ڈسکس کروں گا۔ یہ معاملہ درست ہے۔ ہمارے محکمے کے کچھ اہل کاران اور اس وقت کے ڈپٹی کمشنر نے ملی بھگت سے یہ سارا کام کیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کو درست کرائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یا اسے منظور فرما لیا جائے یا اسے pending رکھ لیا جائے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ کام درست ہو جائے۔ معاملہ درست ہو جائے۔ جیسے محکمہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ درست ہونا چاہیے اور یہ فراڈ تھا۔ آپ جو مناسب سمجھتے ہیں۔ اس معاملے کی بہتری کے لیے فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ آپ نے جو اپنی تحریک استحقاق میں نشان دہی فرمائی ہے اور جس زمین کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے اس کے متعلق پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ ابھی وہ زمین اپنی جگہ موجود ہے۔ محکمہ ہاؤسنگ کے پاس اس کے قبضہ کے بارے میں کوئی dispute نہیں ہے۔ وہ اور زمین ہے جس کے بارے میں یہ معاملہ چل رہا ہے۔ تو آپ ان سے مل لیں۔ بیٹھ لیں پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس سلسلے میں آپ کو پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اس سلسلے میں movement کی ہوئی ہے۔ اورکمشنر ڈیرہ غازی خان اس سلسلے میں انکوائری کر رہے ہیں یا فائل ان کے پاس گئی ہوئی ہے۔ جو بھی مسئلہ ہے آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں۔ تو جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے تو چودھری صاحب آپ ہی---

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ڈر لگنا شروع ہوتا ہے جب آپ آگے بڑھنے کو ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! یہ جو ابھی اس کا تحرک شروع ہوا ہے یہ بھی اس تحریک کے بعد شروع ہوا ہے۔ اور یہ بہتر بات ہے کہ چلو اس تحریک کے بعد ہی کام شروع ہوا۔ میں کم از کم یہ کہتا ہوں کہ وزیر موصوف بھی یہ فرما کر گئے ہیں اس وقت تک کم از کم اسے pending کر لیا جائے۔ یہ معاملہ چل رہا ہے۔ میں ان کے ساتھ بات بھی کر لیتا ہوں۔ ممکن ہے ان کو انفرمیشن غلط ملی ہو۔ وہاں کافی ساری دکانیں بن چکی ہیں۔ ایک دفعہ دکانیں گورنمنٹ نے بلڈوز کی ہیں۔ گرائی ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ یہ کام شروع ہوا ہے اور دوبارہ تعمیر ہوگئی ہیں۔ مجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر آپ اسے مسترد کر دیں گے تو یہ زمین مجھے نہیں ملنی۔ اگر منظور کر لیں گے تو بھی مجھے نہیں ملنی۔ بات یہ ہے کہ اس سے گورنمنٹ کا خود اپنا معاملہ درست ہو جائے گا۔ جس وقت تک اسے pending رکھیں گے وہ لوگ اس معاملے کو سلجھانے میں کوشاں رہیں گے۔ جب آپ اسے مسترد کر دیں گے تو یقیناً اس سے معاملہ درست نہیں ہوگا۔ بس اتنی بات ہے۔ آپ جو بہتر سمجھتے ہیں کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری گزارش یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ تحریک استحقاق کے لیے ایک ضابطہ اور قانون موجود ہے۔ اور آپ کی جو تحریک استحقاق ہے اس کے متعلق آپ بھی جانتے ہیں آپ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں کہ یہ اس ضابطہ کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔ اور جہاں تک اس مسئلے کی اہمیت کا

تعلق ہے آپ نے ایک فراڈ کی' ایک عین کی نشان دہی فرمائی ہے۔ تو متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ میں ذاتی طور پر اس مسئلے کو take up کروں گا۔ اور جو بھی اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے ہو سکا میں کروں گا۔ اب میرے خیال میں اس سلسلے میں مزید بات نہیں ہونی چاہیے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف ابھی اٹھ کر گئے ہیں کیونکہ ان کی کوئی مصروفیت تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں کل اس پر بات کروں گا۔ ان کا جواب لینے کے بعد میرے خیال میں بہتر ہو گا جو بھی آپ فیصلہ کریں گے۔ اس میں ذرا ایک ذمہ داری آ جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب ان کی طرف سے ہی جواب دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں ان کی بات کو اہمیت دینی چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل): جناب والا! معزز رکن' وزیر ہاؤسنگ چودھری نذیر صاحب کی بات کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اپنے دوست کے لیے یہ عرض کر دوں کہ میرے پاس محکمے کے دو جواب ہیں۔ پہلے جواب کے متعلق میں نے بذات خود سمجھا کہ انہوں نے کلیتاً جواب غلط دیا تھا اور میں نے اس تسلیم نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کم از کم ہاؤس میں حقیقت بتائیں۔ میں نے جو جواب دیا ہے اس کے متعلق میں نے باقاعدہ نقشے اور تمام ثبوت کے مطابق دو دن میٹنگ کی ہے۔ انہوں نے جس رقبے کے بارے میں تحریک استحقاق دی ہے۔ اس کا اس کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ لیکن واقعی چھ کنال رقبہ منتقل ہوا ہے۔ اس کے لیے ہم نے کمشنر صاحب کو لکھ دیا ہے۔ ڈی سی صاحب نے آرڈر withdraw کر لیا ہے۔ جس آدمی نے منتقل کیا تھا اس کے خلاف کارروائی ہو رہی تھی اور اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ لیکن جو رقبہ ابھی تک کچی آبادی کو منتقل ہی نہیں ہوا تو اسے کسی وقت بھی withdraw کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہم withdraw کر رہے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوئی تو پھر بھی کسی وقت یہ تحریک اور مجھ سے بات کر لیں۔ محکمے سے بات کر لیں۔ یہ آپ تسلی رکھیں کہ یہ تمام کارروائی ہو رہی ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ یہ زمین ہاؤسنگ والوں کی ہے۔ ہاؤسنگ کے وزیر کے پاس بھی اس کا جواب موجود ہے۔ زمین ان کی ہتھیائی گئی ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ کل ایوان میں آئیں گے۔ وہ ابھی بیٹھے تھے وہ چلے گئے کیونکہ ان کی کوئی مصروفیت تھی۔ اس کا جواب ان کے پاس ہے۔ ان کے جواب سے کم از کم ایک ریکارڈ کی بات اسمبلی میں آ جائے گی۔ آپ

اس کو pending کرلیں۔ اس کے بعد جو بھی آپ فیصلہ فرما دیں بہتر ہوگا۔ صرف ان کے جواب تک موخر فرما دیں کیونکہ یہ ان کی زمین ہے۔ یہ ان سے متعلقہ بات ہے۔ یہ technicalities میں جانے بغیر ہیں اس کو کوئی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہتا۔ کیونکہ دریشک صاحب اب کھڑے ہوگئے ہیں اور اب یہ ضرور کوئی قانون کی بات کریں گے۔ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے جب یہ قانون کی بات کرتے ہیں کہ شاید یہ کافی جانتے ہیں۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ technicalities میں جانے بغیر اور اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے آپ وزیر ہاؤسنگ سے اس کا جواب ضرور لے لیں۔ پھر جو بھی بات کریں گے وہ ریکارڈ میں آجائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی' لاء منسٹر صاحب! فرمائیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! آپ بالکل بجا طور پر فرما رہے تھے کہ اس ہاؤس کو ہم نے رولز اور پروسیجر کے مطابق چلانا ہے۔ میں صرف آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں اور میں اس کیس کے merits or demerites میں نہیں جانا چاہتا۔ یہ معاملہ کسی لحاظ سے بھی استحقاق کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہ بات جو انہوں نے فرمائی ہے اگر اسے سو فی صد صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی اس سے ان کے استحقاق مجروح ہونے کا پہلو قطعاً نہیں نکلتا۔ تو ہم نے اس ہاؤس کو رولز اور پروسیجر کے مطابق چلانا ہے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ حکومت نے اس کا پہلے ہی نوٹس لے لیا ہے۔ یعنی ایک چیز جو کہ استحقاق نہیں بنتی اس کے باوجود بھی اس اسمبلی کے احترام میں اور معزز رکن کے احترام میں حکومت already cognizant ہے۔ یہ اگر بن بھی سکتی تھی تو تحریک التوائے کار بھی بڑی مشکل سے بنتی تھی۔ اور اس کو تحریک استحقاق میں لا کر پھر اسے اس طریقے سے insist کرنے سے اچھا نہیں لگتا۔ اس ہاؤس کا ایک طریقہ کار ہے۔ اور جن دوسرے معزز اراکین کی genuine تحاریک استحقاق آئی ہوئی ہیں ان کے ساتھ بھی یہ نا انصافی ہوتی ہے۔ تو اس کو آپ رول آؤٹ فرمائیں۔ اس گورنمنٹ نے نوٹس لیا ہوا ہے اور اس پر قانون کے تقاضے پورے کرنے کے مطابق جو جائز کارروائی ہوگی وہ حکومت ضرور کرے گی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں نے یہی گزارش چودھری صاحب سے کی ہے کہ تحریک استحقاق کے لیے قانون اور ضابطہ موجود ہے۔ تو میں معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں مزید انکوائری کر کے دیکھ بھال کر کے معزز ممبر کو اعتماد میں

ے کر ان کی تسلی کرائیں کہ یہ معاملہ غیر قانونی ہے اور غبن کا مسئلہ ہے یا اس قسم کا کوئی سلسلے ہے تو اس سلسلے میں جو الاٹمنٹ ہوئی ہے اسے آپ کینسل کروائیں۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! آپ کا فیصلہ خوشی سے سن لوں گا۔ پریس کرنے کے سلسلے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ فراڈ کا معاملہ ہے۔ میں اس میں شامل نہیں ہونا چاہتا۔ دریشک صاحب تو شامل ہو سکتے ہیں میں تو نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہم نے تو یہاں قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر، ٹھیک ہے۔ بہرحال روایات ایسی ہیں کہ ایسے معاملات کو بہتری کے لیے نپٹایا جاتا ہے۔ قانون اچھائی کے لیے بنا ہے۔ بہتری کے لیے بنا ہے۔ خیر کے لیے بنا ہے۔ اگر اس میں بہتری کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے تو آپ کو اور آپ کے وزیر قانون کو' پارلیمانی سیکرٹری کو اور وزراء کو تعاون کرنا چاہیے۔ اگر آپ بہتر نہیں سمجھتے تو بہرحال آپ مجاز ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی مزید تسلی کے لیے وزیر ہاؤسنگ جو اب موجود نہیں ہیں ان کے یہاں پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں تو میں ان سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ بھی اس سلسلے میں انکوائری کر کے ایک یا دو روز کے اندر جتنی بھی ممکن ہو سکے رپورٹ ہاؤس میں پہنچائیں اور متعلقہ ممبر کو بھی اس سلسلے میں اعتماد میں لے لیں۔

چودھری اصغر علی گجر، بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! آپ کی یہ تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے تو اس کو rule out کرتے ہیں۔ اگلی تحریک نمبر 10 فرید پراچہ صاحب کی ہے۔جناب فرید پراچہ صاحب!

میاں محمود الرشید، جناب والا! وہ ایک ضروری کام کی غرض سے اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں لہذا اسے کل لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کی طرف سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں لہذا اسے pending رکھتے ہیں۔ کل آ جائیں گے؟

میاں محمود الرشید، جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ یہ نمبر 16 چودھری ممتاز علی صاحب کی طرف سے ہے۔ آپ کے پاس اس کی کاپی ہے؟

چودھری ممتاز علی، جی ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج کے دور میں رشوت نے ہرشعبہ زندگی کو متاثر کیا ہے مگر ٹریفک پولیس لاہور ملتان روڈ جو کہ ایک بہت بڑی عوامی شاہراہ ہے پر کھلے عام اس کا مظاہرہ کر رہی ہے لاہور سے ویگنیں، بسیں، کاریں دوسری ٹرانسپورٹ اس شاہراہ پر جب کم آبادی والی جگہ پر پہنچتی ہیں تو ٹریفک پولیس کا عملہ ---

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کون سی تحریک استحقاق پڑھ رہے ہیں؟ آپ کی تحریک استحقاق نمبر 16 ہے۔

چودھری ممتاز علی : جناب والا! میرے پاس تو 16 نمبر ہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ یہ تو آپ کے سوال کے متعلقہ ہے۔ آپ تو ٹریفک کا مسئلہ چھیڑ رہے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 16 کی کاپی چودھری صاحب کو فراہم کی جائے۔ چودھری صاحب! آپ کی تحریک استحقاق وزیر خوراک صاحب کے متعلقہ ہے اور آپ کے سوال کے جواب کے بارے میں ہے۔

چودھری ممتاز علی، جناب! آپ نے نمبر 16 فرمایا ہے تو نمبر 16 حاضر ہے۔

ایک آواز، یہ نمبر 18 ہے۔

چودھری ممتاز علی، جناب، میرے پاس نمبر 16 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کی کاپی آپ کو فراہم کر دیتے ہیں۔

ایک آواز، یہ تحریک التوائے کار ہے۔ آپ نے تحریک استحقاق پڑھنی ہے۔

چودھری ممتاز علی، یہ مجھے کاپی ہی نہیں دی گئی۔

سوال نمبر 1388 کا غلط جواب

چودھری ممتاز علی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ

ہے کہ میں نے محکمہ خوراک سے متعلق ایک سوال نمبر 1388 کا نوٹس دیا تھا جس کا جواب مورخہ 19-10-1992 کو ایوان میں دیا گیا لیکن محکمہ خوراک نے دیدہ دانستہ طور پر میرے سوال کا جواب غلط دیا ہے اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً جز (الف) پیرا نمبر 2 میں راؤ توحید احمد فوڈ انسپکٹر کو رولز میں خصوصی رعایت کر کے ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر بھرتی کیا گیا ہے۔ جب کہ پبلک سروس کمیشن کی سیٹوں پر رولز ریلیکس نہیں کیے جاسکتے۔ اگر رولز ریلیکس کیے جاسکتے ہیں تو موجودہ حکومت اہم سیٹیں گریڈ 11 (یعنی اے ایس آئی' نائب تحصیل دار وغیرہ) پبلک سروس کمیشن میں کیوں دیتی۔

جناب سپیکر! محکمہ خوراک نے حقائق کے برعکس جواب دے کر نہ صرف میرا بلکہ آپ کا اور اس معزز ایوان کے وقار کو مجروح کیا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ معاملے کی چھان بین اور حقائق معلوم کرنے کے لیے اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

اسی طرح جز (ج) کا جواب بھی غلط ہے۔ جب کہ محکمہ میں سے ہی جونیئر ملازم کو سینئر پوسٹ پر دوبارہ سفارش پر بھرتی کر لیا جاتا ہے تو پھر سینئر حضرات کی حق تلفی ہوتی ہے بلکہ سینئر جونیئر ہو جاتے ہیں اور جونیئر سینئر ہو جاتے ہیں۔ شاید محکمہ خوراک کی نظر میں یہ بات معمولی ہو۔ لیکن میرے نزدیک اور معزز ایوان کے نزدیک اس سے بڑی حق تلفی اور کوئی نہ ہے۔ معاملہ زیر بحث لا کر فوری ایکشن فرمایا جائے۔

وزیر خوراک، جناب سپیکر! میری طرف سے جو جواب ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ابھی بھی میں وہی سٹینڈ کرتا ہوں۔ کہ چیف منسٹر جو کہ چیف ایگزیکٹو ہیں وہ رولز ریلیکس کر سکتے ہیں۔ میرے معزز دوست کو غلط فہمی ہے۔ انہوں نے پروموشن نہیں دی۔ انہوں نے نئی اپوائنٹ منٹ کی ہے۔

میں پنجاب پبلک سروس کمیشن رول 1978ء کی شق (5) پڑھ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

> "Notwithstanding anything contained in Rule 3 the Governor may, in the public interest specify posts, which may be filled without reference to the Commission by the person possessing such qualification and experience and in such manner as he may determine."

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد میرے فاضل دوست پریس نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ ذرا متعلقہ رول کی کاپی فراہم کریں گے؟

وزیر خوراک: جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب! آپ فرمائیے۔

چودھری ممتاز علی: جناب سپیکر! اس کو پینڈنگ کیا جائے اور اس کی دوبارہ ایک دفعہ تحقیق کی جائے۔ رولز کو ریلیکس کرنے والی بات کے بارے میں مجھے بھی اس کی کاپی مہیا کی جائے۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ آیا اس کے متعلق کوئی بات ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ رول کی کاپی دیکھنا چاہیں گے؟

چودھری ممتاز علی: جی، جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس کی مجھے فوٹو کاپی دی جائے اور اس کو پینڈنگ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! آپ متعلقہ رول کا تھوڑا سا مطالعہ فرمالیں۔ اس کے بارے میں پہلے بھی کئی بار یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو سوال کا جواب دیا جاتا ہے وہ اگر جان بوجھ کر غلط نہ دیا جائے تو اس پر آپ کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔

چودھری ممتاز علی: جناب سپیکر! جس طرح میرے معزز وزیر صاحب نے اس کا گول مول سا جواب دیا ہے تو اس طرح تو میں سمجھتا ہوں کہ پبلک سروس کمیشن کا جو ادارہ ہے وہاں پر جتنے ملازمین ہیں وہ تو سب بے فائدہ ہیں اور وہ حکومت پر کروڑوں روپے کا بوجھ ہیں۔ اس طرح تو اس ادارے کو توڑ دینا چاہیے۔ اب رولز ریلیکس کر کے ان کو تو پھر پروموشن دی جا سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہرحال، آپ متعلقہ رول کو پڑھ لیں۔ اس کے بعد آپ فرمائیں۔

چودھری ممتاز علی: میری گزارش یہ ہے کہ اس کو پینڈنگ کیا جائے اور اس کو پھر دوبارہ ٹیک اپ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس کو کس لیے پینڈنگ کیا جائے؟

چودھری ممتاز علی: میں بھی رولز کو چیک کر لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بخاری صاحب! اب ہمارے معزز موور فرما رہے ہیں کہ اس کو پینڈنگ کیا جائے۔

وزیر خوراک، جناب رولز کی وضاحت کی گئی ہے۔ اب یہ کس بنیاد پر پینڈنگ ہو گا۔ میرا بعد میں بھی یہی جواب ہو گا جو اب ہے۔ رولز ریلیکس کیے گئے ہیں اور چیف منسٹر چیف ایگزیکٹو کے حیثیت سے کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب' ڈاکٹر صاحب۔

چودھری ممتاز علی، جناب! میں اتنی جلدی اس کے متعلق آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر' آپ کو تیار ہو کر آنا چاہیے تھا۔ آپ کو پتا تھا کہ آپ کی یہ تحریک استحقاق ہے۔

چودھری ممتاز علی، یہ رولز تو جناب ابھی انہوں نے مہیا کیے ہیں یا تو منسٹر صاحب یہ مجھے پہلے مہیا کرتے۔ میں دیکھ لیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' یہ پھر آپ نے خود موو کی ہے۔ آپ خود تیار ہو کر آتے۔ آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟

چودھری ممتاز علی، جی میں اس کو پریس کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو ڈاکٹر صاحب میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ آپ کی تحریک استحقاق متعلقہ قوانین پر پوری نہیں اترتی۔ لہذا میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 28 میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب---

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج کل صوبہ پنجاب میں عشر و زکوٰۃ کمیٹیوں کے انتخابات ہو رہے ہیں اور یہ انتخابات بھی 1990ء کے انتخابات کی طرز پر کروائے جا رہے ہیں۔ یہ انتخابات بھی صرف یک طرفہ ٹریفک کے طور پر چل رہے ہیں کہ انتظامیہ صرف اپنے منظور نظر لوگوں کو یا حکومتی پٹھوؤں کو مطلع کرتی ہے اور بالکل عین ٹائم پر پہنچ کر ان آدمیوں کی نامزدگی کر دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں راولپنڈی ضلع کے تمام علمائے کرام نے بھی' تمام سیاسی شخصیتوں نے

بھی پریس کانفرنسیں کی ہیں کہ یہ انتخابات ملتوی کیے جائیں اور دوبارہ انتخابات ہونے چاہییں۔ اس سلسلے میں میں نے ایک تحریک التواء بھی دی ہے۔ میری تحریک التواء نمبر 70 بھی موجود ہے۔ میں اپنی باقی تحریک التوائے کار پینڈنگ کروانے کی درخواست کرتا ہوں اور اس تحریک التواء کے لیے میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اسے آؤٹ آف ٹرن کنسیڈر کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! آپ اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون، جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر، خان صاحب نے جو فرمایا ہے آپ اس سلسلے میں کچھ غور فرما سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کے حلقہ میں اور خاص طور پر راولپنڈی میں عشر زکوٰۃ کے الیکشنز میں تھوڑی بہت بے قاعدگیاں پائی جا رہی ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک تحریک التوائے کار دی ہے جس کا نمبر 70 ہے۔ اور وہ اسے آؤٹ آف ٹرن لینا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! اس بارے میں میں نے تو کل بھی گزارش کی تھی کہ ساری تحاریک التوائے کار اپنی اپنی جگہ پر زبردست اہمیت کی حامل ہیں اور ہر معزز رکن کا اس بارے میں حق بنتا ہے کہ اس کی تحریک التوائے کار کو ٹرن پر ہی ٹیک اپ کیا جائے۔ اور میں نے جب سیٹھی صاحب کی تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن لینے پر اتفاق کیا تھا اس وقت بھی میں نے یہ گزارش کی تھی کہ اس سلسلے کو routine نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی اسے precedent کے طور پر پیش کیا جائے۔ اگر یہ رولز کے مطابق کارروائی نہیں چلتی تو پھر ہم نے یہ رولز کس لیے بنائے ہوئے ہیں اگر ہم کوئی نہ کوئی تحریک التوائے کار آؤٹ آف ٹرن لیتے رہیں گے تو پھر دوسری تحاریک التوائے کار رہ جائیں گی، اس لیے میں سمجھتا ہوں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، یہ بھی آ جائے گی، اس کا نمبر 70 ہے اور یہ اسی سیشن میں آ جائے گی۔ اگر یہ آخری دن تک نہ آئی تو پھر اس کے بارے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ اپوزیشن کی سائیڈ سے جتنی بھی تحاریک التوائے کار پیش کی گئی ہیں اور خاص طور پر جو میری طرف سے اور رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہیں ہم ان تحاریک التوائے کار کو اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر واپس لینا چاہتے ہیں۔ جناب والا! یہ معاملہ نہایت ہی اہم معاملہ ہے۔ یہ کروڑوں اور اربوں روپے کی بندر بانٹ شروع ہو جائے گی۔ اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری یہ تحریک التوائے کار ٹرن

پر نہیں آ سکے گی' لہذا میں چاہتا ہوں کہ میری اس تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن لے لیا جائے اور اس کے بدلے میں ہم اپنی باقی تحاریک التوائے کار کی قربانی بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! آپ اس طرح کریں کہ ہمارے عشر و زکوٰۃ کے وزیر صاحب بھی بیٹھے ہیں اور وزیر قانون صاحب بھی بیٹھے ہیں ان سے آپ آج مل لیں اور ان سے بات کر لیں اگر آپ کی تسلی نہ ہو تو پھر کل آپ اس معاملے کو ٹیک اپ کر لیں۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! وزیر اوقاف و عشر و زکوٰۃ یہاں تشریف فرما ہیں انہیں بھی اس سلسلے میں کچھ فرمانا چاہیے۔ یہ تو ان کے نوٹس میں لانے کے لیے یہ معاملہ پیش کر رہا ہوں اور وہ خاموشی سے بیٹھے ہیں اور وہ اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر اوقاف! کیا آپ بات کو سمجھ گئے ہیں؟

وزیر اوقاف، عشر و زکوٰۃ: جناب والا! میں ان سے بات کر لوں گا۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسا کہ میرے فاضل بھائی نے یہ فرمایا ہے کہ یہ تحاریک التوائے جو اپوزیشن کی طرف سے ہیں وہ واپس لینے کو تیار ہیں ہمیں اس سے اتفاق ہے۔ اگر یہ 70 نمبر سے پہلے کی تمام تحاریک التوائے کار واپس لینا چاہتے ہیں یہ لے لیں اور آپ اس کو ٹیک اپ کر لیں۔ پھر تو آؤٹ آف ٹرن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر تو اس کی خود بخود ہی باری آجائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس میں کئی اور دوستوں کی بھی تحاریک التوائے کار ہیں۔

وزیر قانون: یہ تو اپوزیشن والے خود طے کر لیں' یہ تو ان کے درمیان معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں کچھ ہماری جماعت اسلامی کے دوست ہوں گے اور کچھ آپ کے بھی دوست ہوں گے۔۔۔

وزیر قانون: وہ سارے آپس میں بیٹھ کر طے کر لیں۔ یہ معاملہ تو ان کے اپنے گھر کا ہے۔ یہ آپس میں طے کر لیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ پھر تو اس کی ٹرن ابھی آجاتی ہے۔ ہم اسے ٹیک اپ کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! آپ توجہ فرمائیں۔ میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ وزیر اوقاف، عشر و زکوٰۃ سے بات کرلیں۔ ان شاء اللہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کی بات کو بڑے غور

سے سنیں گے۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! یہ معاملہ تو سب کا معاملہ ہے۔ یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ نہیں کہ وزیر سے مل لوں اور ان سے بات کر لوں میں تو اس معاملے کو ایوان میں لانا چاہتا ہوں اور حکومت کی بے ضابطگی پر بات کرنا چاہتا ہوں اور ایوان کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جو معاملہ آپ نے تحریک التوائے کار کی صورت میں دیا ہے وہ تو آپ کے سامنے ہے کہ وزیر قانون صاحب اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اس معاملے کی اہمیت کی تعلق ہے تو آپ وزیرعشر و زکوٰۃ صاحب سے مل لیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ آپ کی تسلی کر دیں گے۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! اگر وزیر قانون اسے آؤٹ آف ٹرن نہیں لانا چاہتے پھر بھی میں ان سے استدعا کروں گا کہ وہ یہ یقین دلا دیں کہ اسی سیشن میں یہ تحریک التوائے کار لائی جائے گی۔ پھر میں اس پر کوئی زور نہیں دیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ ان سے بات کر لیں۔ یہاں پر بڑا ہی اچھا ماحول ہے اپوزیشن اور حزب اقتدار کے درمیان معاملات بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو رہے ہیں۔ تو میں آپ سے توقع کروں گا۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! ہم compromise نہیں کرنا چاہتے۔ ٹھیک ہے' اچھا ماحول ہے۔ جناب' یہ تو عوام کے حقوق کی بات ہے اور حکومت کی بد عنوانی کی بات ہے' اس لیے ہم اسے ایوان میں زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان سے آج بات کر لیں۔ اگر کوئی بات طے نہ ہو سکی تو پھر کل اس مسئلے کو ایوان میں پیش کریں گے۔

جناب غلام سرور خان، ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! آپ کے کہنے پر بات کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ممکن ہے کوئی بات نکل ہی آئے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے کل بھی' پرسوں بھی اور اسے پہلے بھی یہ کہا ہے کہ ہم نے آپس میں بیٹھ کر یہ طے کیا تھا کہ تحاریک التوائے کار کی

ہم نے جو ترتیب رکھی ہے اس ترتیب سے یہ یہاں ڈسکس ہوں گی۔ لیکن جناب والا! یہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے آئین کی کوئی خلاف ورزی ہو یا قانون کی خلاف ورزی ہو۔ ہم نے تو ایک چیز طے کی تھی کہ بعض باتیں جو بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور جو غیر معمولی طور پر زیادہ ضروری ہیں ان کو ہم آپ کی اجازت سے اور ایوان کی اجازت سے اور وزیر قانون صاحب کی رائے سے ایوان میں ڈسکس کر سکتے ہیں۔ تو آپ اس بارے میں کوئی سخت قانون نہ بنائیے کہ جناب ایک دفعہ یہ طے ہو چکا ہے' لہذا ہم اسے دوبارہ نہیں لے سکتے۔ اور میں ایسی کئی چیزیں بتا سکتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے یہاں پر وعدہ کیا' اقرار کیا طے پایا مگر اس کے بعد انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' میاں محمود الرشید صاحب!

صوبائی محکموں میں مالی بے ضابطگیاں روکنے میں آڈٹ نظام کی ناکامی

میاں محمود الرشید: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" کے یکم نومبر 1992ء کی اشاعت میں صوبائی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین سید احمد خان منیس صاحب کا بیان صفحہ اول پر نمایاں طور پر شائع کیا ہے اس بیان کے مطابق یہ شخص لوٹ کھسوٹ میں مصروف بے حسابات رکھنے کی کوئی اہمیت نہیں رہی اے جی آفس رشوت کے لیے بد نام ہو چکا ہے اور صورت حال ناقابل اصلاح ہو چکی ہے۔ نیز صوبائی حکومت کے مختلف محکموں میں احتساب کے فقدان کے باعث سرکاری خزانہ کو کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں مالی بے قاعدگیوں' غفلت غبن خورد برد اور زائد ادائیگیوں کے قواعد کی وجہ سے بھی کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ ان کے مطابق %20 آڈٹ رپورٹیں خورد برد اور غبن کے معاملات کی نشان دہی کرتی ہیں جناب سپیکر! چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نے جن حقائق کا انکشاف کیا ہے وہ انتہائی خوفناک ہیں جن اداروں کو مالی معاملات کی دیکھ بھال اور چیک کی ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ کسی طور پر اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے آڈٹ نظام مکمل طور پر خراب ہو چکا ہے اور اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اے جی آفس میں چپڑاسی یا جونیئر کلرک ہونے کو ایسے سمجھا جاتا ہے کہ جیسے عمر بھر کے لیے خزانہ ہاتھ آگیا ہو کیونکہ اے جی آفس بل پاس کرنے کے لیے خواہ جائز ہی کیوں نہ ہو پیسے لینے میں بہت بد نام ہو چکا ہے اور سرکاری افسران و محکموں کی لوٹ مار میں ان کا خاصا حصہ ہوتا ہے ایماندار افسران

بھی پیسے لینے دینے پر مجبور ہیں۔ یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس لیے اس پر بحث کرنے کے لیے اسمبلی کی کارروائی روک دی جائے ممنون ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ تحریک التوائے کار کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جی، جناب والا! میرے فاضل بھائی نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ audit objections پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کو بھیجے جاتے ہیں۔ متعلقہ محکمہ ان کا دفاع کرتا ہے اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی اگر محکمے کے جواب سے مطمئن ہو جائے تو ان کو ٹھیک کر دیا جاتا ہے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس سے مطمئن نہ ہو تو پھر اس کے بارے میں مزید کارروائی کی جاتی ہے۔ اور جو اس سلسلے میں خورد برد بھی ہو اسے واپس کرنے کا اہتمام کر کے حکومت اپنے خزانے میں جمع کراتی ہے۔

جناب والا! یہ بات صحیح نہیں ہے کہ احتساب کا عمل ناکام ہو چکا ہے۔ اس کی باقاعدگی سے نگرانی کی جاتی ہے۔ اس آڈٹ کی مسلہ ایک حقیقت ہے۔ جناب والا! مالی بے قاعدگیوں کی آڈٹ والے جہاں کہیں بھی نشان دہی کرتے ہیں احتساب کے عمل میں محکمہ خزانہ آڈٹ کے ساتھ ہوتا ہے اور جب تک محکمہ خزانہ (آڈٹ) اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی محکمہ کی وضاحت سے مطمئن نہ ہو جائے احتساب کا عمل جاری رہتا ہے۔

جناب والا! خورد برد، غبن شدہ رقوم کی وصولی کے علاوہ ان بے قاعدگیوں میں ملوث سرکاری ملازمین کو سزا دلوائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں احتسابی عمل کے لیے محکمہ خزانہ میں باقاعدہ ایک الگ شعبہ کام کر رہا ہے۔ اس عمل کو ایڈیشنل سیکرٹری کی نگرانی میں باقاعدہ monitor کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر کا تعلق وفاقی حکومت سے ہے۔ اگر الزام عمومی نوعیت کا ہو اور اس کا ٹھوس ثبوت فراہم نہ کیا گیا ہو جس کی محکمہ خزانہ اپنے طور پر تحقیقات کروا سکے۔ تاہم اے جی آفس کا دفاتر ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس سے متواتر رابطہ رہتا ہے۔ ان دفاتر کی باقاعدگی سے پڑتال کے علاوہ کنٹرول اور نگرانی کی جاتی ہے تاکہ کوئی بد عنوانی نہ ہونے پائے۔ جناب والا! حکومت اس مسئلے میں تمام احتیاطی تدابیر اختیار کر رہی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی فاضل رکن کوئی خاص بدعنوانی کی نشان دہی کرے تو محکمہ خزانہ باقاعدہ اس کی انکوائری کرا کے اس کا ازالہ کرے گا۔ اس بات پہ پہلے ہی cognizant ہے۔ میں اپنے فاضل بھائی کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر کوئی خاص مثال ہو تو

وہ ہمارے سامنے لائیں۔ ہم باقاعدہ تحقیقات کرا کے اس کا ازالہ کرائیں گے۔ اس کے پیش نظر میں سمجھتا کہ میری اس گزارش کے پیش نظر میرے فاضل بھائی اس پر زور نہیں دیں گے۔ شکریہ!

میاں محمود الرشید، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف نے بڑی مثالی تصویر کشی کی ہے جب کہ معاملہ بالکل اس کے برعکس اور بالکل الٹ ہے۔ میں نے تو یہاں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی ایک بات کو بنیاد بنایا ہے۔ وہ متعدد دفعہ حقائق منظر عام پر لاتے ہیں۔ وہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ پنجاب کے جتنے بھی محکمے ہیں وہ مالی طور پر کھوکھلے ہو چکے ہیں۔ آئے دن اس طرح کی خبریں اور رپورٹیں ہم اخبارات کے اندر بھی پڑھتے ہیں۔ اور وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ سرکاری محکمہ جات میں جو بھی افسران خورد برد میں ملوث ہوتے ہیں ان کے خلاف ہم کارروائی کر رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں آج تک یہ ہی نہیں پتا چلا کہ کن افسران کے خلاف کارروائی ہوئی ہے جب کہ تمام محکمے کرپٹ افسران اور کرپٹ بیوروکریسی سے بھرے پڑے ہیں اور آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ گریڈ 17 کے افسران نے پرائیویٹ سیکٹر میں فیکٹریاں لگائی ہوئی ہیں۔ گارڈن ٹاؤن' گلبرگ اور ماڈل ٹاؤن میں چار چار کنال کے عالی شان بنگلوں میں رہ رہے ہیں۔ ایئر کنڈیشنر چل رہے ہیں۔ ان کے پاس دو دو' تین تین کاڑیاں ذاتی استعمال میں ہیں۔ جب کہ ان کی تنخواہ سترہ' اٹھارہ یا انیس گریڈ میں پانچ' سات ہزار سے زیادہ نہیں بنتی۔ کوئی سرکاری افسر ناجائز ذرائع استعمال کیے بغیر اس طرح کی پرتعیش زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ ان کا یہ کہنا کہ سارے معاملات اتنے شستہ طریقہ سے چل رہے ہیں۔ پنجاب کا یہ ایک مقدس اورمنتخب ایوان ہے اور ہم اس لیے یہاں آئے ہیں کہ ہم اس طرح کی بے ضابطگیوں کے بارے میں چیک کریں اورخصوصی اقدامات کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ بے شمار افسران جن کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نے شو کاز نوٹس دیا ہوا ہے وہ ریٹائر ہو جاتے ہیں لیکن کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ حکومت اس کو اتنا آسان نہ سمجھے بلکہ جو حقائق ہیں ان کا سامنا کرے اور کرپٹ بیورو کریسی سے بچنے کے لیے خصوصی اقدامات کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ نے شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دی۔ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ وزیر قانون کی درخواست پر آپ کو غور کرنا چاہیے۔

میاں محمود الرشید، اگر حکومت اس مسئلے میں سنجیدہ ہے کہ اقدامات کرے گی تو میں اس پر زور نہیں دیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون نے فرما دیا ہے کہ ہم اس پر کچھ اقدامات اٹھا رہے ہیں۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

میاں محمود الرشید، ٹھیک ہے۔ میں اس پر زور نہیں دیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں صاحب اس پر زور نہیں دیتے۔ چودھری صاحب! آپ نے اپنی تحریک التوائے کار کے بارے میں پوچھا تھا تو 26 نمبر کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ ہو گیا تھا۔ یہ تحاریک التوائے کار پچھلے سیشن میں آ چکی ہیں۔ یہ lapse ہو چکی ہیں۔ اور یہ تحریک التوائے کار نمبر 26 بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔

چودھری ممتاز علی ، جناب والا! میں نے یہ پچھلے سیشن میں دی تھی۔ اس سیشن میں نہ پیش ہو سکی تھی اور نہ اس پر بحث ہوئی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ تحاریک التوائے کار lapse ہو چکی ہیں' لہذا تو اب ان پر کارروائی نہیں ہو سکتی۔ یہ 29 نمبر تحریک التوائے کار بھی آپ ہی کی ہے۔ آپ اس سلسلے میں فرمائیے۔

ڈسٹرکٹ جیل' ملتان کی دیوار گرنے سے دو قیدیوں کی ہلاکت

چودھری ممتاز علی، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ" ڈسٹرکٹ جیل ملتان کی دیوار گرنے سے دو حوالاتی جاں بحق" تفصیل کے مطابق ڈسٹرکٹ جیل ملتان کی ایک بیرک کی دیوار گرنے سے دو قیدی ہلاک اور ایک شدید زخمی ہوگیا۔ عباس علی ولد عبدالرشید دیوار گرنے سے موقع پر ہی ہلاک ہوگیا۔ محمد بشیر ولد ریاض جس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ بائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کو نشتر ہسپتال داخل کروایا۔ وہاں اس کا پیشاب رکا رہا۔ ڈاکٹروں نے دوائیوں کی عدم دستیابی کی بنا پر غفلت کا مظاہرہ کیا۔ بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ محمد رشید ولد عبد المجید شدید زخمی ہے ہسپتال میں داخل مریض قیدی کا علاج تسلی بخش نہ ہے اس طرح تمام قیدی مریضوں کو دوائیاں نہیں ملتی۔

جناب والا! ڈسٹرکٹ جیل کی حالت انتہائی مخدوش ہے۔ کسی بھی وقت کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ تمام دیواروں کو دراڑیں پڑیں ہیں۔ مذکورہ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی

ملتوی کر کے اس تحریک کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جناب کھوکھر صاحب! آپ جواب دیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ (جناب محمد عباس کھوکھر): جناب والا! ڈاکٹر صاحب نے جو تحریک پیش کی ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ 23 اگست کے دن بارش کے موسم میں جیل کی کچی دیوار کے نیچے یہ قیدی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موسم میں بارشیں بہت زیادہ ہوئی تھیں۔ اچانک وہ کچی دیوار گر گئی جس سے وہ زخمی ہوگئے۔ ان کو جیل کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ جیل کے میڈیکل افسر نے نشتر میڈیکل ہسپتال میں بھیج دیا۔ وہاں ان کا پورا علاج کیا گیا۔ ان کے علاج کے لیے جتنی رقم کی ضرورت تھی انجمن بہبود اسیران نے مہیا کی۔ ایک عباس نامی قیدی جو فوت ہو گیا تھا اس کا پورا علاج کرایا گیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے ان کو ہڈی وارڈ میں داخل کرایا گیا۔ ان کا مکمل علاج کرایا گیا لیکن اچانک ان کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا۔ باقی مریضوں کو علاج کے بعد ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ یہ 120 سال پرانی جیل ہے۔ اس کی کچی دیواریں ہیں۔ اس سال بارشیں بہت زیادہ ہوئی تھیں۔ پکی عمارت گر گئی یہ تو کچی عمارت تھی۔ اتفاقیہ یہ اس کے سائے میں بیٹھے تھے۔ یہ نہیں کہ یہ اس میں رہتے تھے۔ یہ چار دیواری ہے جس کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور دیوار کے گرنے سے یہ واقعہ ہوا۔ ان کا ہسپتال میں بھی اور نشتر میڈیکل ہسپتال میں بھی باقاعدہ علاج کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کوئی لاپرواہی کی گئی ہو یا توجہ نہ دی گئی ہو۔ لہذا میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ اتفاقیہ معاملہ ہے۔ اس میں تحریک کا کوئی معاملہ نہیں بنتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیوار کو بھی مرمت کرا دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ: مرمت کرائی جاتی ہے اور اس کا باقاعدہ سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ یہ باہر کی چار دیواری تھی۔ اس میں وہ رہتے تو نہیں تھے۔ وہ سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور وہ بارشوں کی وجہ سے گر گئی۔ اور جس میں قیدی رہتے ہیں اس کا باقاعدہ ایگزیکٹو انجینئر سرٹیفکیٹ دیتا ہے۔

چودھری ممتاز علی: جناب سپیکر! جس طرح معزز پارلیمانی سیکرٹری نے جواب دیا ہے کہ کچی دیوار تھی۔ اس جدید دور میں ابھی تک کچی دیواریں موجود ہیں۔ سنگین قسم کے جرائم میں جو بھی ملزم وغیرہ رہتے ہیں تو ابھی تک انہوں نے وہاں کچی دیواریں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ خود تسلیم کرتے ہیں اور دوسری یہ بات ہے کہ اس میں قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ بے شک وہ ملزم تھے لیکن انسانی جانیں

تھیں۔ اسی طرح آپ بھی یہ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ کہ اس میں اب بھی دیواریں کچی ہیں جس طرح کہ انھوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ 120 سال پرانی جیل ہے اور اب بھی اس کی دیواروں میں دراڑیں موجود ہیں۔ میرا تحریک پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو جدید دور کے مطابق بنایا جائے۔ اور ان قیمتی جانوں کا معاوضہ دلایا جائے۔

جناب محمد لطیف مغل، پوائنٹ آف آرڈر، جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مغل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد لطیف مغل، جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے تحریک التوائے کار پیش کی۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کا بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دے دیا۔ اب تو کوئی تک نہیں بنتی یا رولز نہیں بنتا کہ ڈاکٹر صاحب پھر تقریر کرنے کھڑے ہو گئے ہیں۔ انھوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے کہ ایک آدمی اتفاقیہ مرگیا ہے اور وہ ہیروئن کا عادی تھا۔ جو دوسرے صحیح آدمی تھے وہ تو علاج معالجے سے بچ گئے۔ یہ ایک ہیروئن کا عادی تھا بہت کمزور آدمی تھا' لہذا یہ علاج کرنے کے بعد بھی نہیں بچ سکا۔ اب ڈاکٹر صاحب کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ اخبارات میں آجائے گا کہ انھوں نے تحریک التوائے کار پیش کی اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کا جواب دے دیا۔ میرے خیال میں رولز کے تحت کارروائی ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مغل صاحب! ڈاکٹر صاحب اپنی بات کرنے کے بعد مطمئن ہو جائیں گے آپ فکر نہ کریں۔

چودھری ممتاز علی، جناب سپیکر! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے اس معزز رکن کو کیسے پتا چل گیا کہ مرنے والا شخص ہیروئن کا عادی تھا جب کہ وہ تو قتل کا ملزم تھا؟

جناب محمد لطیف مغل، ڈاکٹر صاحب! ہمارے پاس ان کے بارے میں تمام کا تمام ریکارڈ آتا ہے۔ کاش! آپ بھی ریکارڈ پوچھ لیا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لطیف مغل صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب نے جو نکتہ اٹھایا ہے یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ لہذا آپ متعلقہ محکمے کو کہیں کہ وہ اس کچی دیوار کی مرمت وغیرہ کروا دیں تاکہ آئندہ اس قسم کا حادثہ پیش ہونے کا احتمال نہ ہو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ، جناب والا! میں اس بارے میں گزارش کروں گا کہ اب نئی جیل منظور ہو چکی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو لمبا مسئلہ ہے۔ آپ متعلقہ محکمے کو کہیں کہ یہ جو پرانی جیل ہے اس کی مرمت وغیرہ کر دیں تاکہ آئندہ اس قسم کا واقعہ نہ ہو۔ جی ڈاکٹر صاحب! آپ مطمئن ہیں اس جواب سے؟

چودھری ممتاز علی، جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! ابھی اس تحریک کو پریس نہیں کرتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 31 ہے۔ چودھری محمد حنیف صاحب، حافظ سلمان بٹ صاحب اور جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے۔

ریتی ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس اور مال گاڑی میں ہول ناک تصادم

چودھری محمد حنیف، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ یکم نومبر کو ریتی ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس اور مال گاڑی میں ہول ناک تصادم میں اکیس افراد ہلاک اور ایک سو کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ ریل گاڑیوں کے تصادم یا حادثے کا یہ تیسرا واقعہ ہے جو ایک ہی علاقہ میں پیش آیا ہے۔ اس سے پہلے دونوں واقعات پر انکوائری کا حکم دیا گیا تھا لیکن بعد میں قوم کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تحقیقاتی رپورٹیں کیا ہیں اور ذمہ دار افراد کو کوئی قرار واقعی سزا دی گئی ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سکھر ڈویژن میں ریلوے حادثات معمول بن گئے ہیں۔ مرحومین کے لیے اظہار تعزیت ان کے لواحقین سے اظہار ہم دردی کرنے نیز حادثات کی وجوہات حکومت کی مجرمانہ غفلت اور وفاقی وزیر ریلوے کے کردار کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے اس لیے کہ اس حادثے میں پنجاب کے مسافران کا زیادہ نقصان ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، وزیر قانون صاحب! آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں اس سلسلے میں آپ کی رہ نمائی چاہوں گا کہ کیا مرکزی وزیر ریلوے کے

کردار کو ہم اس ہاؤس میں زیر بحث لا سکتے ہیں؟ جناب والا! یہ مرکزی حکومت کا معاملہ ہے۔ میں اپنے فاضل بھائی کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کے معزز اراکین قومی اسمبلی میں بھی بیٹھے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ یہ تحریک التوائے کار کی شکل میں یہ مسئلہ وہاں اٹھائیں اور جو یہ نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں بہتر انداز میں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ وفاقی حکومت کا معاملہ ہے اور رولز کے مطابق اس کو ہم یہاں پر ٹیک اپ نہیں کر سکتے۔ اس معاملہ کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے اس سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کو ہم یہاں پر زیر بحث نہیں لا سکتے لہذا میں اپنے فاضل بھائی کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ یہاں اس کو پریس نہ فرمائیں اور قومی اسمبلی میں اپنے کسی ایم این اے کے ذریعے سے اس معاملے کو take up کرائیں۔ اس وقت قومی اسمبلی بھی سیشن میں ہے۔ بصورت دیگر بادل نخواستہ میں پھر آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ technically نہیں بنتی ہے لہذا اسے rule out فرمائیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اس میں لوگوں کا نقصان ہے۔ 21 افراد ہلاک ہوئے ہیں اور 100 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے اور ایسے واقعات جن پر حکومت غفلت کا شکار ہو رہی ہے انھیں زیر بحث لانا میں نہیں سمجھتا کہ اس سے وفاقی حکومت پر کوئی زد آتی ہے۔ یہ پنجاب کی عوام کا مسئلہ ہے اور اس کو زیر بحث لانا چاہیے۔ ان لوگوں سے اظہار ہمدردی کے لیے' تعزیت کے لیے اور پھر ان واقعات کو بھی زیر بحث لانا چاہیے جو کہ آئے دن ہو رہے ہیں۔ مسلسل اس طرح کے حادثات ہو رہے ہیں اور اس میں زیادہ تر پنجاب کے لوگ نقصان اٹھا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! یہ مسئلہ ایسا ہے جس سے پنجاب حکومت کا کوئی تعلق نہیں اور جس طرح وزیر قانون صاحب نے نشان دہی فرمائی ہے کہ یہ فیڈرل محکمہ ہے اور فیڈرل گورنمنٹ کے زیر کنٹرول ہے۔ لہذا مناسب یہی ہو گا کہ اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے۔ آپ نے بات کی' مسئلہ پیش ہوا اور اظہار ہمدردی کی حد تک تو معاملہ درست ہے اور جب اس میں قانون involve ہو گا تو پھر مشکل ہو جائے گا۔

چودھری محمد حنیف: مرکزی وزیر ریلوے نہایت ہی نااہل آدمی ہے' اس کو کم از کم یہ ضرور بھجوا دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے ہمیں اس کو قانونی تقاضوں کے مطابق نمٹانا ہے۔ کیا اب آپ اس کو پریس نہیں فرماتے۔

چودھری محمد حنیف: جی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب اس کو پریس نہیں کرتے۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 32 چودھری صاحب آپ کی طرف سے اور جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔

سینما گھروں کے باہر فحش پوسٹروں کی نمائش

چودھری محمد حنیف: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ لاہور اور دیگر شہروں کے سینما گھروں کے باہر فحش اور انتہائی قابل اعتراض تشہیری تصاویر کا سلسلے زور شور سے جاری ہے۔ مختلف سماجی تنظیموں کی طرف سے بار بار توجہ دلانے کے باوجود صورت حال کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا حالانکہ متعدد بلکہ صوبائی و بلدیاتی قوانین کے مطابق حکومت ایسے تمام سینما گھروں کو بند کر سکتی ہے جن کے مالکان نوٹس دینے کے باوجود ایسے تشہیری بورڈ نہ ہٹائیں۔ لاہور میں ایبٹ روڈ' لکشمی چوک و دیگر علاقوں میں یہ سلسلے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ تعلیمی اداروں بالخصوص زنانہ تعلیمی اداروں کے سامنے زیادہ فحش پبلسٹی کی جاتی ہے۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کرکے اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! جس مسئلہ کی طرف فاضل رکن نے توجہ مبذول کروائی ہے اور یہ تحریک التوائے کار پیش فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں already قوانین موجود ہیں جن کے مطابق سینما مالکان اس چیز کے پابند ہیں قانون کے مطابق کہ کسی قسم کا فحش' قابل اعتراض پوسٹر' slides اور اشتہار کی نمائش وہ نہیں کر سکتے۔ اس تحریک التوائے کار کی روشنی میں حکومت نے تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو اور خاص طور پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ قابل اعتراض اشتہارات اور تصاویر کی نمائش کو سختی سے روکیں اور قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کریں۔ تو حکومت نے اس بات کا نوٹس لیا ہے اور اس بارے میں ایکشن بھی لے رہی ہے۔ تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو in general اور لاہور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو in particular ہدایات کی ہیں کہ قانون کے مطابق اگر اس قسم کی کوئی غیر قانونی بات ہو رہی ہے تو اس کا نوٹس لیا جائے اور قانونی

تقاضے پورے کیے جائیں۔ تحریک التوائے کار کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ حکومت کو cognizant کیا جائے۔ اس مسئلہ کے بارے میں حکومت صرف cognizant نہیں ہوئی ہے' بلکہ اس بارے میں حکومت نے already ہدایات بھی جاری کر دی ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اپنی اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب چودھری صاحب۔

چودھری محمد حنیف، جناب سپیکر! میں اسے ضرور press کروں گا' کیونکہ اس میں ہماری حکومت نہایت ہی سستی اور کاہلی کا شکار ہے۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اور یہ نونہالان چمن کے اخلاق کو خراب کرنے کے لیے اور انہیں برباد کرنے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ نہ صرف لاہور کی بات ہے بلکہ پورے پنجاب کے اندر فحاشی اور فحش قسم کے اشتہارات' میں سمجھتا ہوں کے خود وزیر قانون بھی دیکھتے ہوں گے لیکن انہیں روکنے کے لیے کسی نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ تو اس مسئلے کو ضرور زیر بحث لایا جانا چاہیے۔

جناب ایم لطیف مغل، جناب سپیکر! کیا چودھری حنیف صاحب کسی فلم یا اشتہار کا نام بتائیں گے؟

چودھری محمد حنیف، جناب والا! ان ہی کے نام پر ہے "لطیف مغل" جو ابھی آپ نے باضابطہ طور پر دیکھ لی ہے۔ اور میں درخواست کروں گا کہ یہ ایک بار پھر ٹریلر چلائیں۔

جناب ایم لطیف مغل، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، مغل صاحب! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب! معزز لاء منسٹر صاحب نے جو آپ کو یقین دہانی کرائی ہے کہ پہلے بھی اس پر قانون موجود ہے اور آپ کی تحریک التوائے کار کے بعد بھی وہ اس پر سختی سے نوٹس لیں گے اور متعلقہ حکام کو اس سلسلے میں ہدایت کریں گے کہ اس قسم کے سلسلے کو بند کیا جائے تو میرے خیال میں اب اس میں اور کوئی گنجائش تو نہیں رہتی۔ جی' ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعجاز، جناب والا! میں وزیر قانون سے یہ کہوں گا کہ تمام سینما ہاؤسز کے باہر جو بورڈ آویزاں ہیں ازراہ کرم خود جا کر ان کو ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ آیا واقعی ان پر کوئی قانونی کنٹرول

کیا جا رہا ہے؟ کسی کو ممانعت کی جا رہی ہے یا کوئی روک ٹوک ہے؟ وہ اس قدر فحش ہیں' اس قدر بوس و کنار اور ننگی تصویریں ہیں کہ کوئی شریف آدمی وہاں دیکھ نہیں سکتا' کوئی عورت نہیں دیکھ سکتی اور یہ یہاں بیٹھ کر ہنس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہ کس قسم کا کنٹرول کر رہے ہیں؟ اسمبلی میں صرف یقین دہانی کرا دینے سے کام نہیں بنے گا جب تک کہ عملی اقدامات نہیں کیے جائیں گے۔ ہم اسے دوبارہ لائیں گے اور اگر یہ ٹھیک نہیں کریں گے تو پھر ہم اور طریقے بھی اختیار کریں گی جس سے ہم زبردستی ان کو بند کروائیں گے۔ وہاں راولپنڈی میں ہم نے یہ کیا۔ وہاں پر پولیس نے یا انتظامیہ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔ لیکن ہم نے از خود اپنے اختیارات استعمال کرنے کے بعد وہ تمام بورڈ اتارے۔ لیکن یہ لوگ حکومت میں بیٹھے ہیں اور سارے کنٹرول اور اختیارات ان کے پاس ہیں۔ تو ان کو خود چاہیے کہ وہ عام بچوں پر اور عورتوں پر رحم کریں کہ وہ کس طرح ان کا کردار اور اخلاق برباد کر رہے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب سپیکر! ایک معزز رکن نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی اور وہ واقعی درست بات ہے جو انہوں نے کی ہے کہ وہاں ننگی تصاویر اور فوٹو دکھائے جاتے ہیں اور وزیر قانون اس پر مزے لیتے ہیں اور مزے لے لے کر ہنستے ہیں اور ایک پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہاں ڈانس کرنے لگ گئے ہیں۔ جناب والا! تو آپ دیکھیں کہ اس معزز ایوان کا تقدس کیا رہ جاتا ہے کہ ایسی تحریکیں اگر پیش کی جائیں اور وہ اس کو مذاق بنا کر اڑا دیں تو یقیناً جناب والا! اس پر جناب سپیکر کو نوٹس لینا چاہیے اور کم از کم ان کے ڈانس تو بند کروائیں۔ باقی تو جو مرضی ہو وہ ہوتا رہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک التوائے کار کا کیا مقصد ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ جو اہمیت عامہ کا ہو وہ گورنمنٹ کے نوٹس میں لایا جائے۔ اس تحریک التوائے کار کے پیش ہونے سے پہلے گورنمنٹ نے اس بارے میں ہدایات جاری کر دی ہیں۔ تو اب جو رولز اور پروسیجر ہے اس کے مطابق اس تحریک التوائے کار پر مزید کسی قسم کی بحث ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے بعد یہ relevant ہی نہیں رہتا اور اگر وہ insist کرتے ہیں تو جب اس پر گورنمنٹ نے ایکشن لے لیا ہے تو اس کے بعد جناب والا! اس کو نمٹانے کے بارے میں حکم صادر فرمائیں۔ جب یہ اس قسم کی بات کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وزیر قانون جا کر دیکھیں اس قسم کی جو چیز ہے ہم نے متعلقہ آفیسرز کو ہدایات جاری کی ہیں۔ اب یہ مجھے غلط قسم کی اور فحش قسم کی

تصویریں دیکھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ جن لوگوں نے اس پر عمل کرنا ہے اور کنٹرول کرنا ہے ہم نے ان کو ہدایات جاری کر دی ہیں۔ ایسی تصاویر دیکھ کر شاید ڈاکٹر صاحب کے کردار پر برا اثر نہ پڑتا ہو لیکن ایسی تصاویر دیکھنے سے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے بہت ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ اور میں اس وجہ سے ہنس رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب مجھے ایسی بات پر مجبور کر رہے ہیں جو میں ذہنی طور پر کسی قیمت پر بھی کرنے کے لیے تیار نہیں تو جناب والا! اس بارے میں جو متعلقہ حکام ہیں ان کو ہدایات جاری کی گئی ہیں اور ہم ان شاء اللہ کوشش کریں گی کہ قانون کے تقاضے پورے کیے جائیں اور آپ اس مسئلے کو اب ختم کریں' کیوں ٹائم بھی ختم ہو گیا ہے۔ شکریہ' جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! جب ڈاکٹر صاحب آپ کے ساتھ ہوں تو آپ ان کے ساتھ جا کر دیکھنے پر تیار ہیں؟

وزیر قانون، ڈاکٹر صاحب خود دورہ فرما کر میرے نوٹس میں لے آئیں تو میں پھر اس بارے میں متعلقہ حکام کو آگاہ کر دوں گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، میں وزیر قانون کی معیت میں جانے کے لیے بالکل تیار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! یہ مناسب رہے گا کہ ملک سلیم اقبال صاحب اس سلسلے میں ارشاد فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب' لاء منسٹر صاحب اور ملک صاحب کی ایک کمیٹی بنا دی جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، میں ان کو خود دکھاؤں گا کہ وہاں پر کیسی کیسی تصویریں آویزاں ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک کمیٹی بنا دی جائے اور یہ کمیٹی سارے شہر کے سینماؤں کا معائنہ فرمائے اور باقاعدہ ایک رپورٹ ہاؤس میں submit کرے تا کہ فی الفور ایکشن لیا جائے۔ جی' ملک صاحب! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟ کیونکہ آپ کا متعلقہ محکمہ ہے۔

وزیر اطلاعات، جناب والا! میں ڈاکٹر صاحب کو رمضان شریف سے پہلے لے جانا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! وزیر اطلاعات میرے ساتھ جانے کو تیار ہیں اور ہم ان شاء اللہ زبردستی وزیر قانون کو بھی مجبور کریں گے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں یہی استدعا کروں گا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب' وزیر اطلاعات و نشریات اور سردار نصر اللہ خان دریشک صاحب اور پھر ساتھ غلام حسین وٹو صاحب کو ساتھ لے لیں اور یہ

دیکھیں کہ شہر میں کیا حال ہے اور اس ضمن میں جو بھی انسدادی کارروائی ہوسکتی ہے وہ ضرور کریں۔

جی' چودھری صاحب! اب آپ press نہیں کرتے؟

وزیر قانون، اس کمیٹی میں ڈپٹی سپیکر صاحب کو بھی شامل کر لیا جائے۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' چودھری حنیف صاحب! آپ اس کو press نہیں کرتے؟

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری فاروق صاحب! ایک منٹ جی' چودھری حنیف صاحب۔

چودھری محمد حنیف، جناب والا! آپ نے کمیٹی بنا دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ اس پر کارروائی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو آپ press نہیں کرتے؟

چودھری محمد حنیف، جی جناب والا! میں press نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب اسے press نہیں کرتے اور اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی چودھری فاروق صاحب! فرمائیے۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! میں یہاں پر مذاق کے انداز میں بات کرنا پسند نہیں کروں کا جس انداز میں ماحول بنا ہوا تھا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پہ تھا جو ایشو پہ تھا جب آپ نے وہ وقفہ ختم کر دیا ہے۔ اب رولز کے مطابق میں کون سی بات کروں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! آپ کو پتہ ہے کہ اس کا آدھا گھنٹہ وقت ہوتا ہے۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! آپ نے پہلے مجھے موقع دیا' اس کے بعد پھر وضاحت کے انداز میں بات لمبی کرنے کے بعد تحریک التوائے کار کا وقفہ ختم کر دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' آپ فرمائیے ناں۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ رولز کے مطابق نہیں ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر اس وقت valid تھا جب منسٹر صاحب نے بات کی اور ان کی بات کے حوالے سے میں بات آگے

پڑھنا چاہتا تھا۔ جب اس موضوع کو kill کر دیتے ہیں، ختم کر دیتے ہیں، finish کر دیتے ہیں اب میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس پوائنٹ آف آرڈر کا کوئی right نہیں رہ گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! اس پر فیصلہ ہو چکا ہے اور متعلقہ ممبر نے اپنی تحریک التوائے کار کو press نہیں کیا۔ اس پر معزز ممبران کی ایک کمیٹی بھی بنا دی گئی ہے۔ اب اس پر جو ارشاد آپ فرمانا چاہ رہے ہیں فرمائیے، ہم سننے کو تیار ہیں۔ اگر آپ اس کمیٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ہم شامل کر لیتے ہیں۔ مغل صاحب! اگر چودھری صاحب شامل ہونا چاہتے ہیں تو ان کو شامل کر لیا جائے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں ineffective کمیٹی میں شامل نہیں ہونا چاہتا۔

جناب ایم لطیف مغل: جناب والا! ملک اقبال صاحب نے کہا ہے کہ یہاں پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب ڈانس کر رہے تھے۔ میں انہیں یہی کہنا چاہتا تھا کہ رولز کے مطابق، یہ کوئی طریق کار نہیں کہ پہلے کھڑے ہوتے ہیں پھر دو تین جمپ لیتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں۔ میں تو ان کے لیے سمجھا رہا تھا کہ رولز کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے۔ یہ دیکھیں کہ تقریر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ملک صاحب کا مائیک کبھی نیچے ہوتا ہے اور ایک آدمی مائیک درست کرنے جاتا ہے اور ہمیں نہیں پتہ کہ حنیف صاحب کی سیٹ پر کیا ہے۔ یہ پہلے تین جمپ لگاتے ہیں، پھر صحافیوں کی طرف دیکھتے ہیں؛ پھر یہ ایسے کرتے ہیں، پھر بیٹھتے ہیں۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ کم از کم رولز کے مطابق یہ کارروائی کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جناب فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی عزت بجا، لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایوان کے اندر کسی فاضل ممبر کو تضحیک آمیز رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے کسی بھی دوسرے ممبر کی عزت مجروح ہوتی ہو یا اس کے کردار پر حرف آتا ہو۔ ایوان کے اندر ہر فاضل ممبر کا بات کرنے کا اپنا اپنا انداز اور طریق کار ہے۔ اس کے مقابلے پر کوئی فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب اسی انداز میں اگر یہ کہیں کہ فلاں اس طرح ڈانس کرتا ہے اور اچھل کود کرنا شروع کر دیں۔ جناب والا! یہ ایوان کے وقار کے خلاف ہے کہ ایوان کے اندر اچھل کود کی جائے۔ جس طرح سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بار بار اس عمل کو دہرا رہے ہیں، اس لیے میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ کوئی فاضل ممبر بار بار اس انداز میں اٹھ کر کسی کے کردار کے بارے میں اس طرح response نہیں دے سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دوستوں کا اپنے ساتھیوں کا کسی بھی انداز سے اپنی تقاریر سے اور اپنے عمل سے ان کی تضحیک کا باعث نہ بنیں۔ میں تمام ممبران سے گزارش کروں گا کہ آئندہ اس قسم کی صورت حال نہیں ہونی چاہیے۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون (تنسیخ) ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب بابت 1992ء

جناب ڈپٹی سپیکر، اب قانون سازی کا وقت ہے۔ وزیر قانون صاحب آپ کا کوآپریٹو کے بارے میں بل پینڈنگ ہے۔ کل شاید کوئی بات ہوئی تھی کہ یہ معاملہ ابھی کورٹ میں ہے---

پوائنٹ آف آرڈر

جو معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہو اس پر قانون سازی ہو سکتی ہے یا نہیں

وزیر قانون، جناب والا اس سلسلے میں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ فرمائیں۔

وزیر قانون، جناب والا! کل ہمارے ایک فاضل رکن نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا کہ ہائی کورٹ نے اس آرڈیننس کی کچھ شقوں کو کالعدم قرار دیا ہے اور پھر سپریم کورٹ میں یہ معاملہ ابھی پینڈنگ ہے اس وجہ سے اس پر قانون سازی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ بھی یہاں پر کچھ اور باتیں ہوئی تھیں۔ جو معاملہ کورٹ میں ہو subjudice ہو اس پر قانون سازی ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔ سپیکر صاحب نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس بارے میں آج میں اپنا نقطہ نظر پیش کروں۔ جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ جہاں تک subjudice کا مسئلہ ہے، ہم جو قانون سازی کرتے ہیں وہ آئین کے تحت کرتے ہیں رولز آئین کے تابع ہیں آئین رولز کے تابع نہیں ہے۔ جناب والا! سپیکر صاحب نے 176 (اے) کی طرف میری توجہ مبذول کروائی تھی اور اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ ہماری جو اسمبلی ہے یہ ایک خود مختار ادارہ ہے اور قانون سازی پر اس میں کوئی قدغن نہیں اور ہم قانون سازی کر سکتے ہیں اور اس میں آئینی طور پر کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ جناب والا! آئین کے تابع صوبائی اسمبلی قانون سازی کے عمل میں خود مختار ادارہ ہے۔ جب تک اس کے اختیارات پر کوئی آئینی قدغن نہ لگائی جائے وہ ہر قسم

کی قانون سازی کر سکتی ہے۔ آئین پاکستان نے ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ اگر کوئی معاملہ کسی عدالت میں زیر سماعت بھی ہو تو آئینی طور پر قانون سازی ہو سکتی ہے۔ آئین میں ایسی کوئی پابندی نہیں جس سے کوئی رکاوٹ پیدا ہو۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ رولز کے تحت جو پابندی لگائی ہوئی ہے وہ تحاریک التوائے کار کے لیے ہے۔ اس دن میرے فاضل بھائی میاں محمود الرشید صاحب نے جو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا' انہوں نے اپنی تحاریک التوائے کار کے حوالے سے ذکر کیا تھا۔ تحریک التوائے کار کو پیش کرنے کا حق اسمبلی کے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق ممبران کو دیا گیا ہے' یہ حق وہ اپنے قواعد کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں جب کہ اسمبلی کے قواعد نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ تحریک التوائے کار کے ذریعے کوئی ایسا معاملہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا جو کسی عدالت میں زیر سماعت ہو۔ تاہم اس سلسلے میں کوئی پابندی قانون سازی کے ضمن میں عائد نہیں کی گئی

جناب والا! رول 176 (اے) ایوان کے قانون سازی کے اختیارات پر کوئی قدغن نہیں لگاتا' بلکہ یہ رول ممبران اسمبلی پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ دوران تقریر کسی ایسے معاملے کو زیر بحث نہیں لائیں گے جو پاکستان کی کسی عدالت میں زیر بحث ہو۔ جناب والا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایوان عدالت میں زیر سماعت معاملات کی بابت بھی قانون سازی کر سکتا ہے' کوئی فاضل رکن تقریر کے دوران کسی ایسے نکتے کو زیر بحث نہیں لا سکتا جو عدالت میں زیر سماعت ہو۔ infacts کو' جن کو زیر بحث لانے سے عدالت کا فیصلہ متاثر ہو سکتا ہو ان کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ یہ پابندی ان معزز اراکین کے لیے ہے جو اس سلسلے میں تقریر کر رہے ہوں گے۔ جناب والا! کوآپریٹو کے معاملے میں جو معاملہ سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے وہ یہ نہیں ہے کہ قانون سازی کی جائے یا نہ کی جائے' بلکہ وہاں یہ معاملہ زیر بحث ہے کہ اس قانون کے کچھ حصے آئین سے متصادم ہیں یا نہیں ہیں جب کہ ایوان کا کام ہی قانون سازی ہے اور اس کی آئینی حیثیت پر حتمی فیصلہ دینا عدالتوں کی ذمہ داری ہے۔ جناب والا! اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ کسی بھی معاملے کو عدالت میں زیر سماعت ہونے سے قانون سازی کا عمل نہیں ہو سکتا تو پھر یہ ایوان نہ صرف عدالتوں کے تابع آ جائے گا بلکہ عملاً قانون سازی ناممکن ہو جائے گی۔ کیونکہ ملک کی مختلف عدالتوں میں کوئی نہ کوئی معاملہ زیر بحث رہے گا اور اس طرح کوئی بھی شخص مقدمہ دائر کر کے ایوان کی قانون سازی کی کارروائی کو روک سکے گا اور اس طرح اس معزز ایوان کے قانون سازی کے اختیارات حقیقت میں سلب ہو کر رہ جائیں گے۔

جناب والا! انڈیا میں بھی رول 176 (اے) کی طرح کا رول 352 (2) ہے۔ عدالتوں میں مقدمات کی سماعت کے باوجود قانون سازی جاری رہتی ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! میں نے جو وضاحت پیش کی ہے اس کی تائید "koul" کی ایک انڈین کتاب ہے "انڈین پارلیمنٹری پریکٹیسز" اس سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر 948 ایڈیشن (IV) پر وضاحت کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ subjudice کے اصول کا اطلاق قانون سازی پر نہیں ہوتا اور اگر کسی آرڈیننس کا معاملہ زیر سماعت بھی ہو تو پھر بھی اس بابت میں قانون سازی ہو سکتی ہے۔ اور اسی رول کا اطلاق سپریم کورٹ میں زیر سماعت اپیل پر بھی ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کا متعلقہ اقتباس میں آپ کی اجازت سے اس معزز ایوان کے سامنے پڑھنا چاہوں گا۔ جناب والا وہ یہ ہے کہ،

"The Rule of Subjudice cannot stand in the way of legislation. If the rule of subjudice were to be made applicable to legislation, it would not only make legislature subordinate to the courts in that matter but would make enactments impossible, because numerous cases concerning a large number of statutes awaits at all time adjudication in one court or the other. Parliament's main function to make laws will thus come to a stand still. This is neither sanctioned by the constitution nor justified on merits. Legislatures being supreme and sovereign in the matters of making laws there is no bar on their work in the field of legislation. The members should however, refrain from referring to the facts of a case pending before a court, when a Bill is under discussion in the House."

176 (2) (a) discuss any matter which is subjudice in a court of

Law in any part of Pakistan;

پھر جناب سپیکر کی رولنگ ہے۔

A point of order was raised in the House that the resolution which has been moved disapproving the Essential Services Maintenance Ordinance, 1968, could not be discussed as the Ordinance was pending adjudication before courts of law. The Point of Order was ruled out on the grounds that the rule of subjudice does not apply to legislation, and the resolution to disapprove the ordinance is in the nature of the legislation, because all it seeks to do is to disapprove the Ordinance that is to repeal the legislation which is in force and that an Ordinance has the same force as a Law of Parliament. It was held that Parliament is supreme and sovereign in the exercise of its legislative power and cannot be paralysed by reason obly of the fact that a writ petition against the constitutionality of the existing legislation is pending in the court of law.

جناب والا! ہماری اس موجودہ اسمبلی میں اکثر ایسے معاملات پر قانون سازی ہوتی رہی ہے جو عدالت میں زیر غور تھے۔ اس سلسلے میں میں کچھ نمایاں مثالیں جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ مثلاً قانون حق شفع اور کرایہ داری کا قانون جو کہ پنجاب اسمبلی نے پاس کیے۔ حق شفع کے سینکڑوں مقدمات سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھے اور عدالت کو ان کے فیصلے کے سلسلے میں قانونی دشواریاں تھیں جو کہ دور کرنے کے لیے حق شفع کا قانون پاس کرنا ضروری تھا۔ اسی طرح کرایہ داری کے قانون میں دوسری اپیل کا حق دینے کا جب فیصلہ کیا گیا تو باوجود اس کے کہ لاتعداد مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت تھی قانون میں ترمیم کر کے یہ حق ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں

پیش کی جا سکتی ہیں۔ لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ قانون سازی کے سلسلے میں محض اس بنیاد پر پابندی عائد نہیں کی جا سکتی کہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ تو ان حقائق کے پیش نظر جناب والا! میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کروں گا کہ جناب والا! اس سلسلے میں کوئی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اسمبلی سپریم ہے sovereign ہے' اور یہ legislature کا کام ہے کہ وہ قانون سازی کرے۔ اس ہمارے قانون سازی میں عدلیہ کا کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہیں جب ہم قانون بنا لیتے ہیں تو interpretation of statute جو ہے' اس کے بعد ان کا کام شروع ہوتا ہے۔ جہاں تک ہمارا قانون بنانے کا تعلق ہے' تو اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں پڑ سکتی۔ کسی عدالت میں کوئی کارروائی پینڈنگ ہونے کے بعد۔ جب یہ قانون بن جاتا ہے تو اس کے بعد پھر یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ یہ آئین کے ساتھ متصادم تو نہیں جو کہ ہم نے قانون سازی کی ہے۔ یہ بعد کی بات ہے۔ ابھی آپ کے سامنے کئی دفعہ معاملہ پیش ہوا ہے کہ حکومت بار بار آرڈیننسز نافذ کر رہی ہے اور legislation نہیں کر رہی اور یہ legislator اپنی ڈیوٹی پراپر طریقے سے سرانجام نہیں دے رہے۔ جناب والا! اسی سلسلے میں ایک رٹ ہائی کورٹ میں پینڈنگ ہے کہ جی' یہ آرڈیننس پہ آرڈیننس دیے جا رہے ہیں۔ اور یہ اس میں قانون سازی کیوں نہیں کرتے؛ تو مقننہ قانون سازی کر کے اس عمل کو روک دے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی لحاظ سے بھی جو ہمارے اس ہاؤس کی sovereignty ہے' law making کی' legislation کی اس پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں۔ ہمیں یہ قانون سازی کا کام جاری رکھنا چاہیے۔ میں ان گزارشات کے ساتھ آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے استدعا کروں گا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم یہ قانون سازی کا کام جاری رکھ سکیں۔ شکریہ جناب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اور ان کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ قانون سازی مقننہ کا حق ہے اور عدلیہ جو ہے وہ اس کی تشریح یا interpretation کا کام کرتی ہے یا فرائض سر انجام دیتی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی تقریر کے دوران یہ واضح طور پر کہا ہے کہ اگر کوئی ممبر اس قانون سازی کے دوران ایسی تقریر کرتا ہے' ایسے الفاظ یا سیاسی باتیں کرتا ہے جس سے عدلیہ کے موقف یا اس کی judgement متاثر ہو سکتی ہے تو اسے آپ کس طرح سے روکیں گے کہ آپ کو پابندی لگی ہوئی ہے کہ یہ باتیں آپ نہیں کر سکتے' چونکہ یہ اس تمام فیصلے پر منفی اثرات مرتب کریں گی۔ اس لیے ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ باوجود اس کے ہم قانون سازی کر سکتے ہیں اور اس پر کوئی قدغن یا کوئی ممانعت نہیں' کسی

طرف سے نہ قانون یا آئین ہمیں ممانعت کرتا ہے۔ لیکن اس وقت کم از کم آپ کو اسمبلی کے ان تمام ممبران کو کنٹرول کرنا پڑے گا' اگر آپ نے اس صورت حال کو زیر بحث لانا ہے تو' میں نے یہی چند باتیں کرنی تھیں۔

جناب سپیکر، چوہدری محمد فاروق صاحب۔

چوہدری محمد فاروق، جناب والا! یقیناً ہماری اسمبلی کا سب سے اہم کام قانون سازی ہے۔ اور اسمبلی میں ممبران قانون سازی کے لیے ہی منتخب ہو کر آتے ہیں اور یہی ذمہ داریاں ادا کر کے وہ اس ایوان کے وقار میں اضافے کا باعث بن سکتے ہیں۔ جناب والا! رول (a) (2) 176 کے حوالے سے یہ بات ہوئی۔ کہ عدالت میں زیر سماعت معاملات یہاں پر زیر بحث نہیں لائے جا سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تحریک التوائے کار تو ایسے معاملات ہیں جو قانون سازی سے متعلقہ نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں یہ رول ہے۔ اور جناب والا! ہر بات کی روح اور اس کی sense کو سمجھ کر اگر اسے interpret کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اصل مقاصد پھر سامنے آتے ہیں۔ اگر قانون سازی کے معاملے میں عدالت میں زیر سماعت کسی معاملے کی بناء پر ہم اپنے اوپر اس ایوان کے اوپر یہ قدغن لگالیں کہ ہم یہاں پر قانون سازی نہیں کر سکتے تو پھر یہ ایسے ہوگا کہ کوئی ایسا معاملہ جس کے بارے میں ہماری حکومت اس ایوان کے ذریعے قانون سازی کرنا چاہتی ہے وہ کسی نہ کسی حوالے سے باہر اس بات کا پتا چل سکتا ہے کہ فلاں معاملے کے بارے میں حکومت ایوان کے اندر قانون سازی کرنا چاہتی ہے۔ کوئی اٹھ کر ہائی کورٹ میں چلا جائے گا اور جا کر رٹ کر دے گا کہ فلاں معاملے کے بارے میں حکومت بل لانا چاہتی ہے' اس کو وہ کورٹ میں لے جائے گا۔ جب وہ ایشو کورٹ میں چلا جائے گا تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اس پر قانون سازی نہیں کر سکتے۔ تو جناب والا! اگر یہ بات ہمارے اس ایوان اور اس کے اختیارات کے اوپر لاگو ہو جائے تو اس کے بعد تو یہ ایوان کبھی بھی کسی معاملے پر شاید کھل کر قانون سازی نہیں کر سکے گا۔ اور ایک عام آدمی جو صرف حکومت کے معاملات کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے۔ یا اس ایوان کے وقار یا اس کے لیول کو کم کرنا چاہتا ہے یا اس کی کارروائی کو روکنا چاہتا ہے تو وہ عدالت میں چلا جائے گا۔ جناب والا! عدالتیں جو ہیں وہ اس ایوان کے تحت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت فیصلے کرتی ہیں اور معاملات کو زیر سماعت لا کر انہیں نمٹاتی ہیں۔ اگر یہ ایوان عدالتوں کی اس انداز میں رہ نمائی نہ کرے اور عدالتوں کو قانون بنا کر نہ

بھیجے تو پھر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالتیں سب کچھ ہو گئیں اور اس ایوان کی قانون سازی کے بارے میں اس کے بعد کوئی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اب جناب والا! میں یہاں پر آپ کے سامنے رول 75 کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ اس میں سب کلاز (2) میں کہا گیا ہے۔

75 (2) "The notice shall be accompained by a copy of the Bill together with a statement of objects and reasons , and if the Bill is one that requires the previous consent , sanction or recommendation of the Government or the presidnet for its introduction , the notice , shall also be accompained by such consent, sanction or recommendation."

مگر شرط یہ ہے کہ جو مسودہ قانون آئین کے آرٹیکل 128 کے ضمن 3 کے تحت پیش کردہ متصور ہو۔ اس کے لیے کسی بیان اغراض و وجوہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جناب والا! اسی میں سب کلاز (3) میں یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ

اگر یہ مسئلہ پیدا ہو جائے کہ آیا مسودہ قانون یا مسودہ قانون کی ترمیم کے لیے حکومت یا صدر کی ماقبل رضا مندری، منظوری یا سفارش ضروری ہے یا نہیں۔ تو اس کے بارے میں سپیکر کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

جناب سپیکر! ایسا بل جو وزیر صاحب پیش کرتے ہیں اگر انہوں نے حکومت سے منظوری لینی تھی اور انہوں نے نہیں لی تب بھی، لینی ہے یا نہیں لینی ہے تب بھی، اس معاملے میں بھی آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ سپیکر صاحب اپنی discretionary powers استعمال کرتے ہوئے اس بل کو ایسی صورت میں بھی پیش کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اور اگر ہم Constitution of Pakistan کی سیکشن 128 کو پڑھیں تو اس میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے جناب والا! میں آئین کے آرٹیکل 128 کو ریفر کر رہا ہوں۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ گورنر ایسے حالات میں جہاں وہ ضروری سمجھتا ہے آرڈیننس جاری کرتا ہے۔ اور اس کے بارے میں آرٹیکل کی سب کلاز ٹو میں ہے۔

"128 (2) An ordinance promulgated under this Article shall have the same force and effect as an Act of the Provincial

Assembly and shall be subject to like restrictions as the power of the Provincial Assembly to make laws, but every such Ordinance...

(a) shall be laid before the Provincial Assembly and shall stand repealed at the expiration of three month, from its promulgation or, if before the expiration of that period a resolution disapproving it is passed by the Assembly, upon the passing of that resolution; and........

جناب سپیکر! اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گورنر کوئی آرڈیننس جاری کرتا ہے تو بے شک اس کا effect وہی ہے جو اسمبلی کے کسی ایکٹ کا ہے۔ لیکن اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ آرڈیننس اگر مجبوراً جاری کر بھی دیا جائے تو اس کے بعد اس کی قانون سازی فوری طور پر اسمبلی میں ہونی چاہیے۔ اور اگر اسمبلی آرڈیننس کو آگے بڑھاتی چلی جائے اور اس پر قانون سازی نہ کرے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ گورنر سب کچھ ہے۔ اسمبلی کی کوئی ضرورت نہیں قانون سازی کی کوئی ضرورت نہیں پھر تو سارے معاملات آرڈیننسوں کے ذریعے ہی چلنے چاہییں اور گورنر کو باہر باہر ہی چلائے جانے چاہییں۔ چیف ایگزیکٹو اور اس اسمبلی کا وقار اس صورت میں ختم ہو جائے گا اگر ہم صرف آرڈیننس اور عدالت کو آپس میں منسلک کر دیں۔ جناب سپیکر! یہاں پر آ کر اس آرٹیکل کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس ایوان کے تقدس، وقار، اس کی ذمہ داریاں، اس کے مقاصد اور قانون سازی کی روح کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یہ نکتہ اعتراض اس وقت اپنی حیثیت کھو دیتا ہے۔ اس ایوان کو اپنے اوپر کسی قدغن اور کسی رکاوٹ کو سوار نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ ہے بھی قواعد کے مطابق۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 128 کے مطابق یہ قانون سازی درست ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بل کو ایوان میں لانا چاہیے۔ اس بل کے مسودے کو دیکھ کر ہر معزز ممبر اس پر بحث میں حصہ لے سکتا ہے۔ فاضل اراکین اپنے نقطۂ نظر کے مطابق جس طرح مناسب خیال کریں، بات کر سکتے ہیں۔ اگر یہ بل غلط ہے، اس کے مسودے میں کوئی خامی یا خرابی ہے تو بل سامنے آنے کے بعد اس خرابی کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے کہ اس کے مسودے میں یہ بات غلط لائی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میری ان معروضات

کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل ایوان میں پیش بھی کیا جا سکتا ہے' اس کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے اور ہم قانون سازی کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قدغن اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ شکریہ۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا فیصلہ صادر کرنے سے پہلے میری گزارشات سن لیں۔ میں سب سے پہلے صفحہ 71' رولز آف پروسیجر' صوبائی اسمبلی پنجاب' رول 176(2a) کا حوالہ دیتا ہوں۔

A member while speaking shall not.

(a) discuss any matter which is subjudice in a Court of Law in any part of Pakistan.

اس قاعدے کا تو بار بار حوالہ دیا جا چکا ہے۔ میں آپ کی توجہ ہائی کورٹ کی اس judgement کی طرف دلواؤں گا جو کہ آنرایبل ہائی کورٹ نے 25-7-92 کو پاس کی ہے،

The upshot of the above discussion is that the provisions of Section 4, 12 and 13 of the Ordinance read with the Schedule of Ordinance amounts to legislative judgement by usurping the judicial powers and therefore are violative of the fundamental rights and Articles 2(A) of the Constitution and thus cannot be saved, being unconstitutional, illegal and violative of principles of natural justice. Similarly the appointment of the Supreme Court as a Cooperative Judge and confirming appellate jurisdiction of the Court are also beyond the legislative competence of the Provincial Governor or the Legislature. In this view of the matter we allow these petitions.

جناب والا! یہ judgement ہائی کورٹ نے پاس کی تھی جس کی اپیل پہ The learned Supreme Court has passed this judgement:

"Meanwhile the operation of the judgement of the High Court will remain suspended. However no action will be taken during this period to cause prejudice to the rights of the parties. The appeals arising from No CP189/192 of 1992 and CP No 126 to 132 of 1992 and CP No. 134 to 137 of 1992 shall be made ready and fixed for hearing along with the above petition on the same day namely 25-8-1992,

جناب والا! سپریم کورٹ کی ججمنٹ میں بھی اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ ہم اس کو take up کر لیں۔ پارلیمانی پریکٹس میں سے جناب وزیر قانون نے کول پارلیمانی پریکٹس سے حوالہ دیا ہے۔ تو میں میز پارلیمانی پریکٹس کے صفحہ 429 سے حوالہ دیتا ہوں،

Matters awaiting judicial decisions

جناب سپیکر، کون سا صفحہ ہے؟

سید چراغ اکبر شاہ، صفحہ 429' پیرا 2 Matters awaiting Judicial decision یہ اس کا پیرا 2 ہے۔

جناب سپیکر، یہ صفحہ 427 ہے۔۔ آپ کے پاس 429 ہوگا' میرے پاس 427 ہے۔

SYED CHIRAGH AKBAR SHAH: Matters awaiting judicial decisions ... This is the 20th Edition.

Following the first report of the Select Committee on Procedure 1962 to 1963, the House passed a Resolution 23.7. 1963 which set out the rules. This resolution bars references in debate as well as a motion including motion for leave to bring in bills and questions including supplementary questions to matters awaiting or under adjudication in all courts exercising a criminal jurisdiction from the moment the

law set in motion by a charge being made to the time when verdict and sentences have been announced and again when notice of appeal is given until the appeal is decided.

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس کو take up نہیں کیا جا سکتا جب تک سپریم کورٹ اس پر اپنا verdict نہ دے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! مسئلہ جو زیر بحث ہے وہ بڑا سادہ سا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ جو بات کورٹ میں ہو اس پر قانون سازی نہیں ہو سکتی۔ قاعدہ۔ 176 جو ابھی یہاں پر پڑھا بھی گیا ہے،

A member while speaking shall not

(a) discuss any matter which is subjudice in a Court of Law.

"any matter" اور جناب والا! debates کا باب ہے جس میں یہ قاعدہ provided ہے۔ قانون سازی کا باب نہیں قواعد میں ہے۔ اس میں قطعاً ایسی قدغن نہیں کہ قانون سازی نہیں ہو سکتی' جب کہ کوئی معاملہ کورٹ آف لاء میں پینڈنگ ہو۔ جناب والا! جناب وزیر قانون نے بھی اور محترم ساقی فاروق صاحب نے بھی بڑی تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے۔ میرے نقطۂ نظر سے دو باتیں ہیں۔ ایک ہے قانون سازی کی "any matter". کوئی بات۔۔ اور پھر ریزولیوشن کی بات بار بار آتی ہے۔ آپ ایسا کوئی ریزولیوشن اسمبلی میں نہیں لا سکتے جو کہ کورٹ آف لاء میں کوئی بات پینڈنگ ہے تو اس پر بات اثر انداز ہوتی ہو۔ قانون سازی کے بارے میں قطعاً نہیں ہے۔ جس طرح یہ کہا گیا ہے' یہ ایک sovereign body ہے۔ اس sovereign body کو ہم اپنے ہی ہاتھوں سے مقید نہیں کر سکتے۔ اس بات کے اوپر قدغن نہیں لگا سکتے کہ ہم قانون سازی بھی نہیں کر سکتے۔ جناب والا! قانون بنایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی matter پینڈنگ ہو تو ہم اس matter کو نہیں چھیڑ رہے۔ ہم ایک علیحدہ قانون بنا رہے ہیں۔ آرڈیننسوں کے بارے میں بھی بات ہوئی ہے۔ آرڈیننس گورنر صاحب جاری کرتے ہیں۔ ان کو ایکٹ کی شکل اسمبلی میں دی جاتی ہے۔ اس لیے میرے نقطۂ نظر سے یہ قانون سازی میں قطعاً حائل نہیں ہو سکتی۔ وہ کوئی بات' کوئی matter جو کسی کورٹ میں ہے۔ ہم اپنی تقاریر کے ذریعے سے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ subjudice matter میں قانون سازی قطعاً نہیں آ سکتی۔ نہ ہی میرے خیال میں ایسی بات ہے یہاں پر May's Parliamentary Practice کا حوالہ دیا گیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ

برٹش پارلیمنٹ اور ہماری پارلیمنٹ یکساں نہیں ہیں۔ وہاں آئین تحریری شکل میں نہیں ہے۔ وہ unwritten law ہے۔ اور وہ اسمبلی اسلام کے دائرہ کار میں بھی نہیں ہے۔ ہمارا ایک آئین ہے۔ ہمیں اسلامی اقدار کے اندر رہتے ہوئے تمام کاروبار کرنا ہے۔ اس لیے اگر ہم یہاں میز پارلیمنٹری پریکٹس کا حوالہ دیں گے تو وہ applicable نہیں ہو گا۔ بلکہ کول جو ہے' وہ انڈیا کا ہے اس میں انڈیا کا رول 35 ہے۔ اس میں بھی یہی ہے جو ہمارے رول 176 میں ہے۔ اس میں یہ ہے۔

A member while speaking shall not...

Refer to any matter of fact on which judicial decision is pending.

جناب والا! یہ انڈیا کا رول ہے اور کورٹ نے اس کو interpret کیا ہے جس کا یہاں پر جناب وزیر قانون نے حوالہ دیا ہے۔ رول کو اور سپیکر کے فیصلے کو ہم دیکھتے ہیں۔ میز پارلیمانی پریکٹس میں جو رول ہے اس کا decision الگ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے میز کو ہم پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ انڈیا اور ہمارے آئین اور ان کے رولز اور ہمارے رولز تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے میں کہوں گا کہ جناب وزیر قانون نے جو نکتہ پیش کیا ہے وہ ٹھیک ہے اور قانون سازی کے راستے میں یہ بات قطعاً حائل نہیں ہو سکتی۔

چوہدری محمد فاروق، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر، چوہدری فاروق صاحب! آپ اس پر اپنی بات کر چکے ہیں۔

چوہدری محمد فاروق، جناب والا! میں ایک نکتہ سامنے لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ شاید کافی تفصیل سے بات کر چکے ہیں۔

چوہدری محمد فاروق، جناب والا! صرف ایک منٹ میں عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر، تو پھر سب دوست اس پر بات کرنا چاہیں گے اور آج ہم صرف اسی مسئلہ پر بات ہی کریں گے۔

چوہدری محمد فاروق، جناب والا! صرف ایک منٹ کی اجازت فرما دیں۔

جناب سپیکر، پھر آپ ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کریں۔

چوہدری محمد فاروق، جناب سپیکر! اگر اس بات کو درست مان لیا جائے کہ عدالت میں زیر سماعت

کسی معاملے پر قانون سازی نہیں ہو سکتی تو پھر ایسی صورت حال ہے کہ اس میں وقت ہمارے معاشرے کے اندر کوئی ایسا معاملہ نہیں جس پر اس رول کے تحت ملک میں کسی بھی عدالت میں یعنی جو معاملہ زیر سماعت ہو اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ تو جناب سپیکر! اگر قانون سازی کے معاملے میں اس کو اگر ہم درست تصور کر لیں تو پھر کوئی ایسا معاملہ معاشرے کا نہیں جس پر اگر آپ قانون سازی کرنا چاہتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی عدالت میں کسی نہ کسی لحاظ سے زیر بحث نہ ہو۔ اس لیے معاملات جو عدالتوں میں زیر سماعت ہیں وہ اپنی جگہ پر، لیکن قانون سازی اس زمرے میں نہیں آتی۔ قانون سازی ہر لحاظ سے ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ جی، راجہ بشارت صاحب۔

جناب محمد بشارت راجہ، جناب والا! اس سلسلے میں میں صرف مختصر سی گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم جب قانون سازی کرتے ہیں تو ہم طے شدہ قواعد و ضوابط کے تحت کرتے ہیں۔ اور ہماری اسٹیٹ کے جو تین اہم organs ہیں، ان میں مقننہ عدلیہ اور انتظامیہ آتے ہیں۔ سب سے پہلے رول جو آتا ہے وہ مقننہ کا آتا ہے۔ اور مقننہ کا کام قانون سازی کرنا ہے۔ آپ کی پارلیمانی تاریخ میں اس بات کی کہیں بھی مثال نہیں ملتی کہ عدلیہ نے کہیں بھی قانون سازی پر پابندی لگائی ہو۔ لیکن اس کے برعکس آپ کی پارلیمانی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایسے معاملات پر قانون سازی کی گئی ہے جو عدالتوں میں زیر سماعت ہیں اور قانون سازی ہونے کے بعد بل پاس ہونے کے بعد، آرڈیننس منظور ہونے کے بعد عدالتوں نے ان کو بنیاد بنا کر فیصلے صادر کیے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح جناب والا! اگر ہم دو منٹ کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ ہم عدالت میں زیر سماعت معاملے کی موجودگی میں قانون سازی کرتے ہیں تو ہم اس میں کس زمرے میں آتے ہیں تو پھر وہ contempt of court کا آتا ہے۔ اگر جناب آپ آئین کے آرٹیکل 204 پر غور فرمائیں تو اس میں عدلیہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بلکہ contempt of court کے حوالے سے person کا ذکر آیا ہے اور مقننہ کے حوالے سے کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ اس لیے عدلیہ کسی بھی لحاظ سے قانون سازی پر پابندی عائد نہیں کر سکتی، بلکہ قانون سازی ہم جو سپریم باڈی ہیں، لیجسلیٹو باڈی ہیں۔ ہم جو قانون سازی کریں گے عدلیہ اس کی پابند ہو گی اور ان کے حوالے سے آئندہ کے فیصلے کیے جائیں گے۔ بس میری یہی گزارش ہے۔

چودھری عبدالمجید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، چودھری عبدالمجید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

چودھری عبدالمجید، جناب سپیکر! یہ مجوزہ بل جو ہاؤس میں لایا جا رہا ہے۔ اس کا کیس محض subjudice نہیں ہے۔ اس کو خالی زیر سماعت کہنا درست نہیں ہے۔ یہ بل ہمارے آئین کے ساتھ clash کرتا ہے۔ fundamental rights کو violate کرتا ہے۔ اور natural justice کے خلاف ہے۔ اس لحاظ سے آپ سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو reconsider کر لیں۔ ویسے بھی سپریم کورٹ نے جو ہائی کورٹ کا آرڈر suspend کیا ہے وہ temporary کیا ہے۔ محض اس لیے کہ 25 ہزار اور 50 ہزار کے depositors کو small depositors کو disbursements کر دی جائیں۔ ڈیڑھ سال سے یہ crisis چلی آ رہی ہے لیکن اس کا مناسب حل نہیں نکالا گیا۔ پنجاب کوآپریٹو بورڈ جو اس وقت ہماری سوسائٹیز کو قبضے میں کیے ہوئے ہے۔ چھ مہینے میں انہوں نے ہمارا صرف ساٹھ کروڑ روپیہ ادا کیا ہے۔ حالانکہ ہم نے کہا تھا کہ نو مہینے میں ہم تمام depositors کو واپس کر دیں گے۔ اور پھر ہمارے پاس surplus بچ جاتا ہے۔ بار بار اخباروں میں ہر جگہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے خورد برد کر لیا ہے۔ لوٹ لیا ہے حالانکہ یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ تمام depositors کو ادا کرنے کے بعد بھی ہماری نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو سوسائٹی دو ارب روپیہ بچا سکتی ہے۔ تو اس قبضے کو ہمیشہ کے لیے پانچ سات سال کے لیے drag on کرنا عوام کے مفاد میں نہیں ہے۔ یہ نہ صرف آئین کے منافی ہے بلکہ یہ fundamental rights کے بھی منافی ہے اور natural justice کو بھی violate کرتا ہے۔ بس میں نے یہی عرض کرنا تھا۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! اس وقت جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ ایک legislation گورنمنٹ لائی ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس Punjab Undesirable Cooperative Societies(Dissolution)Bill, 1992 کو زیر بحث لایا جائے۔ اور اس پر پوائنٹ آف آرڈر پر اعتراض یہ ہوا تھا کہ یہ رول 176 سب رول (اے) سے hit ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں جو بھی کوئی مسئلہ عدالتوں میں زیر سماعت ہو' پاکستان کے کسی بھی حصے میں کسی عدالت میں زیر سماعت ہو اس پر بات نہیں کی جا سکتی' اس کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ تو اس پر آج کا دن میں نے مقرر کیا تھا کہ آج اس پر بات کریں گے کل اس کو adjourn کر دیا تھا۔ آج اس پر بڑی تفصیل سے بات ہوئی ہے۔ لاء

منسٹر صاحب نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ چودھری فاروق صاحب نے، میاں منظور احمد موہل صاحب نے، راجہ بشارت صاحب نے ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب نے اور ایکٹنگ لیڈر آف دی اپوزیشن سید چراغ اکبر شاہ صاحب اور چودھری عبدالمجید صاحب نے اور سب صاحبان نے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ تو میرے خیال کے مطابق یہ رول 176 ڈیبیٹ کے بارے میں ہے۔ ڈیبیٹ کو limit کرنے کے بارے میں ہے۔ اور اس پر واضح طور پر لکھا ہے کہ limitation of debate تو اس میں لکھا ہے کہ

"A member shall not discuss any matter which is subjudice in a Court of Law in any part of Pakistan."

اب معاملہ یہ ہے کہ یہ رول قانون سازی کو restrict کرتا ہے۔ تو اس بارے میں میری prima pacie رائے یہ ہے کہ قانون سازی کا کوئی بھی کیس کسی بھی کورٹ میں پینڈنگ ہو تو وہ اس کو متاثر کرتا ہے کہ نہیں تو میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ جتنی چیزیں میں نے دیکھی ہیں، انڈین پارلیمنٹری پریکٹس ہے، میز پارلیمنٹری پریکٹس ہے اور ہمارے رولز ہیں اور ان کی جو interpretation ہے۔ تو اگر آپ ایک بل کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں اور آپ ایک سول جج کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتے ہیں اور بے شک stay order حاصل نہ کریں تو یہ قانون سازی کا عمل رک جائے گا۔ تو یہ مقننہ کے اختیار کو سلب کرنے کے مترادف ہوگی۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں، نہ اس کی رولز اجازت دیتے ہیں۔ کہیں بھی اس بات کی اجازت نہیں۔ تو وزیر قانون کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں اور legislation کی اجازت دیتا ہوں۔ اور اس پر detailed ruling، تفصیلی رولنگ میں بعد میں دوں گا اور سر دست اس کی میں اجازت دیتا ہوں۔

مسودہ قانون (تنسیخ) ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب بابت 1992ء

(جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

MR SPEAKER: Now we take up the legislative business. Minister for Law please.

LAW MINISTER: Mr Speaker Sir, I beg to move-

That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing

Committee on Cooperatives , be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is-

That the Punjab Undrsirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill , 1992 , as recommended by the Standing Committee on Cooperatives , be taken into consideration at once.

It was not opposed

MR SPEAKER: The motion has been given notice of under Rule 80 by Mr Farid Ahmad Piracha. He may move his motion

The Hon'ble Member was not present so it would be taken as withdrawn.

DR MUHAMMAD AFZAL EZAZ: Mr Speaker Sir, could I move the motion on behalf of Mr Farid Ahmad Piracha?

MR SPEAKER: There is no question of moving the motion on behalf of Mr Farid Ahmad Piracha.

Three amendments have been received in it under Rule 81 The first amendment is from Mr Farid Ahmad Piracha and Mian Mahmood-ur-Rashid.

Mian Mahmood-ur-Rashid would like to move the amendment.

MIAN MAHMOOD-UR-RASHID: Yes, I would like to move the amendment.

وزیر قانون: جناب سپیکر! انہوں نے oppose نہیں کیا تھا تو اس کے باوجود بھی آپ انہیں موو کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ یہ بیٹھے تھے اور انہوں نے oppose نہیں کیا۔

میاں محمود الرشید: میں نے oppose کیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ امنڈمنٹ موو کرنا چاہتے ہیں؟

میاں محمود الرشید: میں موو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میں نے اسی لیے دی ہے۔

جناب سپیکر، تو ٹھیک ہے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

وزیر قانون، آپ میاں صاحب سے خصوصی رعایت فرمارہے ہیں۔ (قہقہے)

میاں محمود الرشید، میں تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ مسودہ قانون (تنسیخ) ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب مصدرہ 1992ء جیسا کہ مجلس قائمہ برائے کوآپریٹوز نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے کہ اس کی ہدایت کے ساتھ درج ذیل اراکین پر مشتمل مجلس منتخبہ کے سپرد کیا جائے کہ وہ 30۔اپریل 1993ء تک اپنی رپورٹ پیش کرے۔"

1- ڈاکٹر محمد افضل اعزاز
2- جناب ارشاد حسین سیٹھی
3- چودھری واجد علی خان
4- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ
5- رانا اکرام ربانی
6- رانا ثناء اللہ خان

جناب سپیکر، میرے پاس اس کی اردو کی ورشن نہیں ہے۔

MR SPEAKER: The motion moved is-

> "That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992 ; as recommended by the Standing Committee on Copperatives, be referred to the Select Committee consisting of the following Members with instructions to report upto 30th April, 1993.
>
> 1. Dr Muhammad Afzal Ezaz
> 2. Mr Irshad Hussain Sethi
> 3. Ch Wajid Ali Khan
> 4. Dr Syed Khawar Ali Shah.

5. Rana Ikram Rabbani

6. Rana Sanaullah Khan

LAW MINISTER: I oppose it Sir.

MR SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment.

میاں صاحب! آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے؟

میاں محمود الرشید: جی ہاں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیے۔

میاں محمود الرشید: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج جس مسئلہ پر پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان قانون سازی کرنے جا رہا ہے۔ یہ انتہائی اہم نوعیت کا مسئلہ ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹیز بنا کر سادہ لوح عوام کو اور غریب عوام کو، پسے ہوئے لوگوں کو لوٹنے کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ سبھی دوستوں کو یاد ہوگا کہ 1980ء کے آغاز میں اس پنجاب کے اندر فنانس کمپنیوں کے نام سے بعض کمپنیاں معرض وجود میں آتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے دھڑا دھڑ ان کے دفتر بھی کھلنا شروع ہوتے ہیں اور وہ لوگوں سے کروڑوں روپیہ اکٹھا کرتے ہیں اور لوگوں کو لوٹ کر اس ملک سے فرار ہو جاتے ہیں۔ بعض جو پکڑے جاتے ہیں وہ عدالتوں سے اپنی ضمانت کرواتے ہیں اور اس کے بعد وہ ہزاروں لوگ اور ہزاروں خاندان اور کھاتہ داران جنہوں نے ان فنانس کمپنیوں کے اندر پیسے جمع کروائے ہوتے ہیں وہ سالہا سال رو پیٹ کے، تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کی کہیں کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ لوٹنے والے لوگ اپنی فیکٹریاں بھی لگواتے ہیں اور مختلف طریقوں سے عوام کی اس رقم کو استعمال کرتے ہیں۔ اس بات کا اعادہ پھر 1990ء کے آغاز میں 1988ء، 1989ء اور 1990ء میں ہوتا ہے کہ کوآپریٹو کریڈٹ فنانس کمپنیاں معرض وجود میں آتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے پنجاب کے اندر راتوں رات دھڑا دھڑ یہ کمپنیاں بننی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک نہیں، دو نہیں، دس نہیں، درجنوں نہیں، بیسیوں نہیں، سینکڑوں کی تعداد میں یہ ادارے بنتے ہیں اور اپنی تشہیر پر کروڑوں روپے کی خطیر رقم خرچ کرتے ہیں۔ ہم نے انہی آنکھوں سے، انہی چوکوں اور چوراہوں میں دیکھا۔ انہی اخبارات کے اندر، روزناموں کے اندر، ہفت روزوں کے اندر، ٹیلی ویژن کے اندر، ریڈیو کے اوپر ان اداروں کی تشہیر ہم دیکھتے ہیں اور جو سادہ لوح لوگ ہیں، جو ان پڑھ ہیں، جو حالات کے ہاتھوں پسے ہوئے ہیں، جو مہنگائی

کے ہاتھوں مجبور ہیں' بے بس ہیں اور انہیں investment کی کوئی اور جگہ نظر نہیں آتی' اس میں ایک بہت بڑی تعداد ہمارے سرکاری ملازمین کی ہے' بیوگان کی ہے' معذور لوگوں کی ہے کہ جو اپنی زندگی کی جمع پونجی کو اس امید کے سہارے کہ فلاں جگہ پر ہمیں ایک معقول آمدن کا ذریعہ بن جائے گا۔ جو بیوگان ہیں وہ اپنے زیورات بیچ کر اور جو دوسرے لوگ ہیں وہ اپنی ریٹائرمنٹ کے اوپر جو فنڈز ملتے تھے وہ لے کر انہوں نے ان اداروں کے اندر جمع کروایا اور کروڑوں نہیں' اربوں کی مقدار میں' اربوں روپیہ ان اداروں نے اکٹھا کیا اور تماشے کی بات یہ ہے کہ یہ بات ایک دو مہینے نہیں چلی۔ یہ بات تین چار سال تک چلتی رہی۔ اور اس وقت ہماری جو مقتدر ہستیاں ہیں انہوں نے بھی انہی اداروں سے مختلف ناموں سے خطیر رقم کی شکل میں حاصل کی۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کیا حکومت سوئی ہوئی تھی؛ اس وقت کیا حکومت کا فرض نہیں بنتا تھا کہ وہ اس معاملے کو چیک کرتی جب کہ ماضی میں بھی اس طرح کا ایک فراڈ پنجاب کے عوام سے کیا گیا تھا۔ یہ سارا کچھ ہوتا رہا۔ لوگوں کے کروڑوں روپے اکٹھے بھی ہوتے رہے اور وہ لٹتے بھی رہے اور اربوں روپیہ ضائع بھی ہو رہا ہے اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہاں تک کہ پانی سروں سے گزر جاتا ہے اور لوگ آہ و بکا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ لوگوں کی فرلانگوں اور میلوں لمبی لائنیں انہی فنانس کمپنیوں کے دفاتر کے باہر لگ جاتی ہیں۔ اس کے بعد حکومت کو ہوش آتا ہے کہ جناب' یہ تو کوئی کام غلط ہو رہا ہے۔ تو یہ میں گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو اگر اس وقت چیک کر لیا جاتا' اگر اس وقت ان اداروں کو جو کہ بینکنگ کر رہے تھے' کوآپریٹو کے نام سے لوگوں کو دھوکا دے رہے تھے اور لوگوں سے فراڈ کر رہے تھے اور ایک ایسا کام کہ جو ان کے دائرہ اختیار میں قطعاً آتا ہی نہیں تھا وہ بینکنگ کیے جا رہے تھے اور ہمارے تمام حکومتی ادارے جو ہیں وہ بھی اس میں برابر کے شریک تھے۔ کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اگر اس وقت کوئی ایکشن لیا جاتا' اگر اس وقت اس معاملے کو روک دیا جاتا' اسی وقت اس کے بارے میں اگر کوئی لیجسلیشن درکار تھی تو اس وقت اسمبلیاں موجود تھیں' اس وقت لیجسلیشن کر دی جاتی تو آج نوبت یہاں تک نہ پہنچتی کہ جہاں تک پہنچ چکی ہے۔

جناب سپیکر! اب موجودہ صورت یہ ہے کہ اس اسمبلی کے فلور پر میں نے دہائی دی کہ جناب' وہ غریب کھاتہ دار' 25 اور 50 ہزار کی ادائیگیاں جنہیں کرنی ہیں وہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور در بدر

کی ٹھو کریں کھاتے پھر رہے ہیں' ان کا کچھ کیا جائے۔ تو یہاں subjudice کی بات نہیں' اس پر کافی لمبی بات پہلے آ چکی ہے۔ میں اس پر دوبارہ بات نہیں کروں گا۔ اب جو لیکویڈیشن بورڈ بنا اور حکومت کی تمام کوششوں کے بعد یہ ہوا کہ 50 ہزار تک کے کھاتہ دار جن کی تعداد تقریباً 30 ہزار بنتی ہے۔ اس میں سے اتنے بلند و بانگ دعوؤں کے باوجود صرف 1800 کھاتہ داروں کی ایک قلیل تعداد بنتی ہے۔ 30 ہزار کہاں ہیں اور تقریباً 2 ہزار کہاں ہیں' صرف ان کو ادائیگی کی گئی ہے اور باقی28 ہزار جو لوگ ہیں یا خاندان ہیں اور ان سے وابستہ لاکھوں لوگ آج بھی در بدر کی ٹھو کریں کھاتے پھر رہے ہیں اور دھکے کھاتے پھر رہے ہیں اور اس پیچیدہ طریق کار کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ گندم کے ساتھ گھیوں بھی پس گیا ہے کہ اب یہ ایک تلوار جو کوآپریٹو ایکٹ کی چلنے لگی ہے۔ بلاشبہ اس میں جو ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز ہیں ان کو کالعدم ہونا چاہیے۔ انہیں کام کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس پنجاب کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں ایسے چھوٹے کوآپریٹو ادارے بھی ہیں کہ فراڈ تو ان لوگوں نے کیا ہے لیکن ایک تلوار ایسی چلی ہے کہ ان کو بھی پیس کر رکھ دیا گیا ہے اور کوآپریٹو ایکٹ کی سپرٹ کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ اور جتنی exemption سٹمپ ڈیوٹی اور کئی اور سہولتیں اور مراعات تھیں اور جو اپنی مدد آپ کے تحت چھوٹے چھوٹے ادارے جو بیسیوں سال سے بڑے ہی اچھے اور احسن طریقے سے قصبے کی سطح پر' دیہات کی سطح پر گلیوں اور محلوں کی سطح پر چلا رہے تھے ان کو بھی crush کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کے لیے مجلس قائمہ نے جو مسودہ تیار کیا ہے اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ اس لیے جناب سپیکر! یہ جو مجلس قائمہ مقرر ہوئی اور اس نے جو آج یہاں بل پیش کیا ہے یہ غلطیوں سے پُر ہے اور اگر آپ اس کا بغور جائزہ لیں' محکمہ کے اہل کاروں نے قانون بنا کر اور قانون سازی کر کے اس کو مجلس قائمہ کے آگے رکھا ہے اس میں کوئی خاص ترمیم نہیں کی گئی۔ اس مسودہ کے اندر کوئی خاص ترمیم یا تبدیلی نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کو من و عن قبول کر کے آج اس اسمبلی کے اندر منظوری کے لیے پیش کر دیا گیا ہے تو جناب والا! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس اسمبلی کے مختلف ممبران پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کر دی جائے اور یہ کوآپریٹو کا مسودہ قانون اس کمیٹی کے حوالے کیا جائے اور یہ ممبران جس میں اپوزیشن کے لوگ بھی ہیں جس میں ٹریژری بنچوں کے لوگ بھی ہیں یہ سرکاری دباؤ

سے آزاد ہو کر کوآپریٹو کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر اس پر قانون سازی کریں اور اس میں جتنی غلطیاں اور قباحتیں موجود ہیں ان کو دور کر کے پھر اگر یہ ایوان کے اندر آتے' پھر اس کے اوپر مکمل قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب' اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ آرڈیننس 16 مئی 1992ء سے نافذ العمل ہے۔ یہ باقاعدہ سٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجا گیا اس پر اس نے باقاعدہ غور و خوض کیا' اس کے بعد اسے اسمبلی میں بھیجا ہے لہذا جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کسی اچھے کام میں تاخیر کرنے یا اس کو کسی سلیکٹ کمیٹی کے پاس بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری اس ایوان سے یہی گزارش ہے کہ میرے فاضل بھائی نے یہ جو ترمیم دی ہے یہ غیر ضروری ہے۔ اور اس بارے میں انہوں نے یہ جو فرمایا ہے کہ کوئی پیش رفت نہیں ہوئی' یعنی رقم کی واپسی کے سلسلے میں جو فرمایا ہے' شاید یہ حقائق سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس وقت تک ہمارے پاس 74 ہزار 4 سو 17 کلیمز آئے تھے' جو پچیس پچیس ہزار روپے کے تھے۔ مجھے یہ اعلان کر کے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ان میں سے 70 ہزار 7 سو 38 کلیمز کی ادائیگی کرانے کا انتظام کر دیا ہے اور ان کو ادائیگی ہو چکی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اسی طرح سے جناب والا! پچاس ہزار کے کلیمز 9068 تھے ان میں 3744 کو پچاس پچاس ہزار روپے کی ادائیگی ہو چکی ہے اور ادائیگی کا مزید کام تیزی سے جاری ہے۔لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس ترمیم کے ذریعے قانون سازی میں تاخیر ہو گی اور وقت کا ضیاع ہو گا' اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو فوری طور پر consideration میں لیا جائے اور میں ایوان سے اپیل کرتا ہوں کہ اس ترمیم کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

MR SPEAKER: The motion moved and the question is-

> "That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to the Select Committeeconsisting of the following Member with instructions to report upto 30th April, 1993:

1. Dr Muhammad Afzal Ezaz
2. Mr Irshad Hussain Sethi
3. Ch Wajid Ali Khan
4. Dr Syed Khawar Ali Shah
5. Rana Ikram Rabbani
6. Rana Sanaullah Khan

(The motion was lost)

MR SPEAKER: The next amendment has been received in it from Mr Ghulam Sarwar Khan, Mr Ali Hassan Raza Qazi, Syed Chiragh Akbar Shah, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, and Rana Sanaullah Khan. Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial will like to move the amendment

MALIK IQBAL AHMAD KHAN LANGRIAL: I beg to move:

> "That the Punjab undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report up to 30th April, 1993.
>
> 1. Mr Sohail Zia Butt
> 2. Mr Abdul Hameed
> 3. Mian Shahbaz Ahmad
> 4. Mr Sikandar Hayat Malhi
> 5. Mr Farid Ahmad Piracha
> 6. Ch Muhammad Hanif
> 7. Mr Irshad Hussain Sethi

MR SPEAKER: The amendment moved is-

> "That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 30th April, 1993:
>
> 1. Mr Sohail Zia Butt
> 2. Mr Abdul Hameed
> 3. Mian Shahbaz Ahmad
> 4. Mr. Sikandar Hayat Malhi
> 5. Mr Farid Ahmad Piracha
> 6. Ch Muhammad Hanif
> 7. Mr Irshad Hussain Sethi

LAW MINISTER: I oppose it, Sir.

MR SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment.

میاں منظور احمد موہل، (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! یہ موشن اور جو اس سے پہلے موشن ہوئی ہے اس پر اسمبلی ایک ہی قسم کا فیصلہ دے چکی ہے' لہذا جب ایک فیصلہ ہو چکے تو اس قسم کی دوسری ترمیم آ نہیں سکتی۔ اس بارے میں' میں رول (4) 172 پیش کرتا ہوں۔

> 172 (4) An amendment on a question shall not be inconsistent with the previous decision on the same question at the same stage of a Bill or a matter.

تو جناب والا! اسی سٹیج پر فاضل اراکین کی طرف سے ایک موشن آئی تھی کہ یہ فار سر کولیشن وہاں بھیج دیا جائے۔ یہ ممبران بنا دیے جائیں۔ تو جناب والا! اسمبلی نے اس پر same decision دے دیا ہے۔ اس کو نامنظور کر دیا ہے۔ اب پھر اسی طرز کی ایک اور ترمیم آگئی ہے۔ تو میرے خیال میں یہ رول

(4) 172 کی خلاف ورزی ہے۔ اور یہ پیش نہیں ہو سکتی۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب سپیکر! میں میاں منظور احمد موہل صاحب کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ پہلی ترمیم میں سلیکٹ کمیٹی کے ممبران کی combination اور ہے اب جو دوسری ترمیم پیش ہوئی ہے اس میں سلیکٹ کمیٹی کے ممبران کی combination اور ہے۔ لہذا یہ ایک جیسی ترمیم نہیں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میں اس بارے میں عرض کرتا ہوں کہ اس ترمیم کو پیش کرنے کا مقصد تو وہی تھا' کمیٹی تو وہی ہے۔

جناب سپیکر، جی' وزیر قانون صاحب! آپ اس سلسلے میں کچھ رہ نمائی فرمائیں گے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں اپنے بھائی کے ریمارکس کو endorse کرتا ہوں۔ میں نے اس پر اعتراض پہلے اٹھانا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تھا' ایسے پہلے بھی کئی مواقع آئے ہیں۔ آپ کافی liberal ہوتے ہیں اور آپ اپوزیشن والوں کو بات کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اس میں تو بات بالکل واضح ہے۔ یہ وہی سبجیکٹ میٹر ہے۔ نام تبدیل کرنے سے تو اس کا مفہوم نہیں بدل جائے گا۔ یہ رول (4)172 کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور یہ رول یہ ہے،

> "An amendment on a question shall not be inconsistent with the previous decision on the same question at the same stage of a Bill or a matter."

تو جناب والا! یہ وہی ترمیم ہے۔ اس کا سبجیکٹ میٹر بھی بالکل ایک جیسا ہے۔ اس پر ابھی آپ نے ووٹنگ کروائی ہے۔ اس سے inconsistent اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر، اب اس میں سوال یہ ہے کہ یہ جو پچھلی امنڈمنٹ تھی اس میں بھی انہوں نے سلیکٹ کمیٹی کو ریفر کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ اور اس ترمیم میں بھی انہوں نے سلیکٹ کمیٹی کو ریفر کرنے کو کہا ہے۔ یہ دونوں ہی سلیکٹ کمیٹیاں ہیں۔ پہلی ترمیم میں نام اور ہیں اور اس ترمیم میں نام اور ہیں۔ یعنی پہلی ترمیم میں مختلف ہیں اور دوسری ترمیم میں مختلف ہیں۔ تو کیا نام مختلف ہونے سے (4) 172 سے ہٹ ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ جیسے ایوان کے ممبران کی تعداد 240 ہے اور جب بھی کوئی بل پیش ہو گا تو اس میں پہلی ترمیم آٹھ ممبران کی دے دے پھر دوسری ترمیم پھر اگلے آٹھ ممبران کی دے دے اور اسی طرح اگلی

پھر آٹھ ممبران کی تو مقصد تو ایک ہی ہے۔ subject matter ایک ہے۔ اس طرح فیصلہ inconsistent ہو جائے گا۔ اگر ہم ایک ترمیم میں reject کر رہے ہیں اور دوسری ترمیم میں پاس کر دیں گے تو فیصلے دو ہو جائیں گے۔ لہذا decision inconsistent نہیں ہونے چاہئیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ممبران کے نام بدلنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ matter وہی ہے مقصد وہی ہے اور صورت حال وہی ہے۔ اس لیے یہ پیش ہی نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! آپ کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! ہماری جو پچھلی روایات ہیں تو میرے خیال میں ان میں کہیں بھی سپیکر صاحب کی طرف سے اس قسم کی ممانعت نہیں۔ اگر سلیکٹ کمیٹی مختلف ناموں سے تشکیل دی گئی ہے تو اس کو آپ رد کر دیں۔ پچھلے جتنے بھی بل یہاں آئے ہیں ان میں سلیکٹ کمیٹیوں میں نام مختلف ہونے کی صورت میں ہم انہیں زیر بحث لاتے رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کمیٹی جن چھ ممبران پر مشتمل ہے ان کے سپرد یہ بل نہ کیا جائے لیکن جو دوسرے نام دیے گئے ہیں وہ بالکل مختلف ہیں۔ اس کے بارے میں بھی آپ کو رائے لینی ہو گی کہ آیا آپ اس کے سپرد بھی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اس کا جواز بنتا ہے کہ ہم اس کو زیر بحث لائیں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! ریکارڈ کی درستی کے لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہاؤس میں کوئی سلیکٹ کمیٹی آئی ہو اور اس کے بارے میں سوال ایوان میں اٹھایا گیا ہو۔ وہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تحریک رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور دوسری یہ ہوتی ہے کہ سلیکٹ کمیٹی کو بھیجا جائے۔ ایسا تو ہوتا رہا ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک کمیٹی جو چھ ممبران پر مشتمل ہو اس پر فیصلہ ہوا ہو پھر دوسری سلیکٹ کمیٹی کے بارے میں فیصلہ ہوا ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میری یادداشت کے مطابق ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مختلف ناموں پر مشتمل سلیکٹ کمیٹیوں کے بارے میں تحریک پیش ہوئی ہو۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب والا! میری استدعا یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت کوئی معزز ممبر ترمیم پیش کرنا چاہتا ہو تو وہ سب سے پہلے یہ دریافت کرے کہ کسی نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے یا سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کرنے کے لیے ترمیم دے دی ہے یا نہیں۔ یہاں تو یہ ہوا ہے کہ ہمارے جماعت اسلامی والے بھائیوں نے بھی یہی ترمیم پیش کی ہوئی ہے اور پی ڈی اے کی طرف سے ہم

نے بھی یہی ترمیم پیش کی ہوئی ہے۔ جناب والا! یا تو ہماری ملی بھگت ہو تو ہم مل بیٹھ کے ترامیم بنائیں۔ جناب والا! اگر آپ اس پہ یہ فیصلہ دے دیں گے کہ ایک ترمیم سلیکٹ کمیٹی کے لیے دیں تو پھر یہ ہو گا کہ ایک ممبر سب سے پہلے اسمبلی سیکرٹریٹ میں اپنی ترمیم بھیج دے گا تو دوسرا کوئی ممبر بھی ان دو پوائنٹس پر ترامیم نہیں دے سکے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ اتنا آسان نہیں جتنا میرے بھائی موہل صاحب فرما رہے ہیں کہ باقی ترامیم کا سب ممبران کی طرف سے نوٹس بروقت دیا ہوا ہے۔ یا تو آپ یہ کہیں کہ طریق کار میں کوئی خامی ہے کہ ہم نے جو نوٹس دیا ہے وہ غلط دیا ہے۔ اور اگر amendment valid نہیں تو اس کو list of business میں کیوں شامل کیا گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل، اس میں یہ ہو سکتا تھا کہ فیصلہ دینے سے پہلے آپ ان کو بھی بلا لیتے اور ان کو بھی بلا لیتے۔ یہ آپ کا استحقاق ہے کہ رول 173 کے مطابق

The Speaker may put amendments in such order as he may think fit.

تو جناب والا! اگر ان کی طرف سے یہ ترمیم دی گئی تھی اور اسمبلی نے اس پر فیصلہ دے دیا' اب اس پہ وہ فیصلہ مانگ رہے ہیں۔ یہ رول (4) 172 میں خلاف ورزی ہے۔

جناب سپیکر، ایسے کرتے ہیں کہ اس ترمیم کے بارے میں میاں منظور احمد موہل صاحب نے یہ نکتہ اعتراض رول 172(4) کے تحت اٹھایا ہے کہ اس پر ترمیم پیش ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی اس صورت میں کہ پہلے اسی قسم کی ترمیم پیش ہوئی ہو اور وہ مسترد ہو گئی ہو۔ اس سلسلہ میں' میں اپنے فیصلے کو مؤخر کرتا ہوں اور اس سے اگلی کارروائی کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ اس پر میں کل تفصیل کے ساتھ فیصلہ دوں گا۔

Two identical amendments have been given notice of by Mr. Farid Ahmed Piracha, Mr. Irshad Hussain Sethi, Syed Chiragh Akbar Shah, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Rana Sanauallah Khan, Mr. Ali Hassan Raza Qazi and Mr. Ghulam Sarwar Khan. Both these amendments are being taken together. Mr. Farid Ahmad Piracha or any other mover may like to move the amendment.

MR. IRSHAD HUSSAIN SETHI: I beg to move-

"That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by the 30th April, 1993".

MR SPEAKER: The amendment moved is:-

"That the Punjab undesirablé Cooperatives Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be circulated you the purpose of eliciting opinion thereon by the 30th April, 1993."

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

جناب سپیکر۔ سیٹھی صاحب! کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی۔ جناب سپیکر! یہ جو میں نے ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز کے بارے میں ترمیم مشتہر کرنے کے لیے دی ہے۔ اس میں اسی امر کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ عوام حکومت کے کیے ہوئے عمل کی وجہ سے سزائیں بھگتتے ہیں اور بیشتر معاملات ایسے ہیں جو عوام کو درپیش ہوتے ہیں جس میں حکومتی ارکان کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے اپنے ان مفادات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ جس کے تحت انہوں نے اپنے tenure کو پورا کرنا ہے۔ حقیقتاً ان ایوانوں میں جو قانون سازی کا عمل ہونا چاہیے اس میں اس چیز کو مد نظر رکھا جانا چاہیے کہ آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں گی تب تو یہ عمل مکمل ہوتا ہے۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ جس جمہوری عمل کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ یہ جمہوری ادارے وجود میں آئے ہیں یہ ادارے جمہوری بنیاد پر قائم ہیں۔ لیکن جب ہم اس کا عملی رخ دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔ عوام کے مفاد کی بات عوام کے سامنے نہیں لائی جاتی۔ عوام کا نقصان بعض اوقات ایسے اداروں کی قانون سازی کے ذریعے ہوتا ہے جو انہیں بھگتنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب یہ سوسائٹیز معرض وجود میں آئیں اور ان کو عمل میں لایا گیا تو کون واقف نہیں کہ کون کون افراد نے ان سوسائٹیز کو وجود بخشا اور کن کی ناک تلے یہ ساری بات ہوتی رہی۔ اور پھر یہ اگر کہا جائے کہ وزیر قانون جناب دریشک کے ہاتھ میں قانون مثل موم ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے جا بات نہیں

ہے۔ اس لیے عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب کسی معاملے کے بارے میں حکومت کی اپنی منشا شامل ہو تو sub-judice کہہ کر اس معاملے کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ عوام کے مفاد کے لیے ابھی تک کوئی step نہیں لیا اور اگر یہ بھی آرڈیننس نہ آتا تو میں نہیں سمجھتا کہ تاج کمپنی کے متاثرین کے ضمن میں تو کوئی ایسی بات involve نہیں کہ جس کے بارے میں کوئی سٹینڈنگ کمیٹی میں سارے کام کرنے کی ضرورت تھی۔ ایک واقعہ حکومت کے نوٹس میں لایا گیا اور حکومت اس پر جس طرح چاہتی ایکشن لے سکتی تھی۔ مگر ان کے متاثرین بھی آج اسی حال میں ہیں جس حال میں پہلے تھے۔ جناب سپیکر! میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ ادارہ اپنی اہمیت کھو چکا ہے یا اس ادارے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی افادیت نہیں اور یہ ادارہ جو عوام کے مفاد میں کام کر رہا ہے وہ نہ کرے، بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یہ عوام سے متعلقہ معاملہ ہے، اس ادارے کے اس ایوان کے بعض ارکان نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے، اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو عوام میں مشتہر کیا جائے اور اس بارے میں عوامی رائے آنی چاہیے۔ ان متاثرین کی طرف سے رائے آئے گی، جو لوگ ان اداروں کے ہاتھوں لٹے ہیں ان کا موقف سامنے آئے گا۔ آیا وہ اس بات پر خوش بھی ہیں یا نہیں؟۔ آیا ان کو اس بات کی امید بھی ہے کہ حکومت ان کے حقوق انھیں دلائے گی؟ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی رائے کا اس میں شامل ہونا عین حقیقت کے قریب ہے۔ لہذا میں نے جو ترمیم دی ہے اس کو عوامی رائے معلوم کرنے کے لیے مشتہر کیا جائے۔ اس کو منظور کیا جانا چاہیے اور یہی پسندیدہ عمل ہو گا۔ شکریہ

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! یہ اکثر نہیں بلکہ ہمیشہ سے میرے مشاہدے میں آیا ہے، کیونکہ میں 1985ء میں بھی اس ایوان کا ممبر رہا ہوں۔ تو جناب والا! جب بھی یہ amendment move کی گئی ہے تو اس سے حکومتی بنچوں نے صرف یہ مراد لی ہے کہ public opinion کے لیے اسے مشتہر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپوزیشن کوئی delaying tactics استعمال کرنا چاہتی ہے۔ حالانکہ بات یہ نہیں۔ رولز آف بزنس میں بھی اس amendment کا ذکر ہے۔ تو اصل اس کی روح یہ ہے کہ جب بھی آپ کوئی قانون بنانا چاہتے ہیں، بل لانا چاہتے ہیں، تو اسے سٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجا جاتا ہے۔ چاہیے تو یہ کہ سٹینڈنگ کمیٹی اس پر public hearing conduct کرے اور پھر اس کے بعد اس بارے میں فائنل رپورٹ پیش کرے، تاکہ اس amendments کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ لیکن جناب والا! ایسا ہوتا نہیں ہے اور پھر یہ اس قسم کی amendments سامنے لائی جاتی ہیں۔ اب اس بل کو دیکھ لیں کہ اس بل کی

جتنی کلازز ہیں ان میں سٹینڈ نگ کمیٹی میں جو بل بنا کر بھیجا گیا ہے اس میں صرف ایک کلاز کی addition کی گئی ہے اور سٹینڈ نگ کمیٹی نے اس میں کچھ بھی نہیں کیا۔ اس میں صرف کلاز 27 addition کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! اس میں سٹینڈ نگ کمیٹی نے کوئی اور ترمیم نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اچھا قانون بنانے کے لیے ایسے بل پاس کرنے چاہیئے جنہیں بار بار amend نہ کرنا پڑے۔ public hearing conduct ہونی چاہیے اور اگر اس کی رولز میں provision نہیں ہے تو رولز میں رکھا جائے۔ سٹینڈ نگ کمیٹیز کو یہ اختیار ہو کہ وہ public hearing conduct کرے۔ اور آپ جناب سپیکر! یہ دیکھ لیں کہ جتنے بھی ایوان ہیں چاہے وہ برٹش پارلیمنٹ ہے چاہے وہ امریکن کانگریس یا سینٹ ہے ان کی سٹینڈ نگ کمیٹیز جو ہیں وہ public hearing conduct کرتی ہیں۔ اور جناب سپیکر! میں آپ کے سامنے یہ ایک اہم معاملہ پیش کروں گا کہ جن کے متعلق یہ amendments ہیں' کئی بار public hearings میں امریکن پریذیڈنٹ کے جو nominees ہوتے ہیں سپریم کورٹ کے' وہ بھی سٹینڈ نگ کمیٹی reject کر دیتی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بات کو صرف اس طرح نہ سمجھا جائے کہ یہ amendments صرف delaying tactics ہیں۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بل کو دوبارہ public opinion لینے کے لیے 30۔اپریل کے لیے مشتہر کیا جائے اور اس سپرٹ میں کیا جائے نہ کہ یہ سمجھ کر کیا جائے کہ اس میں کوئی delaying tactics ہیں۔

جناب سپیکر، اس پر اور کوئی موور بات کرنا چاہیں گے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! کوئی بھی بل ہم جب یہاں ہاؤس میں لاتے ہیں تو اس پر سٹینڈ نگ کمیٹی غور کرتی ہے۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ یہ نہایت ہی اہمیت کا حامل بل ہے۔ اور اس پر سٹینڈ نگ کمیٹی نے ایک رپورٹ یہاں پر دی ہے۔ جناب سپیکر! اگر ہم صرف سٹینڈ نگ کمیٹی کی رپورٹ تک ہی رہیں تو اس میں یقیناً بے شمار خامیاں موجود ہیں جن کے بارے میں ہم اپوزیشن والوں نے ترامیم دی ہیں۔ جناب سپیکر! اس میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چند افراد جو سٹینڈ نگ کمیٹی میں موجود تھے ان کی بجائے یہ بل مشتہر کیا جاتا تاکہ جو متاثرین ہیں کوآپریٹو سوسائٹیز کے وہ اس بارے میں کچھ نہ کچھ اپنی آراء دیتے۔ اور اس کمیٹی کی رپورٹ میں بھی ان لوگوں کی آراء شامل ہونی چاہیے تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جناب سپیکر! پہلے بھی کوآپریٹو سوسائٹیز کے لیے رولز موجود ہیں لیکن اس میں اتنی خامیاں تھیں جن کا مفاد پرستوں نے الٹ مطلب لیا اور اس کو غیر قانونی طریقے سے استعمال کیا گیا اور ان

خامیوں سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور لوگوں کے لاکھوں' کروڑوں روپے لوٹ کر چلے گئے۔ لہذا جناب سپیکر! میری بھی یہی رائے ہے کہ صرف اس بل کو سٹینڈنگ کمیٹی تک نہ رکھا جائے بلکہ اس کو مشتہر کیا جائے۔ یہاں وزیر قانون صاحب تو ہر معاملے کو انا کا معاملہ بنا لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ چونکہ یہ بل اس ہاؤس میں آگیا ہے اور اب اگر اس کو ہم پاس نہیں کروا سکتے تو خدانخواستہ حکومت کی ناکامی ہو جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ حکومت کی ناکامی نہیں' بلکہ اگر ایسے بلوں کو حکومت یا کمیٹی مشتہر کرے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ فلاں بل آرہا ہے اور اس بارے میں ان کی رائے لی جائے تو میرے خیال میں اس طرح ہم قانون سازی بھی اچھے طریقے سے کر سکیں گے اور اس میں جو خامیاں رہ جاتی ہیں وہ بھی نہ رہیں گے۔ لہذا جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ اس کو عوام میں مشتہر کیا جائے اور پھر دوبارہ 30 اپریل کو یہ بل پیش کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب! آپ ارشاد فرمایئے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں جیسا کہ پہلے گزارش کر چکا ہوں کہ یہ قانون 9 ماہ سے نافذ العمل ہے۔ اس کی wide publicity ہو چکی ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی اس کو scrutinise کر چکی ہے' لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کو public opinion کے لیے مشتہر کرنے کی ضرورت ہو۔ اس amendment کو مسترد کیا جائے اور فوری طور پر اس قانون کو نافذ العمل کیا جائے۔ شکریہ۔

MR SPEAKER: Motion moved and the question is-

> "That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill , 1992 , as recommended by the Standing Committee on Cooperatives , be circulated for the purpose of eleiciting opinion thereon by the 30th April, 1993".

(The motion was lost)

جناب سپیکر: اب میں سمجھتا ہوں کہ اسی مرحلہ پر یہ ترمیم جو پہلے pending رکھی گئی ہے اس کو ہمیں بھی dispose of کر لینا چاہیے' کیوں کہ اس کو pending رکھ کر ہم first reading کو مکمل کیسے کریں گے؟ اور second reading کیسے شروع کریں گے؟ میرے خیال میں ہمیں اسے take up

کرنا چاہیے اور اسے dispose of کرنا چاہیے۔ تو پہلی ترمیم' فرید احمد پراچہ صاحب' میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے تھی۔ اس میں چھ صاحبان کے نام تھے اور دوسری ترمیم جناب غلام سرور خان صاحب' جناب علی حسن رضا قاضی' سید چراغ اکبر شاہ' ملک اقبال احمد خان لنگڑیال' رانا ثناء اللہ خان کی طرف سے ہے۔ اس میں سات اسمائے گرامی ہیں' سہیل ضیاء بٹ صاحب اور دیگر صاحبان کی تو پہلی ترمیم dispose of ہو گئی تھی' اس کو ہاؤس نے نامنظور کر دیا تھا۔ دوسری ترمیم پر میاں منظور احمد موہل صاحب نے اعتراض کیا تھا کہ یہ ترمیم رول (4)172 سے hit ہوتی ہے اور اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ تو میں چاہتا تھا کہ اس پر میں تفصیلی رولنگ دیتا' کیونکہ یہاں پر یہ بات کہی گئی ہے کہ اس سے پہلے یہاں پر ایسی رولنگ موجود ہے کہ جس میں اس قسم کی ترامیم کو take up کیا گیا ہے۔ مجھے اس بارے میں زبانی یاد نہیں پڑتا کہ میں نے اس قسم کی ترمیم کو take up کیا ہے یا نہیں کیالیکن اب اس کو pending نہیں رکھا جا سکتا اور اس کو dispose of کرنا ہوگا۔ تاکہ ہم legislation کی کارروائی کو آگے بڑھا سکیں۔ تو میاں صاحب! میرے خیال میں آج اس کو take up کر لیں لیکن اس مسئلے پہ آپ نے اعتراض اٹھایا ہے اس اعتراض پہ کہ اس قسم کی ترمیم جو ہے آ سکتی ہے یا اس کو dispose of کر کے اس کے بعد ناموں کی تبدیلی سے آ سکتی ہے یا نہیں آ سکتی' اس پر detailed finding' یا رولنگ میں آپ کی اس observation پہ آپ کے اس نکتہ اعتراض پہ دوں گا۔ لیکن اس کو dispose of کرنے کے لیے سردست ان کو میں اجازت دیتا ہوں کہ یہ اس کو take up کریں۔ جی' ہاں! یہ پیش ہو چکی تھی اور اس کو oppose کیا گیا تھا۔ تو اس پر آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ یہاں جو سلیکٹ کمیٹی بنائی گئی ہے تو میرے خیال میں اس نے کوئی زیادہ تبدیلیاں نہیں کیں صرف ایک کلاز بدلی گئی ہے' کلاز 27۔ جناب سپیکر! جو بل یہاں آیا ہے اس پر غوروخوض کرنا چاہیے اور اس کے لیے میری یہ تجویز دی ہوئی ہے کہ جو نام میں نے پہلے بھی پڑھ دیے ہیں ان پر مشتمل نئی ----

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ چونکہ آپ نے ایک فیصلہ دے دیا ہے اس پر بحث ہو چکی ہے اب صرف ناموں کا اختلاف ہے اب honourable رکن جنہوں نے یہ ترمیم دی ہے یہ within the scope of the amendment اندر رہتے ہوئے یہ

جائیں کہ اس کی بجائے وہ جو فیل ہوئی ہے ان میں ان ممبران کو بھیجی جائے گی۔ تو اس لیے یہ بہتر ہے اسی پر restrict کریں اپنی ترمیم کے scope کے اندر رہتے ہوئے نہ کہ wide scope کریں کہ اس کا یہ ہے وہ ہے۔ وہ تو آگے فیصلہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہماری ناموں کی تبدیلی ہے تو اس specifically یا یہ بیان کریں کہ ان ناموں کی وجہ سے ایسی کیا بات ہو جائے گی کہ ٹھیک فیصلہ ہو جائے گا یا بہتری ہو جائے گی' میرا یہ نکتہ اعتراض تھا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب والا! ہم نے تو کہا تھا کہ نئی سلیکٹ کمیٹی بنائی جائے اور سہیل بٹ کی نگرانی میں بنائی جائے' کیونکہ یہ بہت اچھے ورکر ہیں اور سوشل آدمی ہیں اور کواپریٹو کو بڑے اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے تو سب سے پہلے نام بھی سہیل ضیاء بٹ کا رکھا ہے تاکہ موہل صاحب کو یہ اعتراض نہ ہو کہ اس میں گورنمنٹ پارٹی کا آدمی نہیں' یہ سب اپوزیشن والے اکٹھے ہو کر اس میں کوئی زیادہ تبدیلی کرنا چاہتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو سوسائٹیاں بنائی گئی ہیں ان کی افادیت تو یہ ہوا کرتی تھی کہ گاؤں کی سطح پر چھوٹی چھوٹی سوسائٹیاں بنتی تھیں اور اپنے معاملات خود حل کرتی تھیں اور اس کے بعد ان کو کواپریٹو سوسائٹیز کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا اور وہ بھی اسی طرح سے ایک بنک کی صورت اختیار کر گئی۔ اور جناب والا! یہ سب کچھ حکومت کے سامنے ہوتا رہا۔ یہ سوسائٹیاں سیاسی مفاد اٹھاتی رہیں اور سیاسی پارٹیوں کو بھی فائدہ پہنچاتی رہیں ہزاروں لاکھوں روپے کے چندے دیتی رہیں۔ ان سوسائٹیوں کی بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ اخباروں میں بھی ان کے چرچے ہوئے۔ انھوں نے اپنی ایڈورٹائزمنٹ کی' انہوں نے رسالوں میں بھی ایڈورٹائزمنٹ کی اور بورڈ بھی لگائے۔ تو میں وزیر قانون سے یہ پوچھوں گا کہ کیا اس وقت ان کو پتہ نہیں تھا کہ یہ لوگ کالا دہندہ کر رہے ہیں اور ان لوگوں کو ورغلا رہے ہیں جو سیدھے سادے ہیں' جو یہ نہیں جانتے کہ ہم جو پیسہ زیادہ منافع کے لیے دے رہے ہیں اصل میں یہ پیسہ کا زیاں ہے اور ہماری سب رقوم لوٹ لی جائیں گی۔ جناب سپیکر! یہ سوسائٹیاں تو اس لیے بنائی گئی تھیں کہ چھوٹے کاشت کار ان سوسائٹیوں سے استفادہ کریں اور وہ اپنی مدد آپ کے تحت مل جل کر اپنی فصلوں کو یا زمینوں کو یا جو ان کے چھوٹے چھوٹے معاملات ہیں ان کو حل کریں۔ لیکن جناب والا! جو کواپریٹو قانون بنے ہوئے تھے ان میں خامیاں تھیں اور ان خامیوں کی وجہ سے یہ سوسائٹیاں سیاسی مفادات کے ذریعے پیسہ اکٹھا کرتی رہیں اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو بہت مضبوط کر لیا اور آج یہ نوبت پہنچ گئی کہ وہ لوگ اتنے

سرمایہ دار بن گئے کہ آج وہ لاکھوں کروڑوں کے مالک ہیں اورجن لوگوں کا سرمایہ تھا وہ بے چارے در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی راہ دیکھتے پھرتے ہیں۔ تو جناب والا! میری بھی یہ رائے ہے کہ یہ جوکمیٹی تجویز کی گئی ہے کہ ایک سلیکٹ کمیٹی بنائی جائے اور وہ سلیکٹ کمیٹی یہ دیکھے جو بل آج ہم پاس کر رہے ہیں اس میں کوئی کمی کوئی خامی رہ گئی ہے تو اس پر نظر ثانی کر کے دور کرے شکریہ۔

جناب سپیکر، اور کوئی صاحب اس پہ بات کرنا چاہیں گے؟ جی' لاء منسٹر صاحب! کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں پہلے بات کر چکا ہوں۔

جناب سپیکر، جی' درست ہے۔

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is-

> "That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to the Select Committee consisting of the following Members with instructions to report upto 30th April, 1993 -
>
> 1 Mr Sohail Zia Butt
>
> 2 Mr Abdul Hameed
>
> 3. Mian Shahbaz Ahmed
>
> 4. Mr Sikandar Hayat Malhi.
>
> 5 Mr. Farid Ahmed Piracha.
>
> 6. Ch. Muhammad Hanif.
>
> 7. Mr. Irshad Hussain Sethi.

(The motion was lost)

MR SPEAKER: Now, I will put the motion moved by the Minister for Law & Parliamentary Affairs. The motion moved and the question is-

That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

MR SPEAKER: We have completed the first reading and now we start the second reading.

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Mr farid Ahmad Piracha, and Dr Muhammad Afzal Ezaz. Dr Muhammad Afzal Ezaz may move the amendment.

DR MUHAMMAD AFZAL EZAZ: Sir, I move:-

"That after sub clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following new sub clause be added as sub clause (3), namely:-

"(3) The officers and responsible persons who have registered the Undesirable Cooperative Societies, against the rules and regulations of the Societies ACt, listed in

Schedule given at the end of this Act, departmental action shall be taken against them, and the black money gained through illegal registerations will be confiscated."

MR SPEAKER: The amendmen moved is:-

"That after sub clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following new sub clause be added as sub clause (3), namely:-

"(3) The officers and responsible persons who have registered the Undesirable Cooperative Societies, against the rules and regulations of the Societies Act, listed in Schedule given at the end of this Act, departmental action shall be taken against them, and the black money gained through illegal registerations will be confiscated."

MINISTER FOR LAW: I oppose it.

MR SPEAKER: Law Minister opposes, the amendment Dr Muhammad Afzal Ezaz.

جناب سپیکر۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔ جناب سپیکر! یہ جو ترمیم پیش کی گئی ہے یہ واحد اور خصوصی ترمیم ہے جو اپوزیشن کی طرف سے پیش ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ باقی ترامیم وزیر قانون و پارلیمانی امور کی طرف سے ہیں۔ ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ اس لیے اس ترمیم کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں وہ 102 سوسائٹیز جو رجسٹریشن ایکٹ کے تحت رجسٹر کی گئی ہیں اور اس میں بہت سی خلاف ورزیاں اور دھاندلیاں کی گئی ہیں ان کا سد باب موجودہ ایکٹ میں نہیں کیا گیا۔ اس بل کا آپ مطالعہ کیجیے اور شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جایئے' آپ کو کوئی ایسی کلاز نظر نہیں آئے گی کہ وہ

لوگ جو اس ساری بات کے ذمہ دار ہیں' انہوں نے ان 102 ناپسندیدہ سوسائٹیوں کو رجسٹر کیا ہے۔ ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی ایکشن ہونے کا احتمال نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی پروویژن رکھی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پنجاب کوآپریٹو کریڈٹ کا سٹرکچر ہے اور سارے ملک میں جو سٹرکچر ہے۔ اس کے تحت فیڈرل بنک فار کوآپریٹو اس کا ایک بہت بڑا حصہ ہے اور یہ حصہ جو ہے سٹیٹ بنک سے قرضہ لینے کے بعد پراونشل کوآپریٹو بنک جو کہ ہر صوبے میں ایک بنک ہے' ان کو وہ کریڈٹ فراہم کرتا ہے تاکہ اس ساری کوآپریٹو موومنٹ کو مستحکم اور بہتر بنایا جا سکے۔ اس کے بعد کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹیز ہیں وہ بھی باقاعدہ رجسٹر کی جاتی ہیں اور وہ 1925ء کا ایک ایکٹ ہے اور جس کے رولز 1927ء میں تبدیل کیے گئے اور اس کے بعد پھر ہم نے مختلف تبدیلیاں کی ہیں اور مزید ایکٹ بھی بنائے ہیں۔ سب سے زیادہ ظلم یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کو اور ان تمام سرمایہ داروں کو اس کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ نے رجسٹر کرنے کے بعد کوئی ایکشن نہیں لیا اور ان کو چھٹی دے دی گئی۔ ان 102 سوسائٹیوں نے ان تمام لوگوں کو لوٹا جنہوں نے ساری عمر ملازمت کی اور پنشن حاصل کرنے کے بعد اپنی تمام پونجی ان کوآپریٹو سوسائٹیوں کو دے دی۔ ان سوسائٹیوں نے ان کو سبز باغ دکھانے کے بعد ان کو ان کی رقوم سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد ان تمام بیوہ اور یتیم اور ان تمام مستحقین کو سبز باغ دکھا کر ان سے غلط وعدے کر کے ان کو لوٹا گیا اور ان کو لاکھوں روپے سے محروم کر دیا گیا۔ لیکن مشکل یہ ہے اور ظلم یہ ہے کہ جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ صرف 25 ہزار روپے کی مد میں وہ تمام claimants جنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں 25 ہزار روپے کی ادائیگی کر دی جائے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ان میں سے بیشتر افراد اپنے 25 ہزار روپے وصول کر چکے ہیں۔ لیکن پچاس ہزار روپے یا اس سے اوپر کی مد میں لوگ ہیں' ان میں سے صرف تین یا ساڑھے تین ہزار افراد کو رقم دی گئی ہے۔ باقی کثیر تعداد میں ایسے لوگ ہیں جن کا لاکھوں روپیہ ابھی تک پھنسا ہوا ہے۔ کسی کا ایک لاکھ ہے کسی کا ڈیڑھ لاکھ ہے' دو لاکھ ہے اور کسی کا پانچ لاکھ ہے لیکن ان کو ایک پیسہ بھی ابھی ادا نہیں کیا گیا۔ میں اس سلسلے میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو دھاندلی کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس کے بعد رشوت لینے کے بعد ان تمام ناپسندیدہ سوسائٹیوں کو رجسٹرڈ کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں ان لوگوں کو واقعی ایسی deterent penalties اور punishments دی جائیں' جن کی وجہ سے وہ یاد رکھیں کہ واقعی ہم نے اس ملک اور صوبے میں کوئی ظلم کیا ہے۔

لیکن یہاں پر صرف ایک سیکرٹری کوآپریٹو کو معطل کیا گیا ہے یا سروس سے علیحدہ کیا ہے۔ لیکن باقی جتنا کوآپریٹو کا عملہ ہے اس کو آج تک کسی نے کوئی سزا نہیں دی' کسی نے آج تک ان سے پوچھا نہیں کہ تم نے یہ سارا ظلم کس طرح کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس ملک میں غریبوں کو لوٹتے ہیں' دن دہاڑے ان کے ساتھ ظلم کرتے ہیں اور اس کے بعد ان کے ساتھ ناروا سلوک بھی کرتے ہیں' ان کو تمام پیسے سے اور ان کے مال و اسباب سے محروم کر دیتے ہیں ان کے لیے بھی کوئی سزا تجویز کی گئی ہے؟ اس بل کی کسی کلاز میں سب کلاز میں کسی پروویژن میں کوئی سزا تجویز کی گئی ہے؟ ان کے تدارک کے لیے کوئی کلاز بنائی گئی ہے تاکہ آئندہ وہ اس قسم کی حرکت نہ کر سکیں؟ اس لیے ہم صرف یہ بات اس بل میں لانا چاہتے ہیں کہ وہ لاکھوں انسان جو ابھی تک اپنی دولت سے محروم ہیں اور ان کو تکالیف ہو رہی ہیں اور ان کی گزر اوقات بھی نہیں ہو رہی' اپنی خوراک کا بندوبست نہیں کر سکتے' اپنے بچوں کی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے' ان کا علاج معالجہ نہیں کروا سکتے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ ان لوگوں نے جنہوں نے انہیں لوٹا ہے ان کے لیے سزا تجویز کی جائے اور وہ تمام سرمایہ جو رشوت خوری سے حاصل کیا گیا ہے وہ رقم ان سے واپس لی جائے اور اس کے بعد باقاعدہ ان کو پبلک کے سامنے ننگا کیا جائے کہ یہ لوگ اس طرح اس ملک میں ظلم کرتے ہیں اور ان کی یہ سزا ہے۔ جب تک ہم اس ملک میں سزا اور جزا کا تصور قائم نہیں کریں گے' کوئی احتساب کا عمل یہاں رائج نہیں کریں گے' میں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ اس کا پھر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ ڈیڑھ سال گزر چکا ہے اور وہ لوگ ابھی تک اپنی دولت سے محروم ہیں۔ اس لیے میری گزارش صرف یہی ہے کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ننگا کرنے سے ان کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ یہ جماعت اسلامی کی طرف سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ میں اس سلسلے میں وضاحت چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔ جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ جس طرح اس کلاز میں ہم نے یہ موو کیا ہے کہ وہ تمام افسران اور تمام ذمہ داران جنہوں نے ان تمام کوآپریٹو سوسائٹیز کو رجسٹر کیا ان کو قرار واقعی سزا دی جائے اور وہ تمام رقم جو رشوت کی صورت میں یا غبن کی صورت میں حاصل کی گئی ہے وہ رقم ان سے واپس لی جانی چاہیے تاکہ اس ملک میں ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم نے انصاف کا بول بالا کیا ہے۔ تمام یتامیٰ' غرباء' مساکین اور مستحقین کو جن کو ان کی دولت سے محروم کیا گیا ہے ان کو ہم نے پوری طرح انصاف فراہم کیا ہے۔ جناب والا! یہی میری استدعا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ، جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ننگا کرنے کی بات کا جواب نہیں دیا۔ کیا وہ یہ الفاظ واپس لیں گے؟ یا انہیں حذف کر دیا جائے؟

جناب سپیکر، بٹ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر سوال نہیں پوچھے جا سکتے؛ وزیر قانون

وزیر قانون، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے اس سیکشن میں ایڈیشنل پروویژن کے لیے جو کچھ فرمایا ہے اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ سرکاری ملازمین جو اس قسم کی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے لیے پہلے ہی قوانین موجود ہیں۔ ای اینڈ ڈی کے تحت ان کو ملازمت سے بھی برخاست کیا جا سکتا ہے' انٹی کرپشن ایکٹ کے تحت ان کی پراپرٹی کو confiscate کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے پورا ایک جامع قانون موجود ہے اور اس پر سختی سے عمل در آمد کے لیے حکومت نے اقدامات کیے ہیں میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پر عمل در آمد ہوگا اس کے لیے اصل مقصد جو ہے وہ قانون پر عمل در آمد کا ہے۔ قانون بنائے جانے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ پہلے ہی عرصہ دراز سے جو قانون موجود ہے ہم اس پر عمل در آمد کریں گے۔ اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قانون کے اوپر قانون بنانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے' اس کو مسترد فرمایا جائے۔

MR SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is:-

> "That after sub clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following new sub clause be added as sub clause (3), namely:-
>
> "(3) The officers and responsible persons who have registered the Undesirable Cooperative Societies, against the rules and regulations of the Societies Act, listed in Schedule given at the end of this Act, departmental action shall be taken against them, and the black money gained through illegal registrations will be confiscated."

(The motion was lost)

MR. SPEAKER: Now, the question is.-

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill".

(The motion was carried)

CLAUSE 5

MR. SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Two amendments have been received in it from Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial. Syed Chiragh Akbar Shah, Mr Ghulam Sarwar Khan. Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial would like to move the amendment.

MALIK IQBAL AHMAD KHAN LANGRIAL: Sir, I move:-

> "That in sub clause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the words "two members" occurring in line 2, the words "four members" be substituted".

MR. SPEAKER: The amendment moved is:-

> "That in sub clause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the words "two members" occurring in line 2, the words "four members" be substitued".

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I oppose it Sir.

MR. SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment.

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب والا! یہاں پر مجلس قائمہ نے لکھا ہوا ہے کہ کم از کم دو ارکان پر مشتمل وہ بورڈ ہو گا جو ان معاملات پر غور و فکر کرے گا اور فیصلہ کرے گا۔ جناب والا! جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ دو ارکان مل کر کیا فیصلہ کریں گے، ملی بھگت کریں گے یا وہ کچھ اور بات کریں

گے۔ اس لیے میں نے یہ تجویز دی ہے کہ دو ممبران کی بجائے یہاں اگر چار ممبران رکھ لیے جائیں تو اس میں کم از کم یہ ہو گا کہ وہ مل کر ایک دوسرے کو اچھی آراء دیں گے۔ اور اس بورڈ کے جو بھی معاملات ہوں گے وہ احسن طریقے سے سر انجام پا سکیں گے۔ جناب والا! اگر دو ممبر رکھے جاتے ہیں تو پھر دو ممبروں کی رائے تو اسی طرح ہے کہ وہ مل کے بھی کوئی بات کر سکتے ہیں۔ اگر اس میں زیادہ ممبر رکھے جائیں گے تو اس کی زیادہ افادیت ہو گی۔ اور جو بھی معاملات ہوں گے ان کو وہ زیادہ بہتر طریقے سے نمٹا سکیں، شکریہ۔

جناب سپیکر، جی، وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب والا! انہوں نے یہ ترمیم دی ہے کہ کم از کم چار اراکین کی تعداد ہو۔ اس وقت جو قانون ہے اس کے مطابق دو ممبرز ہوں گے اور ایک چیئرمین ہو گا۔ اور اس میں حکومت پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ تین سے زیادہ ارکان نہیں رکھ سکتی۔ یہ تو پابندی لگوا رہے ہیں کہ کم از کم چار ہوں۔ اس سے بلاوجہ غیر ضروری طور پر حکومت پر بوجھ پڑے گا اور اخراجات ہوں گے۔ ضرورت پڑنے پر حکومت چار سے زیادہ بھی رکھ سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت جو ممبرز کی تعداد سات ہے۔ اور حکومت نے ضرورت کے مطابق سات رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں ضرورت نہیں ہو گی وہاں وہ کم بھی کر سکتی ہے۔ اس وجہ سے یہ تعداد چار کرنا غیر ضروری ہے۔ قانون میں دو ممبران کی تعداد کم از کم ہے۔ اور اس میں زیادہ تعداد کرنے پر کوئی قدغن نہیں۔ اس لیے یہ ترمیم غیر ضروری ہے، اس کو مسترد کیا جائے۔

MR SPEAKE: Now, the amendment moved and the question is.-

> "That in sub clause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the words "two members" occurring in line 2, the words "four members" be substituted".

(The motion was lost)

MR SPEAKER: Next amendment is from Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Syed Chiragh Akbar Shah and Mr Ghulam Sarwar Khan. Syed Chiragh Akbar Shah would like to move the amendment.

SYED CHIRAGH AKBAR SHAH: Sir, I move:-

"That in sub clause (4) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "Chairman" and "and" occurring line 1, the words "whoshall not be a politician" be inserted".

MR. SPEAKER: The amendment move is:-

"That in sub clause (4) of Clause 5 of the Bill, as recommeded by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "Chairman" and "and" occurring in line 1, the words "who shall not be a politician: be inserted"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I oppose it, sir.

MR SPEAKER: Syed Chiragh Akbar would you like to say some thing.

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ میری اس ترمیم کو وزیر قانون بلاوجہ ہی اپوز کر رہے ہیں' حالانکہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی میرے خیال میں تو سیاست دان اور کاموں میں بہت مصروف ہیں۔ اور سارا قانون مبہم قسم کا بنایا جا رہا ہے۔ اگر ممبر چار رکھنے ہیں تو چار رکھ لیں یا کم از کم دو رکھ لیں۔ یہاں پر جو میں نے ترمیم دی ہے۔ اس میں یہ کہنا کہ اس میں کوئی سیاست دان اس بورڈ کا چیئرمین یا ممبر نہیں ہوگا۔ اس میں کوئی ایسی بلا جواز بات میں نے نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے آدمی کو ان بورڈز کا ممبر یا چیئرمین ہونا چاہیے جن کی کوئی accountability ہو۔ ابھی تک تو میرے خیال میں سیاست دانوں کی accountability کا کوئی قانون موجود نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بیورو کریٹ ہوگا تو اس نے سروس کرنی ہے' وہ چاہے اس محکمے سے تبدیل ہو کر چلا جائے گا یا اس بورڈ کا چیئرمین رہے گا۔ جو فیصلے وہ اپنے دور میں کرے گا وہ اس کی ذمہ داری بھی لے گا۔ لیکن اگر کسی سیاست دان کو کسی بورڈ کا اور خصوصاً ایسے بورڈ کا چیئرمین بنا دینا میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔ اس لیے میں ترمیم کو پریس کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ قانون ایک specific time اور specific purpose کے لیے نہیں بنتا۔ یہ for all the times to come بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بلا جواز کوئی پابندی لگانا غیر ضروری ہے۔ اس وقت بھی ہم نے پیشہ ور بنکرز اور اس کے ماہرین کو اس بورڈ میں رکھا ہوا ہے۔ کسی سیاست دان کو نہیں رکھا ہوا۔ لیکن کل کو کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے جس میں کسی سیاست دان کو اگر رکھنا پڑے تو ان پر پابندی نہیں ہونی چاہیے اور اس قانون کو وسیع تر ملکی اور قوم کے مفاد میں اوپن رکھنا چاہیے کہ آئندہ اگر ضرورت پڑے تو ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے قانون میں ترمیم کے لیے ہمیں دوبارہ اسمبلی میں نہ آنا پڑے۔ اس وقت بھی جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے مطابق پروفیشنلز کو رکھا ہوا ہے۔ آئندہ بھی رکھیں گے اور حتی المقدور کوشش یہی ہوگی کہ جو اس انسٹی ٹیوشن کے best interest کے لوگ ہوں گے ان ہی کو اس کام پر مامور کیا جائے گا۔ اس لیے اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے' اسے مسترد کیا جائے۔

MR. SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is:-

> "That in sub clause (4) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "Chairman and "and" occurring in line 1, the words "who shall not be a politician" be inserted".

(The motion was lost)

MR SPEAKER: Now, the question is:-

> "That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill".

(The motion was carried)

CLAUSE 6

MR SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Syed Chiragh Akbar Shah and from Mr Ghulam Sarwar Khan. Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial may move the amendment.

MALIK IQBAL AHMAD KHAN LANGRIAL: Sir, I move:-

> "That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the words "in accordance with such procedure as may be prescribed" occurring in line 2, the words "after two months" be substituted".

MR SPEAKER: The amendment moved is:-

> "That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the words "in accordance with such procedure as may be prescribed" occurring in line 2, the words "after two months" be substituted".

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I oppose it, Sir.

MR SPEAKER: Law Minister opposes the amendment

جناب سپیکر، ملک صاحب کچھ فرمائیں گے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب سپیکر! ہم نے جو تجاویز دی ہے' حالانکہ جناب وزیر قانون دل سے مانتے ہیں جو ہم کہتے ہیں۔ اعتراض برائے اعتراض سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ انھوں نے اپوز کرنا ہوتا ہے' ان کی ذمہ داری ہے۔ ہم تو یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی بات ہو جس پرلاءمنسٹر صاحب ہر معاملے میں کہیں opposed۔ لیکن ان کی مجبوری ہے۔ انھوں نے نوکری کرنی ہے۔ اور پکی نوکری رکھنی ہے۔ یہاں قائد ایوان بھی بیٹھے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی موجودگی میں وہ اسمبلی میں یہ کہہ دیں کہ ہم نے ان کی بات مان لی تو ممکن ہے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ یہ اپوزیشن کے ساتھ مل گئے ہیں۔ جناب سپیکر! سٹینڈنگ کمیٹی نے یہ کہا ہے کہ یہ اجلاس ہوا کریں گے۔ کلاز 6 میں بورڈ کے طریق کار کے مطابق اجلاس منعقد ہوا کریں گے۔ لیکن اس میں کوئی میعاد نہیں بتائی گئی کہ یہ اجلاس کب اور کس وقت ہوں گے۔ یہ سال میں ایک دفعہ بھی ہو سکتا ہے' دو دفعہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ ہر ہفتے بھی ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں وضاحت ہونی چاہیے تھی کہ یہ اجلاس کب ہوا کریں گے' اس کا ایجنڈا کتنا ہوا کرے گا۔ اس میں جو جو فیصلے کرنے ہوں ان کا ایجنڈا یقیناً ہونا چاہیے۔ اسی لحاظ سے میں نے

یہ تجویز دی ہے کہ کم از کم دو مہینوں کے بعد ان کا اجلاس ہونا چاہیے اور وہاں ان کا جتنا بھی کام ہو وہ بڑے اچھے طریقے سے ہو اور وہ بڑی جلدی نمٹایا جا سکتا ہے۔ کوئی میعاد نہیں دی گئی کہ یہ سال میں کب اجلاس کریں گی اور اس کی ضرورت بھی پیش ہو گی یا نہیں۔ اگر ہم دوسرے اداروں کو لے لیں' بلدیات کو لے لیں تو اس میں بھی میعاد موجود ہے کہ ہر دو مہینے کے بعد وہ میٹنگ کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اب قومی اسمبلی والوں نے بھی یہ کہہ دیا ہے کہ ہم نے تاریخ مقرر کر لی ہے کہ فلاں فلاں وقت ہمارے اجلاس ہوا کریں گے۔ اب صوبائی اسمبلی میں بھی یہ معاملہ پیش ہے کہ ہم اجلاس فلاں فلاں تاریخ کو بلایا کریں گے۔ یہ جو بل سٹینڈنگ کمیٹی نے پاس کیا ہے' ہم نے پہلے بھی اعتراض کیا تھا کہ سٹینڈنگ کمیٹی کے فیصلے حتمی نہیں ہوتے۔ وہ ایسے فیصلے نہیں کہ ان میں کبھی غلطیاں نہ ہوں۔ اسی میں ہم نے ترامیم دی تھیں کہ یہ ثابت ہو گیا کہ جو کمیٹیاں تھیں ان میں یقیناً خامیاں ہیں۔ ان خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے میں نے یہ تجاویز دی ہیں کہ یہ جو اجلاس منعقد ہوا کریں گے اس کی کوئی میعاد مقرر کی جائے اور وہ میعاد کم از کم دو مہینے یا جو بھی مناسب سمجھیں ہونی چاہیے تاکہ وہ اس ایجنڈے پر ریگولر بحث کر سکیں اور جو معاملات دیرینہ لٹکے ہوئے ہیں وہ زیادہ دیر تک پینڈنگ نہ رہیں۔ ہر دو مہینے کے بعد میٹنگ ہو گی۔ جو ایجنڈا ہو گا اور جو بھی معاملات ہوں گے ان پر فیصلہ ہو جائے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی' وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ رول بن رہے ہیں۔ یہ قانون میں دو مہینے کی قدغن لگوانا چاہتے ہیں کہ قانون میں یہ provide کیا جائے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہمیشہ رولز میں provide کی جاتی ہیں۔ اور رولز ابھی بننے والے ہیں۔ ان میں اگر انھوں نے ضرورت محسوس کی تو اس چیز کو اس میں شامل کر لیں گے۔ ضرورت کے مطابق یہ میٹنگز ان کی ہو رہی ہیں اور یہ پابندی لگانا کہ دو مہینے میں کم از کم ایک میٹنگ ضرور ہوگی' اس کی اگر انھوں نے ضرورت محسوس کی تو یہ رولز میں آجائے گی۔ اس کے لیے لاء میں ترمیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ان کی ترمیم غیر ضروری ہے۔ اس کو مسترد کیا جائے۔

MR. SPEAKER: The amendment moved and the question is:-

"That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing

Committee on Cooperatives, for the words "in accordance with such procedure as may be prescribed" occurring in line 2, the words "after two months" be substituted".

(The motion was lost)

MR. SPEAKER: Now, the question is:-

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill".

(The motion was carried)

وزیر قانون: جناب والا! وقت میں توسیع فرما دیں تاکہ کلاز۔ 7 بھی ہو جائے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! آپ پریشان نہ ہوں، یہ سارا بل کل ہو جائے گا۔ کل بھی ہمارے پاس قانون سازی کے لیے دن مخصوص ہے اور اس بل میں بہت تھوڑا کام باقی ہے۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکل جائے گا۔ اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی پیر 15 فروری 1993ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارھواں اجلاس)

پیر' 15۔ فروری 1993ء

(دو شنبہ'22۔ شعبان المعظم' 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 9 بج کر 42 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری نور محمد نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۰

وَلْتَكُنْ
مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۵

سورۃ آل عمران آیات 104 تا 105

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۰ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہو گا۔

وما علینا الاالبلاغ۰

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ قاری سید صداقت علی شاہ صاحب جنہوں نے ابھی ابھی تلاوت کلام پاک فرمائی ہے۔ انہوں نے حال ہی میں ملک کی نمائندگی کی ہے۔۔۔

راجہ خلیق اللہ خان، اس سلسلے میں کل بات ہو چکی ہے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! مجھے پتا نہیں ہے لیکن میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی ہمارے ملک میں کوئی ٹیم یا ہم جب کسی کامیابی سے ہم کنار ہوتے ہیں تو ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جاتا ہے۔ ان کو پلاٹ وغیرہ بھی دیے جاتے ہیں میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جب یہ ملک واپس آئے ہیں تو کوئی بھی حتیٰ کہ سرکاری افسر بھی ان کو receive کرنے کے لیے وہاں نہیں تھا۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک اسلامی ہے اور قرآن پاک کی قرأت میں جس نے دو دفعہ سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ہو اس کا کم از کم مقام بننا چاہیے۔ اس کے لیے ہمیں حکومتی سطح پر کچھ خیال کرنا چاہیے۔ تو ان کا بھی کچھ عزت اور احترام کیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی محنت کے بل بوتے پر یہ مقام حاصل کیا ہے اور کوئی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں تھی۔ تو ان کی عزت افزائی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، جی' میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ اور پنجاب اسمبلی کے لیول تک تو ہم خود کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ حکومتی سطح پر بھی ہونا چاہیے۔ لیکن اس لیول پر جہاں ہم خود کر سکتے ہیں یہاں تو ہمیں خود کرنا چاہیے۔ اس بارے میں میں سوچ رہا ہوں اور آپ سے بھی مشورہ کریں گے کہ انہوں نے ہمارے ملک کے لیے جو بہت بڑا اعزاز حاصل کیا ہے اس کے لیے قاری صداقت علی صاحب کی خدمات کو کس انداز میں خراج عقیدت پیش کیا جائے؟

میاں منظور احمد موہل، جی شکریہ!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں ہماری حکومت فلم سٹارز اور کھلاڑیوں کو اعزازات سے نوازتی ہے اور اس کے بعد ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تو یہ مقام افسوس ہے کہ ایک شخص جس نے بین الاقوامی حسن قرأت میں سیکنڈ انعام لیا۔ اس کے لیے حکومت نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے اس کی حوصلہ افزائی کے لیے کوئی انعام دیا جائے یا اس میں کوئی مزید اضافہ کیا جائے۔ تو حکومت اس بارے میں بالکل نہیں سوچتی اور پھر ہم دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اسلامی مملکت ہیں اور اس کے بعد ہم اسلام کو' اخلاق کو فروغ دینے کے لیے سارے اقدامات

کر رہے ہیں۔ چاہیئے یہ کہ یہ لوگ جو حسن قرأت میں اور اس کے بعد دوسرے اس قسم کے دینی معاملات میں کوئی اچھا انعام لیتے ہیں ان کی بھی قدر افزائی کی جائے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ صحت)

جناب سپیکر، وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی، سوال نمبر 475۔ (معزز رکن نے رانا اکرام ربانی کی ایما پر دریافت کیا)

MR SPEAKER: On his behalf; taken as read.

بیرون ملک بغرض علاج جانے والوں کی تفصیل

*475۔ رانا اکرام ربانی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) صوبے بھر میں دسمبر 1988ء تا 31 جنوری 1991ء کے دوران کتنے سرکاری ملازمین کو بیرون ملک بغرض علاج بھیجا گیا ان کے نام عہدے اور پتے کیا ہیں اور ہر مریض پر کتنا خرچ ہوا ہے۔ نیز ہر مریض کو کس ماہیت حاکمہ کے حکم پر بھیجا گیا۔

(ب) متذکرہ مریضوں کو کیا کیا بیماریاں لاحق تھیں اور کیا ان کا علاج اندرون ملک نہیں ہو سکتا تھا۔

(ج) کیا حکومت متذکرہ بیماریوں میں مبتلا ہر سرکاری ملازم کو خواہ اس کا عہدہ کیا ہے بیرون ملک بغرض علاج بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) دسمبر 1988ء تا 31 جنوری 1991ء کے دوران جن سرکاری ملازمین کو بیرون ملک بغرض علاج بھیجا گیا تھا اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ یہ تمام ملازمین متعلقہ سپیشل میڈیکل بورڈ کی سفارشات جس میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی منظوری بھی ضروری ہوتی ہے کے بعد بیرون ملک بھیجا جاتا ہے۔

(ب) بیماریوں کا ذکر اوپر جواب الف میں درج تفصیل کے کالم 4 میں دیا گیا ہے۔ ان تمام بیماریوں کا علاج بیرون ملک کروانا ضروری تھا۔

(ج) ایسے سرکاری ملازمین جن کا عہدہ خواہ کچھ بھی ہو اور جن کو ایسی بیماری لاحق ہو جس کا علاج

ملک میں ممکن نہ ہو متعلقہ سپیشل میڈیکل بورڈ کی سفارشات اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی منظوری کے بعد بیرون ملک بھیجا جاتا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال اس انداز سے بنتا ہے کہ یہ جو فہرست مہیا کی گئی ہے اور جن افراد کو علاج کی غرض سے باہر بھیجا گیا ان میں تقریباً 30 فی صد افراد ڈاکٹر وغیرہ ہیں۔ تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا بیمار آدمیوں میں ڈاکٹروں کی شرح تناسب بھی اس قدر ہے کہ جس قدر علاج کے بہانے ڈاکٹروں کو باہر بھیجا گیا ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ عام پبلک میں عام آدمیوں میں ڈاکٹروں کی بیماری کا شرح تناسب کیا ہے۔ کیونکہ فہرست کے مطابق علاج کے بہانے باہر جانے والے ڈاکٹروں کی تعداد تقریباً 30 فیصد ہے۔ تو وزیر موصوف یہ فرمائیں کہ عام آدمیوں میں ڈاکٹروں کی بیماری کی شرح تناسب کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی وزیر صحت صاحب!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب والا!

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! فاضل رکن اسمبلی نے جو ضمنی سوال کیا ہے کہ کوئی عام شہری بیمار ہوا ہے یا کوئی افسر بیمار ہوا ہے۔ یہ تو ایک قدرتی امر ہے جس کی وجہ سے ایک آدمی مریض بنتا ہے لیکن باہر بھیجنے کا ایک خاص طریق کار ہے اور اس طرح سے نہیں کہ کسی نے درخواست دی اور ہم نے اس کی منظوری دے کر کہا کہ آپ باہر جا سکتے ہیں اور باہر جا کر جو چاہے مرضی کریں۔ جناب والا! اس کے لیے دو تین مراحل ہیں۔ ان دو تین مراحل میں سب سے پہلے ہمارے پاس سپیشل میڈیکل بورڈ ہے جس کے سینئر افسران ہیں۔ جس میں ہمارے چیئرمین علامہ اقبال میڈیکل کالج کے پرنسپل ہیں۔ ان کے ساتھ پھر ممبرز ہیں۔ سروسز ہسپتال کے ایم ایس ہیں اور جو متعلقہ سپیشلسٹ ریفر کرتے ہیں ان کو بھی بلایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک ٹیکنیکل کمیٹی ہے وہ بھی دوبارہ دیکھتی ہے۔ جس میں ہیلتھ منسٹر ہیں۔ جس میں فنانس منسٹر ہیں۔ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹریز ہیں اور دوسرے افسران ہیں۔ پھر اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب اس کی منظوری دیتے ہیں۔ تو جناب والا! ایک پورا پروسیجر ہے جس کے تحت یہ کام کیا جاتا ہے اور کسی مریض کو اس کے علاج کے لیے بیرونی ممالک بھیجا جاتا ہے اور وہ بھی خاص وجوہات ہوتی ہیں کہ ایک بیماری ایسی ہے جس کا اس ملک میں علاج نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ علاج موجود ہے لیکن غالباً مریض کی جو پوزیشن ہے وہ زیادہ

acute stage پر ہے اور اس کی facility بیرونی ممالک میں زیادہ بہتر ہے۔ تو یہ دو تین شرطیں ہیں جن کے تابع وہ مریض بھیجا جاتا ہے اور ساتھ ہی میں ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس پر باقاعدہ affidavit لیتے ہیں کہ وہ شخص لکھ کر دیتا ہے کہ میں اپنے علاج کے لیے ملک سے باہر جانا afford نہیں کر سکتا۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم نے ڈاکٹرز کی اتنی تعداد بھیجنی ہے۔ اور پرائیویٹ آدمیوں کی اتنی تعداد بھیجنی ہے۔ شکریہ۔ جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا point of order یہ ہے کہ سوالات کے جوابات دیے جائیں سوالات کے جوابات میں تقاریر نہ کی جائیں۔ کیونکہ وقفہ سوالات بڑا اہم ہوتا ہے۔ اس طرح اس کا وقت ضائع ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: جواب میں اختصار کیا جائے تو پھر بھی آپ برا مناتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جو انہوں نے سوال کیا تھا اس کا تو انہوں نے جواب ہی نہیں دیا۔ انہوں نے ایک علیحدہ طریق کار سے متعلق تقریر فرما دی۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب کا ضمنی سوال ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو مراحل وزیر موصوف نے بیان فرمائے ہیں۔ کیا ان کے علاوہ بھی کوئی criterion ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو اوکاڑہ کے ماسٹر اکرام اللہ کو یہ تمام criterion طے کرنے کے باوجود بھی بیرون ملک علاج کے لیے کیوں نہیں بھیجا گیا وہ یہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کیوں مر گیا؟

جناب سپیکر: جی وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب والا! یہ fresh question بنتا ہے کیونکہ یہ specifically اوکاڑہ کے جو ماسٹر ہیں ان کے بارے میں پوچھا گیا ہے لیکن جو میں نے procedure بتایا ہے اس کے علاوہ کوئی اور procedure نہیں۔ کوئی مرحلہ نہیں جس سے گزر کر بورڈ اس کی منظوری دیتا ہے۔

دوسرا فاضل رکن اسمبلی نے جو یہاں کہا ہے کہ تفصیل سے جواب دیا گیا ہے یا زیادہ لمبی تقریر کی گئی ہے۔ میرا تقریر کرنے کا قطعاً کوئی مقصد نہیں۔ صرف جو سوال کیا جانے کا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بحیثیت ایک ذمہ دار وزیر کے میں تفصیل سے ایوان کو بتاؤں اور اعتماد میں لوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، جی، ضمنی سوال ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، اس فہرست میں جتنے حضرات ہیں ان میں سے کتنے حضرات نے اپنے علاج معالجے کے اخراجات واپس آ کر آپ کو submit کیے؟

حاجی احمد خان بلوچ، ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر، جی، حاجی احمد خان بلوچ صاحب۔

حاجی احمد خان بلوچ، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ سپیشل بورڈ کی سفارشات پر بھیجا جاتا ہے تو سپیشل بورڈ صرف لاہور میں ہے یا باہر بھیجنے کے لیے ہر ضلع میں ایک سپیشل بورڈ ہے۔ پورے پنجاب میں صرف لاہور میں ہے یا ہر ضلعی ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ہیلتھ پلیز۔

وزیر صحت، جناب والا! یہ صرف لاہور ہی میں نہیں ہے لیکن زیادہ کیسز لاہور میں آتے ہیں۔ یہ سپیشل بورڈ ملتان میں بھی بنا ہوا ہے اور پنڈی میں بھی بنا ہوا ہے اور اس طرح وہاں کے پرنسپل جو ہیں وہ چیئرمین ہوتے ہیں اور ایم ایس جو ہیں وہ ممبر ہیں اور سپیشلسٹ متعلقہ بھی ممبر ہوتے ہیں اور باقاعدہ دوسری جگہوں پر بھی جو بورڈ بنتے ہیں ان میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان، ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر، جی رانا ثناء اللہ خان صاحب! یہ supplementary question آخری ہو گا۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جس طریق کار کے متعلق کافی تفصیل سے بتایا ہے تو اس میں وہ کون سی پیچید گیاں ہیں کہ جن کی وجہ سے کوئی بھی غریب آدمی آج تک، یہ لسٹ سامنے پڑی ہے وہ بیرون ملک علاج کے لیے نہیں جا سکا۔ اور یہ سبھی جو ہیں کوئی ہائی کورٹ کی جج ہیں اور کوئی ڈاکٹرز ہیں۔ تو وہ کون سی پیچیدگی ہے کہ جس کو غریب آدمی اب تک عبور نہیں کر سکا۔

جناب سپیکر، جی منسٹر ہیلتھ پلیز۔

وزیر صحت، جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں کہ غریب آدمی کے لیے پابندی ہو۔
اگر آپ فہرست کو بڑی تفصیل سے دیکھیں تو اس میں چھوٹے ملازمین بھی ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں مالی طور پر کوئی مستحکم نہیں ہیں جیسا کہ نمبر 2 پر جو 88ء کی فہرست ہے اس میں ڈرائیور ہے۔ نمبر 7 پر اسسٹنٹ ہے۔ پھر نمبر 9 پر ڈرائیور ہے اور اس کے علاوہ نمبر 27 پر ڈسپنسر ہے۔ جناب والا! اس میں نمبر 32 پر ٹیچر ہے۔ تو 1989ء میں نمبر 5 پر جونیئر کلرک ہے۔ نمبر 7 پر ہیڈ کانسٹیبل ہے۔ تو اس طرح جناب اس تفصیل میں private citizen بھی شامل ہیں۔ تو ایسی کوئی بات نہیں کہ جو صرف سینئر لوگ یا امیر لوگ ہی جا سکتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کے لوگ جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، اگلا سوال میاں محمود احمد صاحب کا ہے۔

میاں محمود احمد، سوال نمبر 592۔

مسجد کے لیے مختص جگہ کی تفصیل

*592۔میاں محمود احمد، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مینٹل ہسپتال کے پلان میں مریضوں اور عوام کے لیے جو جگہ برائے مسجد مخصوص کی گئی تھی وہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو دے دی گئی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں مکمل تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

MR SPEAKER: Answer of the Question No 592 will be taken as read.

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) مینٹل ہسپتال کے پلان میں جو جگہ مسجد کے لیے مختص کی گئی تھی وہاں مسجد تعمیر نہیں کی گئی درحقیقت یہ جگہ پہلے سے ہی محکمہ آب کاری کے زیر استعمال تھی اس دشواری کے پیش نظر ایک قطعہ زمین مسجد کی تعمیر کے لیے مختص کی گئی ہے جو کہ زیادہ موزوں ہے اور ہسپتال کی چار دیواری کے اندر واقع ہے۔

(ب) اس کا جواب جز الف میں دیا جا چکا ہے۔

میاں محمود احمد، جناب سپیکر! میں جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس ہسپتال میں جو

جگہ مسجد کے لیے مختص کی گئی تھی اس کا جواب انہوں نے دیا ہے کہ "یہ جگہ پہلے سے ہی محکمہ آب کاری کے زیر استعمال تھی"۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جگہ انہیں کرائے پر دی گئی تھی یا اس پر ان کا ناجائز قبضہ تھا؟

جناب سپیکر۔ جی منسٹر ہیلتھ پلیز۔

وزیر صحت۔ جناب والا! درحقیقت یہ 1955ء میں عارضی بنیادوں پر محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کو دی گئی تھی جہاں انہوں نے اپنی یہ بلڈنگ تعمیر کر رکھی ہے اور جب یہ مسجد کا نقشہ جو ہم نے بنایا ہے۔ یہ اس سے پہلے چونکہ وہاں 1955ء میں جگہ دینے کے بعد یہ بلڈنگ بنی ہے تو ہم نے مسجد کے لیے علیحدہ رقبہ مختص کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایوان کی اطلاع کے لیے بھی کہ وہاں ہسپتال کے بالکل گیٹ کے ساتھ ایک مسجد تعمیر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال اس قسم کی کوئی بات نہیں۔

میاں محمود احمد۔ جناب سپیکر! میں جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر یہ چار دیواری کے اندر پہلے ہی جگہ موجود تھی تو پھر اس جگہ کو مسجد کے لیے مختص کرنے کا کیا مقصد تھا؟ اور اگر یہ مختص کی گئی تھی تو پھر اس جگہ پر ان سے قبضہ واپس لے کر مسجد تعمیر کیوں نہیں کی گئی؟

وزیر صحت۔ جناب والا! اس میں بڑا صاف ہے کہ یہ جو ہم نے جگہ دی ہے یہ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے زیر استعمال ہے۔ لیکن ہم نے وہ زمین مسجد کے لیے علیحدہ مختص کی ہے جو اس میں بڑا صاف لکھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں ہم نے کوئی ایسا نہیں کیا کہ پہلے ان کے لیے تھی اور اس کے بعد نہیں؟

میاں محمود احمد۔ جناب سپیکر! یہاں پر یہی پوائنٹ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر چار دیواری کے اندر جگہ کافی تھی تو یہ جگہ مسجد کے لیے کیوں مختص کی گئی؟ اور اگر یہ جگہ مسجد کے لیے مختص کی گئی تو پھر یہ کن وجوہات کے پیش نظر کس ڈیپارٹمنٹ کو کن مقاصد کے لیے دے دی گئی؟ اور مسجد کے لیے کوئی اور جگہ decide کی گئی

وزیر صحت۔ جناب والا! میں نے اس میں بڑا واضح طور پر بتایا ہے کہ یہ جو ہم نے پلان بنایا ہے یہ 1955ء کے بعد کا بنا ہوا ہے اور اس میں جو مسجد کے لیے جگہ مختص کی گئی ہے وہ ہسپتال کی چار دیواری کے اندر ہے۔ وہ چار دیواری کے باہر نہیں ہے۔

میاں محمود احمد۔ یہ جگہ جس کا تذکرہ کیا گیا ہے کیا اسے مسجد کے لیے صَرف نہیں کیا گیا تھا؛ وزیر صاحب! مجھے اس بات کا جواب چاہیے۔

وزیر صحت۔ جناب والا! میرا خیال ہے کہ جو ہم نے جواب دیا ہے یہ بڑا واضح ہے اور میں دوبارہ اسے پڑھ دیتا ہوں۔

"مینٹل ہسپتال کے پلان میں جو جگہ مسجد کے لیے مختص کی گئی تھی وہاں مسجد تعمیر نہیں کی گئی درحقیقت یہ جگہ پہلے سے ہی محکمہ آب کاری کے زیر استعمال تھی"

یعنی یہ پہلے ہی تھی غالباً پلان بناتے وقت سائیٹ پر نہیں دیکھا گیا اور وہ آرکیٹیکٹ جو اس پلان کو بنانے والا تھا اس کو یہ ساری انفرمیشنز مہیا کی گئی تھیں یعنی وہ جگہ جو وہ مسجد کے لیے اپنے نقشے کے مطابق رکھنا چاہتا تھا وہاں پر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی بلڈنگ پہلے سے ہی موجود تھی اس لیے اس نے متبادل جگہ اس چار دیواری کے اندر ہی بنائی ہے۔ جناب والا! میرا خیال ہے کہ چاہے کوئی ہسپتال ہو چاہے کوئی سکول ہو یا کوئی ادارہ ہو اس میں مسجد کی تعمیر کے لیے پہلے سے ہی کوئی جگہ نہیں رکھی جاتی وہ اس پلان سے رکھی جاتی ہے جہاں پر آسانی سے نمازی اس مسجد تک آ سکیں۔

میاں محمود احمد۔ جناب والا! میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس مسجد کا نقشہ تیار کیا گیا اور جب متعلقہ محکمہ نے اور ہسپتال کی انتظامیہ نے یہ جگہ مختص کی کیا آرکیٹیکٹ نے اس جگہ کا معائنہ نہ کیا اور بغیر جگہ دیکھے ہوئے۔۔۔

میاں منظور احمد موہل۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ فاضل رکن اب جو سوال ضمنی سوالوں کی شکل میں کر رہے ہیں یہ کوئی مناسب طریقہ نہ ہے یہ تو اس طرح ہے جیسے دو عورتیں آپس میں لڑائی جھگڑا کر رہی ہیں۔ جناب والا! یہ کوئی طریقہ نہیں کیونکہ وزیر صاحب نے اس کو واضح کر دیا مگر پھر وہ آپس میں سوال جواب کر رہے ہیں یہ کوئی مناسب طریق کار نہیں۔

میاں محمود احمد۔ جناب والا! میں جناب میاں منظور احمد موہل صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر۔ یہ آپ کا اب آخری ضمنی سوال ہے۔

میاں محمود احمد۔ ٹھیک ہے جی یہ میرا آخری ضمنی سوال ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ

اس کے لیے جو نئی جگہ مختص کی گئی ہے اس پر کب تک مسجد بنانے کا ان کا ارادہ ہے؟

وزیر صحت، جناب والا! ہم ابھی فنڈز کا انتظار کر رہے ہیں جونہی فنڈز ریلیز ہوں گے ہم فوری طور پر مسجد کی تعمیر شروع کر دیں گے۔

جناب سپیکر، اگلا سوال بھی میاں محمود احمد کا ہے۔

میاں محمود احمد، سوال نمبر 593

مینٹل ہسپتال انتظامیہ کے خلاف کارروائی

*593۔ **میاں محمود احمد،** کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مینٹل ہسپتال انتظامیہ کے خلاف 1987ء اور 1990ء کو اینٹی کرپشن میں مقدمے کا اندراج ہوا تھا۔ مکمل تفصیل ایوان کو فراہم کی جائے نیز کیا ان کیسوں کی محکمانہ انکوائری بھی کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ہسپتال میں تقریباً چھ لاکھ روپے تنخواہ اور ساڑھے چار لاکھ روپے کی ادویات خورد برد کی گئیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا کوئی محکمانہ انکوائری بھی کی گئی اور ذمہ داران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) متذکرہ ہسپتال سے 1987ء میں تنخواہوں کا چھ لاکھ روپیہ چوری ہوا تھا۔ 1990ء میں چار لاکھ بیس ہزار روپے کی ادویات کی خورد برد انتظامیہ کے علم میں آئی تھی۔

(ج) چوری کے بارے میں تھانہ لٹن روڈ میں F.I.R. درج کرائی گئی پولیس اس چوری کا سراغ لگانے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ ادویات کی خورد برد کے سلسلہ میں محکمانہ کارروائی جاری ہے۔

میاں محمود احمد، جناب سپیکر! میں محترم وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے میرے

سوال کے جزو (ب) میں فرمایا ہے کہ متذکرہ ہسپتال سے 1987ء میں تنخواہوں کا چھ لاکھ روپیہ چوری ہوا تھا اور 1990ء میں چار لاکھ بیس ہزار روپے کی ادویات کی خورد برد انتظامیہ کے علم میں آئی تھی۔ 1987ء سے لے کر 1993ء تک کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس چوری کا سراغ لگانے میں کیا امر مانع ہے اور اس طرح کے معاملات میں کیوں اتنی تاخیر کر دی جاتی ہے؟

وزیرصحت: جناب والا! یہ سوال 593 دوقسم کا سوال ہے ایک تو چوری کا ہے دوسرا خورد برد کا ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے اپنے جز (ج) کے جواب میں بڑا واضح طور پر بتایا ہے کہ "چوری کے بارے میں تھانہ لٹن روڈ میں ایف۔آئی۔آر درج کرائی گئی پولیس اس چوری کا سراغ لگانے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ یعنی جس کا پہلا ضمنی سوال پوچھا گیا۔ جناب والا! یہ پولیس کیس ہے اور یہ پولیس کو دے دیا گیا ہے اس کا جواب محکمہ صحت نے پولیس کی جگہ پر کھڑے ہو کر جواب نہیں دینا ہے کہ کیوں نہیں سراغ لگایا گیا۔ ہم نے قانون اور قاعدے کے مطابق پولیس میں ایف۔آئی۔آر درج کرا دی ہے۔ اب اس کا سراغ لگانا پولیس کا کام تھا جو انہوں نے تاحال نہیں کیا۔

جہاں تک اس سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے اس کا جواب ہم نے بڑی تفصیل سے دے دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! سوال کے جزو (ج) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ 1990ء میں یہ جو 4 لاکھ 20 ہزار روپے کی رقم خورد برد ہوئی ہے اس کے متعلق جو محکمانہ کارروائی کی گئی ہے اور اس کے ذمے دار ہیں ان کے خلاف جو کارروائی کی گئی ہے اس کی تفصیل بیان کی جائے لیکن جناب والا! جواب میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ ادویات کی خورد برد کے سلسلے میں محکمانہ کارروائی جاری ہے۔ یعنی اب 1990ء سے 1993ء آ گیا ہے ابھی تک یہ کارروائی جاری ہے اور یہ یہاں پر تفصیل سے نہیں بتایا گیا کہ ان کے ذمہ دار افراد کون تھے اور ان کے خلاف اب تک کیا کارروائی ہوئی ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ کارروائی جاری ہے یہ کافی نہیں ہے۔

وزیرصحت: جناب والا! یہ سوال جو فاضل رکن نے کیا ہے اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ جب یہ خورد برد ہوئی ہے اس کے فوراً بعد ہم نے یہ کیس اینٹی کرپشن کو دیا تھا اینٹی کرپشن والوں نے اس فائل کو تفصیل سے دیکھنے کے بعد ہمیں 5-8-90 کو جواب دیا کہ یہ کیس ان کا نہیں بنتا اور محکمہ اپنے اختیارات کے مطابق کارروائی کرے لہذا اس کا جواب اینٹی کرپشن سے ہمیں 2-12-91 کو ملا یعنی تقریباً

ایک سال کے بعدہمیں ملا اور 2-12-91 کے بعد ہم نے اپنی کارروائی شروع کی ہے اور سیکرٹری صحت نے اس کے لیے باقاعدہ authorized officer مقرر کیے ہیں جن میں ہمارے ایڈیشنل سیکرٹری (جنرل) کو authorized افسرمقرر کیا گیا ہے اب انہوں نے اپنی کارروائی شروع کر رکھی ہے اورعنقریب اس کی findings محکمہ کے پاس پہنچ جائیں گی اور ان findings کے مطابق ہم عمل درآمد شروع کریں گے تاخیر کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ کیس اینٹی کرپشن کے پاس سال یا سوا سال پڑا رہا اور انہوں نے ہمیں دیر سے جواب دیا کہ آپ اپنے قانون اور قاعدے کے مطابق یہ کیس ڈیل کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! سوال کے جز (الف) کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اینٹی کرپشن کے پاس کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا یعنی جواب دیا گیا کہ یہ درست نہ ہے اور وزیر موصوف ابھی بیان کر رہے ہیں کہ ہم نے اینٹی کرپشن کو پرچہ دیا اور ان کی طرف سے تاخیر ہوئی تو جناب والا! یہ تضاد کیا ہے ایک طرف تو یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ درست نہ ہے دوسری طرف وضاحت میں یہ کہا جا رہا ہے کہ پرچہ ان کو دیا تھا اور ان کی طرف سے تاخیر ہوئی ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! میں نے بڑا واضح کہا ہے کہ پرچہ درج ہونے میں اور کیس بھجوانے میں فرق ہے ہم نے جو کہا ہے کہ پرچہ درج نہیں ہوا ظاہر ہےمیں بتا رہا ہوں کہ پرچہ درج نہیں ہوا اور انہوں نے سال یا سال کے بعد یہ کیس محکمے کو دوبارہ بھیجا ہے اور انہوں نے اس میں اپنی یہ findings دی ہیں کہ محکمہ اپنے طور پر اس بارے میں کارروائی کرے یہ اینٹی کرپشن کا کیس نہیں بنتا۔ اگر یہ اس کی تفصیلات چاہیں تو میں جناب والا! کی وساطت سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کے لیے نیا سوال کریں اس کی مزید تفصیلات دے دیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے یہ کیس بھیجا اور انہوں نے سوا سال بعد یہ جواب دیا کہ آپ اس کی محکمانہ کارروائی کریں وہاں پر پرچہ درج نہیں ہوا لیکن ہماری رپورٹ پر جو ان کی findings تھیں ان کو انہوں نے ہماری طرف بھیجا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کیا یہ بات درست ہے کہ جس کمیٹی یا جن افراد نے پرچہ درج کروایا یہ وہی لوگ ہیں جو نہ صرف چوری بلکہ خورد برد کے معاملات میں ملوث ہیں اور وزیرصحت نے جن افراد کو کمیٹی میں شامل کیا ہے اور جو انکوائری کر رہے ہیں کیا یہی افراد ہیں جو چوری اور خورد برد کے معاملات میں ملوث ہیں اور اب ان ہی سے یہ کام لیا جا رہا ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! میری اطلاع کے مطابق یہ وہ لوگ نہیں ہیں جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ رولز

کے مطابق authorized officer اور انکوائری افسر علیحدہ علیحدہ مقرر کیے گئے ہیں authorized افسر ایڈیشنل سیکرٹری صاحب ہیں اور انکوائری افسر ڈی۔ایچ۔او لاہور ہے۔ ان کے بارے میں میری اطلاع کے مطابق قطعاً کوئی ایسی چیز نہ ہے اگر فاضل رکن اسمبلی کو اس بارے میں کوئی شبہ ہے میں اس کی مزید چھان بین کر سکتا ہوں اور اسے دیکھ سکتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے لیکن میری اطلاع کے مطابق ایسا نہیں ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میں اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس طرز عمل پر اس اسمبلی کا اور اس وقفہ سوالات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے ایک طرف تو اس سارے معاملے کو گول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے دوسری طرف وزیرصحت کے علم میں ہے کہ اس پر strike بھی ہوئی ہے اور بدعنوان افسران کو نکالا گیا اور وزیر موصوف پریس کانفرنسیں کرتے رہے اس کو بطور دلیل استعمال کرتے رہے کہ وہاں بدعنوانیاں ہو رہی تھیں اور ہم نے یہ ایکشن لیا ہے اور دوسری طرف جب اسمبلی کے پاس سوال آتا ہے تو وہاں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ درست ہے اور یہ درست نہ ہے اور کارروائی ہو رہی ہے اس طرح کے گول مول جواب دے کر یعنی ایک طرف پریس کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور ایک طرف اتنا بڑا ایکشن ہو گیا ہے اور لوگوں کو نکالا گیا قتل کے پرچے درج کروائے گئے ہیں۔لیکن اس کو اس طرح گول کیا گیا ہے۔ یہ اسمبلی کی بھی توہین ہے اور اس وقفہ سوالات کی بھی توہین ہے۔

جناب سپیکر، جناب فرید احمد پراچہ صاحب! آپ خصوصی طور پر اس سوال کا ذکر کریں کہ جس کا جواب انہوں نے غلط دیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! ایک تو یہ ہے کہ جیسے انہوں نے کہا کہ انہوں نے انکوائری کی لیکن جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ درست نہ ہے اور بعد میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ پرچہ درج نہیں ہوا تھا۔ یعنی یہ بات ان کے پورے علم میں ہے کہ انکوائری ہوئی ہے لیکن یہاں ہمیں نہیں بتایا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ادویات کی خورد برد پر محکمہ کارروائی کر رہا ہے۔ افراد بھی نکال دیے گئے ہیں لیکن اسمبلی کو صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ ایف آئی آر کرا دی گئی ہے اور محکمانہ کارروائی ہو رہی ہے۔ اس سارے سوال کے بارے میں اسمبلی کو دو جملے بتائے گئے ہیں۔ یہ ایک طرح سے ممبران اسمبلی کی توہین ہے کہ ہم جنہیں حقائق کے بارے میں زیادہ علم ہونا چاہیے اور صوبے کے اس سب سے بڑے ایوان میں اس طرح سے گول جواب دیے جاتے ہیں اور باہر پریس کانفرنسیں کر کے مقابلہ کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر، جی چودھری صاحب!

وزیر صحت، جناب والا! میرے بھائی کو غالباً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اب اگر میں تفصیل سے جواب دوں گا تو یہ کہیں گے کہ تفصیل میں جاتے ہیں۔ ان کا ضمنی سوال ہی ایسا ہے کہ مجھے تفصیل میں جانا پڑ رہا ہے۔ جناب والا! بات 1990ء کی ہو رہی ہے کہ اینٹی کرپشن کو کیس بھیجا گیا پھر واپس آیا اور اب انکوائری ہو رہی ہے۔ اس کیس کو لیٹ کیا جا رہا ہے اور اسمبلی کو غالباً غلط بتانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

میاں محمود احمد، جناب سپیکر! میرے سوال میں یہ درج ہے کہ مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔ لیکن وزیر موصوف نے ادویات کی خورد برد کے بارے میں محکمانہ کارروائی کیے جانے پر اکتفا کیا ہے۔ جناب سپیکر! ایوان میں پوری تفصیلات آنی چاہییں تھیں۔ کن لوگوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے کون کون ملوث پائے گئے ہیں۔ تین سال سے محکمہ اس کی انکوائری کر رہا ہے۔ اور اگر تین سال میں وہ sort out نہیں کر سکا۔ وزیر موصوف نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایف آئی آر درج کروا دی ہے باقی محکمہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ جناب والا! میں جناب کی رولنگ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی مدعی پرچہ درج کرواتا ہے تو کیا اس کو persue کرنا بھی اس کی بنیادی ذمہ داری ہے؟ کیا محکمہ کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی کہ 1987ء میں پرچہ درج کروایا ہو اور آج تک اس کے بعد اس کا پتا تک نہ کیا ہو۔ یہ چھ سات لاکھ روپے کے غبن ہے۔ یہ ایوان کے ساتھ مذاق ہے اس ایوان کو مکمل کوائف اور مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا جانا چاہیے تھا۔ جناب والا! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس سوال کو موخر کیا جائے اور اگلا کوئی دن اس پر بحث کے لیے رکھا جائے جس میں ان لوگوں کے نام بتائے جائیں جو اس میں ملوث ہیں۔ اور تین چار سال کی انکوائری میں انہوں نے کیا حاصل کیا ہے۔

جناب سپیکر، آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کون سے لوگ ہیں' ان کے نام بتائے جائیں جو اس میں ملوث ہیں۔ آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟

میاں محمود احمد، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جواب میں لکھا ہے کہ چوری کے بارے میں تھانہ لٹن روڈ میں ایف آئی ار درج کروائی گئی۔ یہ غبن 1987ء میں ہوا تھا اور 1987ء میں ایف آئی آر درج ہوئی اور اب 1993ء ہے۔ آج تک ان کو اس کی پیش رفت کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ اس کے بارے میں کوئی تفصیل درج نہیں ہے۔ جناب والا! ادویات کی خورد برد کے سلسلے میں اس کے بعد میں

نے یہ کہا کہ اس کی مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔ 1990ء میں چار لاکھ بیس ہزار ادویات خورد برد ہوئیں اور اس میں اتنی بات کا تذکرہ کر دیا گیا کہ ادویات کی خورد برد کے سلسلہ میں محکمانہ کارروائی کی جا رہی ہے۔ جناب والا! یہ ایوان پوری تفصیلات مانگتا ہے۔ اس ایوان کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ اس کو کسی اور دن پر موخر کیا جائے' یہ پورے ایوان کی عزت اور وقار کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! پہلے مجھے تو آپ convince کریں کہ کس چیز کی تفصیل آپ کو چاہیے جس کے لیے اس سوال کو موخر کیا جائے۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ بتایا جائے کہ کون سے ملزمان اس میں شامل تھے؟

میاں محمود احمد، جہاں انہوں نے ایف آئی آر درج کروائی ہے ان سے یہ پتا کریں۔ جن کی چھ سات لاکھ روپیہ کی چوری ہوئی ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ پانچ سال میں کیا تحقیقات ہوئیں۔ اس کے بارے میں ایوان کو بتایا جائے۔ دوسرا یہ کہ خورد برد کے سلسلہ میں انہوں نے تین سال میں انکوائریز کی ہیں' اس میں انکوائری کمیٹی کن کن لوگوں پر مشتمل ہے اور جن کے خلاف انکوائری کی جا رہی ہے وہ کون کون لوگ ہیں اور اب تک ان کے خلاف کہاں تک کارروائی مکمل ہوتی ہے؟ میں یہ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! آپ نے سن لیا ہے کہ معزز رکن اس سوال میں کون سے معاملات کا جواب چاہتے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے سوال کے جز "ج" میں یہ درج کیا ہے کہ اس کی مکمل تفصیلات پیش کی جائیں۔ مکمل تفصیلات سے ان کی مراد یہ ہے کہ 1987ء سے لے کر 1993ء تک جتنی بھی کارروائی ہوئی ہے اس کی تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔ تو کیا اس بارے میں آپ ایوان کو آگاہ فرما سکیں گے؟

وزیر صحت، جناب والا! یہ جو فاضل رکن اسمبلی نے کہا ہے کہ میں نے ایف آئی آر کا ذکر کیا تھا اور جو میرے پاس اطلاع ہے اور جو ابھی میں ایوان کو بتا سکتا ہوں کہ پولیس نے ابھی تک اس کا پتا نہیں چلایا ہے بلکہ 2-11-88 کو پولیس نے یہ بتا دیا تھا کہ یہ کیس un-traceable ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کیس کو فائل کر دیا۔ یہ چوری کا کیس ہے اس کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کو اینٹی کرپشن میں بھیجا' پھر وہاں سے کیس واپس آیا اور کیس واپس آنے کے بعد انکوائری آفیسر مقرر کیے گئے۔ authorised officer نے انکوائری آفیسر مقرر کیا جو انکوائری کر رہے ہیں۔ میں پراچہ صاحب کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ محکمہ صحت اور حکومت پنجاب نے حالیہ مینٹل ہسپتال میں

ایکشن لیا ہے۔ اس بات کا قطعاً اس سے تعلق نہیں ہے۔ جناب والا! ایکشن اس بات پر لیا گیا ہے کہ اخبارات میں بھی اور میرے علم میں بھی بحیثیت وزیر کافی عرصہ سے نوٹس میں لایا جا رہا تھا کہ مینٹل ہسپتال کی حالت خراب ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وہاں مریضوں کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا جا رہا۔ جناب والا! میں نے ایم ایس کو تبدیل کیا اور نئے ایم ایس کو لگایا۔ ان ہڑتالوں کے تین مطالبات تھے جن کی وجہ سے انہوں نے ہڑتال کی اور حکومت نے ایکشن لیا۔ جناب والا! وہ 1990ء کی بات ہے اور یہ 1992ء کی بات ہے۔ ان کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ ایم ایس کو فوری طو پر تبدیل کر دیا جائے اور دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ سرجن جنرل پنجاب کا ایک عہدہ ہے جس کی ہم نے ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ تمام ہسپتالوں میں جا کر چیکنگ کرتا ہے' اس کو روکا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میاں محمود احمد یہ چاہتے ہیں کہ 1987ء سے لے کر 1993ء تک کی تمام کارروائی ایوان میں پیش کی جائے۔ کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟

وزیر صحت: پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: کیا اسی سیشن میں پیش کر دیں گے؟

وزیر صحت: جی ہاں! پیش کر دوں گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سید خاور علی شاہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ میاں صاحب آپ کے سوال کو مؤخر کر دیتے ہیں۔

میاں محمود احمد: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' میری آپ سے یہی التجا ہے کہ اس کو ٹیبل نہ کیا جائے بلکہ اس کو دوبارہ ایوان میں بحث کے لیے لایا جائے۔ یہ پورے ایوان کی توہین ہو رہی ہے۔ اگر وزیر صاحب کی طرف سے مناسب رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا تو میری اس سلسلے میں تحریک استحقاق بنتی ہے۔ یہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا جا رہا ہے۔ اس کو مؤخر کیا جائے اور دوبارہ بحث کے لیے کوئی دن مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ پہلے بات کو سمجھ لیں۔ میں نے جو بات طے کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سوال پینڈنگ ہے اور وزیر صحت اس سوال کا تفصیل کے ساتھ جواب اسی اجلاس کے

دوران ٹیبل کریں گے اور جواب ٹیبل کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو جواب ٹیبل کیا جائے اس پر سوالات ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر 990 جناب مظہر احمد قریشی صاحب!

میاں منظور احمد موہل، سوال نمبر 990 (معزز رکن نے جناب مظہر احمد قریشی کے ایماء پر دریافت کیا)

جناب سپیکر، ان کے ایماء پر سوال نمبر 990 کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

دیہی علاقوں میں ادویات کی فراہمی

*990۔ **جناب مظہر احمد قریشی،** کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دیہاتی علاقوں میں ڈاکٹروں کی تعیناتی کے ساتھ ساتھ ادویات کی فراہمی پر تاحال توجہ نہیں دی جاتی جو کہ اشد ضروری ہے۔

(ب) اگر جز الف کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست نہ ہے کہ حکومت دیہاتی علاقوں میں ڈاکٹروں کی تعیناتی کے ساتھ ساتھ معیاری ادویات کی فراہمی پر پوری توجہ دے رہی ہے جن علاقوں میں ابھی تک ڈاکٹر تعینات نہیں ہوئے ان میں ڈاکٹروں کو تعینات کرنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے ساتھ ہی ان ہسپتالوں میں وسائل کے مطابق ادویات فراہم کی جا رہی ہیں تاہم فاضل رکن اسمبلی کے علم میں کوئی شکایت ہو تو محکمہ کے نوٹس میں لائیں تاکہ مناسب کارروائی کی جا سکے۔

(ب) اس کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ ادویات کی فراہمی کے لیے حکومت نے کیا مؤثر اقدامات کیے ہیں؟

وزیر صحت، جناب والا! یہاں ادویات کے بارے میں پوچھا گیا ہے تو ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے تقریباً سات سال بعد نہ صرف تمام دیہاتی علاقے کے ہسپتال بلکہ شہری علاقے کے ہسپتالوں کے بجٹ کو بھی ہم نے دگنا کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر بنیادی مرکز صحت کے لیے 25 ہزار روپے ہوا کرتے تھے اور اس سال سے 50 ہزار روپے کر دیے گئے ہیں اور رورل ہیلتھ سنٹرز

کے لیے ادویات کی مد میں 75 ہزار روپے ہوا کرتے تھے اب اسے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کر دیا گیا ہے اسی طرح تحصیل اور ڈسٹرکٹ ہسپتالوں کے بجٹ کو بھی ہم نے دگنا کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کا بڑا اچھا فیصلہ ہے۔ ادویات کی فراہمی کے لیے ہم نے ایک تو بجٹ کو دگنا کیا ہے دوسرا جناب والا! ہم ادویات ان کو مخصوص پیکنگ میں سپلائی کر رہے ہیں۔ اور اس مخصوص پیکنگ کا ایک اپنا رنگ ہے جو کہ چوری کی روک تھام کے لیے ہم نے introduce کیا ہے۔ کچھ فیصد یہ introduce ہو چکی ہیں باقی ہمیں سپلائز مل رہی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے یہ دو اہم فیصلے چوری کی روک تھام اور بجٹ کو دگنا کرنے کے لیے ہیں اور اس سے یقیناً دور دراز کے ہسپتالوں میں بہتر ادویات فراہم ہو سکیں گی۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! دیہات میں بنیادی مراکز صحت کو محکمہ صحت جو ادویات فراہم کرتا ہے وہ کون سے مہینے میں فراہم کی جاتی ہیں ہر بنیادی مرکز صحت کو کتنی مالیت کی ادویات مہیا کی جاتی ہیں؟

وزیر صحت، جناب والا! میں نے ابھی بتایا ہے کہ پہلے 25 ہزار روپے کی ادویات بنیادی مرکز صحت کو فراہم کی جاتی تھیں اب ہم نے اس کو بڑھا کر پچاس ہزار روپیہ کر دیا ہے۔ ہر مالی سال کے بجٹ میں اس کے لیے رقم آتی ہے۔ ہم اس کی پلاننگ اس طرح سے کرتے ہیں کہ جون میں بجٹ آتا ہے لیکن ہم ابھی سے اس کا حساب کتاب کر رہے ہیں کہ ہماری کتنی ڈیمانڈ ہو گی؟ اور ہم نے بروقت کیسے یہ ادویات خریدنی ہیں۔ مالی سال کے اندر ہم نے اس عمل کو مسلسل جاری رکھنا ہوتا ہے اور جون کے بجٹ کے بعد نئے مالی سال کی مد میں ہم نے جو فنڈز دیے ہوتے ہیں اس کی پھر آگے ہم سپلائی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میں نے definitely پوچھا ہے کہ کون سے مہینے میں یہ سپلائی کرتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے ضلع میں ابھی تک سال 93-1992ء کی ادویات نہیں پہنچیں۔ اس بارے میں وزیر موصوف کیا فرماتے ہیں؟

وزیر صحت، جناب والا! ہماری جو پالیسی ہے اس کے مطابق تو ادویات وہاں پہنچ جانی چاہییں۔ فاضل رکن صاحب نے اپنے ضلع کو pin point کیا ہے لہذا میں اس کی تفصیلات کو دیکھ ہوں گا اور پھر فاضل رکن کی خدمت میں عرض کر دوں گا لیکن ہماری پالیسی کے مطابق یہ ادویات پہنچ جانی چاہییں

تھیں۔ باقی پنجاب سے مجھے اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ملی۔

جناب سپیکر، اس میں معزز رکن یہ چاہتے ہیں کہ وزیر صحت ان کو اس بارے میں آگاہ فرمائیں۔ ایوان کو آگاہ فرمائیں کہ کون سے مہینے میں یہ پچاس ہزار روپے کی ادویات بنیادی مرکز صحت میں پہنچ جاتی ہیں؟ اگر آپ اس بات کو ensure کر دیں گے کہ ادویات فلاں مہینے میں مالی سال کے فوراً بعد جولائی میں، اگست میں یا ستمبر میں سپلائی کر دی جائیں گی تو پھر یہ چیک کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ وہاں ادویات پہنچی ہیں یا نہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، چونکہ یہ پچاس ہزار فی بنیادی مرکز صحت کے حساب سے فراہم کرتے ہیں تو میرے ضلع میں جہاں میں ہیلتھ بورڈ کا چیئرمین بھی ہوں وہاں پر ایسے بنیادی مرکز صحت بھی ہیں جہاں پر مہینے میں نہیں بلکہ سال بھر میں چار یا پانچ مریض آتے ہیں اور ایسے بنیادی مرکز صحت بھی ہیں جہاں پر ایک دن میں پچاس مریض آتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ مریضوں کے حساب سے ادویات فراہم کی جائیں۔ جہاں پر ڈاکٹرز جاتے ہیں نہیں وہاں پر ادویات تو ضائع ہو جاتی ہیں۔ آئندہ کے لیے اگر یہ مریضوں کے تناسب سے ادویات کی تقسیم کریں تو اس سے ان بنیادی مراکز صحت کی کارکردگی بڑھے گی۔ ایسے نہ کیا جائے کہ فی یونٹ پچاس ہزار روپے کی ادویات بھجوا دی جائیں۔ جن یونٹوں میں نہ کوئی ڈاکٹر ہوتا ہے اور نہ ہی ڈسپنسر وہاں ادویات چلی جاتی ہیں اور اگر مریضوں کے تناسب سے یہ تقسیم ہو گی تو اس سے ڈاکٹرز کی efficiency بھی دیکھی جا سکے گی اور ہر بنیادی مرکز صحت میں ڈاکٹرز یہ کوشش کریں گے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مریض دیکھیں۔

سید چراغ اکبر شاہ، کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ دیہی علاقوں میں کل کتنی مالیت کی ادویات پورے پنجاب میں فراہم کی جاتی ہیں؟

وزیر صحت جناب والا! ہمیں ادویات کی مد میں کل 15 کروڑ روپیہ ملتا ہے جس میں اڑھائی ہزار کے قریب بنیادی مراکز صحت ہیں اور تین سو کے قریب رورل ہیلتھ سنٹرز ہیں اس کے علاوہ تحصیل اور ڈسٹرکٹ ہسپتال ہیں۔ اور تقریباً اس 15 کروڑ میں سے 60/65 فی صد کے قریب ہم دیہاتی علاقوں کو سپلائی کرتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس کے لیے کتنی رقم مختص کی جاتی ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس کے لیے جو سسٹم ہے وہ غلط ہے اور

ادویات وہاں پر پہنچتی ہی نہیں ہیں اور ڈی ایچ او حضرات ان ادویات کا بڑا حصہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ سوال میرا یہ ہے کہ کیا اس سال کے دوران وزیر موصوف نے خود اور سیکرٹری ہیلتھ نے کتنے رورل ہیلتھ یونٹس کا بنیادی مراکز صحت کا وزٹ کیا وہاں پر انہوں نے ادویات کی کیا صورت حال دیکھی؟

وزیر صحت: جناب والا! یہ بالکل نیا ضمنی سوال انہوں نے کیا ہے۔ اور انہوں نے ایک اچھی بات پوچھی ہے۔ جہاں تک میری ذاتی انسپکشن کا معاملہ ہے میں جہاں بھی جاتا ہوں میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ میں اس علاقے کے رورل ہیلتھ سنٹرز یا بنیادی مرکز صحت کو دیکھوں جہاں سے مجھے شکایت ملی ہو بلکہ میں ہرممکن کوشش کرتا ہوں مثلاً پرسوں میں فیصل آباد جا رہا تھا گو کہ وہاں میرے ایک دوسرے محکمے پاپولیشن ویلفیئر کا پروگرام تھا لیکن راستے میں میں نے شیخوپورہ کے ایک رورل ہیلتھ سنٹر کو دیکھا اور وہاں پر میں نے ایکشن لیا کیونکہ وہاں پر ڈاکٹرز اور دوسرا پیرا میڈیکل سٹاف موجود نہیں تھا۔ اور ہم یہ ensure کر رہے ہیں کہ ڈاکٹرز اور ادویات کی سپلائی بہتر طریقے سے ہو میں ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ 1992ء میں ہم نے تقریباً 508 ڈاکٹرز کے خلاف کارروائی کی ہے جس میں termination ہے سخت سے سخت سزا ہے اس میں ہم نے وارننگز بھی دی ہیں یہ صرف ایک سال کے اعداد ہیں۔ اور اس ایک سال میں ہمارے فیلڈ کے آفیسران نے جو ہمیں شکایات بھیجی ہیں وہ تقریباً 1210 کے قریب تھیں۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح سے ان کیسوں کا فیصلہ کریں۔ سیکرٹری ہیلتھ بھی میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ چاہے یہ کوئی ٹیچنگ ہسپتال ہو یا ڈسٹرکٹ ہسپتال میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کی صحیح طریقے انداز سے ڈاکٹرز کی حاضری اور ادویات کی سپلائی کو چیک کیا جائے اور بہتر کیا جائے۔ اور جناب والا! پچاس ہزار روپے کی ادویات اس سال سے سپلائی کی گئی ہیں پہلے 25 ہزار روپے کی ملتی رہی ہیں۔ اب جو پچاس ہزار روپے کی ادویات ہمیں مل رہی ہیں ان میں سے 25 ہزار کی ادویات ہمیں دسمبر تک سپلائی کرنی تھیں چونکہ ہمیں نئے فنڈز جنوری میں ملنے ہیں لہذا باقی پانچ ماہ میں ہم ان بنیادی مراکز صحت کو 25 ہزار کی بقیہ ادویات سپلائی کر دیں گے۔ اور آئندہ کے لیے جیسا کہ جناب والا! نے دریافت کیا ہے کہ ہم اس کو ensure کریں گے کہ اگست کے مہینے میں ہم ڈیمانڈ کے مطابق تمام بنیادی مراکز صحت کو ادویات سپلائی کر دیں۔

MR Taj Muhammad Khanzada: Sir, we appreciate the increase in the amount of money but I would like to know what is the increase in the volume of

medicines supplied to the hospitals? Is it doubled? If it is so the Hon'ble Health Minister has to confirm it My impression is that money is doubled, but the quantity medicines have gone down

وزیرصحت، جناب والا! فاضل رکن نے صحیح پوچھا ہے میں نے ڈبل کی بات کی ہے اور اس کے فنڈز کی دستیابی کا بھی میں نے ذکر کیا ہے کہ اسی سال سے سات سال کے بعد بھی ہم نے یہ ڈبل کیا ہے اور جو ڈبل کیا وہ پانچ ماہ کے اندر اندر سپلائی کرنا ہے کیونکہ ابھی فنڈز ریلیز ہوئے ہیں لیکن آئندہ سال میں جو ڈبل ہوا ہے وہ ہم نے ensure کرنا ہے کہ اگست کے مہینے تک اس کو مکمل کر لیں.

جناب تاج محمد خانزادہ، آپ نے پیسے ڈبل کیے ہیں دوائی تو ڈبل نہیں کی آپ بولیں کہ آپ نے پیسے ڈبل کیے ہیں اور اس پیسے کی مرغی کی قیمت پہلے پانچ روپے تھی اب پچاس روپے ہے تو اگر آپ کہیں کہ ہم نے ایک مرغی پچاس روپے میں دی تو that is no credit to the hospital آپ نے تو یہ بتانا ہے کہ آیا value of medicines کتنی ہے اور آپ کی پاپولیشن تین گنا ہو گئی ہے ادویات کے پیسے ڈبل ہو گئے ہیں اور دوائیاں وہی رہی ہیں تو آپ نے پبلک کے لیے کتنی ادویات بڑھائی ہیں؟

وزیر صحت، جناب والا! ہم نے جو یہ فنڈز بڑھائے ہیں وہ علیحدہ ہیں جیسا کہ میں ابھی تفصیلات بتا رہا تھا کہ ہم بیسک ہیلتھ یونٹ کو 2500 سے 96 ہزار تک لے گئے ہیں لیکن ہم نے صرف ادویات کی مد میں اس کو ڈبل کیا ہے اور جو ادویات کی مد میں ڈبل کیا ہے یقیناً اس کے رزلٹ بہتر ہوں گے پہلے کی نسبت جو اب سپلائی ہو گی وہ زیادہ ہو گی جناب والا! ہم نے اس کے ساتھ ایک اور بڑا اچھا قدم لیا ہے کہ جو بی ایچ یو ہے جو رورل ہیلتھ سنٹر ہے یا تحصیل لیول پر جتنے بھی ہسپتال ہیں اس کی ہم نے ایک خاص لسٹ بنا دی ہے کہ اس لسٹ کے اندر ادویات خریدی جائیں جو عام بیماریوں کی ہیں مثلاً بیسک ہیلتھ یونٹ پر کینسر کی ادویات رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہاں علاج بھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً رورل ہیلتھ سنٹر میں اس قسم کی chronic بیماریوں کی ادویات رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے اس کو اس طرح سے streamline کر دیا ہے کہ ضروریات کے مطابق ادویات خریدی جائیں اور وہ سپلائی کی جائیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اگر وزیرموصوف کو تقریر کا اتنا ہی شوق ہے تو ہم انہیں بلبل پنجاب کا خطاب دے دیتے ہیں براہ مہربانی وہ تقریر نہ فرمائیں بلکہ صرف سوال کا جواب

دیں اور اب میں آپ کی اجازت سے ضمنی سوال عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف نے اپنی تقریر کے دوران بیان فرمایا کہ ہم نے بہت سارے ڈاکٹروں کے خلاف ایکشن لیا ہے میرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے کتنے ڈی ایچ اوز' کے خلاف ایکشن لیا ہے جو کہ ڈاکٹروں سے ڈیوٹی نہ دینے کے عوض ہر مہینے فی ڈاکٹر پانچ سو روپے ان کی تنخواہ سے وصول کرتے ہیں۔ کتنے ڈی ایچ اوز کے خلاف ایکشن ہوا ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! یہ بھی بڑا اچھا سوال ہے مجھے تفصیل سے بتانا چاہیے کیونکہ یہ تفصیل مانگتے ہیں اور مجھے دینی پڑتی ہے۔

جناب سپیکر، اب وزیر صحت کو اس کا تفصیل سے جواب دینے کی ضرورت ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو ڈی ایچ اوز ذمہ داری کے ساتھ فیلڈ میں کام نہیں کرتے ان کو فیلڈ ڈیوٹی نہ دی جائے اور اس بارے میں محکمے نے تقریباً دو ڈی ایچ اوز کو معطل کیا ہے۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہاؤس میں ادویات کے بارے میں جو سوالات ہو رہے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے جتنے بیسک ہیلتھ سنٹرز یا رورل ہیلتھ سنٹر ہیں شکایت یہ ملتی ہے کہ ان میں دوائیاں دستیاب نہیں ہیں۔ ہم بلڈنگز تو بنا رہے ہیں ڈاکٹرز تعینات کر رہے ہیں لیکن حقیقتاً مسئلہ یہ ہے کہ ادویات دستیاب نہیں ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ جتنی بھی بحث ہوئی ہے اس معاملے میں وزیر صحت ایسی پالیسی بنائیں تاکہ ادویات کی کمیابی کو پورا کیا جاسکے۔

جناب سپیکر، جی اگلا سوال' جناب مظہر احمد قریشی صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، سوال نمبر 992 (معزز رکن نے مظہر احمد قریشی کے ایماء پر دریافت کیا)

تدریسی ہسپتالوں میں تعیناتی کا معیار

*992۔ **جناب مظہر احمد قریشی،** کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

ڈاکٹروں کے لیے دیہاتی علاقوں کی لازمی سروس مکمل کرنے کے بعد تدریسی ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں تعیناتی کس معیار پر کی جاتی ہے۔ کیا پبلک سروس کمشن کا میرٹ مدنظر رکھا جاتا ہے یا نہیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)۔

ڈاکٹروں کے لیے دیہاتی علاقوں کی لازمی سروس مکمل کرنے کے بعد تدریسی ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں تعیناتی مفاد عامہ کے مسلمہ اصول پر کی جاتی ہے اس معاملے میں پبلک سروس کمشن کا میرٹ بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! اس میں کہا گیا ہے کہ تدریسی ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کے لیے میرٹ مقرر ہے اس میرٹ کی وضاحت تو وزیرصحت نےنہیں کی لیکن میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرٹ یہ ہے کہ اس کی وضاحت تو وزیر صحت نے اپنے جواب میں نہیں کی لیکن میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرٹ یہ ہے کہ اگر کوئی ایف۔سی۔پی۔ایس ڈاکٹر موجود ہو تو اس کی موجودگی میں باہر سے ایف۔ار۔سی۔ایس یا ایم۔آر۔سی۔پی یا کوئی ایسا foreign qualified ڈاکٹر چاہے اس کا بیس سال کا تجربہ ہو اس کو consider ہی نہیں کیا جاتا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ میرٹ کے مطابق ہے کہ ایک ڈاکٹر جو کہ foreign qualified ہو اور تجربہ بھی رکھتا ہو اس کو consider نہ کرنا کیا میرٹ ہے؟

جناب سپیکر، کوئی specified question ہونا چاہیے ڈاکٹر صاحب it is not specified

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، teaching hospitals میں پالیسی یہ ہے کہ اگر کوئی ایف۔سی۔پی۔ایس ڈاکٹر ہو جس کے پاس پاکستان کی ڈگری ہو تو پاکستانی باہر سے اگر ایم۔آر۔سی۔پی یا ایف۔آر۔سی۔ایس کر کے آئے اور دس بارہ سال کا اس کو تجربہ بھی ہو اس کو consider ہی نہیں کیا جاتا۔ جناب میں یہی سوال کر رہا ہوں کہ کیا میرٹ ہے کہ ایک آدمی جو foreign qualified ہو اور بیس سال کا تجربہ بھی رکھتا ہو اس کو consider ہی نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر، جی وزیر صحت۔

وزیر صحت: جناب والا! سوال تو بالکل ہی مختلف ہے۔ دیہاتی علاقوں کی لازمی سروس کے بارے میں پوچھا گیا تھا اور اس کے بعد ان کو teaching hospitals میں تعیناتی کے بارے میں تھا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، یہ teaching hospitals کا ہے جی۔

وزیر صحت، دیہاتی علاقوں کے بعد لیکن فاضل رکن اسمبلی نے پوچھا ہے تو جہاں تک میری ذاتی رائے

ہے اور پالیسی جو ہم نے بنائی ہے جو higher qualification کی ڈگری والے ڈاکٹر ہیں ہم کسی صورت میں بھی ان کو نظر انداز نہیں کرتے جیسا کہ گورنمنٹ کی جو پالیسی ہے۔ کہ دو سال کی لازمی سروس ہونا ضروری ہے ان کی graduation کے بعد' ان کے پبلک سروس کمشن سے پاس ہونے کے بعد' لیکن جہاں انہوں نے ایف سی پی ایس کے لیے پارٹ I کیا ہوا ہے۔ ان کو ہم teaching hospitals میں لے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں کہ foreign qualified ڈاکٹرز کے لیے ہم teaching hospitals کے دروازے بند کر دیں۔ یہ پالیسی بنانے کا صرف یہ مقصد ہے کہ پہلے شکایت ہو رہی تھی کہ ڈاکٹرز وہاں نہیں جاتے تو ہم نے اس پالیسی میں دو سال کے لیے لازمی کیا ہے۔ لیکن جو اپنی qualification improve کر لیں ان کو ہم پہلے لے آتے ہیں۔

جناب سپیکر: ملک احمد علی اولکھ۔

حاجی احمد خان بلوچ: سوال نمبر 1518 (معزز رکن نے ملک احمد علی اولکھ کے ایماء پر دریافت کیا)

ادویات کی فراہمی

*1518۔ ملک احمد علی اولکھ: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر کروڑ ہسپتال کی اپنی عمارت اب تک تعمیر نہیں ہو سکی۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کروڑ میں عملہ منظور شدہ اسامیوں کے مطابق ہے اگر ایسا ہے تو آیا وہاں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے مطابق ادویات فراہم ہو رہی ہیں۔ اگر جواب نہ میں ہو تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کروڑ کی سکیم منظور ہو چکی ہے جس کی لاگت تخمینہ پینتیس لاکھ پچھتر ہزار روپے ہے۔ رواں مالی سال میں اس کی تعمیر کے لیے مبلغ پچاس لاکھ مختص کیے گئے ہیں۔ محکمہ تعمیرات ٹینڈرز وغیرہ کی کارروائی کے بعد جلد ہی تعمیر شروع کر دے گا۔

(ب) تاحال عملہ تحصیل ہسپتال کی مقرر کردہ تعداد کے مطابق نہیں ہے۔ تین سپیشلسٹوں کی اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ جو ہسپتال کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد تعینات کر دیے جائیں گے تاہم باقی عملہ اور ادویات دیہی مرکز صحت کے مطابق فراہم کیے گئے ہیں۔

حاجی احمد خان بلوچ۔ جناب والا! اگر اس کے جواب کے جز الف میں پڑھ لیں اس میں لکھا گیا ہے کہ تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال کی لاگت تخمینہ 35 لاکھ 75 ہزار روپے اور آگے لکھا گیا ہے کہ رواں مالی سال میں اس کی تعمیر کے مبلغ پچاس لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جناب والا! ایک طرف تو تخمینہ 35 لاکھ ہے اور دے پچاس لاکھ روپے رہے ہیں کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ تخمینہ 35 لاکھ روپے ہے اور دے 50 لاکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیرصحت۔ جناب والا! غالباً وہ mis-print ہے یہ ایک کروڑ 53 لاکھ 75 ہزار ہے جس کے بعد ہم نے اسمبلی کو اطلاع بھی دی ہے۔

جناب سپیکر۔ جی درست ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب۔ اگلا سوال ملک احمد علی اولکھ صاحب۔ اگلا سوال چودھری محمد حنیف صاحب!

چودھری محمد حنیف، سوال نمبر 1644

ہسپتال میں صفائی کا فقدان

*1644۔چودھری محمد حنیف۔ کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں ناقص صفائی کی وجہ سے عوام الناس اور مریضوں کو خاصی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ہسپتال میں صحیح خطوط پر صفائی وغیرہ کا بندوبست کرانے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)۔

(الف) یہ درست نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہولی فیملی ہسپتال میں صفائی کا مناسب انتظام ہے۔

(ب) جز "الف" میں جواب دے دیا گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل۔ جناب والا! صفائی کا فقدان واقعی ایک بڑا مسئلہ ہے تو اس میں حکومت نے کوئی مؤثر اقدامات بھی کیے ہیں یا ایسے ہی جیسے جواب دیا گیا ہے۔ جواب میں تو کوئی وضاحت نہیں جواب آپ کے سامنے ہے یعنی صفائی کا مسئلہ ہسپتالوں میں واقعی بہت زیادہ پریشان کن ہے۔

جناب سپیکر۔ میاں صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے اس دور میں صفائی کے لیے کیا مناسب تدابیر کی ہیں؟

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے اس دور میں صفائی کے لیے مناسب تدابیر کی ہیں؟

وزیر صحت، جناب والا! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ پہلے تو ہم نے انچارجز وہ لگائے ہیں جو devoted لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہسپتالوں کا کام ان کی ذمہ داری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک نیا طریق کار اپنایا ہے وہ surprise visit ہے۔ اور یہ surprise visit صرف محکمے کے افسران ہی نہیں بلکہ میں ذاتی طور پر کر رہا ہوں۔ اور آپ خود دیکھ لیں کہ دسمبر کے مہینے میں میں نے خود بہت سارے ہسپتالوں میں surprise visit کیا۔ اس کے بعد جو لوگ کام نہیں کرنا چاہتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔ سالہا سال سے جنہوں نے ہسپتالوں کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کیا ہوا تھا۔ جنہوں نے مریضوں کے لیے مسئلہ بنا رکھا تھا۔ جن کے اندر خوف خدا نہیں تھا اور بار بار سمجھانے کے باوجود وہ لوگ ٹھیک نہیں ہو رہے تھے۔ اس سلسلے میں جیسا کہ پورے ایوان کے علم میں ہے ہم نے ایک آپریشن کلین اپ کیا ہے اور پورے پنجاب کے ہسپتالوں میں وہ عناصر جنہوں نے غیر قانونی ہڑتال کی تھی جن لوگوں نے مریضوں کے ساتھ زیادتی کی تھی اور مریضوں کے ساتھ ظلم کیا تھا محکمے نے ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی اب اس کے بہتر اثرات سامنے آرہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ جن ہسپتالوں کی حالت سالہا سال سے خراب چلی آرہی تھی اب بہتر ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر، اگلا سوال جناب شاہد نذیر صاحب!

سابقہ محکمہ ملیریا کنٹرول کے افسران کو گریڈ اٹھارہ کی عطائیگی

*1674۔ **جناب شاہد نذیر**، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ محکمہ صحت میں مدغم شدہ سابقہ محکمہ ملیریا کنٹرول کے افسران گزشتہ 30 سال سے گریڈ نمبر 16 میں کام کر رہے ہیں جبکہ اس وقت کے ڈرگ انسپکٹر جو گریڈ نمبر 11 میں بھرتی کیے گئے تھے گریڈ نمبر 17 میں کام کر رہے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔ کیا حکومت متذکرہ افسران کی

داد رسی کرتے ہوئے انہیں قواعد کے مطابق گریڈ نمبر 18 دینے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ صحت میں مدغم شدہ کالعدم ملیریا کنٹرول کے وہ افسران جو ابتداء میں گریڈ نمبر 16 میں بھرتی کیے گئے تھے۔ اب بھی اسی گریڈ میں کام کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے ایک تہائی افسران move over سے گریڈ 17 میں جا چکے ہیں۔ جہاں تک ڈرگ انسپکٹر کا تعلق ہے تو وہ 1977ء میں گریڈ نمبر 16 میں تھے بعد ازاں یہ پوسٹ FSC کے بعد 4 سالہ بی فارمیسی ڈگری کورس کی بنیاد پر 27 مئی 1979ء میں BPS 19 میں اپ گریڈ کر دی گئی ہے۔

(ب) کالعدم ملیریا کنٹرول پروگرام کے محکمہ صحت میں مدغم شدہ افسران کی درج ذیل تین پوسٹیں جو پہلے گریڈ نمبر 17 میں تھیں اب گریڈ 18 میں UP GRADE کی جا چکی ہیں۔

(i) Provincial Staff Officer

(ii) Personnel Officer

(iii) Liason Officer

جبکہ باقی ماندہ پوسٹوں کی UP GRADATION کے لیے سفارشات مرتب کر کے محکمہ خزانہ حکومت پنجاب کو بھجوا دی گئی ہیں۔ محکمہ خزانہ سے منظوری کے بعد متذکرہ پوسٹوں پر تعینات ملازمین کو حسب قواعد گریڈ نمبر 17 دے دیا جائے گا۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر سید وسیم اختر۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، سوال نمبر 1684

میڈیکل کالجوں و ہسپتالوں کے لیے آلات کی خرید

*1684۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ایم ایس ڈی لاہور میں میڈیکل کالجوں و ہسپتالوں کے لیے کون کون سے آلات اور مشینری یکم جون 1992ء کو موجود تھے۔

(ب) متذکرہ آلات و مشینری کس ملک کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ کب اور کس کمپنی یا ادارے سے

خریدے گئے اور ان کی قیمت کیا ہے۔ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بیان فرمائیں۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) متذکرہ آلات و مشینری جس جس ملک کے بنے ہوئے ہیں اور جس کمپنی یا ادارے سے خریدے گئے ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور ان کی مجموعی قیمت 15,19,07,275.49 روپے ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! یہ 15 کروڑ روپے کے آلات جو کہ 1988ء سے سٹور میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ ایسے آلات ہیں جو عام طور پر کسی ہسپتال میں نہیں ہوتے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف اس بارے میں آگاہ کریں گے کہ اتنے اچھے اور اتنے rare equipment جو چھ سال سے سٹور میں پڑے ہوئے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا وہ خراب ہیں یا ان کو لینے والا کوئی نہیں؟

وزیر صحت: جناب والا! میڈیکل سٹور ڈپو جو ہماری سپلائی کا سب سے بڑا ڈپو ہے جو بھی آلات اس سٹور میں پڑے ہوئے تھے ان کو ہم نے باقاعدہ کیا ہے اور اب سپلائی بھی پچھلے سال سے شروع کی ہے اور میرے خیال میں یہ آلات اب سٹور میں خاصے کم رہ گئے ہیں۔ کسی وجہ سے ان کی ڈیمانڈ ہوئی اور یہ خریدے گئے لیکن ان کی فیلڈ میں سپلائی نہ کی گئی۔ لیکن اب ہم نے طریق کار کو streamline کیا ہے اور اب فیلڈ سے یا ہسپتالوں سے جو ڈیمانڈ آتی ہے اس کی ہم سکروٹنی کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ واقعی اس چیز کی ضرورت ہے۔ جب اس کی سکروٹنی کر لیتے ہیں تو اس کے بعد خریدتے ہیں۔ اس سے پہلے جو طریق کار تھا اس میں غالباً کچھ کمی تھی جس کی وجہ سے یہ سامان سٹور میں ڈمپ ہوا تھا۔ لیکن اب ہم نے بہت سارا سامان دور دراز ہسپتالوں میں سپلائی کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! اسی لسٹ میں ایک آئیٹم ہے ایکسرے پلانٹ 100۔ ایم۔اے اس کی قیمت ہے 2 کروڑ 67 لاکھ 5 ہزار 340 روپے اور یہ 42 پلانٹ ہیں۔ یہ 1991ء میں منگوائے گئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایکسرے پلانٹ کا بھی کوئی پرابلم ہے جو اب تک سٹور میں موجود ہیں؟ اور یہ میسرز اکبر برادرز کے ہیں اور ہنگری کے بنے ہوئے ہیں۔

وزیر صحت: جناب والا! 1991ء میں جو سپلائی ہوئی ہے اس کے متعلق میری گزارش یہی ہے کہ جو پہلے طریق کار تھا وہ صحیح نہیں تھا یا fool proof نہیں تھا۔ اب ہم نے اس میں بنیادی تبدیلی کی

ہے۔ مجھے یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ میں on the floor of the House یہ بتا رہا ہوں کہ پہلے طریق کار بالکل ہی مختلف تھا اور equipment کے سلسلے میں جو رقم مختص کی جاتی تھی وہ صحیح انداز سے استعمال نہیں ہوتی تھی۔ غالباً وہ اپنے اثر و رسوخ یا جو بھی طریقہ تھا وہ استعمال کر کے یا آلات خریدتے تھے۔ لیکن اب ہم نے اس بات کو ensure کیا ہے کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہو' واقعی ڈیمانڈ ہو وہ خریدے جائیں۔ یہ سامان رورل ہیلتھ سنٹرز کے لیے خریدا گیا اور بہت سارے رورل ہیلتھ سنٹرز ایسے تھے جو غالباً بنے ہی نہیں تھے لیکن وہ رورل ہیلتھ سنٹرز چونکہ اب مکمل ہوئے ہیں لہٰذا ہم نے ان کی سپلائی شروع کر دی ہے اور میری رپورٹ کے مطابق اس میں سے بہت سارا سامان ہم نے سپلائی کر دیا ہے۔ اب ہم نے سسٹم کو بہتر کیا ہے اور ڈیمانڈ کے مطابق خریدتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! وزیر صحت نے جس انداز سے ایوان کے اندر یہ تسلیم کیا بلکہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ انہوں نے اپنے محکمے کی کوتاہی کو تسلیم کیا' یہ بڑی اچھی اور خوش آئند بات ہے تو میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ آلات جو 87-1986ء میں خریدے گئے تھے اور تاحال سٹور کے اندر پڑے ہوئے ہیں اور لوگ اس سے مستفید نہیں ہو پائے ہیں' کیا وزیر موصوف کے زیر تجویز ہے یا وہ کوئی ایسی پلاننگ کر رہے ہیں کہ ان زمہ دار لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے اور اس کی مکمل تحقیقات کی جائے کہ یہ آلات اتنے عرصے تک سٹور کے اندر پڑے رہے۔ اس کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے اور ایسا کیوں ہوا؟

وزیر صحت: جناب والا! اس سلسلے میں جو سب سے پہلے اقدام میں نے کیا تھا وہ یہ تھا کہ میڈیکل سٹور ڈپو کے انچارج ڈاکٹر مجید جو سالہا سال سے انچارج تھے ان کو وہاں سے تبدیل کیا اور آج بھی وہ بطور او ایس ڈی کام کر رہے ہیں۔ ان کی جگہ ہم نے اچھے اور ایماندار آفیسرز وہاں پر مقرر کیے ہیں اور جہاں تک آلات یا میڈیسن کی خرید تھی اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دی جنہوں نے اس ساری بات کی انکوائری کی اور تقریباً 9 ایسے سینئر افسران جو اس میں شامل تھے ان کو جبری رخصت پر بھیجا اور ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کی گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! یہ کروڑوں روپے کی مشینری یا equipments منگوائے جاتے ہیں وہ محض اس لیے پڑے رہتے ہیں کہ ان کو operate کرنے کے لیے ٹیکنیکل عملہ نہیں ہوتا اور وہ مشینری پڑی پڑی زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ کیا یہ الزام درست ہے؟

وزیر صحت، جناب والا! ہم اب محکمے سے یہ ensure کر رہے ہیں کہ جو چیز خریدی جائے اس کی after sale service بھی موجود ہو پہلے غالباً اس کا فقدان تھا یا کمی تھی لیکن ہم صرف وہ چیز خریدتے ہیں جس کی کمپنی after sale service مہیا کرے اور جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس کے متعلق ہم ایک بہت بڑا پروگرام شروع کرنے لگے ہیں اور جولائی 1993ء سے ورلڈ بنک اور ایشیئن بنک کے ساتھ مل کر ایک پراجیکٹ شروع کر رہے ہیں اس میں ہم اپنے سٹاف کو تربیت دیں گے تاکہ وہ عالمی معیار پر پورے اتریں اور اس معیار کی آج ہمیں اپنے ملک اور صوبے میں ضرورت ہے۔

جناب سپیکر، اگلا سوال رانا اکرام ربانی صاحب!

رانا اکرام ربانی، سوال نمبر 1742

محکمہ صحت میں گریڈ 20 کی اسامیوں کی تعداد

*1742۔ رانا اکرام ربانی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) محکمہ صحت میں گریڈ 20 کی کتنی اسامیاں کب سے اور کیوں خالی پڑی ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ صحت میں گریڈ 19 کے افسروں کو دو دفعہ پرموشن دی جاتی ہے جب کہ دیگر محکمہ جات میں ایسا نہیں ہے۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) محکمہ صحت میں جنرل کیڈر کی گریڈ 20 کی فی الحال کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔ تاہم گریڈ 20 کی 16 اسامیوں پر گریڈ 19 کے سینئر افسران تعینات ہیں جن کا گریڈ 20 میں ترقی کا معاملہ مروجہ قواعد وضوابط میں ترمیم کے سبب کچھ عرصہ کے لیے مؤخر کیا گیا ہے۔

(I) مجوزہ قواعد وضوابط کی منظوری ملنے پر ان افسران کی گریڈ 20 میں ترقی کا معاملہ صوبائی سلیکشن بورڈ میں پیش کر دیا جائے گا۔

(ii) تدریسی شعبہ میں گریڈ 20 کی 42 اسامیاں خالی ہیں۔

(ب) موجودہ قواعد کے مطابق گریڈ 19 کے ڈاکٹروں کی ترقی ایک ہی دفعہ ہوتی ہے۔

(ج) جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

جناب سپیکر، اگلا سوال چودھری محمد حنیف صاحب کا ہے لیکن وقفہ سوالات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

وزیر صحت، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

راولپنڈی کے ہسپتالوں میں گاڑیوں کی تعداد

*1765۔ چودھری محمد حنیف، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) راولپنڈی کے ٹیچنگ ہسپتال میں آر۔جی۔ایچ۔ڈی۔ایچ کیو اور ہولی فیملی میں کتنی گاڑیاں ہیں اور وہ کس کس کے استعمال میں ہیں۔ کتنی گاڑیاں خراب ہیں۔ ایمبولینس کس کے ذاتی استعمال میں ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ہولی فیملی کی تین گاڑیاں کسی بڑی شخصیت کے گھر میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اگر ہاں تو حکومت سرکاری گاڑیوں کے ناجائز استعمال روکنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) ان ہسپتالوں میں گاڑیوں کی کل تعداد 21 ہے (RGH 9, BHQ=3, HFH-9) ان میں RGH کی دو گاڑیاں خراب ہیں۔

تمام گاڑیاں ان ہسپتالوں کے مختلف شعبوں کے مریضوں اور مختلف نوعیت کے سرکاری کاموں کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ کوئی ایمبولینس یا گاڑی کسی کے ذاتی استعمال میں نہ ہے۔

(ب) جی نہیں! تمام گاڑیاں سرکاری ڈیوٹی کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور اس کا باقاعدہ لاگ بکس میں اندراج کیا جاتا ہے۔

پراونشل کوالٹی کنٹرول بورڈ کے ممبران میں توسیع کے لیے اقدامات

*1791۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پراونشل کوالٹی کنٹرول بورڈ کن ممبران پر مشتمل ہے۔ اس بورڈ کی افادیت اور فرائض کیا ہیں۔

(ب) اس بورڈ میں فیلڈ افسران (ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز اور ڈی۔ایچ۔اوز) شامل نہ کرنے کی وجہ کیا ہیں؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)

نمبر شمار	نام ممبران	عہدہ
1	سیکرٹری صحت	چیئرمین
2	ایڈیشنل سیکرٹری ٹیکنیکل صحت	سیکرٹری صحت کی عدم موجودگی میں چیئرمین
3	پروفیسر ڈاکٹر مقصود احمد چیمہ	ممبر
4	پروفیسر ڈاکٹر نعیم اے مظفر پنجاب یونیورسٹی	ممبر
5	ڈاکٹر انعام الحق (فارمسٹ)	ممبر
6	چودھری مشتاق احمد (")	ممبر
7	مسٹر جاوید احمد شیخ نمائندہ پی پی ایم اے	ممبر
8	سید نذیر حسین شاہ	ممبر /سیکرٹری کوالٹی کنٹرول بورڈ

بورڈ کی افادیت اور فرائض

ڈرگ ایکٹ 1976ء کی دفعہ 11 کے مطابق صوبائی کوالٹی کنٹرول بورڈ کی افادیت اور فرائض۔

1۔ جو شکایات ڈرگ انسپکٹران اور EX-OFFICIO ڈرگ انسپکٹر ان کی طرف سے کوالٹی کنٹرول بورڈ کو موصول ہوتی ہیں۔ ان کی چھان بین کرتا ہے۔ اور جو لوگ جعلی، غیر معیاری، غیر قانونی اور زائد المیعاد ادویات کے بنانے اور بیچنے کے ذمے دار ہوتے ہیں ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے احکامات صادر کرتا ہے۔

2۔ بورڈ کے ہر ممبر کو ڈرگ انسپکٹر کے اختیارات حاصل ہیں۔

3۔ بورڈ ادویہ ساز فرموں، میڈیکل سٹوروں اور گوداموں کی انسپکشن کے دوران جو خلاف ورزیاں پائی جاتی ہیں ان پر مناسب اقدامات کرتا ہے۔

4۔ بورڈ صوبائی حکومت کو معیاری ادویات بنانے کے متعلق تجاویز فراہم کرتا ہے۔

ڈرگ رولز 1988ء کی دفعہ 3 کے مطابق ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسران بورڈ کے ممبر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ڈرگ رولز کے مطابق ممبران کا تعلیمی معیار اور تعداد مخصوص ہے۔

میڈیکل اسسٹنٹ کی اگلے گریڈ میں ترقی کی تفصیلات

*1792۔ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ان تمام میڈیکل اسسٹنٹس کو جنہیں گریڈ 9 میں بھرتی کیا گیا تھا انہیں گریڈ 16 دے دیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان میں سے 33 فیصد کو گریڈ 17 اور بعض کو گریڈ 18 میں ترقی دے دی گئی ہے اگر ہاں تو آیا ان کو سینئر ہیلتھ آفیسرز بنا دیا گیا ہے اور وہ عام میڈیکل آفیسرز سے بھی سینئر ہو چکے ہیں اگر ایسا ہے تو ان کی کل تعداد سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست ہے کہ تمام میڈیکل اسسٹنٹس کو گریڈ نمبر 9 میں بھرتی کیا گیا تھا اور انہیں گریڈ نمبر 16 دے دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ ان میں سے 33 فی صد میڈیکل اسسٹنٹس کو سلیکشن گریڈ 17 دے دیا گیا ہے۔ تاحال ان میں سے کسی کو گریڈ نمبر 18 میں ترقی نہیں دی گئی۔

ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ملازمین کی تعداد

*1854۔جناب ریاض فتیانہ، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 91-1990ء کے دوران رکھے گئے ملازمین کا ڈومیسائل کیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی امر واقع ہے کہ مذکرہ ہسپتال واقع ہسپتال ضلع بھر کے عوام کے لیے ہے لیکن تقرریوں کے وقت تحصیل کمالیہ اور گوجرہ کے رہائشی افراد سے ترجیحی سلوک روا رکھا ہے۔

(ج) کیا ان تقرریوں کی درخواستیں بذریعہ اشتہار طلب کی گئی تھیں اگر ایسا ہے تو کس اخبار میں اشتہار ملازمت شائع کروایا گیا۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس بے انصافی کے مرتکب اہلکاران کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) 1990-91ء میں رکھے گئے ملازمین کا ڈومی سائل ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ہے۔

(ب) 1990-91ء کے دوران ہسپتال میں ایک لیڈی ڈسپنسر کی تقرری کی گئی تھی جس کا تعلق تحصیل گوجرہ سے ہے۔ اس کے علاوہ سکیل نمبر 1 میں چھ سینٹری ورکرز اور دو دھوبی بھرتی کیے گئے تھے۔ یہ مناسب سمجھا گیا کہ 1 تا 4 سکیل کے ملازمین مقامی آبادی اور نزدیک ترین آبادی کے رکھے جائیں اور ایسا ہی کیا گیا۔

(ج) تمام درخواستیں بذریعہ دفتر روزگار طلب کی گئی تھیں۔ اور یہ تقرریاں حکومت پنجاب کی پالیسی کے تحت کی گئی تھیں۔

(د) تمام تقرریاں قواعد و ضوابط کے مطابق کی گئی تھیں۔

پنجاب میں پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کی تعداد

*1875۔**جناب ریاض فتیانہ**: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پنجاب میں اس وقت کتنے پرائیویٹ میڈیکل کالج قائم ہیں۔ اور ان کے نام کیا کیا ہیں۔

(ب) اگر متذکرہ میڈیکل کالج غیر قانونی ہیں تو ملزمان کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی گئی ہے۔ تفصیل وضاحت کے ساتھ فراہم کی جائے۔

(ج) کیا حکومت ایسے پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کو رجسٹر کرنے کے متعلق غور کر رہی ہے۔

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) محکمہ صحت کے علم کے مطابق اس وقت پنجاب میں تین میڈیکل کالج پرائیویٹ سطح پر قائم کیے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ امام حسین میڈیکل کالج لاہور

2۔ البدر میڈیکل کالج اینڈ ڈینٹل کالج لاہور

3۔ کنگ فیصل شہید اینڈ ڈینٹل کالج لاہور

(ب) امام حسین میڈیکل کالج کا معاملہ عدالت عالیہ لاہور کے زیر سماعت ہے۔ وفاقی سطح پر ایسے میڈیکل کالجوں کے خلاف قانون سازی کی جا رہی ہے۔ تاوقتیکہ اس سلسلے میں وفاقی حکومت قانون سازی کرے۔ محکمہ صحت نے متعدد بار اشتہارات اور پریس ہینڈ آؤٹ کے ذریعے لوگوں

کو متنبہ کیا ہے کہ وہ ان کالجوں میں داخلہ نہ لیں۔

(ج) حکومت ان کالجوں کو تسلیم کرنے کے بارے میں غور نہیں کر رہی ہے۔

ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کی خالی اسامیاں

*1902۔ چودھری محمد اسلم کائرہ، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر تعینات کر رہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت تک کسی تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر تعینات کیے جا چکے ہیں اگر ایسا ہے تو ایسے تحصیل ہیڈ کوارٹرز یا دیگر ہسپتالوں کی تفصیل الگ الگ بیان کی جائے۔ اور جن ہسپتالوں میں ابھی تک ہومیو پیتھک ڈاکٹر تعینات نہیں کیے گئے ان ہسپتالوں کے نام کیا ہیں اور کب تک ان ہسپتالوں میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر تعینات کر دیے جائیں گے۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت آئندہ چند سالوں میں تمام ہسپتالوں میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر تعینات کر دیے جائیں گے۔

بیرون ملک علاج کے لیے جانے والے افراد کی فہرست

*1932۔ خان غلام سرور خان، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 1990ء سے آج تک حکومت کے خرچ پر کتنے افراد بیرون ملک علاج کے لیے گئے۔ ہر مریض کا نام پتہ اور بیماری بیان کی جائے۔ نیز ہر مریض کے لیے کتنا خرچ کیا گیا۔

(ب) اس عرصہ کے دوران جن مریضوں کو بیرون ملک علاج کے لیے جانے کی اجازت نہ دی گئی ان کے نام' پتہ اور بیماری کیا تھی۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) سال 1990ء سے آج تک حکومت کے خرچ پر 167 مریض علاج کے لیے بیرون ملک گئے۔

مریض کا نام' پیشہ' بیماری اور خرچ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جن مریضوں کو بیرون ملک علاج کے لیے اجازت نہ دی گئی ان کی تفصیل بھی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

کارڈیالوجی ہسپتال کی نجی شعبہ میں منتقلی

*1938۔ میاں محمود الرشید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) آیا یہ حقیقت ہے کہ کارڈیالوجی ہسپتال کی نجی شعبہ میں منتقلی کی جا رہی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اب تک کن کن پرائیویٹ اداروں یا فرموں نے اسے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور مذکورہ ہسپتال کے نجی شعبہ کو فروخت کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) حکومت پنجاب کا پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کو نجی شعبہ میں دینے کا کوئی ارادہ نہ ہے۔

(ب) جز (الف) میں جواب دیا جا چکا ہے۔

پوسٹ گریجوایٹ انسٹی ٹیوٹ کی سہولت فراہم کرنے کے لیے اقدامات

*1977۔الحاج سعید احمد قریشی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان' بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے میڈیکل کالجز میں پوسٹ گریجوایٹ انسٹی ٹیوٹ کی سہولت موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے علاقے کے عوام سہولتوں سے محروم ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں تو پوسٹ گریجوایٹ انسٹی ٹیوٹ کی سہولت کب تک فراہم کی جائے گی؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) ملتان' بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژنوں میں کوئی علیحدہ گریجوایٹ انسٹی ٹیوٹ نہیں ہے۔ تاہم پنجاب کے تمام میڈیکل کالجوں کے مختلف شعبوں میں پوسٹ گریجوایٹ تعلیم و

تربیت کا انتظام موجود ہے۔

(ب) ملتان میں پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کے قیام کا منصوبہ زیر غور ہے۔

سکیننگ مشین کی فراہمی

*1978۔ الحاج سعید احمد قریشی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نشتر ہسپتال ڈیرہ غازی خان اور ملتان ڈویژن کے عوام کے علاج و معالجے کے لیے واحد ہسپتال ہے اور اس نشتر ہسپتال میں نیورو سرجری وارڈ ہے۔ لیکن اس میں سی ٹی سکیننگ مشین کی سہولت موجود نہ ہے۔ جب کہ پیشتر ازیں مشین منظور ہو چکی تھی جو کہ کسی دوسرے ہسپتال کو منتقل ہو چکی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مندرجہ بالا مشین کیوں منتقل کی گئی۔ مزید کب تک یہ مشین تنصیب کرنے کا امکان ہے؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) یہ درست نہیں کہ نشتر ہسپتال کے لیے منظور شدہ سی۔ٹی سکیننگ کی مشین کسی اور ہسپتال میں منتقل کر دی گئی ہے۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ نشتر ہسپتال کے لیے سی۔ٹی سکیننگ مشین خریدنے کی منظوری دی جا چکی ہے۔ امید ہے کہ موجودہ مالی سال میں یہ مشین مہیا کر دی جائے گی۔

(ب) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ مالی سال میں خریداری کے بعد یہ مشین بہت جلد نشتر ہسپتال میں نصب کر دی جائے گی۔

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر اوکاڑہ کی جانب سے ادویات کی خریداری

*2049۔جناب علی حسن رضا قاضی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع اوکاڑہ کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر کے ہیڈ آف اکاؤنٹ نمبر 16 میں 1982ء تا 1984ء سال وار کتنا بجٹ تھا۔

(ب) متذکرہ عرصہ کے دوران ڈی ایچ او نے کتنی مالیت کی ادویات میڈیکل سٹور ڈپو سے حاصل کیں اور کتنی مالیت کی ادویات لوکل پرچیز کے ذریعے حاصل کیں۔

(ج) متذکرہ سالوں کے لیے کتنی آڈٹ ابزرویشنز لگیں اور ہر ابزرویشن کے مطابق جو جو ریمارکس

دیے گئے ان سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) مذکورہ سالوں میں سالانہ بجٹ درج ذیل تھا۔

1982-83ء	1983-84ء
81,95,230/-	83,56,410/-

(ب) مذکورہ سالوں میں ادویات کی خرید مندرجہ ذیل تھی۔

	1982-83ء	1983-84ء
میڈیکل سٹور ڈپو	15,90,1988	15,78,220
لوکل پرچیز	3,62,870	6,59,130

(ج) آڈٹ ریمارکس مع جواب مفصل اور رپورٹ آڈٹ PAC آفیسر، رپورٹ اور محکمانہ کارروائی کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ادویات کی خریداری کی تفصیل

*2050- جناب علی حسن رضا قاضی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اضلاع لاہور، قصور اور شیخوپورہ کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسروں کے اکاؤنٹ ہیڈ نمبر 16 میں 1988ء تا 1990ء سال وار کتنا بجٹ تھا۔

(ب) متذکرہ عرصہ کے دوران ہر سال ہر ضلع کے ڈی ایچ او نے کتنی مالیت کی ادویات میڈیکل سٹور ڈپو سے حاصل کیں اور کتنی مالیت کی ادویات لوکل پرچیز کے ذریعے حاصل کیں۔

(ج) متذکرہ اضلاع کے بارے میں کتنی آڈٹ ابزرویشن لگیں اور ہر ابزرویشن کے مطابق جو جو ریمارکس دیے گئے ان سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) مذکورہ اضلاع کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسران کے ہیڈ اکاؤنٹ نمبر 16 میں سالانہ بجٹ درج ذیل تھا۔

	1988-89ء	1989-90ء
لاہور	2,50,06,540	2,73,88,140

قصور	2,93,78,800	3,07,71,560
شیخوپورہ	4,67,41,090	5,09,36,220

(ب) مذکورہ سالوں میں ادویات کی خرید مندرجہ ذیل ہے:

		1988-89ء	1989-90ء
لاہور	میڈیکل سٹور ڈپو	21,68,175	21,17,322
	لوکل پرچیز	3,60,217	8,24,494
قصور	میڈیکل سٹور ڈپو	25,53,990	23,51,800
	لوکل پرچیز	9,85,030	16,23,570
شیخوپورہ	میڈیکل سٹور ڈپو	34,94,840	30,78,030
	لوکل پرچیز	16,28,930	23,00,460

(ج)

لاہور۔ ادویات کی خریداری پر صرف ایک آڈٹ ابزرویشن سال 1988-89ء میں لگی۔ تفصیل ایوان کی میز رکھ دی گئی ہے۔

قصور۔ پرچیز کے بارے میں کوئی آڈٹ ابزرویشن نہیں۔

شیخوپورہ۔ ڈی ایچ او کی پرچیز پر تین اور ADHO شیخوپورہ (4) ننکانہ (1) فیروزوالا (3) آڈٹ ابزرویشن لگیں۔ ابزرویشن پر ریمارکس ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کی تعیناتی

*2079۔ جناب غلام سرور خان: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ صحت نے اپنے مراسلہ نمبر ایس او (ڈی ای وی۔II)7-24/90 مورخہ 14 اپریل 1992ء کے ذریعے اپنے ماتحت دفاتر سے ہومیوپیتھک ڈاکٹرز کی رورل ہیلتھ سنٹر میں تعیناتی کے لیے سیٹیں مختص کرنے کی تجویز طلب کی تھی۔ اس مراسلہ کی نقل ایوان میں پیش کی جائے۔

(ب) حکومت تحصیل ہیڈکوارٹرز اور رورل ہیلتھ سنٹروں میں ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کی تعیناتی کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ آج تک کی پیش رفت سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت(چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ محکمہ صحت پنجاب نے اپنے مراسلہ SO(Dev-11)7-24/90 مورخہ 14 اپریل 1992ء کے ذریعے اپنے ماتحت دفاتر سے ہومیو پیتھک ڈاکٹرز کی رورل ہیلتھ سنٹروں میں تعیناتی کے لیے تجویز طلب کی تھی۔ مراسلہ کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ صحت پنجاب تقریباً تمام THQ ہسپتالوں میں ہومیو پیتھک ڈاکٹرز تعینات کر چکا ہے صرف(5)THQ ہسپتال رہ گئے ہیں۔ جن پر اسامیوں کی منظوری کے بعد جلد ہی تعیناتی کر دی جائے گی۔ رورل ہیلتھ سینٹروں کے لیے حکومت اب تک 64 ہومیوپیتھک ڈسپنسریاں منظور کر چکی ہے۔ جن میں 32 ڈسپنسریاں برائے سال 93-1992ء اور 32 ڈسپنسریاں برائے سال 1993-94ء مختص کی گئی ہیں۔ 93-1992ء کی اسامیوں پر تعیناتی کے لیے کارروائی شروع کی جا چکی ہے۔

لاہور کے ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی

*2100-جناب فرید احمد پراچہ، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 93-1992ء میں میو ہسپتال۔ سروسز ہسپتال اور گنگا رام ہسپتال لاہور کی طرف سے ایم ایس ڈی کو کتنی ادویات indent کی گئیں۔ یہ indent میڈیکل سٹور ڈپو کو کب موصول ہوئے اور کب پرائسنگ کی گئی۔

(ب) ایم ایس ڈی نے سال 93-1992ء میں ان میں سے کتنی ادویات کی پرائسنگ کی اور کتنی ادویات کے بارے میں in pipe line کی مہر لگا کر بھیجا یہ ادویات کون کون سی تھیں۔ اور ان کے سلسلے میں in pipe line کی مہر کیوں لگائی گئی۔ نیز اس مہر کا مفہوم کیا ہے اور کیا اس کے لیے کوئی عرصہ متعین کیا گیا۔

(ج) سال 93-1992ء کے دوران لاہور کے تدریسی ہسپتالوں سے کتنے ہسپتالوں Anti Hepatitis انجکشن (ENGIREX) ڈیمانڈ کیے گئے ایم ایس ڈی کی طرف سے کتنے فراہم ہوئے اور خود ہسپتالوں نے کتنے انجکشن کی ایل پی کی اس پر کتنی رقم خرچ ہوئی۔ اور انجکشن فراہم نہ کرنے کی وجہ کیا تھی۔

(د) سال 93-1992ء میں لاہور کے تدریسی ہسپتالوں کو جو ادویات فراہم کی گئیں ان میں سے

ایک سال کے دوران زائد المیعاد ہونے والی ادویات کتنی ہیں اور وہ کون کون سی ہیں۔ نیز چھ ماہ کی مدت میں زائد المیعاد ہونے والی ادویات کون سی ہیں اور کتنی؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) طے شدہ طریق کار کے تحت 93-1992ء کے لیے ہسپتالوں کو بروقت ادویات فراہم کرنے کے لیے تمام ہسپتالوں سے رواں مالی سال شروع ہونے سے چھ ماہ قبل انڈنٹ طلب کیے گئے تھے سال 93-1992ء میں میو ہسپتال سروسز ہسپتال اور سر گنگا رام ہسپتال کی طرف سے ایم۔ ایس۔ ڈی کو انڈنٹ کی گئی ادویات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام ہسپتال	ایم۔ایس۔ڈی کو انڈنٹ کی گئی ادویات	انڈنٹ انڈنٹ موصول ہونے کی تاریخ
میو ہسپتال لاہور	128	9-2-1992
سر گنگا رام ہسپتال لاہور	169	8-2-1992
سروسز ہسپتال لاہور	277	25-1-1992

(ب) میڈیکل سٹور ڈپو سے پراسسنگ کی گئی ادویات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ہسپتالوں کی طرف سے جن ادویات کے انڈنٹ گورنمنٹ میڈیکل سٹور میں موصول ہوتے ہیں ان کی خرید کے لیے آرڈر دیئے اور خرید کی گئی ادویات کے اسٹاکس ایم۔ایس۔ڈی پہنچے اور اس کے بعد ٹیسٹنگ ہونے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ جو دوائی ابھی خرید کے مراحل میں ہوتی ہے اس پر پہلے in pipe line کی مہر لگائی جاتی تھی یعنی اس کی خرید کا کام آرڈر ابھی مکمل نہیں ہوا۔ لیکن اس مہر کا استعمال بند کر دیا گیا ہے۔

(ج) سال 93-1992ء کے دوران لاہور کے تدریسی ہسپتالوں سے Anti Hepatitis B انجکشن Angisid کی کل ڈیمانڈ 600 وائیل تھی۔ یہ دوائی پہلی بار P.V.M.S میں شامل ہوئی ہے۔ گورنمنٹ میڈیکل سٹور ڈپو سے کسی قسم کی ویکسین ہسپتالوں کو مہیا نہیں کی جاتی۔ یہ زیادہ تر UNICEF/D.G.H.S کی وساطت سے ہسپتالوں کو مہیا کی جاتی ہیں۔ مزید ان کو ذخیرہ کرنے کے لیے گورنمنٹ میڈیکل سٹور ڈپو میں معقول انتظام نہیں ہے۔ لہذا اس طرح کی کوئی ویکسین آج تک خرید نہیں کی گئی۔

تدریسی ہسپتالوں کی طرف سے L.P کے ذریعے خرید کیے گئے Anti Hepatitis B انجکشن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د)

(i) ایک سال کے دوران ایم۔ایس۔ڈی کی طرف سے لاہور کے تدریسی ہسپتالوں کو فراہم کی جانے والی ادویات میں سے زائد المیعاد ہونے والی ادویات درج ذیل ہیں۔

نام ہسپتال	زائد المیعاد ہونے والی ادویات کی تعداد	زائد المیعاد ہونے والی ادویات کے نام
میو ہسپتال لاہور	3	Cap Biocillin
		Inj Dermazine
		Cap Biocillin
سر گنگا رام ہسپتال لاہور	1	Cap Biocillin
سروسز ہسپتال لاہور	3	Cap.Biocillin
		Tab Diprophillin
		Cream Dermazine

(ii) گذشتہ چھ ماہ کے دوران ایم۔ایس۔ڈی کی طرف سے لاہور کے تدریسی ہسپتالوں کو فراہم کی جانے والی ادویات میں سے زائد المیعاد ہونے والی ادویات درج ذیل ہیں۔

نام ہسپتال	زائد المیعاد ہونے والی ادویات کی تعداد	زائد المیعاد ہونے والی ادویات کے نام
میو ہسپتال لاہور	Nil	Nil
سر گنگا رام ہسپتال لاہور	1	Tab Angested
سروسز ہسپتال لاہور	Nil	Nil

سروسز ہسپتال میں نئے ٹیلی فون ایکسچینج کی تنصیب

*2101۔جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں نئے ٹیلی فون ایکسچینج کے قیام کی منظوری دی گئی ہے۔ اگر ہاں تو کب منظوری ہوئی کب ٹنڈر طلب کیے گئے کس پارٹی کو ٹھیکہ دیا گیا۔ ٹھیکہ کتنی رقم کا ہے اور مدت تکمیل کیا مقرر کی گئی ہے۔ نیز ٹیلی فون سیٹ کی قیمت خرید کیا ہے؟

(ب) کیا نیا ٹیلی فون ایکسچینج مقررہ مدت میں نصب ہو گیا ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ذمہ دار فرم یا فرد کو تمام رقم کی ادائیگی کی جا چکی ہے اگر ہاں تو کام کی تکمیل و تنصیب سے پہلے ادائیگی کیوں کی گئی۔ ذمہ دار کون ہے اور اسے کیا سزا دی گئی ہے؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) یہ صحیح ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں نئے ٹیلی فون ایکسچینج لگنے کی منظوری حکومت نے مورخہ 11 اکتوبر 1989ء کو دی تھی مگر فنڈ کی کمی کی وجہ سے یہ سکیم پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔ گورنمنٹ نے اس سکیم کے لیے مارچ 1992ء میں مطلوبہ فنڈ مہیا کیے۔ اس کام کے ٹنڈر مورخہ 2 اپریل 1992ء کو کھولے گئے اس کام کا ٹھیکہ میسرز ڈیجیٹل کمیونیکیشن پرائیویٹ لمیٹڈ سرکٹ ہاؤس شادمان کالونی کو مبلغ -/30,85,000 روپے میں دیا گیا جس میں ٹیلی فون سیٹ کی قیمت شامل نہ ہے ایکسچینج کی وصولی کی تاریخ 20 جون 1992ء تھی ٹیلی فون ایکسچینج ہو چکا ہے اور متعلقہ کمرے میں لگا بھی دیا ہے ٹیلی فون سیٹ الگ خریدے گئے فی سیٹ کی قیمت مبلغ -/650 روپے ہے۔

(ب) ٹیلی فون ایکسچینج نصب کر دیا گیا ہے اور کام کر رہا ہے ٹیلی فون سب لگ چکے ہیں اس کا معائنہ ٹیلی فون محکمہ والوں نے کرنا ہے اور اس کی کلیرنس دینی ہے۔ مزید اس کے لیے 50 جنکشن لائنیں درکار ہیں جس کے لیے محکمہ ٹیلی فون کو گزارش کر دی گئی ہے فی الحال یہ ایکسچینج ہسپتال میں موجود دس لائنوں پر کام کر رہا ہے۔

(ج) ٹھیکے کے مطابق متعلقہ فرم کو کل رقم کا 50 فی صد ٹیلی فون ایکسچینج موصول ہونے پر ادائیگی کرنا تھی اور وہ کر دی گئی ہے مزید 40 فی صد اس فرم کو تب ادائیگی کی جائے گی جب محکمہ

ٹیلی فون والے اس کو چیک کرنے کے بعد اس کے ٹھیک ہونے کی تصدیق کر دیں گے مزید 10 فی صد رقم ان کی ایک سال تک ہسپتال کے پاس بطور سکیورٹی موجود رہے گی اس کے علاوہ ان کی -/70,000 روپے کی ڈیپازٹ کال بھی نہیں دی گئی ہے جتنی رقم کی ادائیگی فرم کو ہو چکی ہے وہ ٹھیکے کے مطابق کرنی تھی اس لیے کی گئی ہے۔

سرگنگا رام ہسپتال کے جلد وارڈ کے اسسٹنٹ پروفیسر کے لیے الگ کمرے کی تخصیص

*2102- چودھری خادم حسین، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سرگنگا رام ہسپتال لاہور میں جلد وارڈ کے اسسٹنٹ پروفیسر کے بیٹھنے کے لیے کوئی الگ کمرہ مختص نہیں کیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ گزشتہ ماہ وزیر صحت نے جب اس ہسپتال کا معائنہ کیا تھا تو انہوں نے متعلقہ اسسٹنٹ پروفیسر کے لیے الگ کمرہ مختص کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسر کے پاس کوئی مناسب کمرہ نہ ہونے کی وجہ سے مریضوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک امراض جلد کے اسسٹنٹ پروفیسر کو الگ کمرہ دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال):

(الف) یہ درست نہیں ہے اسسٹنٹ پروفیسر جلد وارڈ کے بیٹھنے کے لیے ایک علیحدہ آفس موجود ہے جہاں وہ مریضوں کو باقاعدہ دیکھتے ہیں۔ یہ کمرہ کئی سالوں سے اسسٹنٹ پروفیسر جلد کے زیر استعمال ہے۔

(ب) وزیر صحت نے چند ایک شکایات شعبہ جلد کے متعلق سنی تھیں اور اس سلسلے میں ہسپتال کی انتظامیہ شعبہ جلد کے لیے علیحدہ تین کمرے آؤٹ ڈور تعمیر کروا رہی ہے جو کہ امید ہے تین ماہ میں مکمل ہو جائیں گے اس وقت شعبہ جلد کے کمروں کی بنیادیں کھودی جا چکی ہیں اور محکمہ بلڈنگ کی زیر نگرانی کام جاری ہے۔

(ج) یہ حقیقت نہیں ہے جیسا کہ پیرا "الف" میں وضاحت کی گئی ہے ایک کمرہ کئی سالوں سے اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ جلد کے زیر استعمال ہے اور کبھی بھی اسسٹنٹ پروفیسر نے شکایت

نہیں کی تھی۔

(د) اس کا جواب پیرا "ب" میں عرض کیا گیا ہے جیسے ہی محکمہ بلڈنگ تعمیر مکمل کرے گا کمرے اسسٹنٹ پروفیسر محکمہ جلد کے حوالے کر دیے جائیں گے۔

CAT Scan کی درستی

*2133۔ملک محمد دین، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جدید سرجری میں Computerized Axıl Tomography Scan یا CAT Scan کی انتہائی اہمیت ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں CAT Scan مشینری نصب ہے جو خرابی کی وجہ سے بند پڑی ہے۔

(ج) CAT Scan کس تاریخ کو خریدی گئی اس کی خرید پر کتنی رقم خرچ ہوئی کتنے عرصے سے بند پڑی ہے۔ کب تک درست ہو گی اور اس کی خرابی کی وجوہات کیا ہیں۔

(د) CAT Scan الائیڈ ہسپتال میں کیا خرابی ہے آیا یہ مشین مقامی طور پر درست ہو جائے گی یا غیر ممالک کے کسی ماہرین کی خدمات حاصل کرنی پڑیں گی؟

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال)،

(الف) یہ درست نہ ہے CAT Scan کا سرجری میں کوئی رول نہیں بلکہ یہ محض تشخیص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(ب) مشینری یہاں نصب ہے اور مکمل طور پر کام کر رہی ہے۔

(ج) یہ مشینری جاپان گورنمنٹ کی طرف سے 1986ء میں گرانٹ ان ریڈ کے تحت مفت فراہم کی گئی تھیں۔ مشینری درست حالت میں کام کر رہی ہے اس وقت اس میں کوئی خرابی نہ ہے اور روزانہ پانچ تا چھ مریضوں کا معائنہ کیا جاتا ہے۔

(د) اس مشینری میں اس وقت کوئی خرابی نہیں ہے جب کبھی اس میں خرابی پیدا ہوئی ہے تو مذکورہ فرم انجینئر نے درستی کر دی ہے۔

مسودہ قانون' صنعتی ترقیاتی بورڈ' پنجاب مصدرہ' 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ کی رپورٹ (جو ایوان میں پیش کی گئی)

حاجی محمد بوٹا۔ میں ایک مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں مسودہ قانون ترمیم صنعتی ترقیاتی بورڈ پنجاب مصدرہ 1992ء مسودہ قانون 19 بابت 1992ء کے بیان میں مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ حاجی محمد بوٹا صاحب نے یہ مسودہ قانون صنعتی ترقیاتی بورڈ پنجاب مصدرہ 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی ہے۔

تو آج وقفہ سوالات خاصا دل چسپ رہا۔ (نعرہ ہائے تحسین) منسٹر ہیلتھ بھی پوری طرح تیار تھے اور معزز اراکین نے بھی اس میں خوب contribute کیا۔ اب Call Attention Notice ہے۔ جی میاں صاحب! آپ کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ ارشاد فرمایئے۔

میاں محمود الرشید۔ جناب والا! پچھلے ایک ڈیڑھ ماہ سے پورے شہر لاہور کو ادھیڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور روزانہ اخبارات میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔ سوائے جی او آر ون اور مال روڈ لاہور کی کوئی بھی ایسی گلی اور سڑک نہیں جسے ٹیلی فون والوں نے کھودا نہیں۔ ہزاروں افراد اب تک مختلف بیماریوں کا شکار ہیں۔ چار افراد حادثات کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ تو جناب میرا پوائنٹ آف آرڈر اس لحاظ سے ہے کہ میں آج بھی پون گھنٹہ اسمبلی میں تاخیر سے پہنچا ہوں۔ کیونکہ اس چوک کے اندر ٹریفک بلاک تھی اور تقریباً وہاں پر سوا گھنٹہ ٹریفک بلاک رہی ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے اور وزیراعلیٰ پنجاب بھی یہاں موجود ہیں۔ کہ اس شہر میں نہ صرف یہ کہ زندہ دلان لاہور کے لیے پچھلا ایک ڈیڑھ ماہ اذیت کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور ایک عذاب کی شکل میں پورے شہر کے اندر گردوغبار اور جگہ جگہ یہ ملبے کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ ایک سڑک اکھاڑ دی جاتی ہے تو ایک ایک ماہ سے وہ سڑک وہاں سے اکھڑی رہتی ہے اس کی filling کا اور اس کی patching کا اور road cuts لگانے کا وہاں پر اس کا کوئی بندوبست نہیں۔ جناب والا! یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور ہم لوگ خاموش تماشائی کے طور پر مہینوں سے یہاں سے گزرتے رہتے ہیں۔ وزراء' ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان بھی ان سڑکوں سے گزرتے رہتے ہیں کہ شاید اگلے روز یہ road cut fill کر دیا جائے گا۔ شاید اس سے اگلے روز یہ گڑھے بند ہو جائیں گے۔ میری آپ کے توسط سے حکومت سے یہ گزارش ہے کہ اس معاملے کا فوری نوٹس لیا جائے۔ اور محکمہ ٹیلی فون

کے جو بھی متعلقہ افسران مامور ہیں ان کے ساتھ ایک میٹنگ کر کے ان حالات کی درستی کی جائے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر، شکریہ میاں صاحب۔ تو Call Attention Notice کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ فرید احمد پراچہ صاحب!

گارڈن ٹاؤن لاہور میں مسلح ڈاکہ اور قتل

جناب فرید احمد پراچہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ 18 نومبر 1992ء کو لاہور میں مسلح ڈاکوؤں کا راج رہا اور انہوں نے سرعام گارڈن ٹاؤن میں ایک معروف تاجر کے گھر ڈاکہ ڈال کر ان کے جواں سال بیٹے عابد مختار بٹ کو شہید کر دیا۔ دوسرے بھائی کو زخمی کیا پھر علامہ اقبال ٹاؤن میں ایک گھر کو لوٹ کر لے گئے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس روز لاہور میں ایسے واقعات اس لیے رونما ہوئے کہ تمام پولیس فورس لانگ مارچ کے سلسلہ میں مصروف کر دی گئی تھی اور علاقوں میں پولیس کے نفری نہ ہونے کے برابر تھی۔

(ج) اگر جزوہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو پولیس نے ڈاکوؤں کے اس گروہ کی گرفتاری کے سلسلے میں اب تک کیا اقدامات کیے ہیں' ان کو کب تک گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

جناب سپیکر، جی جناب چیف منسٹر۔

وزیراعلیٰ (جناب غلام حیدر وائیں)،

(الف) جناب سپیکر! 18 نومبر 1992ء خدا کے فضل و کرم سے پنجاب میں لاہور ڈاکوؤں کے راج کا دن نہیں تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ 18 نومبر کو لونگ مارچ جس کا تذکرہ فاضل ممبر نے کیا ہے۔ اس کے ذریعے قانون کی حکم رانی آئین کی حکم رانی اور جمہوریت کی بالا دستی کو سبوتاژ کرنے کا دن تھا۔ جسے حکومت پنجاب نے آئین اور قانون کی بالا دستی کے پرچم کو بلند رکھنے کے لیے اپنا آئینی اور قانونی حق استعمال کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے فضل و کرم

سے پنجاب اور ملک اس قسم کی غیر آئینی، غیر جمہوری اور غیر قانونی سوچوں سے محفوظ رہا۔
جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے۔ میں فاضل بھائی کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ 18 نومبر کا وقوعہ نہیں۔ بلکہ یہ 20 نومبر کا وقوعہ ہے۔ اور رات کو تقریباً 7-00 بجے کے قریب مساۃ شمشاد بیگم سکنہ 72 ایبک بلاک تھانہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں رات کے وقت چار افراد مسلح ہو کر ان کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت مساۃ کے خاوند اور ان کے صاحب زادگان عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں گئے ہوئے تھے۔ یہ چار افراد مسلح ہو کر اس گھر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے خاتون کے زیور اتروائے۔ اور ان کے گھر سے جبراً مزید زیورات اور نقدی نکالی۔ اسی اثناء میں شمشاد بیگم کے لڑکے نماز کے بعد واپس گھر آ گئے۔ اور ان لڑکوں کو دیکھ کر ان ملزمان نے ان پر فائرنگ کر دی۔ جس سے شمشاد بیگم کے دو لڑکے شدید مضروب ہوئے اور ان کو زخم آئے جن میں سے ان کا ایک صاحب زادہ عابد مختار بٹ ضربات کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہوگیا۔ چنانچہ 20 نومبر ہی کو زیر دفعہ 302,193,192,392, 393 ت پ تھانہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں مقدمہ درج ہوا۔ اور اس کی ابتدائی تفتیش کے بعد اس کی تفتیش ایس پی سی آئی اے لاہور کے سپرد کی گئی۔ جنہوں نے پوری سنجیدگی سے ملزمان کا تعاقب اور ان کا پتا لگانا شروع کیا۔ اور کافی کوشش کے بعد اس واردات کے پانچ ملزمان محبوب الرحمان عرف ریاض، یاسین، راؤ عابد جاوید، اللہ دتہ، بدیع عالم اور سلیم حیدر آبادی چار پانچ افراد گرفتار ہوئے۔ ان سے مسروقہ مال برآمد کیا گیا اور ملزمان کو حوالہ پولیس جوڈیشل بھجوایا جا چکا ہے۔ اس پر ملزمان سے recovery بھی کی جا چکی ہے۔ جہاں تک دوسری واردات کا تعلق ہے یہ واردات بھی 18 نومبر کو نہیں بلکہ 20 نومبر کی رات کو آٹھ نو بجے کے قریب سرزد ہوئی ہے۔ اس میں مدعی نوید احمد نے اطلاع دی کہ 20 نومبر کی رات کو آٹھ نو بجے کے قریب چار افراد ان کے گھر واقع کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے اہل خانہ کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ اور ان سے زبردستی چابیاں لے کر زیورات اور نقدی وغیرہ نکال کر فرار ہوگئے۔ اس واقعے کا مقدمہ بھی 20-نومبر کو تھانہ گلشن اقبال لاہور میں درج کیا گیا اور اس کی تفتیش ڈی ایس پی، سی آئی اے ماڈل ٹاؤن لاہور کے سپرد ہوئی۔ پوری کوشش کے بعد یہ معلوم ہوا کہ پہلی واردات کے ملزمان ہی

دوسری واردات کے ملزمان ہیں۔ چنانچہ اس کیس میں بھی وہی پانچ ملزمان جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے، محبوب الرحمن عرف ریاض، یسین، راؤ عابد جاوید، اللہ دتہ، بدیع عالم اور سلیم حیدر آبادی، نہ صرف گرفتار ہوئے بلکہ ان سے مسروقہ سامان بھی برآمد کر لیا گیا ہے۔ ملزمان اس وقت جوڈیشل حوالات میں ہیں۔

(ب) اس روز لاہور میں ایسے واقعات اس لیے رونما ہوئے کہ تمام پولیس فورس لانگ مارچ کے سلسلے میں مصروف کر دی گئی تھی، یہ بات درست نہیں ہے۔ مندرجہ بالا دونوں واقعات 18- نومبر کے بجائے 20- نومبر کو پیش آئے۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ علاقے میں پولیس کی نفری نہ ہونے کے برابر تھی، بلکہ وہاں پولیس معمول کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔ اور ان دونوں واقعات کے نہ صرف ملزمان گرفتار ہوئے بلکہ ان سے مسروقہ سامان بھی برآمد کر لیا گیا ہے۔

(ج) اس کال اٹینشن نوٹس کے اس جز کے بارے میں کہ پولیس نے ڈاکوؤں کے اس گروہ کی گرفتاری کے سلسلے میں اب تک کیا اقدامات کیے ہیں، ان کو کب تک گرفتار کر لیا جائے گا، کے بارے میں بھی صورت یہ ہے کہ جیسا کہ جز "ب" میں ہم نے کہا ہے، اس کا جواب نفی میں ہے۔ دونوں وارداتوں میں ملوث پانچوں ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں، مسروقہ سامان برآمد کیا جا چکا ہے اور ملزمان اس وقت جوڈیشل لاک اپ میں ہیں اور پولیس نے ان دونوں معاملات میں اپنے فرائض پوری طرح سے سرانجام دیے ہیں۔

جناب سپیکر، ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب! ضمنی سوال۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، کیا حکومت ان ملزمان کو سپیڈی ٹرائل کورٹ میں بھیجنا چاہتی ہے تاکہ جلدی فیصلہ ہو سکے اور ان کو سزا ہو سکے؟۔۔۔جو ملزمان گرفتار ہوئے ہیں انھیں حکومت سپیشل کورٹ میں ٹرائل کرانا چاہتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر، جناب چیف منسٹر!

وزیر اعلیٰ، میرے خیال میں سنگین واقعات میں سپیڈی ٹرائل کورٹ کو کیس بھیجنے کا اختیار حکومت کو ہے۔ اگرچہ اس پہلو پر ابھی تک کوئی غور نہیں کیا گیا۔ لیکن اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تاہم فاضل ممبران کی اطلاع کے لیے میری ان سے یہ گزارش ہے کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اگر ہر معاملہ

سپیڈی ٹرائل کورٹ میں جائے گا تو پھر سپیڈی ٹرائل کورٹ کی اپنی کار کردگی بھی اور بھیجے جانے والے کیسوں کے مقاصد پر بھی کچھ اثرات مرتب ہوں گے۔ یقینی طور پر ہر وہ معاملہ جو سنگین نوعیت کا ہو' اس کو سپیڈی ٹرائل کورٹ میں بھیجا جا سکتا ہے۔ میں پولیس سے کہوں گا کہ وہ اس معاملے میں بھی سنجیدگی سے جائزہ لے لیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ سپیڈی ٹرائل کورٹ میں جانے والا ہے تو حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر شفیق صاحب ضمنی سوال۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تمام خرابیاں اپنی جگہ اور ڈاکے اپنی جگہ' لیکن جو بنیادی خرابی ہے وہ پولیس کی کار کردگی کے اندر ہے۔ کیا ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔ بدعنوان افسروں کا محاسبہ کیا جائے اور انھیں ان کے گھروں میں بھیج دیا جائے تاکہ پولیس کی کار کردگی بہتر ہو سکے اور اس طرح کے واقعات معمول کا حصہ نہ بن پائیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر شفیق صاحب' میں نے آپ کا سوال سمجھا نہیں۔ ذرا دہرا دیجیے گا؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں نے یہ عرض کیا ہے اور آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ سے یہ پوچھنا چاہا ہے کہ تمام خرابیوں کی جڑ پولیس کی ناقص کار کردگی ہے۔ کیا حکومت کے زیر غور کوئی ایسی تجویز ہے کہ بدعنوان افسروں کا محاسبہ کرتے ہوئے انھیں فارغ کیا جائے اور ان کو گھروں کو بھیجا جائے تاکہ ایسے افسران کی حوصلہ شکنی ہو؟ اور efficient اور honest افسران کی سرپرستی کی جائے تاکہ معاشرے کو خرابیوں سے پاک کیا جا سکے۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! بلاشبہ بدعنوانی کی معاشرے میں حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی اور صوبائی حکومت بدعنوانی کے خلاف ایسی ہی سوچ رکھتی ہے جیسی سوچ فاضل رکن کی ہے۔ مگر جہاں تک بدعنوانی کے اس اژدہا کا تعلق ہے' یہ مجموعی طور پر ہماری سوسائٹی کا ایک بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ اس میں حکومت قواعد کے مطابق اور میں خود بطور وزیراعلیٰ' چیف منسٹرز انسپکشن ٹیم کے حوالے سے ایسے واقعات جو میرے نوٹس میں آتے ہیں' فاضل ممبران میرے نوٹس میں لاتے ہیں یا اخبارات کے ذریعے سامنے آتے ہیں' میں ہمیشہ اس پر کڑی نظر رکھتا ہوں۔ میں نے آج تک کوشش کی ہے کہ جس معاملے میں بدعنوانی کا کیس ثابت ہو جائے وہ میرے ہاتھ سے خالی نہیں گیا۔ اس معاملے میں

compromise کرنے کی پالیسی میں نے آج تک اختیار کی ہے اور نہ ہی انشاء اللہ آئندہ اختیار کروں گا۔ تاہم میں فاضل ایوان اور فاضل رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ بدعنوانی اور بری کار کردگی کے خلاف ہماری جدوجہد انشاء اللہ جاری رہے گی اور مجھے اس سلسلے میں فاضل اراکین صوبائی اسمبلی کے مکمل تعاون کا سلسلہ بھی امید ہے کہ جاری رہے گا۔ اس سلسلے میں ہم معاشرے کو پاک صاف کرنے اور مظلوموں کو انصاف کرنے کی جدوجہد انشاء اللہ جاری رکھیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ، ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، یہ آخری ضمنی سوال ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! جس گروہ کے بارے میں میں نے نوٹس برائے توجہ دلاؤ نوٹس دیا' یہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے ہماری گروہ کے نام لاہور میں وارداتیں کرتا رہا اور پولیس کے ہر تھانے میں پہلے سے اس کے بارے میں اطلاع موجود تھی۔ باقاعدہ سرکولر بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد یہ اتفاقاً گرفتار ہوئے۔ بار بار ایک ہی جگہ سے کرایے پر گاڑیاں لیتے رہے ہیں اور اس وجہ سے اتفاقاً گرفتار ہوگئے۔ کیا یہ کار کردگی کہ جس کے نتیجے میں لاہور کے بے شمار گھروں میں ڈاکے پڑے اور پولیس کو علم بھی تھا کہ ایک گروہ سرگرم ہے' اس کے بعد جناب وزیراعلیٰ نے جو تمغہ حسن کارکردگی اس ایوان کے سامنے پولیس کو دیا ہے' کیا پولیس فی الواقع اس کی مستحق ہے؟

وزیراعلیٰ، جناب سپیکر! میں نے ان دونوں واقعات جن کا تذکرہ فاضل رکن نے توجہ دلاؤ نوٹس میں کیا ہے اس کا جواب حقائق اور facts and figures کی روشنی میں دیا ہے۔ اور یہ بات بھی میرے ذہن میں بالکل واضح اور صاف ہے کہ جہاں پر پولیس کی کارکردگی بری ہوگی' ناقص ہوگی اس کا نوٹس لینا بھی حکومت کا اور میرا فرض ہے اور ہم اس کا نوٹس لیتے ہیں۔ بری کار کردگی پر پولیس کو اچھی کار کردگی کا تمغہ نہیں دیا جا سکتا۔ نہ صرف پولیس کو بلکہ کسی بھی محکمے کے اہل کار کو۔ لیکن یہ بھی ساتھ حقیقت ہے کہ جہاں پر پولیس یا کوئی محکمہ اچھی کار کردگی دکھائے جیسا کہ اس کیس میں ثابت ہوئی ہے کہ دونوں کیسوں میں ملزمان بھی پکڑے گئے ہیں اور مسروقہ سامان بھی برآمد کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں بھی جہاں پر اچھی کار کردگی پولیس کی طرف سے آئی ہے' اس کے حقائق کو تسلیم نہ کرنا بھی مناسب نہیں ہوگا۔ لہذا میرے خیال کے مطابق یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی کیس میں ایک معاملے میں پولیس کی کار کردگی اچھی ہو اور یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی معاملے میں پولیس کی

کارکردگی معیار کے مطابق نہ ہو۔ لہذا میں نے جو رائے دی ہے وہ اسی کیس کے بارے میں دی ہے۔ اور اس پر کوئی ابہام نہیں ہے۔ میرے خیال میں فاضل رکن کو اس بارے میں کسی ابہام کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ جناب قائد ایوان ایک ضروری مصروفیت سے جانا چاہتے ہیں۔ اگر مہربانی فرمائیں تو دوسرے سوال کو ملتوی فرما دیں اور توجہ دلاؤ نوٹس کا جو اگلا دن آئے گا اس پر اس کو لیا جائے۔

جناب سپیکر، دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی طرف سے ہے۔ لاءمنسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ چیف منسٹر نے کسی نہایت ضروری کام کی وجہ سے اسی وقت جانا ہے۔ تو اس کو اگلے توجہ دلاؤ نوٹس کے روز لے لیا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ چودھری محمد فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! آیا چیف منسٹر صاحب کے ایوان سے چلے جانے کے بعد تمام اراکین کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ اس سے ایوان کا تقدس خراب ہو رہا ہے اور یہ ایوان disorder ہو رہا ہے۔ وزیراعلیٰ کیا چلے گئے کہ ایسے لگتا ہے جیسے سارے ممبران کو یہاں سے چھٹی مل گئی ہے کہ یہ بھی ایوان سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اور کارروائی میں سنجیدگی سے حصہ نہ لیں۔ جناب سپیکر! اس کا نوٹس لیا جائے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! اصل میں ہمارے ساتھی صرف وزیراعلیٰ کو دکھانے کے لیے بیٹھے رہتے ہیں کہ ہم موجود ہیں۔ وہ گئے تو یہ بھی گئے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو take up کرتے ہیں۔ اور معزز اراکین اسمبلی! will you please take your seats یہ ایک تحریک استحقاق پچھلے اجلاس سے pending چلی آ رہی ہے۔ سردار

صاحب! آپ تشریف رکھیں گے؟ آرڈر پلیز۔ have your seats please یہ ایک تحریک استحقاق پچھلے اجلاس سے pending چلی آ رہی ہے جو چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے پیش کردہ ہے۔ اور یہ وزیر مال صاحب سے متعلق تھی۔ اس پر فیصلہ یہ ہوا تھا کہ اس کو اگلے اجلاس میں یعنی اس اجلاس میں take up کریں گے۔ آج دونوں صاحبان تشریف رکھتے ہیں۔ تو کیا خیال ہے کہ اسے آج take up کر لیں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! جب یہ فیصلہ ہوا تھا تو یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ اس دوران میں حنیف صاحب کو اور دوسرے متعلقہ افسر کو بلا کر ان کی کوئی بات کرواؤں۔ اس میں فرید پراچہ صاحب بھی تشریف لانے تھے لیکن in the meantime he was transferred اب پوزیشن یہ ہے کہ اس کا جواب بھی آیا ہوا ہے اور وہاں سے اس کو ٹرانسفر بھی کر دیا گیا ہے۔ اگر مزید کوئی ضرورت ہے تو میں جواب دیتا ہوں یا آپ بات کرا دیں گے۔

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں؟

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میرے ساتھ وزیر صاحب کی بات ہوئی تھی لیکن بار بار بات ہونے کے باوجود نہ تو سیکرٹری کی طرف سے کوئی ایسی بات آئی ہے کہ مجھ سے کوئی معذرت کرتا یا کوئی ایسا رویہ اختیار کرتا یا اس میں کوئی لچک ہوتی اس کی وہی متکبرانہ سوچ اور وہی اکڑ اس میں موجود تھی۔ اگر ابھی اسے ٹرانسفر کر دیا گیا ہے تو میرا استحقاق اور میرے ساتھ جو اس نے زیادتی کی ہے وہ اپنی جگہ موجود ہے۔ اور پھر بڑی بات یہ ہے جناب سپیکر! کہ اس مسئلے میں جہاں تک میرا معاملہ ہے کہ اس نے میری بے عزتی کی ہے اس سے بڑھ کر میرے علاقے کے چار پانچ سو مکانات کا مسئلہ بھی ہے جس مسئلے کو لے کر میں سیکرٹری کے پاس گیا تھا۔ اور مسئلہ ابھی تک اسی طرح pending پڑا ہے۔ اور اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: تو اب اس بارے میں آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ اس کو persue کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد حنیف: جناب والا! میں اسے persue کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اچھا۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): یہ تو معزز ممبر کی مرضی ہے۔ جہاں تک ان کی respect کا

تعلق ہے' میں نے ان کی respect کی ہے۔ اور جو ان کے مکانات کا معاملہ ہے وہ تو علیحدہ issue ہے۔ ہم اس کو examine کر رہے ہیں۔ کہ وہ within existing law ہو سکتے ہیں یا نہیں ہو سکتے وہ تو علیحدہ معاملہ ہے۔ لیکن جو ہمارے دوست اور اس افسر کے درمیان بات ہوئی تھی اس میں اس کا اپنا point of view ہے اور ان کا اپنا point of view ہے۔ لیکن میں نے یہ نہیں چاہا تھا کہ یہ کم از کم آمنے سامنے بات ہو اور ہم چیمبرز میں اس کو نپٹا دیں۔ لیکن میں نے خود محسوس کیا ہے کہ اگر اس کو ٹرانسفر کرنے کے بعد یہ معاملہ ٹھیک ہے ہو جاتے اور یہ اتفاق کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اب بھی ان کو بلا سکتا ہوں۔ جواب بھی دے سکتا ہوں۔ اس کا اپنا جواب آیا ہوا ہے۔ تو اس میں میری استدعا یہ ہے کہ میرے قابل احترام ممبر کو یقین ہونا چاہیے کہ جو معاملہ ہمارے محکمے میں موجود ہے ہم اسے sort out کر رہے ہیں۔ ان کے مکانات کا مسئلہ existing law میں جو بھی بنے گا وہ میں کروں گا۔ لیکن جو وہ point of contention بنا ہوا تھا اب وہ اس کے درمیان نہیں ہے۔ اور جیسے آپ حکم کریں میں تیار ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! بات یہ ہوئی تھی کہ جناب لودھی صاحب ان دونوں کو اپنے چیمبر میں بلا کر ان کے درمیان اس معاملے کو ختم کرائیں گے۔ لیکن اس کے بعد ایسا نہ ہوا۔ تو اب معلوم نہیں کہ لودھی صاحب نے ان کو بلایا اور ان کے کہنے پر سیکرٹری صحت نہیں آئے۔ کیا ایم پی اے صاحب نہیں آئے یا سیکرٹری صاحب ان کے بلانے پر نہیں آئے۔ یا ان کو کوئی اور مجبوری تھی کہ انہوں نے جو یہاں پر commitment کی تھی وہ پورا نہ کر سکے۔ تو اب وہ commitment بھی پوری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ دینا زیادتی ہو گی۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جناب والا! ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی کہ میں بلاؤں اور میرا سیکرٹری نہ آئے۔ فرید پراچہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ ہم نے ایک تاریخ مقرر کی اس کے بعد حنیف صاحب locate نہ ہوئے لیکن اس کے بعد جب تاریخ مقرر ہوئی تھی In the meantime, I got him transferred لیکن اس کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ معاملہ یہ نہیں ہے۔ بلانا ہو تو اسے آج بھی بلا سکتے ہیں۔ اب بھی بیٹھ کر بات ہو سکتی ہے۔ لیکن بھائی ہونے کے ناطے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کو آگے لے جانے کی کیا ضرورت ہے the matter is still pending with the department اس کا فیصلہ اس سیکرٹری نے نہیں کرنا بلکہ اس کی جگہ پر جو نئے سیکرٹری آئے ہیں وہ کریں گے یا ہم

کریں گے۔ لیکن اگر اب بھی چاہتے ہیں تو میں اس کا جواب پڑھ دوں تو اس کا اپنا point of view ہے۔ میں اس کو لمبا نہیں کرنا چاہتا لیکن جیسے حنیف صاحب کہتے ہیں میں وہ کر دوں گا۔

جناب سپیکر، آخر میں جو بات سمجھا ہوں وہ یہ کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ یا تو اسی بات پر فیصلہ ہو کہ جو یہاں طے ہوئی تھی کہ متعلقہ آدمی کو بلا کر یہاں بات کروائی جائے یا ان کی تحریک استحقاق کو رولز کے مطابق take up کیا جائے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جناب سپیکر! اگر دوست راضی ہوں تو میں اس کو بلا لیتا ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس کا point of view کیا ہے اور ان کا کیا ہے۔ چیمبر میں یہ بات بہتر طور پر ہو سکتی ہے کہ ہم اس کو ختم کرا دیں۔ اگر یہاں پر بات آئے گی تو پھر مجھے اس کا point of view پڑھنا پڑے گا۔ اگر یہ اتفاق کریں تو ہم کوئی تاریخ مقرر کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں یہ بات پہلے سے طے ہو چکی ہے۔ اور جو بات پہلے سے طے ہو چکی ہے اس کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔ یہ طے ہو چکی ہے کہ آپ ان کو بلا کر بات کروائیں گے۔ میرے خیال میں آپ تاریخ طے کریں اور طے کر کے ان کے ساتھ اس معاملے کو حل کریں۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جی ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر، خان صاحب! یہ کب تک ہو جائے گا؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جناب والا! ہم مل لیں گے اور اور کوئی تاریخ مقرر کر کے ان کو بلا لیں گے۔

جناب سپیکر، چودھری حنیف صاحب! ابھی آج ہی آپ اور لودھی صاحب آپس میں مل کر تاریخ طے کر لیں۔

چودھری اصغر علی گجر، اس سیشن کے لیے طے کر لیں۔

جناب سپیکر، اسی سیشن کی آج کوئی تاریخ طے کر لیں۔ ٹھیک ہے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جی ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر، آج آپ مل کر تاریخ طے کریں گے اور کل مجھے بتا دیں گے۔

جناب سپیکر، جی چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 5 ہے۔ چودھری صاحب! آپ

اس سلسلے میں مجھ سے رابطہ کریں۔

چودھری اصغر علی گجر: جی سر---

جناب سپیکر: آپ کی تحریک استحقاق نمبر 5 ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: ہاں جی۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں آج اجلاس کے بعد آپ میرے چیمبر میں مجھ سے رابطہ کر لیں۔

چودھری اصغر علی گجر: اچھا جی' چلو اسی بہانے آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی ہاں میں بھی بڑا خواہش مند ہوں آپ سے ملاقات کا۔

(قہقہے)

تحریک استحقاق نمبر 10 فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔

صوبہ کے ترقیاتی کاموں میں برسراقتدار پارٹی کے سیاسی مفادات کی وابستگی

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" 15 نومبر میں وزیراعلیٰ پنجاب کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ جس کچی سڑک پر پرائمری مسلم لیگ کا بورڈ نصب ہو گا اسے پختہ کر دیا جائے گا۔ وزیراعلیٰ پنجاب کا یہ بیان ایک تشویش ناک صورت حال کی نشان دہی کرتا ہے۔ ترقیاتی کام صوبے کے عوام کا بلا امتیاز حق ہے اور ممبران اسمبلی کا یہ بلا امتیاز استحقاق ہے کہ وہ باشندگان صوبہ کے مسائل کو یکساں ترجیحات کے مطابق حل کروائیں۔ لیکن صوبہ کے وزیراعلیٰ نے اس معاملہ کو سیاسی مفادات سے وابستہ کر کے ایک غلط رجحان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ گزشتہ دور میں پیپلز ورکس پروگرام پر جو اعتراضات خود وزیراعلیٰ کرتے رہے۔ اس کی روشنی میں وہ اپنے اس بیان کو پڑھیں تو انہیں محسوس ہو گا کہ ان کی سابقہ تنقید غلط تھی یا موجودہ اقدام غلط ہے۔ محترم وزیراعلیٰ کے اس بیان سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ گزارش ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ جو صوبہ کے ترقیاتی کام ہونا چاہییں یہ

بلا امتیاز تمام صوبہ کے لوگوں کا ایک حق ہے۔ اور اس بارے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ کوئی بھی کچھ سڑک ہو اسے پختہ کر دیا جائے بلکہ اس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں اور اس کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی صوبے میں جس جگہ بھی کوئی کچی سڑک ہے اس کو پختہ کیا جائے اور حکومت ایسے اقدامات کرے لیکن اگر اس کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے تو جناب سپیکر! یہ حالات تو بدلتے رہتے ہیں' آج کوئی ایک حکومت ہے تو کل دوسری حکومت ہے لیکن اگر اس بات کو تقویت دی جائے کہ برسر اقتدار پارٹی کا جھنڈا یا برسر اقتدار پارٹی کا بورڈ لگا کر کوئی بھی غیر قانونی کارروائی کی جائے تو وہ معاف ہے تو یہ ایک انتہائی غلط رجحان ہے۔ گزشتہ ادوار میں بھی یہ ہوتا رہا۔ پارٹی کے جھنڈے لگا کر ناجائز تجاوزات کیے گئے اور اب بھی اگر اس کام کی خود وزیراعلیٰ کی طرف سے حوصلہ افزائی کی جائے اور خود ان کی طرف سے یہ کہا جائے کہ بورڈ لگالو اور پھر اس کے بعد آپ کے کام ہو جائیں گے۔ تو یہ ایک غلط رجحان ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ اس سے تمام ممبران کا استحقاق مجروح ہوتا ہے اور تمام افراد کا کہ وہ اپنے علاقے میں اگر لوگوں کو اس کے ساتھ وابستہ کر کے مسائل حل کروا سکتے ہیں اور اس کے علاوہ نہیں کروا سکتے تو اس سے ان کا ایک استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بارے میں' میں اتنی بات اور اضافہ کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ اس بیان کی کوئی تردید نہیں ہوئی۔ نہ میں نے کوئی اخبار کے اندر تردید پڑھی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس طرح کے رجحانات عام کر دیے جائیں تو پھر اس کے بعد ناجائز کام ناجائز تجاوزات' ناجائز مفادات' یہ ساری چیزیں پارٹیوں کے جھنڈوں اور پارٹی کے بورڈوں کے نیچے ہوتی رہیں گی اور پھر اس کو کسی بھی سٹیج پر روکا نہیں جا سکے گا۔ شکریہ جناب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اس تحریک استحقاق کے بارے میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کوشش کی ہے کہ اس میں مجھے کوئی ایسا پہلو نظر آئے جس سے فاضل رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہو۔ میرے فاضل بھائی فرید احمد پراچہ صاحب ماشاء اللہ بہت اچھے پارلیمنٹیرین ہیں اور میں نے ہمیشہ ان کی خدمت میں یہ گزارش کی ہے کہ کم از کم ان کی طرف سے میں یہ توقع کرتا ہوں کہ جو معاملہ ہاؤس میں اٹھایا جائے وہ رولز اور پروسیجر کو مد نظر رکھ کر اٹھایا جائے۔

جناب والا! جہاں تک ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ فرض کریں اگر

اس بات کو میرٹ پر بھی ہم دیکھ لیں تو کہیں سڑک بنانا یا ڈویلپمنٹ کا کام اگر کرنا ہے تو اس سے ان کا استحقاق کیسے مجروح ہو جاتا ہے؟ صوبے میں تو ڈویلپمنٹ ہونی چاہیے۔ اچھی بات ہے۔ صوبے میں ڈویلپمنٹ ہونی چاہیے اور اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی ہے وہ قائد ایوان ہیں' وہ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ہیں' وہ ہمارے چیف منسٹر ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کس لحاظ سے بھی یہ تحریک استحقاق جو ہے استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی ہے اور اس بیان سے فاضل محرک کا کسی لحاظ سے بھی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ اس لیے میں ان کی خدمت میں نہایت ادب سے یہ التماس کروں گا کہ اگر یہ سڑک کسی جگہ پر بن جاتی ہے تو اسے صرف مسلم لیگ کے لوگ ہی استعمال نہیں کریں گے بلکہ اس سڑک کو پیپلز پارٹی کے ووٹر بھی استعمال کریں گے' اس سڑک کو جماعت اسلامی کے ووٹر بھی استعمال کریں گے۔ اس سڑک کو ہر قسم کے لوگ جن کا حکومت سے تعلق ہے یا حزب اختلاف سے تعلق ہے' ہر بندہ اس سڑک کو استعمال کر سکتا ہے۔ تو اس لیے یہ تحریک جو ہے یہ تحریک استحقاق کے معیار پر پورا نہیں اترتی ہے۔ تو میں یہ توقع کرتا ہوں کہ فاضل رکن اپنی اس تحریک کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر پھر میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق جو ہے یہ تحریک استحقاق کا جو حق معزز اراکین کو دیا گیا ہے اس کے معیار پر پوری نہیں اترتی اس لیے اس کو رول آؤٹ فرمایا جائے۔ شکریہ جناب۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون کے پاس جوابات کے لیے نمبر ہوتے ہیں۔ جواب نمبر 1 جواب نمبر 2 یا جواب نمبر 3۔ اور عموماً تین ہی ہوتے ہیں۔ اب انہوں نے جواب نمبر 2 استعمال کیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ضابطہ نمبر 55 جز (الف) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "مسئلہ آئین" کسی قانون یا کسی قانون کے تحت وضع کردہ قواعد کے تحت عطا کردہ استحقاق سے متعلق ہو گا۔ میں نے یہ آئین کے تحت عرض کیا ہے کہ آئین کا جو بنیادی انسانی حقوق کا چیپٹر ہے وہ وزیر قانون اٹھا کر پڑھ لیں اس میں بلا امتیاز کا لفظ لکھا گیا ہے کہ بلا امتیاز تمام لوگوں کا' باشندگان ملک کا' تمام کا بلا امتیاز یہ حق ہو گا کہ ان کے ترقیاتی کام ہوں اور حکومت ان کے لیے تمام سہولتیں فراہم کرے۔ اس لحاظ سے اس کو اگر بلا امتیاز نہ کیا جائے تو یہ حق مجروح ہوتا ہے۔ یہ ایک شہری کا بھی ہوتا ہے۔ ایک ممبر اسمبلی کا بھی ہوتا ہے۔ ایک ممبر اسمبلی اگر اپنے علاقے میں پرائمری مسلم لیگ کے بورڈ نہ لگوا سکے تو کیا اس کے علاقے کی کچی سڑکیں' کچی ہی رہیں گی اور وہ پکی نہیں ہو

سکیں گی۔ یہ اگر اس کے ساتھ متعلق کر دیا جائے تو جناب یہ واضح طور پر ایک استحقاق کا معاملہ ہے اور اس لحاظ سے اس کا استحقاق مجروح ہوتا ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ جناب سپیکر! ایسے معاملات حکومت کی توجہ کے لیے ہوتے ہیں اور اس سے مراد کوئی سیاسی دنگل کرنا نہیں ہے بلکہ حکومت کی ان غلطیوں پر توجہ دلانا ہے کہ اس طرح کے بیانات دینے سے اس کا اپنا وقار مجروح ہوتا ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس بارے یہ واضح طور پر یہ بیان فرمائیں کہ آیا وزیراعلیٰ نے یہ کہا ہے یا نہیں کہا اگر نہیں کہا تب بھی بیان فرمائیں اگر کہا ہے تو اس کا کیا جواز ہے؟

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پراچہ صاحب! آپ کی بات ختم ہو گئی۔

جناب فرید احمد پراچہ: ایکشن ری۔ پلے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ ایکشن ری۔ پلے کی ضرورت نہیں ہے آپ صرف یہ فرما دیں کہ کیا آپ نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جی میں نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پراچہ صاحب! اس سے آپ کا استحقاق کیسے مجروح ہوا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! اسی لیے میں نے کہا تھا کہ یہ ایکشن ری۔پلے ہو گا کیونکہ میں پہلے پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ کہ یہ استحقاق آئین کے تحت حاصل ہے اور یہ مجروح ہوا ہے اور اس ضمن میں میری گزارش ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے نظریے کے مطابق تو آپ کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں نے رول 55 کے جزو (الف) کے تحت عرض کیا ہے کہ مسئلہ آئین، کسی قانون یا کسی قانون کے تحت وضع کردہ قواعد کے تحت عطا کردہ استحقاق سے متعلق ہو گا۔ تو جناب والا! میری یہ گزارش یہ ہے کہ آئین کے اندر بلا امتیاز کا لفظ لکھا گیا ہے کہ تمام باشندگان ملک کے درمیان مراعات اور ان کی سہولتیں بلا امتیاز تقسیم کی جائیں گی اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ آئین کے تحت ملا ہوا ایک استحقاق ہے اور بلا امتیاز یہاں نہیں ہے یہاں یہ کہا گیا ہے

کہ اگر بورڈ لگا ہوگا تو پھر تو کچی سڑک پکی ہوگی اور اگر کوئی ممبر اسمبلی اپنے علاقے میں بورڈ نہیں لگوا سکا یا وہ نہیں چاہتا کہ یہ بورڈ لگے تو پھر اس کی کچی سڑکیں کچی ہی رہیں گی تو یہ ایک رجحان ہے ایک اعلان ہے اور تمام سہولتوں کو سیاسی مفادات کے تحت وابستہ کر کے لوگوں کا، شہریوں کا اور میرے حلقے کے ووٹروں کا یا کسی بھی حلقے کے ووٹروں کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے اور میرا جو بنیادی حق ہے کہ میں لوگوں کے مسائل حل کرواؤں اس میں رکاوٹ ڈالی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پراچہ صاحب! میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ پہلے بھی اس اسمبلی میں اس قسم کی کئی رولنگز آ چکی ہیں کہ اخبار میں جو خبر آتی ہے اس پر تحریک استحقاق پیش نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس سے کسی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یہ ایک اخباری بیان ہے جس پر آپ نے تحریک استحقاق پیش کی ہے یہ رولز اور قواعد نہیں بنتی لہذا میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 11 ہے جی چودھری صاحب۔

پنجاب کلب میں سال نو کے جشن میں محفل رقص و سرود

چودھری اصغر علی گجر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ 13 نومبر کے روزنامہ "جنگ" کی ایک اطلاع کے مطابق پنجاب کلب کی طرف سے سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ نیو ایر ڈانس پارٹی کے پروگرام کا انعقاد کا فیصلہ ہوا ہے۔ یہ شراب و عذاب کی محفل درویش وزیراعلیٰ کی رہائش گاہ کے سامنے منعقد ہوگی۔ کیونکہ پنجاب کلب اقتدار کے سائے تلے لہو و لعب کی محفلیں منعقد کرتا رہتا ہے۔ اور اقتدار کی پشت پناہی سے اس کا نشوونما ممکن ہوا ہے۔ اس وقت جب کہ اسلام سے روگردانی کے جرم میں رسوائیوں کے سیلاب حکمرانوں کے تعاقب میں ہیں۔ اپنے پروگرام سے انحراف کے نتائج میں حکمرانوں کے تخت لرز رہے ہیں۔ جہاد افغانستان کے ثمرات کو امریکہ کی سازشوں کا شکار بنا دینے والے حکمرانوں کو خدا کی مشیت اپنی گرفت میں لینے کے لیے پر تول رہی ہے۔ ایسے عالم میں ایک اور طرف سے خدا کے عذاب کو، پنجاب کلب کے کارندوں سے دعوت دینا۔ مسلمانان پاکستان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا ہے اور ان کے استحقاق کو بری طرح مجروح کرنا ہے۔ اسلامی شعائر کے تحفظ کا نعرہ لگا کر کامیاب ہونے والے حکمران بتائیں کہ شراب و شباب کی یہ محفلیں کیا آئین پاکستان سے انحراف کی بین مثالیں نہیں ہیں۔ قرارداد مقاصد اور آئین پاکستان

کی دفعات کا تحفظ ممبران اسمبلی کا فرض ہے اور ریاست کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلانے کے معاملے میں جب حکم ران اپنے فرائض سے انحراف کر کے لہو و لعب کے مشاغل میں دل چسپی لیں تو اسسے میرا اور تمام ممبران اسمبلی' تمام مسلمانان پاکستان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

لہٰذا میری درخواست ہے کہ میری یہ تحریک منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب اس حکومت میں جو کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے اتنی دیدہ دلیرانہ فحاشی اور اس قسم کی محفلوں کا انعقاد ہونا اس سے بڑی رسوائی نہ اس صوبے کی ہو سکتی ہے نہ صوبے کے عوام کی' نہ حکومت اور نہ ممبران اسمبلی کی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے حلف میں بھی اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ میں اسلامی شعائر کے لیے کوشش کرتا رہوں گا اور اسلامی قانون کی سربلندی کے لیے کوشش کرتا رہوں گا تو اس طرح سے اگر ہم یہ آواز نہ اٹھائیں اور اس کا قلع قمع نہ کریں تو بھی میں سمجھوں گا کہ ہم اپنے فرائض میں غفلت برتیں گے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس صوبے میں جہاں پر مسلمانوں کی بڑی اکثریت ہے اس میں ایسے کام کا ہونا انتہائی غلط ہے اور اس تحریک کو منظور فرما کر استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب' آپ کی تحریک استحقاق نمبر 13 بھی اس قسم کی ہے لہٰذا یہ بھی اسی کے ساتھ dispose of تصور ہو گی۔ جناب پراچہ صاحب کی بھی تحریک استحقاق نمبر 41 اسی قسم کی ہے۔ یہ تحریک تو پیش ہو چکی ہے اگر پراچہ صاحب کوئی بیان دینا چاہتے ہوں تو وہ دے سکتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! اس ضمن میں میری گزارش یہ ہے کہ سال نو کے جشن منانے کے سلسلے میں باقاعدہ دعوت نامے جاری کیے گئے اور ان دعوت ناموں میں یہ لکھا گیا کہ نیو ایئر ڈانسر پارٹی۔ اس کا ذکر اس میں موجود تھا۔ میرے پاس اس کی کاپی موجود ہے۔ اور پھر اس کے بعد جب ہم نے وزیراعلیٰ اور مقامی انتظامیہ سے بھی رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اب کچھ نہیں ہوگا۔ وہ صرف ڈنر کر رہی ہے اور کچھ نہیں ہو گا۔ کوئی ڈانس' کوئی ناؤ نوش کی محفلیں یا کوئی شراب و کباب جیسی چیزیں نہیں ہوں گی۔ اس کے لیے انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے لیے پورا اہتمام کیا ہے کہ ایسی چیزیں نہیں ہوں گی لیکن میں ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ یہ معاملہ ہوا اور اس رات تین بجے تک یہ ساری چیزیں پنجاب کلب میں بھی اور جم خانہ کلب میں بھی ہوتی رہیں۔ اس کے گواہ موجود ہیں اور ایسے

افسران جو ان پارٹیوں کے اندر خود شریک ہوئے انہوں نے اس کے اپنے دوستوں کے سامنے تذکرے کیے کہ جیسی پر لطف یہ رات رہی ہے ایسی کبھی بھی نہیں رہی۔ تو باوجود اس کے کہ بار بار اس کی طرف توجہ دلائی گئی اور بار بار یہ کہا گیا کہ یہ معاملہ غلط ہے۔ ایک طرف بابری مسجد شہید ہوئی ہے' ایک طرف مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں' ایک طرف کشمیر میں لوگوں پر ظلم ہو رہا ہے' بوسنیا میں لوگوں پر ظلم ہو رہا ہے اور سال نو کا جشن اسلامی ملک میں اس انداز میں منایا جا رہا ہے کہ جس کے آئین کے اندر یہ بات شامل ہے اس ملک کے وقار کے ہر صورت میں منافی ہے۔ انتظامیہ نے یہ بات کہہ کے کہ یہاں کچھ نہیں ہو گا ان لوگوں کو تحفظ دیا کہ جن کے بارے میں لوگ احتجاج کے لیے نکلے ہوئے تھے اور اس رات نوجوانوں کی ٹولیاں شہر میں پھر رہی تھیں لیکن انتظامیہ نے یہ کہہ کر کہ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی اس بات کو تحفظ دیا ہے۔ تو جناب! میری گزارش ہے کہ ایک استحقاق ہے کہ آئین کے مطابق ہم نے ایک چیز کی نشان دہی کی اور وفد بنا کے گئے اس کے باوجود اس کے بارے میں صریحاً جھوٹ بولا گیا۔ اور پھر ایسے واقعات رونما ہوئے جس سے پاکستان کا وقار بھی مجروح ہوا اور اس ملک میں اسلامی نظریے کا وقار بھی مجروح کیا گیا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! آپ اس کا جواب دیں گے؟

وزیر اطلاعات، جناب والا! میں سب سے پہلے اس تحریک استحقاق کی admissibility پر بات کروں گا۔ چونکہ جس اخبار کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جنگ کی ایک اطلاع کے مطابق پنجاب کلب میں سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ ڈانس پارٹی کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔ یہ شراب و کباب کی محفل وزیراعلیٰ کی رہائش گاہ کے سامنے منعقد ہو گی۔ اس کا فیصلہ ہوا ہے تو یہ حالیہ وقوع پذیر معاملہ نہیں بنتا۔ اس اخبار کے تراشے میں قطعاً یہ ذکر نہیں ہے کہ کس قسم کی محفلیں منعقد ہوئی ہیں اور وہاں پہ ڈانس وغیرہ ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کلب ایک نجی ادارہ ہے اس کا حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ محکمہ انفرمیشن و کلچر کے تحت ہے۔ اس کے باوجود ہم نے اس کا نوٹس لیا۔ انہوں نے تحریک استحقاق دینے کے بعد یہ معاملہ محکمہ داخلہ کو بھیجا ہے کہ اس کی چھان بین کی جائے اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس لیے میں اپنے دوستوں سے کہوں گا کہ اس کو پریس نہ کریں۔ ہم نے پہلے ہی اس کے بارے میں نوٹس لے لیا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! وزیر موصوف کا جواب آیا ہے۔ اگر تو ان کا جواب درست ہو تو ہمیں تحریک واپس لینے میں قطعی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارا دعویٰ ابھی بھی یہی ہے کہ وہاں سرکاری ملازمین گئے' ان کی بیگمات گئیں۔ سرکاری طور پر وہاں پر اس بات کا اہتمام کیا گیا۔ وہاں پر ڈانس ہوا' وہاں پر کھانا ہوا اور یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے اور اس کے گواہان موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ وزیر موصوف کو غلط اطلاع فراہم کی گئی ہو اور انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے انہیں غلط اطلاع فراہم کی ہو لیکن اس بات کی تصدیق کر لی جائے۔ اگر وہاں پر یہ نہیں ہوا تو یہ قابل تحسین ہے۔ ہم ان کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اور اگر یہ ہوا ہے تو یقیناً ذمہ دار لوگ سزا کے مستحق ہیں۔ یا تو اس تحریک استحقاق کو اس وقت تک مؤخر کر دیا جائے جب تک یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی یا اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ میں آپ سے یہی گزارش کروں گا۔

وزیر اطلاعات، مؤخر کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی admissibility پر بھی فیصلہ ہونا چاہیے۔ جیسے میرے فاضل دوست فرما رہے تھے کہ سرکاری طور پر وہاں محفلیں منعقد ہوئی ہیں۔ سرکار تو اس میں ملوث ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ سرکاری ادارہ ہے۔ اور نہ ہماری سرکار کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ یہ ایک نجی ادارہ ہے' ایک پرائیویٹ کلب ہے جس پہ ہم اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا آپ اطلاعات کے مطابق وہاں پہ ایسی کوئی تقریبات منعقد نہیں ہوئیں؟

وزیر اطلاعات، جناب والا! ہم نے پھر بھی یہ کیس محکمہ داخلہ کو بھیجا ہوا ہے کہ اس کی چھان بین کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وزیر موصوف نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ مجلس منعقد ہوئی اور میں اپنے ممبر بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ زیادہ زور نہ دیں کیونکہ جس ڈی سی کے نوٹس میں وہ بات لائے تھے اس ڈی سی کو ترقی دے کر ڈی جی ایل ڈی اے لگا دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے ڈی سی صاحب کی زیادہ کارکردگی شو کی تو عین ممکن ہے کہ کل کو وہ چیف سیکرٹری لگ جائیں۔ تو میں ڈی سی صاحب کے حوالے سے وزیر موصوف سے کہوں گا کہ اگر ڈی سی صاحب کے علم میں تھا کہ اگر کسی گھر کے اندر کوئی اخلاقی خرابی ہو رہی ہے تو اس کے تدارک کے

لیے کوئی ایکشن کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیا جا سکتا؟ قوم یہ جاننا چاہتی ہے اور خاص طور پر ہم ممبران سے یہ توقع رکھتی ہے کہ جب ہم نے اسلام کا نعرہ لگایا ہے تو تمام اقدامات جو اسلام کے منافی ہوں گے ان کے خلاف ایکشن لیا جائے۔ اگر ڈی سی کے علم میں ہے اور انہوں نے کوئی ایکشن نہیں لیا تو کیا ہوم سیکرٹری نے اس کی سفارش کی تھی کہ اس کو ڈی جی ایل ڈی اے لگا دیا جائے۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اگر ڈی سی کے علم میں تھا تو اس نے کیا ایکشن لیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا لیکن آپ نے بات کی ہے۔ وزیر صاحب نے اس کو سن لیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے وزیر موصوف نے خود یہ بیان فرمایا ہے کہ ابھی ہم چھان بین کر رہے ہیں یعنی جو ہم نے تحریک استحقاق دی ہے اس کے مندرجات کے بارے میں ابھی وہ خود بھی یکسو نہیں ہیں۔ اس لیے یہ تو واضح کیس ہے کہ اسے مؤخر کر دیا جائے۔ وہ اس کی چھان بین کر لیں اور انہیں معلوم ہو جائے تو وہ دعوے کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہ بات ہوئی ہے یا نہیں۔ ابھی تو وہ غیر یقینی طور پر فرما رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کس لحاظ سے بنتی ہے۔ ایک معزز رکن کا استحقاق اس سے کیسے مجروح ہو گیا ہے۔ ایک اخباری خبر ہے اور آپ نے پہلے بھی ایک مرتبہ رولنگ دی ہے۔ یہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے۔ اگر یہ مسئلہ کو اٹھانا چاہتے ہیں تو اور بہت سے فورم موجود ہیں۔ یہ کسی proper Forum پہ اٹھائیں۔ یہ کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق کے تقاضے پورے نہیں کرتی ہے۔ ہم نے اس ایوان کو قواعد کے مطابق چلانا ہے۔ اور بھی بہت سے اہم امور ہیں۔ وہ معزز اراکین جو قواعد و ضوابط کے مطابق تحاریک دیتے ہیں اس سے ان کی حق تلفی ہوتی ہے۔ یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے بھی استحقاق کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔ اس پر مزید وقت ضائع کیے بغیر اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! یہ پرائیویٹ ادارے کے بارے میں بات نہیں کی گئی بلکہ یہ حکومتی اقدامات کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ ان کی طرف سے تو ایک پروگرام تھا۔ ہم نے اس بارے میں انتظامیہ سے رابطہ کیا۔ انتظامیہ نے اپنا کردار ادا نہیں کیا ورنہ اگر پرائیویٹ ادارے کو روکنا

ہوتا تو ہم خود روک سکتے تھے۔ اس ملک کے عوام روک سکتے ہیں۔ اس میں حکومت نے اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ اگر حکومت درمیان سے ہٹ جائے تو اس طرح کے کوئی بھی واقعات رونما ہو سکتے۔ یہ شراب و کباب کی محفلیں اور ایسی کلبوں کو عوام خود روک لیں گے۔ ہمارا اعتراض ان کے کردار کے بارے میں ہے۔ یہ اپنا کردار ادا نہیں کر رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر فیصلہ مؤخر کرتے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

جناب نور محمد تارڑ: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے۔

جناب نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! پرسوں میری تحریک التوائے کار نمبر 170 پر جناب سپیکر نے یہ رولنگ دی تھی کہ آج چونکہ ایک تحریک پہلے ہی out of turn لی جا چکی ہے اس لیے آپ کل یا پرسوں اپنی اس تحریک پر مجھ سے بات کریں۔ اور اسے اسمبلی میں پیش کر کے out of turn لینے کی اجازت حاصل کریں۔ جناب والا! یہ تحریک التوائے کار انتہائی اہمیت کی حامل ہے اسی سلسلہ میں ایک تحریک استحقاق بھی پیش ہوئی تھی تحریک استحقاق کو convert کر کے تحریک التوائے کار میں مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ کل یاپرسوں اس تحریک کو پیش کریں۔ تو میری آپ سے درخواست ہے کہ اس تحریک کو پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تارڑ صاحب کیا اس کو out of turn لینے کا فیصلہ ہو چکا ہے یا ابھی نہیں ہوا؟

جناب نور محمد تارڑ: جناب والا! فیصلہ ہو چکا ہے بے شک آپ کارروائی پڑھوا کر سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون صاحب! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے تو اس دن بھی جناب سپیکر کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ اگر ہم اسی طریقے سے تحاریک کو out of turn لیتے رہے تو باقی تحاریک التوائے کار کے معزز اراکین کی حق تلفی ہوتی ہے۔ بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ یہ اپوزیشن کی تحاریک التوائے کار ہیں ان میں سے جن کو آپ اہم سمجھتے ہیں ان کو priorities مقرر کر کے باقی تحاریک کو withdraw کر لیں۔

بجائے اس کے کہ ایک فاضل رکن insist کرکے out of turn take up کرنے کے لیے اپنی بات منوا لیتا ہے باقی فاضل اراکین کی تحاریک التوائے کار چاہے وہ برابر کی اہمیت کی حامل ہوں وہ رہ جاتی ہیں اس لیے کہ وہ اپنی بات کو effective طریقے سے یہاں پر put forward نہیں کر سکتے۔ لہذا ان کی پھر حق تلفی ہوتی ہے۔ اس ہاؤس کو ہم نے رولز آف پروسیجر کے مطابق چلانا ہے۔ پھر اسی محکمہ زراعت کے بارے میں ایک تحریک التوائے کار وائرس کے بارے میں آئی ہوئی ہے جو کہ اس ہاؤس میں admit ہو چکی ہے اور اس پر اتوار کو دو گھنٹے کے لیے بحث بھی ہونی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ باقی محکموں کی کارکردگی کا بھی ہمیں جائزہ لینا ہے اس لیے میری تو یہی گزارش ہے کہ out of turn والا سلسلہ ہمیں routine نہیں بنانا چاہیے۔ میں تو اس بات کو consider کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں کہ ایک دن میں دو تحاریک کو out of turn consider کیا جائے۔ اور سپیکر صاحب نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم اس کو ضرور take up کریں گے بلکہ انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارے میں آپ اپنا نقطہ نظر اگلے دن پیش کریں یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ اس کو out of turn consider کیا جائے گا۔ میری تو جناب والا! یہی گزارش ہے کہ اتوار کے دن محکمہ زراعت سےمتعلقہ مسئلہ "وائرس" پر دو گھنٹے بحث ہونی ہے۔ ایک محکمے کی کارکردگی کے بارے میں already وقت مقرر ہو چکا ہے اور specific subject کے بارے میں وقت مقرر ہوا ہے۔ دوسرے جو معزز اراکین ہیں یا تو وہ بیٹھ کر اس مسئلے کی priority fix کر لیں کیونکہ ہمارے تحاریک التوائے کار کے وقفہ کے دس پندرہ منٹ اسی بات پر روزانہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ایوان کا وقت بلا وجہ ضائع ہوتا ہے اس کو out side the House طے کر لیا جائے اور اگر اس طرح سے یہ ہاؤس میں out of turn لینے کے لیے کہیں گے تو میں اس کو oppose کروں گا کہ اس سے بلا وجہ ایوان کا وقت بھی ضائع ہو گا اور یہ بات اچھی بھی نہیں لگتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک جو تحریک التوائے کار پہلے admit ہو چکی ہے اور اس پر دو گھنٹے بحث بھی ہونی ہے چونکہ وہ بھی زراعت سے متعلقہ ہے لہذا ہمارے دوستوں نے محکمہ زراعت سے متعلقہ جو بھی تحاریک التوائے کار دے رکھی ہیں ان کو اسی میں include نہ کر لیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ تو already طے ہو چکا ہے اس دن یہ اگر اس پر بات کرنا چاہیں تو انھیں کون روکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تارڑ صاحب! آپ کی تحریک کا نمبر کیا ہے؟

جناب نور محمد تارڑ، جناب اس کا نمبر 170 ہے۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ کھاد کی عدم دستیابی اور بلیک مارکیٹ کے بارے میں۔ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ اس وقت گندم کی فصل کو پہلا پانی دیا جا رہا ہے اور پہلے پانی پر (جناب سپیکر ذرا توجہ فرمائیں) اگر پہلے پانی پر کھاد مہیا نہیں کی جاتی تو نہ صرف یہ کسان کا نقصان ہے بلکہ یہ پوری قوم کا نقصان ہے یعنی یہ ایک قومی نقصان ہے۔ لہٰذا یہ تحریک نقصان دہ نہیں ہے آپ مجھے اسے پڑھ لینے دیں اگر پورا ہاؤس یہ کہے گا کہ اس کو نہ پیش کیا جائے یا اسے بعد میں لے لیا جائے یا اسے اپنی باری پر لیا جائے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تارڑ صاحب! آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں۔ یہ تحریک بھی محکمہ زراعت سے متعلقہ ہے اور محکمہ زراعت سے متعلقہ جو بھی تحاریک ہیں ان کو dispose of کر کے اسی دن جو دن بحث کے لیے رکھا گیا ہے ان سب دوستوں کو ان سب تحاریک پر بات کر لینے دیا جائے۔ اور ان سب کو اسی دن dispose of کر دیا جائے۔ اور جو بھی لوگ اس محکمہ سے متعلق اپنی تحاریک کو out of turn take up کروانا چاہتے ہیں ان کو اسی دن کے لیے کہا جائے کہ وہ اپنی تقاریر کر لیں۔

وزیر قانون، جناب والا! مجھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگر وزیر زراعت اس پر متفق ہوں تو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تارڑ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے مسئلہ کا کوئی حل نکالتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت وزیر زراعت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں لہٰذا آپ تشریف رکھیں۔ اس پر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔

جی چودھری محمد فاروق صاحب آپ اپنی تحریک التوائے کار پیش کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میری تحاریک التوائے کار نمبر 17 تا 25 تھیں اور غالباً ہفتے والے دن ان کا نمبر آیا میں نے اپنے دوستوں سے کہا ہوا کہ مجھے بہاول پور سے آنا ہوتا ہے اور بہاول پور سے صرف ایک ہی فلائٹ لاہور آتی ہے۔ اس دن میرا ٹکٹ بھی بک تھا اور اس دن پی آئی اے والوں نے مجھے باضابطہ مطلع کیا کہ یہ فلائٹ ایک گھنٹہ لیٹ ہے اور اسی مقصد سے جب میں ایئر پورٹ پہنچا تو معلوم ہوا کہ فلائٹ تو بیس منٹ پہلے آ کر جا چکی ہے اسی وجہ سے میں بروقت حاضر

نہیں ہو سکا۔ لہذا میری اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ مجھے اجازت دی جائے کہ یہ تحاریک میں یہاں پر پیش کر سکوں۔ اور اس سلسلہ میں میرے دوستوں نے توجہ بھی دلائی تھی کہ یہ پینڈنگ کر دی جائیں اور یہ بالکل valid reason ہے اور ویسے بھی ہمیں یہاں پنجاب کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تو میری یہ گزارش ہے کہ مجھے یہ تحاریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! آپ ہمارے بھائی ہیں اور پنجاب کے ایک نہایت ہی اہم حصہ سے آپ کا تعلق ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے مسئلے پر غور کرتے ہیں۔ جی چودھری محمد فاروق صاحب آپ ارشاد فرمایئے۔

گلشن راوی پولیس کا محنت کش کے گھر پر دھاوا

چودھری محمد فاروق، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ جنگ کی اشاعت مورخہ 2- نومبر 1992ء کو یہ خبر چھپی ہے کہ تھانہ گلشن راوی کے سپاہیوں کی "پولیس گردی" محنت کش کے گھر میں گھس کر عورت کے کپڑے پھاڑ دیے۔ تھانہ گلشن راوی پولیس کے نصف درجن سے زیادہ اہل کاروں نے گزشتہ رات ملتان روڈ پر واقع سبزہ زار سکیم کے علاقہ بلال کالونی میں ایک غریب محنت کش منہا مسیح کے گھر دھاوا بول دیا۔ وہاں موجود منہا مسیح کی بیوی اور بیٹی کو تشدد کا نشانہ بنایا اور منہا مسیح کی بیوی جیراں بی بی کے کپڑے پھاڑ دیے۔

مذکورہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس معاملہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب غلام سرور خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس بات پر ہے کہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ جتنی بھی تحاریک التوائے کار ہیں اس سے پہلے بھی یہی روایت رہی ہے کہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے ایک یا دو دن مختص کر دیے جاتے تھے اگر ہم انہیں تحاریک التوائے کار کی صورت میں لائیں گے تو یہ وقت کا ضیاع ہے اگر ایک یا دو دن لاء اینڈ آرڈر پر مختص کر دیے جائیں تو ہماری جو تحاریک التوائے کار جو کہ سو نمبر کے بعد ہیں اور اہم نوعیت کی ہیں وہ consider ہو سکتی ہیں۔ لاء منسٹر صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اس ہاؤس کی پہلے یہ پریکٹس رہی ہے کہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ جتنی بھی تحاریک التوائے کار ہوتی تھیں ان تحاریک التوائے کار کے لیے ایک یا دو دن بحث کر

لی جاتی تھی۔ جناب والا! میرے خیال میں یہ مناسب ہو گا کہ ایسی تحاریک کو مؤخر کر لیا جائے اور لاء اینڈ آرڈر پر ایک یا دو دن رکھ لیے جائیں اور ان پر بحث ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! یہ کوئی ایسی tradition نہیں رہی ہے البتہ بجٹ سیشن میں تاریخ مقرر کی جاتی ہے اور حزب اختلاف قائد ایوان اور سپیکر صاحب بیٹھ کر کرتے ہیں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ہے اور نہ ہی یہ طریق کار ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھ کر ٹائم مقرر کرایا جائے اگر انہوں نے اس سلسلے میں بات کرنی ہے تو میں نے انہیں ایک دن پہلے بلایا تھا یہ تشریف لے آئے تھے قائد حزب اختلاف بھی تھے پراچہ صاحب بھی تھے ان کے ساتھ بات ہوئی تھی انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم ایجوکیشن پالیسی پہ بات کرنا چاہتے ہیں' فیڈرل گورنمنٹ نے پالیسی دی ہے اس پر تو بات ہو نہیں سکتی کیونکہ فیڈرل گورنمنٹ کی ایجوکیشن پالیسی ہے اس لیے فیڈرل گورنمنٹ میں ہی بات ہو گی اس سلسلے میں یہ چاہتے ہیں تو میں بات کر سکتا ہوں اور check up کر سکتا ہوں لیکن اس وقت میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ ہم وقت مقرر کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! اس میں مناسب یہی ہو گا۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! وزیر قانون نے جواب اس طرح دیا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات نہیں کی جا سکتی میں نے تحریک التوائے کار کے بارے میں ہی بات کی ہے کہ تحاریک التوائے کار کو مؤخر کر کے لاء اینڈ آرڈر کے لیے ایک یا دو دن مختص کر دیے جائیں یہ روایت بھی رہی ہے اور اس دفعہ حزب اختلاف کے ساتھ consult بھی نہیں کیا گیا اگر حزب اختلاف کے ساتھ consult کیا جاتا تو کم از کم اس پر consensus آ سکتا تھا کہ اس قسم کی جتنی بھی تحاریک التوائے کار ہیں ان کے لیے ایک یا دو دن مختص کیے جائیں۔ میری اطلاع کے مطابق سوائے ایک دو بلوں کے کوئی بزنس بھی نہیں ہے اب وقفہ سوالات' تحاریک استحقاقات اور تحاریک التوائے کار کے بعد کوئی ایک یا دو دن ایسی تحاریک کے لیے رکھ سکتے ہیں یہ تو لاء منسٹر صاحب کا حق بنتا تھا کہ دو سو سے زیادہ تحاریک ہو چکی ہیں وہ ہم سے رابطہ کرتے پھر فیصلہ ہوتا تو میرے خیال میں کسی کو بھی اس پر اختلاف نہ تھا جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تحریک التوائے کار کا مسئلہ ہے۔ ہم پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر سکتے ہیں اور انہیں جائز بات سننی بھی چاہیے ان میں یہ حوصلہ ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمایے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے فاضل رکن کو یہ نہیں کہا کہ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر غلط raise کیا ہے میں نے تو یہ گزارش کی ہے کہ normally طریقہ یہ ہے کہ out side the House قائد حزب اختلاف' قائد ایوان' قائد جماعت اسلامی اور سپیکر صاحب بیٹھ کر اس قسم کے امور کے بارے میں out side the House فیصلہ کرتے ہیں میں نے ان کے پوائنٹ آف آرڈر پر اعتراض نہیں کیا اور جناب اس بات کے گواہ ہیں اور میں نے جناب سے استدعا کی تھی آپ نے سید چراغ اکبر شاہ صاحب کو بلوایا تھا ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب تھے آپ نے پوچھا تھا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی صحیح ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، اس وقت انہوں نے لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کی کوئی بات نہیں کی تھی اور جناب والا! لاء اینڈ آرڈر پر ایک مرتبہ نہیں کئی بار اس ہاؤس میں بات ہو چکی ہے۔ اس دفعہ گورنمنٹ نے voluntarily فیصلہ کیا ہے کہ ہیلتھ ایک بہت اہم سیکٹر ہے جس پر آج تک ہاؤس میں سیر حاصل بات نہیں ہو سکی۔ آج گورنمنٹ نے voluntarily فیصلہ کیا ہے کہ جمعرات اور اتوار کو صوبے کی ہیلتھ پالیسی پر بحث کے لیے وقت مقرر کیا ہے۔ تو لاء اینڈ آرڈر پر تو پہلے بھی بات ہوتی رہی ہے تحاریک التوائے کار بھی آئی ہوئی ہیں یہ چلتا رہے گا ایک سبجیکٹ جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس پر کبھی بات نہیں ہوئی اس کے لیے ہم نے جمعرات اور اتوار کے دن مقرر کیے ہیں۔ جناب والا! جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اب اس مسئلے کو ختم کرنا چاہیے تحریک التوائے کار کا وقت مخصوص ہے وہ نکل رہا ہے آپ اپنا نقصان خود ہی کر رہے ہیں میں اس سلسلے میں یہی گزارش کروں گا کہ قائد حزب اختلاف' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر سارے پروگرام کو re-schedule کرلیں اور میں توقع کرتا ہوں کہ انشاء اللہ لاءمنسٹر صاحب آپ سے تعاون کریں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب والا! ہم ابھی جناب سپیکر سے ملے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ کل 9

بجے وزیر قانون میں اور قائد حزب اختلاف آ جائیں گے اور اس کے بارے میں ہماری استدعا یہ تھی کہ تعلیم کی جو نئی پالیسی آئی ہے اسے یہاں زیر بحث لایا جائے' امن و امان کے مسئلہ پر آپ بحث کریں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہاں ہر بار امن و امان پر بحث ہوتی رہی ہے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ مقصد صرف یہ نہیں کہ بحث کی جائے مقصد تو یہ ہے کہ ہم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں امن و امان کی حالت بہتر ہوئی ہے یا نہیں ہوئی اور اگر اسی طرح ہم ہیلتھ کی پالیسی کو لانا چاہتے ہیں تو اسے بھی زیر بحث لا سکتے ہیں آپ تین چیزیں رکھیں امن و امان تعلیمی پالیسی اور ہیلتھ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ ڈاکٹر صاحب! اس سارے مسئلے کا حل یہی ہے کہ جس طرح آپ فرما رہے ہیں کہ آپ سپیکر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر تمام مسائل کو discuss کر لیں اور اتفاق رائے سے ایک فارمولہ تیار کر لیں۔

سید چراغ اکبر شاہ۔ جناب سپیکر! جب ملاقات ہوئی تھی تو اس میں یہ معاملہ زیر غور نہیں آیا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر کو take up کیا جائے گا یا نہیں کیونکہ یہ تو understood ہے کہ ہر اجلاس میں لاء اینڈ آرڈر پر ایک یا دو دن ضرور رکھے جاتے ہیں اس دن کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر کو take up نہیں کیا جائے گا۔

چودھری محمد فاروق۔ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی چودھری صاحب!

چودھری محمد فاروق۔ جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک پڑھی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس خان کھوکھر)۔ جناب سپیکر! اخباری خبر نمبر 2 کے مطابق مسماۃ مجیدہ مستغیثہ کے بیان پر اس کی اس شکایت پر کہ ایک اے ایس آئی اور چار پانچ سپاہی گھسے اور اس کی بے عزتی کی ہے اور اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس کی شکایت پر مقدمہ درج کیا گیا اور اس کی تفتیش کی گئی دوران تفتیش یہ بات ظاہر ہوئی کہ منا مسیح پرمٹ پر شراب خرید کر بلیک کرتا ہے گلشن راوی کے کچھ لوگوں نے ایک شرابی کو پکڑ کر تھانہ گلشن راوی میں پیش کیا کہ اس آدمی نے شراب پی رکھی ہے اور شور وغل کر رہا ہے چنانچہ دوران دریافت اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ شراب منا

مسیح سے خریدی ہے چنانچہ اس کی نشان دہی پر پولیس نے منہا مسیح کے گھر ریڈ کیا تو وہاں منہا مسیح خود موجود نہیں تھے ایک حسن محمد گجر موجود تھے وہ دودھ دینے کے لیے آیا ہوا تھا پولیس نے منہا مسیح سمجھ کر اسے پکڑا جب پولیس اسے پکڑ کر لے آئی تو اس کی عورت نے اس کو چھڑانے کی کوشش کی بہرحال پولیس نے تفتیش کیے بغیر اسے نہ چھوڑا تھانے جا کر تفتیش کی کہ واقعی وہ منہا مسیح نہیں ہے حسن محمد گجر ہے بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا اور دوران تفتیش یہ بات ثابت ہوئی کہ منہا مسیح شراب فروخت کرتا ہے۔

میاں شہباز احمد: جناب والا! سمجھ نہیں آ رہی کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کیا کہہ رہے ہیں یہ بہت دھیمی آواز میں بول رہے ہیں کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھوڑی سی اونچی آواز سے بولیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں کھوکھر صاحب سے استدعا کروں گا کہ میاں صاحب کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ): جناب والا! میاں صاحب سمجھنے کی کوشش کریں تو میں سمجھاؤں نا۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ایک آدمی کی شکایت پر اس کے گھر ریڈ کیا گیا وہاں ایک آدمی موجود تھا جسے انہوں نے منہا مسیح سمجھ کر پکڑا ضرور لیکن بعد میں تصدیق کرنے پر کہ یہ منہا مسیح نہیں ہے اسے چھوڑ دیا گیا چنانچہ دوران تفتیش یہ بات ثابت ہوئی کہ منہا مسیح پرمٹ پر شراب لے کر فروخت کرتا ہے اور لوگوں کو بیچتا ہے دوران تفتیش یہ بھی پایا گیا کہ اس کی عورت کے ساتھ کوئی زیادتی وغیرہ نہیں ہوئی اور نہ اس کے کپڑے پھاڑے گئے ہیں دوران تفتیش یہ چیزیں ثابت نہیں ہوئیں اور تفتیش ابھی تک ہو رہی ہے اور جو یہ رپورٹ آئی ہے اس کے مطابق کوئی جرم نہیں بنتا اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی استحقاق مجروح ہوا ہے اور نہ ہی ان کا اس سے کوئی تعلق ہے دوران تفتیش یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ شرب بیچتا ہے تو اس کے گھر پر ریڈ کیا گیا لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ یہ قابل پذیرائی نہیں ہے اس کو رول آؤٹ کیا جائے۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا جو بیان ہے' جواب ہے بے شک اکثر دوستوں کو اس کی سمجھ نہیں آئی لیکن یہ واقعی سمجھنے کے قابل ہے اور مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بے شک کھڑے تو اس تحریک کی مخالفت میں ہوئے لیکن عملی طور پر انہوں نے پولیس گردی کا بھی اعتراف کیا ہے پولیس کی نااہلی کا بھی اعتراف کیا ہے اور انہوں نے یہ

بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ پولیس کے افسران جب کسی کو پکڑنے جاتے ہیں تو وہ بغیر تحقیق' بغیر تصدیق جاتے ہیں۔ کسی معزز شہری کو جس کا اس مقدمے میں ملوث ہونے کا نہ ذکر ہو اور نہ ثابت ہوتا ہو اس کو بھی یہ حضرات پکڑ کر تھانے لے آتے ہیں اور اس کی پگڑی اتار کر رکھ دیتے ہیں جناب سپیکر! میری اس تحریک استحقاق کا مقصد یہی تھا کہ آئین پاکستان کے تحت ہر شہری کو کچھ بنیادی حقوق دیے گئے ہیں' ان بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے پولیس کو ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اور یہ پولیس جب کسی کے گھر میں بغیر وارنٹ کے جا رہی ہوتی ہے تو اس شہری کے انسان کے بنیادی حقوق مجروح ہو رہے ہوتے ہیں' اگر کسی گجر کو یا اسلم کو جو سرے سے اس مقدمے میں ملوث ہی نہ ہوا کو پکڑ کر شک کی بنیاد پر تھانے میں لایا جائے تو کیا اس کے بنیادی حقوق مجروح نہیں ہوں گے؟ وہ شخص ہم میں سے کسی کا عزیز کسی کا ووٹر ہو گا اور اس ملک اور صوبے کا معزز شہری ہے اس کو کسی جرم کے بغیر اگر پکڑ کر تھانے میں لایا جائے تو کیا یہ پولیس گردی نہیں ہے؟ کیا یہ پولیس کی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جا رہا؟ کیا معزز شہریوں کی پگڑی نہیں اچھالی جا رہی؟ جناب والا! جب پارلیمانی سیکرٹری یہ کہتے ہیں کہ اس آدمی کو پکڑ کر لایا گیا جب یہ تصدیق ہو گئی کہ یہ منا مسیح نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ان کی زیادتی ہے کہ ان کو وہ پکڑ کر کیوں لائے؟ پھر میں کس طرح پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی اس بات کو مان لوں کہ انہوں نے ایک غریب آدمی کے گھر میں داخل ہو کر اس کی بیوی سے یا معزز عورت سے زیادتی نہیں کی' اس کے کپڑے نہیں پھاڑے اس بات کا ان کے پاس کیا ثبوت ہے؟ پھر جناب سپیکر! ایک مسیح' عیسائی جو ہے اس کے لیے آپ کا شراب کا کیا قانون ہے؟ وہ شراب پی سکتا ہے نہیں پی سکتا' بیچ سکتا ہے نہیں بیچ سکتا' رکھ سکتا ہے یا نہیں رکھ سکتا۔ یہ بھی ایک الگ سوال ہے میں جس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اور میں اپنی تحریک کی حد تک بات کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس نے پولیس گردی کے ذریعے زیادتی کی جو کہ ان کے بھی نوٹس میں ہے جناب والا! یہیں لاہور شہر میں ایک پولیس آفیسر ایس ایچ او اپنے گھر میں ایک عورت کو تھانے سے لے گیا اور اس کے ساتھ rape کیا گیا ان پولیس والوں کا تو یہ حال ہے یہ پولیس کی باگ کو کھینچیں' ان کو لگام دیں تا کہ یہ اپنے رویے درست کریں۔ غریبوں کی عزت محفوظ کرنا اور ان کو ان کے بنیادی حقوق فراہم کرنا' پارلیمانی سیکرٹری صاحب ان کے محکمے کی حکومت کی اس اسمبلی کی سب کی ذمہ داری ہے۔ جن افسران

نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی' جو منہا مسیح کے شک میں کسی دوسرے شہری کو تھانے میں پکڑ کر لے گئے ان افسران کے خلاف اب تک کیا کارروائی ہوئی ہے۔ اگر تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ سمجھتے ہیں اور بتا سکتے ہیں کہ اس سلسلے میں کسی کو معطل کیا گیا' اس کے خلاف کوئی ایکشن ہوا کوئی سزا دی گئی یا کوئی شوکاز نوٹس دیا گیا پھر تو ان کا جواب درست ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ محکمے نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں۔ اس لیے میری تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب ذرا وضاحت فرمائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ): جناب سپیکر! چودھری صاحب نے جو فرمایا ہے کہ پولیس نے زیادتی کی ہے میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر شراب پینے والوں کو نہ روکا جائے تو پھر ان کا کیا خیال ہے؟ شراب بیچنے والوں سے پوچھا نہ جائے کہ آپ شراب کیوں بیچتے ہیں تو اس بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ میں یہ وضاحت کر دوں کہ پولیس والے جب اس کے گھر میں گئے تو وہاں پر کوئی اور آدمی موجود نہیں تھا صرف یہی شخص تھا۔ اگر کوئی اور آدمی موجود ہوتا تو وہ تصدیق کر دیتا کہ واقعی یہ منہا مسیح نہیں ہے۔ جب اس پر شک تھا تو اسے پکڑ کر تصدیق کرنا پولیس کا فرض تھا۔ لہٰذا پولیس نے اپنا فرض ادا کیا ہے جب اسے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ تو ایک گجر ہے اور دودھ دینے کے لیے آیا ہے تو پھر پولیس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ چودھری فاروق صاحب فرما رہے ہیں کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی بات سمجھ میں نہیں آئی حالانکہ انہوں نے تمام بات دہرا بھی دی ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہاں پر عیسائی آبادی ہے وہاں پر لوگ شراب کا کاروبار کرتے ہیں' لہٰذا اس کے متعلق یہ پوچھنا کہ شراب کہاں سے لی گئی ہے یا شراب کا پکڑنا کوئی جرم والی بات نہیں ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس سے ان کا کون سا استحقاق مجروح ہوا ہے؟ تحریک استحقاق کیسے بنتی ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! گجر تو دودھ بیچتے ہیں' دودھ کا کاروبار کرتے ہیں' شراب کا ان سے کیا تعلق؟ کہیں وہ کھوکھر نہ ہوں (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی؟

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ): جناب والا! دودھ بیچنا جن کا کام ہے وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ (قہقہے) بہرحال میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ انہوں نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان لوگوں کے خلاف کوئی کیس رجسٹرڈ ہوا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ)، جناب والا! پولیس والوں کے خلاف کیس رجسٹرڈ ہوا تھا' منہا مسیح اور اس کی بیوی نے یہ رپورٹ کی کہ یہ بلا وجہ ہمارے گھر میں آئے ہیں اس پر کیس رجسٹرڈ ہوا لیکن دوران تفتیش یہ پایا گیا کہ گلشن راوی والوں نے ایک شرابی آدمی کو پکڑ کر تھانے میں پیش کیا تھا اس شرابی نے یہ کہا تھا کہ میں نے یہ شراب منہا مسیح سے خریدی ہے۔ اس کی نشان دہی پر منہا مسیح کے گھر پر چھاپہ مارا گیا۔ چنانچہ اس نشان دہی پر وہ منہا مسیح کے گھر کے گئے تھے وہاں پر وہ آدمی منہا مسیح موجود نہیں تھا۔ وہاں ایک حسن نامی آدمی موجود تھا لیکن اس کے ساتھ بھی کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ صرف اس کی تصدیق کرنے کے بعد اس کو وہاں سے فارغ کر دیا گیا۔ معزز رکن نے داستان تو بڑی لمبی چوڑی بیان کی ہے لیکن انہوں نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے تفتیشی اختیارات میں رہتے ہوئے اس بات کی تصدیق کی ہے۔ شرابی کا پتا کیا ہے' شرابی کا معلوم کرنا یا اسے شراب سے منع کرنا' شرابی کا پکڑنا کوئی جرم نہیں۔ لہٰذا اگر پولیس کے خلاف انہیں کوئی اور شکایت ہے تو یہ بتائیں ہم ان کی شکایت ضرور رفع کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اس مسئلے پر بات کرتے ہوئے کافی وقت ہو چکا ہے' آپ اس ہاؤس کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانے میں ہمیشہ ہماری رہ نمائی فرماتے ہیں میں آپ سے بھی یہی استدعا کروں گا کہ جب آپ کی اپنی باری بھی ہو اس وقت بھی قواعد و ضوابط کا خیال رکھا کریں۔ اب آپ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

چودھری محمد فاروق، جناب والا! میں قواعد و ضوابط کے تحت ہی عرض کر رہا ہوں میں نے یہ تحریک بالکل پیش نہیں کی کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے' پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو شک ہو گیا ہے۔ جناب والا! جس شہری کے ذمہ جرم نہیں ہے جس کو ایف آئی آر میں ملزم نامزد نہیں کیا گیا اس کو تھانے نہیں لے جایا جا سکتا۔ اس طرح سے تھانے میں لے جانا اس شخص کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ جناب سپیکر! یہ آئین اور بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ جناب والا! میں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں نے شراب پی ہے آپ نے اسے کیوں پکڑا ہے اور اس کے خلاف مقدمہ کیوں درج ہوا ہے؟ میں ایسی کوئی بات نہیں کر رہا۔ میں شراب کے حوالے سے بات نہیں کر رہا بلکہ بنیادی حقوق کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ایک غریب آدمی کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کی

گئی ہے۔ اس پولیس گردی کے خلاف میری تحریک ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب محض جواب برائے جواب دے رہے ہیں۔ ابھی تک ان کا اپنا نقطہ نظر واضح نہیں ہے کہ وہ کس بارے میں جواب دینا چاہتے ہیں۔ اس شخص کو بلا جواز تھانے میں بلا کر پولیس گردی کی گئی ہے' اس کی بیوی کے خلاف بھی پولیس گردی ہوئی ہے۔ جناب والا! یہ جو کہتے ہیں کہ ہم نے پولیس والوں کے خلاف مقدمہ درج کیا ہے' میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کارروائی کیا ہوئی ہے؟ کیا کسی کے خلاف نوٹس لیا گیا۔ ایک مہمان کو ان کے گھر سے پکڑ کر یہ لوگ تھانے لے کر آئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جس وقت پتا چلا کہ یہ اصل ملزم نہیں ہے تو اس کو اسی وقت چھوڑ دیا گیا۔ اس کے ساتھ کوئی تشدد یا زیادتی نہیں ہوئی۔

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ)، جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ چودھری صاحب خود ایڈووکیٹ ہیں۔ قانون کو بھی یہ اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اب اسے dispose of کرنا چاہیے آپ اپنی تحریک کو پریس کرتے ہیں یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ)، جناب والا! یہ خود وکیل ہیں اور یہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ پولیس کو یہ اختیار ہے کہ کسی کے نام پتے کے متعلق ان کو شک ہو تو اس کی تفتیش کرنا ان کا قانونی حق ہے یہ خود سب کچھ جانتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب آپ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب سے مطمئن ہیں؟

چودھری محمد فاروق، جناب والا! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب سے تو مطمئن نہیں ہوں میاں شہباز صاحب بھی مطمئن نہیں ہیں۔ آپ اپنی رولنگ دے دیں میں آپ کی رولنگ سے مطمئن ہو جاؤں گا۔ اتنی یقین دہانی کروا دیں کہ غریبوں کو بھی ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کافی تفصیل سے اس مسئلے پر بات ہوئی ہے۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! یہ اتنی یقین دہانی کروا دیں کہ غریبوں کو بھی ان کے بنیادی

حقوق فراہم کرنے کے لیے پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس امر کی حمایت کریں گے اور پولیس گردی کی حمایت نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی بات درست ہے۔

میاں شہباز احمد، جناب والا! ابھی چودھری فاروق صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے یہ کہا ہے کہ میاں شہباز صاحب بھی پارلیمانی سیکرٹری کی جواب سے مطمئن نہیں ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات پارلیمانی روایات کے خلاف ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف باقاعدہ اشارہ کرے۔ آپ چیئر کو مخاطب کر سکتے ہیں لیکن ڈائریکٹ مجھے نہیں کہہ سکتے دوسری بات یہ ہے جہاں تک پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب کا تعلق ہے جب مجھے ان کی بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی تو میں نے اس وقت واضح طور پر کہہ دیا تھا۔ لیکن بعد میں انھوں نے واضح طو پر اور تفصیل کے ساتھ بات کی ہے تو میں سمجھتاہوں کہ چودھری فاروق صاحب کو بھی ان کی بات پر راضی ہونا چاہیے۔ ایک آدمی اچھی بات کر رہا ہے تو ان کو ان کی بات کو مان لینا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب حدود آرڈیننس کے سیکشن 11 کو بھی جا کر پڑھ لیں۔ اگر انہیں کہیں سے یہ کتاب مل جائے۔ گھر میں یہ cognizable offence ہی نہیں ہے۔ کسی کے گھر میں پولیس والے جا ہی نہیں سکتے۔

رانا ثناء اللہ خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پہ جناب کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں پولیس کا یہ معمول بنا ہوا ہے کہ قانونی ضابطے کے مطابق وہ کسی کو گرفتار کرنے یا کسی کے گھر میں داخل ہونے سے متعلق جو انہیں اجازت چاہیے ہوتی ہے وہ تو ہر گز نہیں لیتے۔ لیکن اس وقت جو پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے on the floor of the House یہ بات تسلیم کی ہے کہ فلاں شخص کو پولیس نے گرفتار کیا تھا' پکڑ کر تھانے لے گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد جب انہیں یہ پتا چلا کہ غلط فہمی کی بناء پر اس آدمی کو پکڑا گیا ہے تو پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بات کی تحقیق کروائیں یا آپ اس سلسلے میں نوٹس لیں کہ اگر اس شخص کو دفعہ 54 کے تحت گرفتار کیا گیا تھا جس کے پولیس کو دفعہ 54 سی آر پی سی کے تحت اختیارات ہیں کہ وہ کسی بھی شخص کو شک کی بنیاد پر پکڑ سکتی

ہے۔ اگر وہ شک بعد میں ثابت نہ ہو تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے حسب ضابطہ گرفتار نہیں کیا گیا یعنی دفعہ 54 کے تحت گرفتار نہیں کیا گیا تو پھر یہ واقعی اس کے آئینی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اور یہ بات on the floor of the Hosue سامنے آئی ہے۔ اس کا نوٹس لیا جانا چاہیے۔ اور میں اس معاملے میں جناب سے یہ چاہوں گا کہ اس بارے میں آپ رولنگ دیں اور اس بات کی تحقیق ہو۔ اگر انہوں نے اسے غیر قانونی طور پر پکڑا ہے تو پھر افراد کا اس چیز پر محاسبہ ہونا چاہیے جنہوں نے یہ غیر قانونی عمل کیا ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ اس پر کافی بحث ہو چکی ہے اب میں معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں مزید متعلقہ محکمہ سے بات کریں اور یقین دہانی کروائیں کہ کسی بھی فرد کے ساتھ غیر انسانی سلوک نہیں ہونا چاہیے۔ اور جہاں تک آپ کی یہ تحریک التوائے کار کا تعلق ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں واضح جواب دے دیا ہے۔ میں اس کو قاعدے اور ضابطے کے مطابق رول آؤٹ کرتا ہو۔ اور معزز پارلیمانی سیکرٹری سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی یہ کوشش کریں کہ آئندہ اس قسم کے واقعات کو نہ دہرایا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (داخلہ)، حکم کی تعمیل ہو گی۔ اس میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ اس آدمی کے ساتھ کوئی کارروائی نہیں کی گئی نہ اسے گرفتار کیا گیا ہے نہ کچھ اور کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی فرمائیے۔

وزیر قانون، میں ایک رپورٹ lay کرنا چاہتا ہوں۔

حسابات مالیات، حسابات مد بندی اور ان پر آڈیٹر جنرل پاکستان کی رپورٹ بابت سال 90-1989ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW: I lay the Finance Accounts, Appropriation Accounts and Report of the Auditor General of Pakistan thereon for the year 1989-90

MR DEPUTY SPEAKER: The Finance Accounts, Appropriation Accounts and Report of the Auditor General of Pakistan thereon for the year 1989-90 has been laid on the Table. It is referred to the Public Accounts Committee No. I

for report within one year

حکومت پنجاب کے تجارتی اداروں پر آڈیٹر جنرل پاکستان کی رپورٹ بابت سال 90-1989ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW: I lay the Report of the Auditor General of Pakistan on the Public Sector Enterprises,Government of the Punjab, for the year 1989-90

MR DEPUTY SPEAKER: The Report of the Auditor General of Pakistan on the Public Sector Entrprises, Government of the Punjab, for the year 1989-90 has been laid on the Table. It is referred to the Public Accounts Committee No. II for report within one year

مسودہ قانون (تنسیخ) ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب بابت 1992ء
(مسودہ قانون نمبر 12 بابت 1992ء)

(-------------جاری)

CLAUSE-7

MR DEPUTY SPEAKER: Now, we come to legislation. Clause 7 of the Bill was under consideration. Two amendments have been received in it. The first one is by Malik Iqbal Ahmed Khan Langrial, Syed Chiragh Akbar Shah and Mr. Ghulam Sarwar Khan. Mr. Langrial to move his amendment.

MR GHULAM SARWAR KHAN: There is no quorum in the House

MR DEPUTY SPEAKER: Let there be a count

رانا ثناء اللہ خان: ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم پورا ہے۔ جی ملک صاحب۔

جناب غلام سرور خان: دوبارہ گنتی کروائی جائے۔ ہاؤس میں کورم پورا نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں لاء منسٹر صاحب بھی چلے گئے ہیں' شاید کورم بھی ٹوٹ گیا ہو۔ گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم نہیں ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔۔۔ گنتی کی گئی۔۔۔رانا صاحب! اب تو کورم پورا ہو گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب لاء منسٹر نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ایک روز لاء اینڈ آرڈر پر بھی بحث ہو گی۔ اس سے پہلے لاء منسٹر صاحب نے اپنے ممبران کی طرف سے تحریک التواء دلوا کے سو تحاریک التواء لائن میں لگا دی ہیں۔ ہم سے پہلے اور اب اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر رہے تھے کہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہونی چاہیے یا نہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے رانا صاحب سے یہ گزارش کی ہے کہ ڈاکٹر ممتاز صاحب نے کچھ تحاریک التواء دی تھیں۔ لیکن اصل میں یہ جو سو کی بات کر رہے ہیں وہ جماعت اسلامی والوں نے دی ہیں۔ اب جماعت اسلامی والے actually حزب اختلاف کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے ہیں۔ اب اس کا غصہ یہ ہمارے اوپر نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے تحاریک التواء دلوائی ہیں تاکہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث نہ ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اگر یہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو حکومت کو کوئی اعتراض نہیں۔ ایک دن لاء اینڈ آرڈر پر بھی بحث کروا لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! آپ اپنی ترمیم move کریں۔

MALIK IQBAL AHMAD KHAN LANGRIAL: Sir, I move -

That in para (n) of Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "the" and "market" occurring in line 1, the word "present" be

inserted

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:-

That in para (n) of Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "the" and "market" occurring in line 1, the word "present" be inserted

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I oppose it Sir

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، جناب سپیکر! یہ جو ہم کوآپریٹوز کا بل یہاں پاس کر رہے ہیں اس پر کل بھی تفصیل سے باتیں ہوئی تھیں۔ تجاویز دی گئیں۔ اس میں کافی خامیاں تھیں جن کی نشان دہی کل ہم نے کی۔ اور آج بھی ہم نے کلاز -5 پر یہ بھی اعتراض کیا کہ جو سٹینڈنگ کمیٹی بنائی گئی تھی اس نے جو سفارشات دی ہیں ان میں خاصی خامیاں اور کمی ہے۔ اس لحاظ سے اس پر اعتراض کیا گیا تھا کہ کلاز -5 میں جو مارکیٹ پرائس کے متعلق یہاں بتایا گیا تو اس میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ قیمت کب ادا کی جائے گی، کس طرح کی جائے گی۔ اس کی کچھ نہ کچھ وضاحت ہونی چاہیے تھی۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وضاحت نہ کرنے سے قواعد کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے اور ان لوگوں کی بھی حق تلفی ہوتی ہے کہ جنہوں نے وہ سوسائٹی بنائی۔ ان افراد کو وہ جو قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں میرے خیال سے وہ ادائیگی بھی صحیح طریقے سے نہیں کر سکیں گے۔ وہ اس طرح سے کہ جب ایک سوسائٹی بنتی ہے تو وہ لوگوں سے پیسے اکٹھے کر کے کوئی پراپرٹی خریدتی ہے اور اس پراپرٹی کو پانچ سال یا تین سال کے بعد جب آپ آکشن کریں گے تو یقیناً اس کی قیمت زیادہ ہوگی۔ اور یہاں سٹینڈنگ کمیٹی نے جو رپورٹ دی ہے اس میں قطعاً کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس کو موجودہ قیمت دی جائے گی یا پانچ سال بعد کی قیمت دی جائے گی یا تین سال کی سابقہ قیمت دی جائے گی۔ جناب سپیکر! عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ جب بھی حکومت کوئی پراپرٹی لیتی ہے تو پچھلی پانچ سالہ اوسط کے حساب سے لیتی ہے۔ یا پچھلے تین سال کی اوسط رکھ لیتی ہے۔ اس سے اس کمیٹی یا ان افراد کی حق تلفی ہوتی ہے جن کی کوئی زمین یا پراپرٹی گورنمنٹ لیتی ہے۔ اسی لیے میری یہ استدعا جناب وزیر قانون سے بھی ہے کہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ اگر اس میں یہ لکھ دیا جائے کہ جو قیمت

ہم دیں گے وہ موجودہ مارکیٹ پرائس کے برابر ہو گی۔ تو یہ ہے میری تجویز جو کہ میں نے پیش کی ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید چراغ اکبر شاہ صاحب۔۔۔جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! بورڈ کے فرائض میں یہ بات بھی رکھی گئی ہے کہ وہ اثاثوں کی بازاری قیمت assess کرے۔ تو بازاری قیمت ہوتی ہی موجودہ قیمت ہے۔ اس وقت بازاری قیمت کیا مقرر کریں گے؟ پہلے سے ہی جو شق قانون میں موجود ہے اس کے مطابق مارکیٹ ویلیو جب بھی کوئی کمیٹی یا کوئی فورم assess کرتا ہے تو وہی موجودہ مارکیٹ ویلیو assess کرتا ہے۔ previous یا مستقبل کی مارکیٹ ویلیو assess ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ قانون میں یہ موجود ہے کہ بورڈ اس کی مارکیٹ ویلیو assess کرے گا تو اس سے مراد ہی یہی ہے کہ موجودہ جو بازاری قیمت ہے وہی assess کرے گا۔ اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ اس کو مسترد کیا جائے اور قانون میں جو پہلے ہی گنجائش موجود ہے اس کے مطابق موجودہ بازاری قیمت کا تقاضا پہلے ہی پورا ہوتا ہے۔ شکریہ۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is -

> That in para(n) of Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "the" and "market" occurring in line 1, the word "present" be inserted

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs He may move it

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move -

> That in Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives,--

(i) in para (t), the word "and" appearing at the end be deleted;

(ii) for Para (u), the following be substituted, namely -

"(u) maintain accounts in such manner as may be prescribed, and

(v) refer a case, for the recovery of a loan advanced by an Undesirable Cooperative Society or for the execution of any decree, order or award passed in favour of such a Society, at any stage of its proceedings to the Cooperatives Judge who may dispose it of or otherwise deal with it in accordance with such procedure as may be prescribed and until the proecedure is prescribed as may be determined by the Cooperatives Judge.".

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That in Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives,--

(i) in para (t), the word "and" appearing at the end be deleted,

(ii) for Para (u), the following be substituted, namely;-

"(u) maintain accounts in such manner as may be prescribed; and

(v) refer a case, for the recovery of a loan advanced by an Undesirable Cooperative Society or for the execution of any decree, order or award passed in favour of such a Society, at any stage of its proceedings to the Cooperatives Judge who may dispose it of or otherwise deal with it in accordance with such procedure as may be prescribed and until the procedure is prescribed as may be determined by the Cooperatives Judge."

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment is not opposed. Now, the

amendment moved and the question is:-

That in Clause 7 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives,--

(i) in para (t), the word "and " appearing at the end be deleted,

(ii) for Para (u), the following be substituted, namely:-

"(u) maintain accounts in such manner as may be prescribed; and

(v) refer a case, for the recovery of a loan advanced by an Undesirable Cooperative Society or for the execution of any decree, order or award passed in favour of such a Society, at any stage of its proceedings to the Cooperatives Judge who may dispose it of or otherwise deal with it in accordance with such procedure as may be prescribed and until the procedure is prescribed as may be determined by the Cooperatives Judge "

(The motion was carried)

MR DEPTUY SPEAKER: Now, the question is:-

That Clause 7 as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-8

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-9

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration,

since there is no amendment in it , the question is:-

That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-10

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it , the question is:-

That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-11

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration, since there is no amendmen in it , the question is:-

That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-12

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it , the question is -

That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-13

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it , the question is -

That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-14

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is :-

That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-15

MR DEPUTY SPEAKER: Now. Clause 15 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-16

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-17

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-18

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is :-

That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-19

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-20

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-21

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-22

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is.-

That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-23

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration,

since there is no amendment in it , the question is:-

That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-24

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it , the question is:-

That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-25

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-26

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it , the question is.-

That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-27

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move the amendment.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

That for Clause 27 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following be substituted, namely -

"27. Saving.- All orders made, proceedings taken and acts done by any authority, or person which were made, taken or done or purported to have been made, taken or done under the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XX of 1992), the Punjab (XXXI of 1992), the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XXXVII of 1992) and the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1993 (II of 1993) shall be deemed to have been made, taken or done under this Act."

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That for Clause 27 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following be substituted, namely -

"27. Saving.- All orders made, proceedings taken and acts done by any authority, or person which were made, taken or done or purported to have been made, taken or done under the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XX of 1992), the Punjab (XXXI of 1992), the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XXXVII of 1992)

and the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1993 (II of 1993) shall be deemed to have been made, taken or done under this Act ".

(The amendment was not opposed)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is -

That for Clause 27 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, the following be substituted, namely.-

"27 Savings - All orders made, proceedings taken and acts done by any authority, or person which were made, taken or done or purported to have been made, taken or done under the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XX of 1992), the Punjab (XXXI of 1992), the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1992 (XXXVII of 1992) and the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1993 (II of 1993) shall be deemed to have been made, taken or done under this Act ".

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the question is -

That Clause 27 as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-28

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration

One amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move the amendmente.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

> That for Clause 28 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperative, the following be substituted, namely.-
>
> "28 Repeal -The Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1993 (II of 1993) is hereby repealed ".

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is .-

> That for Clause 28 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperative, the following be substituted, namely -
>
> "28 . Repeal - The Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Odinance, 1993 (II of 1993) is hereby repealed.".

(The amendment was not opposed)

MR DEPUTY SPEAKER: Now. the amendment moved and the question is:-

> That for Clause 28 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperative . the following be substituted, namely.-
>
> "28 . Repeal . - The Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Ordinance, 1993 (II of 1993) is

hereby repealed."

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the question is :-

That Clause 28 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-2

MR DEPUTY SPEAKER: Now. Clause 2 of the Bill is under consideration

The qustion is -

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

SCHEDULE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the schedule of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is -

That the Schedule of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE-1

MR DEPUTY SPEAKE: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it, from the Minister for Law and Parliamentary Affairs He may move the amendment

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the figures "1992" occurring in line 2, the figures "1993" be substituted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is :-

That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, for the figures "1992" occurring in line 2, the figures "1993" be substituted.

(The motion was not opposed)

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is :-

That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the StandingCommittee on Cooperatives, for the figures "1992" occurring in line 2, the figures "1993" be substituted.

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the question is :-

That Clause 1 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration since there is no amendment in it, the question is :-

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

LONG TILTE

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration, since there no amendmet in it, become part of the Bill. Minister for Law and Parliamentary Affairs!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, be passed.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is :-

That the Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992, be passed

MR FARID AHMAD PIRACHA: Opposed

RANA SANA ULLAH KHAN: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب آپ پہلے اس کی favour میں کوئی بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ بات کرلیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں بعد میں بات کر لوں گا۔ اس وقت تو کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پراچہ صاحب' آپ نے پہلے اپوز کیا ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جی جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں نے اس پورے بل کو اس لیے اپوز کیا ہے کہ اس کی سرے سے ضرورت ہی نہیں تھی۔ کوآپریٹوز سوسائٹی ایکٹ 1925ء ایک مکمل دستاویز ہے جس کے مطابق اگر عمل کیا جاتا تو کئی وہ خرابیاں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ خرابیاں قانون سازی کی وجہ سے نہیں ہوئیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں ہوئیں کہ قانون میں کوئی نقص تھا۔ اب ہم اس کے بعد تین ایکٹ لے کر آئے ہیں لیکن غریب لوگوں کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔ ابھی تک لوگوں کو اپنی امانتیں کوآپریٹو سوسائٹیز سے واپس نہیں ملیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل خرابی یہاں نہیں ہے کہ کوئی قانون میں نقص ہے۔ قانون میں اگر نقص ہوتا تو دو بل اس سے پہلے ہم پاس کر چکے ہیں۔ تو اس کے بعد تو لوگوں کا مسئلہ حل ہو جانا چاہیے تھا لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925ء میں جو شرائط بیان کی گئی تھیں کسی بھی کوآپریٹو سوسائٹی کو رجسٹر کرتے وقت ان کی پابندی نہیں کی گئی۔ ان کی مخالفت کی گئی۔ وہ سوسائٹی اپنے بائی لاز پاس

نہیں کر سکتی تھی لیکن ان کو بائی لاز پاس کرنے کی اجازت دی گئی۔ تو جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ رجسٹریشن کیسے ہوئی ہے یہ سب کو معلوم ہے کہ ایک سوسائٹی کو رجسٹر کروانے کے لیے پانچ، پانچ چھ، چھ لاکھ روپیہ لیا گیا جب کہ ایکٹ میں اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور وہ سوسائٹی جو بزنس کرے، سرمایہ کاری کرے اس کو رجسٹر کرنے کی ایکٹ میں کوئی گنجائش نہیں تھی سوسائٹی کو رجسٹر کرنے کے لیے یہ شرط بھی موجود ہے کہ سوسائٹی کے ممبران یا تو ایک ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں یا ایک ہی پیشے سے تعلق رکھنے والے ہوں یہ تو localized قسم کی سوسائٹیاں تھیں لیکن ان کو پورے صوبے کے اوپر محیط کر کے ان کو دفاتر کھولنے کی اجازت دے کر اور ان کو اپنے ایسے بائی لاز بنانے کی اجازت دے کر ان کو کھلی چھٹی دی گئی۔ جناب والا! یہ کس نے دی آج ان کے بارے میں تو کوئی قانون نہیں بنایا گیا بلکہ قانون میں تو کوئی شق بھی نہیں رکھی گئی کہ وہ افسران جنہوں نے اس بات کی اجازت دی جنہوں نے لوگوں کو یہ تاثر دیا اور یہ یقین دیا کہ یہ سرکاری طور پر رجسٹرڈ سوسائٹیاں ہیں جنہوں نے اس کاروبار کی کھلی چھٹی دیے رکھی اور جنہوں نے اس طرح کے بڑے بڑے اشتہار چھپنے دیے اور کہیں بھی تردید نہیں کی کیا وہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں کیا آپ نے ان کے بارے میں اس ایکٹ میں کوئی دفعہ رکھی ہے کیا آپ نے اس کا تصور کیا ہے اور پھر بھی یہ معاملہ ان ہی پر چھوڑ دیا ہے وہی بیورو کریسی جنہوں نے ایسی کھلی چھٹی دے کر اور ایسی سوسائٹیاں رجسٹر کر کے لوگوں کو کروڑوں روپے کی جمع پونجی سے محروم کر دیا۔ جناب والا! ایسے ایسے واقعات ہیں کہ بیرون ملک سے کمائی کر کے لانے والوں کو بھی لوٹا گیا۔ میں ایک آدمی کو ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ باہر سے پندرہ لاکھ روپیہ کما کر لایا اس نے دس لاکھ روپے تاج کمپنی میں جمع کروا دیے اور وہ وہاں ڈوب گئے اور پانچ لاکھ اس نے ایک سوسائٹی میں جمع کروائے اور یہ وہاں ڈوب گئے اور اب لوگ اپنی بیویوں کے زیور بیچ کر گزارے کر رہے ہیں اور یہ پینشن یافتہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی عمر کی ساری کمائی جمع کروا دی تھی لیکن جناب اس کو رجسٹر کیا گیا اور یہ رجسٹر کرنے والے اصل ذمہ دار ہیں اب پھر آپ نے سارا کچھ ان کو ہی دے دیا اور ان کو آپریٹو سوسائٹیوں کے وہی افسران وہی رجسٹرار اور دوسرے لوگ ہیں کہ اب تمام کے تمام اختیارات ان کے پاس ہیں اور وہاں سے لوگوں کو کوئی حق نہیں مل رہا جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے یہ شعر ہے کہ،

جو آگ لگائی تھی تم نے
اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے
اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

اب یہ کھاتہ دار بیورو کریسی کے چنگل میں پھنس گئے ہیں ان کو اب وہاں سے کون نکالے گا اب تو آپ نے یہ بات کئی برسوں پر محیط کر دی ہے یہ کوآپریٹو بورڈ بنے ہیں ان میں عدلیہ کے کسی جج کو رکھنے کی کوئی پروویژن نہیں رکھی گئی کہ کہیں پر بھی آپ عدلیہ کے جج صاحبان کو اس میں رکھیں اس میں جو افراد ہوں گے وہ افسر شاہی کے ہی نمائندے ہوں گے اور پھر لوگوں کو ان کی عمر بھر کی کمائی سے محروم کر دیا جائے گا جناب سپیکر! سترہ سو کروڑ روپیہ ان سوسائٹیوں کے پاس ہے 102 سوسائٹیاں رجسٹر کی گئیں لیکن ابھی تک تین سوسائٹیوں کے بارے میں ایک دفعہ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ایک لاکھ والے کھاتہ داروں کو رقم دی جائے گی دوسری دفعہ اعلان کیا گیا کہ پچاس ہزار روپے والے کھاتہ داروں کو رقم دی جائے گی اب یہ کم کرتے کرتے صرف پچیس ہزار والے کھاتہ داروں تک آ گئے ہیں۔ مگر ان کے لیے بھی اتنا مشکل طریق کار بنا دیا گیا ہے کہ وہ اس سے رقم حاصل نہیں کر پا رہے اور ان کے بیان کے مطابق بیس کروڑ روپیہ ادا کیا گیا ہے یعنی سترہ سو کروڑ روپیہ جمع ہے اور بیس کروڑ روپیہ لوگ لے سکے ہیں تو جناب والا! اس قسم کے ایکٹ کا کیا فائدہ ہے جہاں اصل خرابی ہے اسے دور کیجیے اور جناب اس میں ایسی ایسی دفعات ہیں جن کی مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان دفعات کو رکھنے والے نے انہیں کس نیت سے رکھا ہے اور یہاں منظور کرنے والے اور ایز کہنے والے لوگوں کو کوئی اس بات کا احساس نہیں ہے کہ خدا کے پاس جا کر جواب دہی کرنی پڑے گی۔ جناب والا! یہ دفعہ رکھی گئی ہے کہ بیت المال سے رقم ادا کی جائے گی کیوں جی بیت المال کوئی آپ کے باپ کی جاگیر ہے کہ آپ بیت المال سے رقم دیں گے یہ تو غریبوں کے لیے ہے جنہوں نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو رجسٹر کر کے کروڑوں روپے کی جائیدادیں بنائی ہیں اور جنہوں نے کرپشن کر کے لوگوں کو محروم کیا ہے اور اپنی جائیدادیں بنائی ہیں ان کی جائیدادیں کیوں نہ ضبط کی جائیں یہ رقم کس لیے بیت المال سے دی جائے اور جناب اس میں ایک ضمن یہ بھی ہے کہ سوسائٹیوں پر ترقیاتی کام سرکاری رقم سے کیا جائے گا جناب سرکاری رقم سے کیوں ترقیاتی کام کیا جائے گا کیا سرکاری خزانہ اس لیے ہے کہ

لوگ لوٹتے رہیں اور ان کے لیے سرکاری افسران موقع فراہم کرتے رہیں اور پھر آپ ان کو ہی ترقیاتی رقم سرکاری خزانے سے دیں اور جناب! اس میں ایک ضمن یہ بھی ہے کہ مارکیٹ کی قیمت۔ جناب کیوں نہیں اس کے لیے نیلام عام کی شق رکھی جاتی تاکہ عام نیلامی ہو اور لوگوں کو پتہ چلے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں اور offers آئیں اور اس کے مطابق یہ کیا جائے۔ جناب والا! یہ مارکیٹ کی قیمت کا تعین کون کرے گا اور کیسے لوگوں کی بہتر رقوم وہاں سے حاصل ہوں گی۔ جناب سپیکر! اسی ضمن میں مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اسی ایکٹ میں ضمن نمبر ۹ بریت کی ہے جو چاہے یہ کرتے چلے جائیں' جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ یہ جتنا بھی لوٹ لیں پھر بھی اس کے بعد ان کو کھلی چھٹی ہے کہ کوآپریٹو بورڈ ہو یہ اس کے ممبران ہوں وہ جو بھی کریں گے وہ اس ایکٹ کے تحت کریں گے تو یہ ان کے لیے بریت ہے۔ جناب یہ بریت کیوں ہے یہ کہاں پکڑے جائیں گے ان کا کہاں احتساب ہو گا تو جناب سپیکر! مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اس میں کچھ دفعات ایسی مضحکہ خیز ہیں مثلاً سزا سات سال قید کی رکھی گئی ہے یا بیس ہزار روپیہ جرمانہ۔ تو جناب والا! اس میں کیا توازن ہے کہ ایک طرف تو سات سال قید بامشقت ہے اور دوسری طرف یا کے لفظ کے ساتھ بیس ہزار روپے جرمانہ ہے۔ یعنی بیس ہزار روپے جرمانہ۔ اور سات سال قید بامشقت کو آپ نے ترازو کے دو پلڑوں میں رکھ دیا۔ جناب والا! بیس ہزار روپے جرمانہ دینا کون سا مشکل ہے اور یہ جرمانہ بیس ہزار روپے تک ہے۔ یعنی وہ دس ہزار روپے بھی کر سکتا ہے' وہ دس روپے بھی کر سکتا ہے اور وہ جرمانے کر کے بری کرتا چلا جائے اس کے اندر "یا" کا لفظ ہے۔ یا وہ سات سال قید بامشقت دے گا یا وہ بیس ہزار روپے دے گا تو جناب والا! یہ کیا مضحکہ خیز بات ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے کا سارا ایکٹ بد نیتی پر مبنی ہے اس کے ساتھ پھر تحفظ دیا گیا ہے اور کھاتہ داروں کے لیے مشکلات پیدا کی گئی ہیں اور اس کے لیے اس میں ایسی چیزیں لائی گئی ہیں جو بنیادی ایکٹ کے مخالف ہیں مثلاً کوآپریٹو سوسائٹی کا بنیادی ایکٹ قرض دینے کے لیے ہے لیکن اس کی دفعہ نمبر 4 میں یہ رکھا گیا ہے کہ قانون ہذا کے نفاذ کے بعد قرض دینے کی غرض سے قائم کی گئی کوآپریٹو سوسائٹیز بنیں جو اپنے ممبران کو قرض دیں لیکن اس میں آپ نے پابندی لگا کر 1925ء کے ایکٹ کی بھی مخالفت کر دی اور پھر عدالتوں کے حق کو محروم کیا گیا ہے۔ جناب والا! عدالتوں میں کسی بھی آدمی کو جانے کا آئینی حق ہے لیکن اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس ایکٹ پر کسی بھی عدالت کا حکم اثر انداز

نہیں ہو گا۔ تو جناب والا! یہ کیسی قانون سازی ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ قانون ساز کی بنیادی روح کے مطابق ہے۔

جناب والا! میں طوالت کی بجائے اپنی بات کو اختصار کی طرف لاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر یہ عرض کروں گا کہ میرا مسئلہ نہ تو کوآپریٹو سوسائٹی سے ہے اور نہ ہی افسران سے میرا مسئلہ تو وہ غریب کھاتے دار ہیں جو ایک عرصے سے سڑکوں پر جلوس نکال کر رحم کی اپیل کر رہے ہیں اور بار بار استدعا کر رہے ہیں میں تو ان کی آواز لے کر آپ کے پاس آیا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی رقم کو مزید خوردبرد کرنے اور لوٹنے کے لیے آپ ایسے ایکٹ لے کر آئیں ورنہ اگر کوآپریٹو سوسائٹی ایکٹ پر ہی عمل کیا جاتا تو اس کے اندر بھی دفعات موجود ہیں اس میں دفعہ 4 بھی ہے اس میں سرچ وارنٹ بھی ہیں اس میں ناپسندیدہ سوسائٹیز کو ختم کرنے کے لیے تمام دفعات موجود ہیں اصل معاملہ تو عمل درآمد کا ہے۔ عمل درآمد نہیں ہوا اس لیے یہ موقع دیکھنا پڑا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر یہ عرض کرکے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہی گزارش کروں گا کہ اس کو مسترد کیا جائے تاکہ یہ ہمارے قانون سازی ادارے کے اوپر کوئی بدنما دھبہ نہ بن جائے۔

آغا غلام حیدر: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! میری پراچہ صاحب سے ایک درخواست ہے کہ اب بس کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آغا صاحب' آپ پہلے اپنی سیٹ پر تو جائیں۔

چودھری عبدالمجید: (نکتہ وضاحت)۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوآپریٹو سوسائٹیز کے متعلق یعنی سترہ سو کروڑ روپے کا غبن خورد برد اور ہڑپ کر جانے کا کافی تذکرہ ہو چکا ہے جناب والا! یہ سترہ سو کروڑ روپے کی رقم جو ان کے پاس جمع تھی اس کا تخمینہ بھی غلط ہے میرے اندازے کے مطابق ان سوسائٹیز کی liability اس وقت ایک ہزار کروڑ سے زیادہ نہیں ہے اور اس میں وہ رقم بھی شامل ہے جو کوآپریٹو بورڈ نے بطور قرضہ بنکوں سے لی ہے دراصل اس مسئلے کو politicise کیا گیا تھا۔ میرے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے دو ارب روپیہ امریکہ بھجوا دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی فیملی کو support کرنے کے لیے اپنے دوستوں سے ادھار مانگ رہا ہوں۔ ان سوسائٹیز سے جس میں چار پانچ بڑی سوسائٹیز شامل ہیں نیشنل انڈسٹریل کارپوریشن' مرکنٹائل کوآپریٹو کارپوریشن' پاسبان اینڈ سروسز نے ہائی کورٹ میں حلف اور undertaking داخل کیے تھے کہ نو مہینے کے اندر اندر ہم تمام کھاتے

داران کو رقم واپس کر دیں گے اور ہائی کورٹ نے ان کی plea منظور کر لی تھی۔ اور ان پر ہمارے جج بطور چیئرمین مقرر کر دیے تھے تاکہ وہ نگہداشت رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب تفصیل میں نہ جائیں کیونکہ یہ وقت تفصیل میں جانے کا نہیں ہے اگر ایک آدھ پوائنٹ پر اپنی clarification کرنا چاہیں تو کر دیں کیونکہ ابھی تک رانا صاحب بات کرنا چاہتے ہیں اور وقت محدود ہے۔

چودھری عبدالمجید، میں ایک منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ ہماری جو سوسائٹی ہے جس کی liability پانچ یا ساڑھے پانچ ارب بنتی ہے ہمارے پاس سات ارب روپے کے اثاثہ جات جو ابھی تک کوآپریٹو بورڈ کی تحویل میں ہیں اور اس میں surplus ہیں اگر ان کو اچھی طرح نپٹایا جائے اور اچھی طرح سے handle کیا جائے تو ہمارا روپیہ بچ جائے گا۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے روپیہ ہڑپ کیا ہے اور نہ خورد برد کیا ہے اور نہ کوئی غبن کیا ہے ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اس کو میڈیا نے اور پولیٹیکل پارٹیز نے exploit کیا ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر کوئی فراڈ ہوا ہے۔ اگر ان سوسائٹیز کو سپورٹ کیا جاتا تو نہ صرف لوگوں کا روپیہ جلدی ادا ہو جاتا بلکہ آج سے چھ مہینے پہلے یہ معاملہ ختم ہو چکا ہوتا۔ اب اگر یہ معاملہ کوآپریٹو بورڈ handle کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اب یہ پانچ سال تک چلتا رہے۔ میں نے یہی عرض کرنا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! جی رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان، شکریہ جناب سپیکر! یہ بل جو آج اس معزز ایوان سے جبراً پاس کروایا جائے گا۔ اس کے پاس ہونے کے بعد اس ملک کے اقتدار اعلیٰ پر جو جتھہ مسلط ہے' کوآپریٹو سکینڈل اس کا شاہکار ہے۔ یہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ ان سوسائٹیز سے پہلے ان حکم رانوں نے اور صاحب اقتدار نے اربوں کے قرضے حاصل کیے اور جب ان قرضوں کی واپسی کا وقت آیا تو انہیں کسی نے یہ سائنٹفک طریقہ سمجھا دیا کہ بجائے اس کے کہ آپ ان سوسائٹیز کو واپس کریں کیوں نہ ان کو ویسے ہی dissolve کریں' ان کے تمام اثاثہ جات پر قبضہ کریں۔ اور قبضہ کر کے ان کے پاس جو بچ رہا ہے وہ بھی آپ اپنے کھاتے میں ڈالیں جس طرح سے میرے بھائی چودھری مجید صاحب نے بات کی ہے کہ ہمارے سات ارب کے اثاثہ جات ہیں اور liability پانچ ارب کی ہے۔ ہم کہتے ہیں اور ہم نے ہائی کورٹ میں undertaking دی ہے کہ ہم انہیں ادا کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیں ادا کرنے نہیں دیتے۔ تو جناب بات یہ ہے کہ جو دو

ارب سرپلس ہے وہ انہوں نے اپنے کھاتوں میں ڈالنا ہے' اپنے پیٹوں میں ڈالنا ہے۔ اس لیے یہ کیسے انہیں ادا کرنے دیں۔ ان کے لیے تو لوگ در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں انہیں تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ ان کا بینک بیلنس کس طریقے سے بڑھ سکتا ہے۔ جناب سپیکر! ان سوسائٹیز کو قرضے واپس کرنے کی بجائے ایک خاص تاثر حکومت کی طرف سے پورے ملک میں پھیلایا گیا۔ کوآپریٹو منسٹر نے یہاں ایوان میں کھڑے ہو کر یہ بات کہی کہ ہم نے لوگوں سے کئی بار کہا ہے کہ ان سوسائٹیز سے اپنے پیسے واپس لے لو' یہ بیٹھنے والی ہیں' یہ ختم ہونے والی ہیں۔ جناب سپیکر! جو بینکنگ کا اصول ہے اس کے مطابق میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ حبیب بینک' یونائیٹڈ بینک' یا سٹیٹ بینک بھی اگر سو فی صد کسٹمرز ایک دم اس کے پاس چلے جائیں کہ ہمارے پیسے ہمیں واپس دیں تو وہ بینک بھی واپس نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس بھی کوئی پرسنٹیج ہوتی ہے رقم واپس کرنے کے لیے۔ جب یہ تاثر پھیلایا گیا تو تمام لوگوں نے ان سوسائٹیز پر ایک دم رش کیا جس سے یہ سوسائٹیز سنبھل نہ سکیں۔ اس کے بعد انہیں سنبھلنے کا وقت نہیں دیا گیا کیونکہ ان لوگوں نے پہلے سے یہ طے کیا ہوا تھا کہ ہم نے ان کو اس طرح سے قابو کرنا ہے اور اس کے بعد یہ کیا کہ اپنے ایجنٹ تمام شہروں میں بھیجے' ان برانچوں میں جا کر بٹھایا اور سودے کیے کہ جناب آپ کی یہ لاکھ کی سی ڈی آر کتنے میں دیتے ہیں۔ انہوں نے تیس ہزار سے شروع کیا اور پچاس ہزار تک یہ تمام سی ڈی آر خریدیں۔ اور وہ اربوں روپیہ جو انہوں نے خود قرض دینا تھا وہ ان سی ڈی آر کے ذریعے واپس کیا۔ جو اخبارات میں خبریں چھپتی رہی ہیں کہ ہم نے جو قرض لیا تھا وہ واپس کر لیا۔ انہوں نے کچھ واپس نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ سی ڈی آر لوگوں سے 30 فی صد خرید کے واپس کیں۔ اس طرح سے انہوں نے وہاں پر بھی اربوں روپیہ کمایا۔ جناب سپیکر! ان سوسائٹیز کا یہ جو مؤقف ہے کہ ہم اپنی liabilities ادا کر سکتے ہیں تو اس کو حکومت تسلیم نہیں کرتی۔ ذوالفقار اعوان صاحب جن سے انہوں نے الیکشن کے دوران جھرلو چلانے کے لیے دس کروڑ روپیہ قرض لیا تھا اس وقت تو وہ بہت اچھے تھے' اس وقت تو وہ بڑے نیک آدمی تھے۔ چودھری مجید صاحب بھی ان کو قرضوں کی صورت میں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ دیتے رہے ہیں۔ اور اب صورت یہ ہے کہ پارلیمانی پارٹی کا اجلاس ہو تو ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ یہاں پر پہنچ کیسے گئے ہیں۔ ہم تو آپ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ تو جناب والا! یہ سارا معاملہ mis-manage یا mis-handle نہیں کیا گیا بلکہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت ان کو لوٹا گیا ہے اور یہ وہی مثال بنتی ہے کہ بازار حسن

میں ایک دفعہ آگ لگ گئی، آگ بہت شدید تھی۔ ایمرجنسی ڈیکلیئر ہو گئی ریڈیو اور ٹی وی پر بھی اعلان ہونا شروع ہو گیا۔ سب نے رش کیا اور تھوڑی دیر کے بعد آگ بجھا دی اور اور اس کے بعد اعلان ہوا کہ خدا کا شکر ہے کہ آگ بجھ گئی ہے لیکن دس پندرہ منٹ پر دوبارہ وہی ایمرجنسی کی گھنٹیاں اور اعلان ہونے شروع ہو گئے اور بتایا گیا کہ آگ پر تو قابو پالیا گیا ہے اب جو عملہ آگ بجھانے گیا تھا وہ بے قابو ہو گیا ہے۔ اب اس پر قابو پانا بڑا مشکل ہو رہا ہے۔ تو جناب سپیکر! کوآپریٹو سوسائٹیز نے تو لوگوں کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی کی تھی اس پر تو قابو پایا جا سکتا تھا۔ انہوں نے ہائی کورٹ میں حلفیہ بیان دیا، منتیں کیں کہ جو لینا ہے آپ لے لیں۔ ہم چھ مہینے میں، نو مہینے میں یا ایک سال میں پائی پائی دے دیں گے۔ لیکن جناب سپیکر! اب ان پر کون قابو پائے۔ جو اقتدار اعلیٰ پر مسلط ہیں اور اپنی ہوس زر پوری کرنا چاہتے ہیں۔ اب کوآپریٹو سوسائٹیز والوں کے پاس کچھ رہا ہے اور نہ ہی کھاتہ داران کو کچھ مل رہا ہے۔ اور سارا مال انہوں نے اپنی تجوریوں میں بھرا ہوا ہے۔ اس طرح سے سوسائٹیز والے بھی پریشان ہیں اور کھاتہ داران بھی پریشان ہیں کہ ہمارے پیسے ہمیں کس طرح ملیں۔ جناب سپیکر! ان کی تمام قانون سازی اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں ایک بات آپ کو ضرور ملے گی جب بھی یہ کوئی قانون سازی کرواتے ہیں تو اس میں ایک بات یہ ضرور درج کرتے ہیں۔ اس قانون سازی کے ذریعے جس آدمی کو انہوں نے اختیارات دینے ہوتے ہیں اس کے متعلق یہی فقرے جو کہ میں پڑھنے لگا ہوں یہی فقرے ہر بل میں آپ کو ملیں گے۔ اس میں انہوں نے کوآپریٹو بورڈ کی ایک کلاز رکھی ہے اس کا ایک چیئرمین ہوگا اور دو ممبر ہوں گے۔ اور اس کے متعلق کتنی خوبصورت بات ہے کہ

> "The Chairman and other members whose qualification and terms and conditions of service shall be such as may be prescribed shall be appointed by the Government.

اب یہ کوآپریٹو بورڈ جو ہے اس کے جو دونوں ممبرز ہیں اور اس کا جو چیئرمین ہے جس کے اختیارات کے لیے یہ پورا بل تشکیل دیا گیا ہے اب اس کے چیئرمین کی کوئی terms and conditions of services یہاں پر درج نہیں ہیں اس کے متعلق یہ ہے کہ اس کی services سے متعلق جو رولز ہیں وہ گورنمنٹ بنائے گی یعنی اس میں کوئی درج نہیں کہ اس کا کیا عہدہ ہوگا؛ وہ کس قابل ہوگا۔ یہ جس کو بھی چاہیں، جو آدمی ان کو سوٹ کرے، جو آدمی انہیں fit آئے اس کو یہ چیئرمین بنا دیں گے۔ اس

کے متعلق کسی قسم کی کوئی condition اور qualification درج نہیں ہے۔ اور پھر ساتھ یہ کہ shall be appointed by the Government یعنی اس کو گورنمنٹ ہی appoint کرے گی۔ اب اس میں ایک بات رکھی گئی ہے کہ کوآپریٹو جج۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ سے لیں گے تو جناب سپیکر! لوگ جو ہیں وہ اس بات سے کیسے مطمئن ہوں گے؟ اس ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے اراکین جو ہیں ان کا جو کردار رہا ہے پچھلے چالیس پنتالیس سال میں۔ تو جناب سپیکر! اب لوگ اس بات سے مطمئن نہیں ہوتے۔ یہ سب کو پتا ہے کہ اس ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے ہی نظریہ ضرورت کے تحت جناب سپیکر! اس ملک پر گیارہ سال مارشل لاء مسلط کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ عدالتوں کا جو کردار ہے اس کو discuss نہ کریں۔

رانا ثناء اللہ: جناب سپیکر! اگر آپ کہیں تو میں متعلقہ کلاز کا حوالہ دے دیتا ہوں اس میں انھوں نے سپریم کورٹ کے جج کا یہاں پر حوالہ دے کر جو لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ فرشتہ وہاں سے آئے گا اور آ کر آپ کے تمام معاملات resolve کر دے گا۔ جب کہ جناب سپیکر! وہ فرشتہ وہاں سے آئے گا اور ان کی تمام بے ایمانیوں' ہیرا پھیریوں اور زیادتیوں پر مہر تصدیق ثبت کر دے گا جس طرح کہ پہلے کوآپریٹو scandal کی تحقیقات میں ہوا ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ جج صاحبان تحقیقات کرتے انھوں نے سوانح عمری لکھنی شروع کر دی کہ جناب ہم تو ان کو بچپن سے جانتے ہیں یہ تو بڑے شریف لوگ ہیں۔ انھوں نے تو کبھی ہیرا پھیری کی ہی نہیں ہے۔ انھوں نے تو کبھی بے ایمانی نہیں کی ہے۔ ان کو یہ نظر ہی نہیں آیا کہ پورے صوبے میں انھوں نے شوگر ملوں کا جال پھیلا دیا ہے پچھلے دو سال میں۔ 9 شوگر ملیں انھوں نے لگائی ہیں دو سال میں جیسے شوگر ملیں بچے جنتی ہیں تو جناب سپیکر! اب اس لفظ سے کہ ایک جج جو ہے وہ ہر چیز کو صحیح کر دے گا لوگ مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اس لیے یہ جو بل ہے یہ قطعی طور پر جو لوگوں کی محرومیاں ہیں' جو لوگوں کے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں' جو لوگوں کے ساتھ بے ایمانی ہوئی ہے اور جس طرح سے لوگوں کی محنت کا پیسہ انھوں نے ہضم کیا ہے جناب سپیکر! یہ جو بل ہے اسے واپس دلانے میں قطعی طور پر' کسی طرح سے بھی مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اب اس بات کے بعد کہ جو ایک کوآپریٹو سوسائٹی ہے اس کے سات ارب روپے کے assets ہیں اور پانچ ارب انھوں نے دینا ہے یہ انھیں اجازت نہیں دے رہے کہ اب انھیں واپس کریں کیونکہ یہ بھی اسی طرح ہیرا پھیری کر کے دو ارب بلکہ سات کا سات ارب ہی ایک طرف کریں

گے۔ جناب سپیکر! مجھے علم ہے کہ یہ اتنے شیر ہیں کہ جو یہ واردات کرتے ہیں اس میں سے حصہ کسی کو نہیں دیتے۔ یہ جتنے بھی ممبرز بیٹھے ہیں معلوم نہیں ان کو کیا مجبوری ہے کہ یہ ان سے ہر چیز پر انگوٹھا لگوا لیتے ہیں اس کمائی سے انھوں نے حصہ کسی کو نہیں دیا۔ جناب سپیکر! میری معزز ممبران جو یہاں پر موجود ہیں سے یہی استدعا ہے کہ یہ ہوس زر میں مبتلا جو جتھہ ہے اس کی بے ایمانیوں پر اور اس کی اس کرپشن پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے یہ ساری legislation ہوئی ہے اس لیے اس بل کو پاس نہیں کیا جانا چاہیے یہ قطعی طور پر اس ملک کے' اس قسم کے اور اس صوبے کے وہ عوام جو کہ اس scandal کا شکار ہوئے ہیں ان کے مفادات کا تحفظ کسی صورت نہیں کر سکتا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون صاحب! آپ اس پر کوئی بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! چونکہ ہاؤس اب عجلت کے موڈ میں ہے چونکہ میرے بھائیوں نے بات کی ہے اور میں اپنی بات کو دو منٹ میں ختم کروں گا۔ جناب سپیکر! یہ ایک ایسا مسئلہ ہماری حکومت کے گلے پڑا اور نا کردہ گناہ میں ہماری حکومت بلا وجہ پھنس گئی ہے۔ اس کے لیے مختلف قسم کے لوگوں نے مختلف قسم کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اور وزیراعظم پاکستان اور وزیراعلیٰ پنجاب نے نہایت سنجیدگی سے اس مسئلہ کا نوٹس لیا اور 6۔نومبر 1991ء کو ان فنانس کارپوریشنوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے معاملات کی چھان بین کے لیے اور اس کو resolve کرنے کے لیے ایک کمشن مقرر کیا جس میں سپریم کورٹ کے جج اور ہائی کورٹ کے دو معزز جج تھے۔ انھوں نے سارے ملک میں اس سے متعلقہ جو لوگ تھے ان کے ساتھ پوری صورت حال سے آگاہی کرنے کے بعد مارچ کے مہینے میں اپنی رپورٹ پیش کی اس رپورٹ کے نتیجے میں یہ ساری کارروائی عمل میں آئی اور یہ موجودہ آرڈیننس جس کو آج ہم قانون کی شکل دے رہے ہیں اور اسی کمشن کی رپورٹ کے نتیجے میں یہ بل آج پاس ہو رہا ہے۔ جناب والا! اس وقت تک 25 ہزار روپے کے 71 ہزار کھاتہ داروں نے اپنے کلیم داخل کیے تھے اور پچاس ہزار روپے کے 9 ہزار کھاتہ داروں نے اپنے کلیم داخل کیے تھے جو 74917 کلیم 25 ہزار والوں نے داخل کیے تھے ان میں سے 70738 claimants کو سو فی صد ادائیگی ہو چکی ہے۔ اسی طریقے سے 50 ہزار کے 9 ہزار claimants میں سے تقریباً 4 ہزار claimants کو بھی ادائیگی ہو چکی ہے اور باقی لوگوں کی ادائیگی کا کام بھی تیزی سے جاری ہے اور اس وقت تک تقریباً 90 کروڑ روپیہ disburse ہو چکا ہے۔ اس موقع پر جناب والا! میں اس ہاؤس کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ کراچی میں اس

قسم کا سکینڈل بنا تھا جس میں اربوں روپے لوگوں کے ہضم کر لیے گئے تھے۔ اسی طریقے کے اور بہت سے واقعات ہمارے ملک کی تاریخ میں موجود ہیں اور یہ پہلا موقع ہے کہ اس مسئلہ کا حکومت نے سنجیدگی سے نوٹس لیا اور اس کے نتیجے میں بہت سارے متاثرین کی حق رسی ہوئی ہے اور پھر ہماری حکومت کی یہ پوری کوشش ہے کہ جتنی بھی زیادہ سے زیادہ اور جلدی سے جلدی متاثرین کی حق رسی ہو سکے وہ کی جائے۔ اسی کے لیے ہی آج ہم یہ قانون پاس کر رہے ہیں اور ہم توقع کرتے ہیں کہ اس قانون کے پاس ہونے کے نتیجے میں متاثرین کی پریشانیوں میں کمی کرنے میں بہت مثبت نتائج نکلیں گے اس درخواست کے ساتھ میں نہایت ادب اور احترام سے اس ہاؤس کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس بل کو فوری طور پر پاس کیا جائے۔ شکریہ۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is:-

That the Punjab Undesirable Cooperatives Societies (Dissolution) Bill, 1992, be passed.

(The motion was carried)

The Bill was passed

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب (وزیر زراعت) ایک مسئلہ آپ سے متعلقہ ہے کہ ہمارے کئی دوستوں نے تحاریک التوائے کار دی ہیں جن کا تعلق محکمہ زراعت سے ہے۔ جناب وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ زراعت پر discussion کے لیے سپیکر صاحب نے کچھ وقت مقرر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں جتنی بھی تحاریک ہیں اسی وقت میں ان کو discuss کرنے کے لیے موور حضرات کو وقت دیا جائے تاکہ وہ اپنی بات مکمل کر سکیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر زراعت: بالکل جناب میں حاضر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

وزیر زراعت: جی میں اتفاق کرتا ہوں۔ اور یہ بحث ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہتر ہے۔ لہذا جو بھی محکمہ زراعت سے متعلقہ تحاریک التوائے کار ہیں ان کو آپ dispose of تصور کریں گے اور موور حضرات کو اسی دن وقت دیا جائے گا۔ اب اجلاس کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

پیر' 16-فروری' 1993ء

(دوشنبہ 23-شعبان المعظم' 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح نو بج کر پچاس منٹ پر منعقد ہوا۔
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

سورۃ الرحمٰن آیات 1 تا 13

(اللہ جو) نہایت مہربان اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی اسی نے انسان کو پیدا کیا اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی۔ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبو دار پھول تو (اے گروہ جن و انس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

وما علینا الا البلاغ۔

پوائنٹ آف آرڈر

پاکستان ٹیلی ویژن کے خبرنامے میں پنجاب اسمبلی کے اجلاس کی کوریج دینے میں عدم توجہی

جناب فرید احمد پراچہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، فرید احمد پراچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان ٹیلی ویژن پر جو خبرنامہ نشر ہوتا ہے اس میں پہلے تو کوئی ایک دو لمحوں کے لیے پنجاب اسمبلی کا نام آجاتا تھا لیکن اب جب سے یہ اجلاس شروع ہوا ہے اس میں مکمل طور پر پنجاب اسمبلی کی کارروائی کا بلیک آؤٹ ہے۔ آزاد کشمیر اسمبلی کی بات، آتی ہے۔ سرحد اسمبلی کی بات آتی ہے۔ لیکن پنجاب اسمبلی کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں ہو رہا۔ یہ صورت حال تشویشناک ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ٹیلی ویژن صرف قصیدوں کا ایک پروگرام بن گیا ہے۔ وزیر اعظم کا ایک قصیدہ ہر روز وہاں سے نشر ہوتا ہے۔ اس خبرنامے میں پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو جائز مقام ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر، پنجاب اسمبلی کی پاکستان ٹیلی ویژن میں کوریج کے بارے میں فرید احمد پراچہ صاحب نے بات کی ہے۔ تو میں منسٹر انفرمیشن سے کہوں گا کہ اس بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان فرمائیں۔

وزیر اطلاعات، جناب والا! ٹیلی ویژن اور ریڈیو ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ کے تحت ہوتے ہیں۔ لیکن فرید احمد پراچہ صاحب کی بات بالکل درست ہے اور میں انشاء اللہ تعالیٰ فیڈرل گورنمنٹ سے رابطہ کروں گا۔ جب پچھلی دفعہ یہاں ایوان میں اس کا ذکر ہوا تھا تو ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہمارے اس ایوان کی کارروائی کو ٹیلی ویژن پر دکھایا جائے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! اصل میں یہ صوبہ پنجاب کا سب سے بڑا ہاؤس ہے اور یہ سب سے بڑا event ہے۔ پنجاب میں جو چھوٹے چھوٹے events ہوتے ہیں مثلاً چیف منسٹر صاحب سے کسی کی ملاقات، گورنر صاحب سے ملاقات ان کی تو بڑی اچھی طرح سے تشہیر کی جاتی ہے لیکن جو سب سے بڑا event ہو رہا ہے اس کا، جس طرح فرید پراچہ صاحب نے کہا ہے، قطعاً ذکر ہی نہیں ہوتا کوئی بات ہی نہیں ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی آپ اصل مرض کو ڈھونڈیں کہ اصل مرض کہاں ہے۔ یہ

مرض کسی جگہ پر ضرور ہے۔ آپ بھی سمجھتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ اس مرض کی پڑتال کریں کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے۔

وزیر اطلاعات، جناب والا! اس مرض کا ان کو بھی علم ہے۔

جناب سپیکر، اس مرض کا میاں منظور احمد موہل صاحب کو بھی پتا ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اپنے سے جو پہلے بنچز ہیں اور خصوصی طور پر آپ کے سامنے کا جو بنچ ہے اس سے آپ رابطہ پیدا کریں تو شاید اس مرض کا کوئی نہ کوئی بندوبست ہو جائے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! میں اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی خان زادہ صاحب!

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پنجاب کی اسمبلی اور پنجاب کا صوبہ سب سے بڑا صوبہ ہے اور سب سے بڑی اسمبلی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ باقی صوبوں کے ممبران اور اسمبلیاں جرأت کر کے کچھ assert کرتے ہیں۔ لیکن یہاں پر every thing in Punjab is taken for granted. کہ سنٹر یہ کہتا ہے اور ہم لمبے پڑ جاتے ہیں۔ باقی صوبے لمبے نہیں پڑتے۔

جناب فرید احمد پراچہ، یہ اچھی خاصی اہمیت کی حامل بات ہے۔ ہم یہاں قانون سازی کرتے ہیں۔ اور تحریکیں لاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے معاملات ہوتے ہیں لیکن اس کو پوری طرح نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس لیے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں اور اس کے بعد ٹیلی ویژن پر کم از کم آدھ گھنٹہ یا پندرہ منٹ خبروں کے بعد اس مقصد کے لیے مخصوص کیا جائے۔

وزیر اطلاعات، جناب سپیکر! یہ نہیں کہ میں defend کر رہا ہوں۔ بلکہ یہ ناممکن ہو گا کہ پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹہ کارروائی کے لیے مختص کر دیا جائے۔ تاکہ ہماری کارروائی بتائی جائے۔ میں کوشش کروں گا اور یقینی بناؤں گا کہ جتنا بھی ممکن ہو سکے خواہ پانچ منٹ یا دس منٹ ہوں ہماری اسمبلی کی کارروائی ٹیلی وژن پر آئے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! اسمبلی کے اجلاس کل وقتی نہیں ہوتے بلکہ سال میں چند دن ہوتے ہیں اس لیے یہ انتظام کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! میری گزارش صرف یہ ہے کہ اگر ہم ٹیلی وژن پر ہاکی، فٹ بال

اور کرکٹ کے میچ چار چار گھنٹے دکھاتے ہیں اور اس کے بعد رقص و موسیقی کا پروگرام نشر کرتے ہیں اور ہم پوری قوم کو دکھاتے ہیں وہاں تو ہم نے گھنٹوں کا حساب کبھی نہیں کیا کہ چار گھنٹے لگ گئے یا پانچ گھنٹے لگ گئے یا آدھ گھنٹہ لگ گیا اور یہاں اسمبلی کی کارروائی کے لیے کہا جاتا ہے کہ پندرہ منٹ ہمارے پاس نہیں ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ بات ایسی نہیں ہے۔ پرسوں جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کے کہنے پر ایک کمیٹی بنائی تھی جو کہ ان کی پارٹی کے ایک ممبر کی تحریک التواء کے بارے میں تھی۔ تو اس کمیٹی کے بارے میں پوری تفصیلی رپورٹ خبرنامے میں پرسوں آئی۔ یہ جو فرید احمد پراچہ صاحب نے فرمایا ہے کہ جب سے یہ اجلاس ہو رہا ہے قطعی طور پر پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن اس بات سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ جتنا پنجاب اسمبلی کا حق بنتا ہے اور جس اہمیت کی یہ حامل ہے اس کے مطابق پنجاب اسمبلی کو ضرور ٹائم ملنا چاہیے۔ اور اس کو کسی لحاظ سے بھی ignore نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ کہنا کہ جب سے اجلاس شروع ہوا ہے ایک دفعہ بھی خبرنامے میں پنجاب اسمبلی سے متعلقہ کوئی ایسی بات نہیں آئی۔ یہ بھی سو فیصدی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اس میں خانزادہ صاحب نے جو assert کرنے والی بات کی ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ جائز اور مناسب بات ہے۔ اپنے حقوق کے لیے assert بھی کرنا چاہیے۔ پنجاب اسمبلی پاکستان کا سب سے بڑے صوبے کا بہت ہی مقتدرہ ادارہ ہے اور اس کی کارروائی کی ٹیلی ویژن کوریج مناسب ہونی چاہیے۔ ہمارے وزیر اطلاعات نے بڑی حوصلہ افزا بات کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں personal level پر بھی اور گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے بھی فیڈرل گورنمنٹ کو اور انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ کو persuade کریں گے کہ ٹیلی ویژن میں پنجاب اسمبلی کی کارروائی کی مناسب کوریج ہونی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ اگر یہ خبرنامے کے بعد نیشنل اسمبلی کی کارروائی جب نشر ہوتی ہے تو اس میں دس منٹ دے دیے جائیں یا دس منٹ سے بھی تھوڑا کم وقت دے دیا جائے اور کارروائی کا مختصراً سا خاکہ پیش کر دیا جائے تو یہ نہایت موزوں بات ہو گی۔ میرا خیال ہے ملک صاحب اس سلسلے میں معزز اراکین کے اور پنجاب اسمبلی کے جذبات فیڈرل گورنمنٹ تک پہنچائیں گے اور اس میں کوئی نہ کوئی مثبت پیش رفت ہو گی۔

وزیر اطلاعات: جناب والا! انشاء اللہ تعمیل ہو گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! مجھے یہ ایک ٹیلی گرام اور ایک خط بہاولنگر سے موصول ہوا ہے۔ اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اساتذہ کی جو تقرریاں کی جا رہی ہیں اس میں میرٹ کی خلاف ورزی کی جا رہی اور اسی طرح راولپنڈی میں بھی ہو رہا ہے۔ اس میں باقاعدہ ان تمام لوگوں کے نام دیے ہوئے ہیں جن کا بغیر میرٹ تقرر کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد ان کو آرڈرز مل چکے ہیں۔ اور یہاں تک کہ اس میرٹ لسٹ کے جو کہ 101 امیدواروں پر مشتمل تھی ان 101 میں سے 33 ایسے تھے جن کو بغیر میرٹ کے آرڈرز مل گئے ہیں اور ان کی اپوائنٹمنٹ ہو گئی ہے اور 4 حضرات ایسے ہیں کہ جن کا میرٹ لسٹ میں نام تک نہیں تھا ان کو شامل کرنے کے بعد ان کو اپوائنٹمنٹ آرڈرز جاری کر دیے گئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے یہ کہوں گا کہ وہ براہ کرم اس معاملے کی چھان بین کریں اور اس میں جو خلاف ورزی ہوئی ہے اس کا نوٹس لیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(محکمہ تعلیم)

جناب سپیکر: جی شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ سوالات ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب۔

میاں محمود احمد: سوال نمبر 666۔

جعلسازی کے مرتکبین کے خلاف کارروائی

*666۔**میاں محمود احمد**: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ سکول ٹاؤن شپ میں داخلہ کے دوران سکیورٹی فیس جمع کرانا پڑتی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ جب کورس ختم ہوتا ہے تو یہ سکیورٹی طلباء کو واپس نہیں کی جاتی اور بعد ازاں جعلی دستخطوں کے ذریعے وہ تمام نکلوالی جاتی ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس بارے میں مکمل تحقیقات کرانے اور اس جعلسازی کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو وجہ بیان کریں۔ نیز سال 1988ء، 1989ء اور 1990ء کے دوران جن لوگوں نے

کورس مکمل کیے۔ ان کے نام اور پتے ایوان میں پیش کیے جائیں۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) ادارہ کا نام "گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ کالج ٹاؤن شپ" ہے۔ یہ درست ہے کہ داخلہ کے دوران سکیورٹی فیس جمع کرانا پڑتی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) جزو "ب" کے جواب کی روشنی میں تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے مطلوب فہرست ہائے ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میاں محمود احمد کے دو سوالات ہیں سوال نمبر 667 بھی انہی کا ہے۔

ڈی ای او کے خلاف کارروائی

*667۔ میاں محمود احمد، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ علاقے کے لوگوں کی شکایت کے پیش نظر میں نے ایک پروین مہدی لیڈی ٹیچر کو سعید پارک شاہدرہ پرائمری سکول راوی ٹاؤن سے تبدیل کرنے کی سفارش کی تھی۔ اور اس سفارش پر تبادلہ کر دیا گیا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ تبادلہ کے بعد پروین مہدی کی طرف سے دی گئی درخواست پر ڈی ای او (وومن) نے تحریری طور پر لکھا کہ ایم پی اے نے تبادلہ منسوخ کرنے کی سفارش کی ہے لہذا اسے منسوخ کر دیا جائے جو کہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ ایک اور درخواست پر بھی میں نے یہ لکھا ہے کہ اسے میرے حلقہ کے کسی اور سکول میں تبدیل کیا جائے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متعلقہ ڈی ای او (ڈبلیو) کی اس جعل سازی کے متعلق حکومت کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ بیان کریں۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) تبدیلی انتظامی وجوہ کی بناء پر کی گئی تھی اور غلط فہمی کی بناء پر منسوخ کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 956 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کا ہے۔

قابلیت کی بناء پر وظائف دینے کے لیے اقدام

*956۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ تعلیمی وظائف جو قابلیت اور امتحانات میں حاصل کردہ نمبروں کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں۔ ان میں بھی والدین کی آمدنی کی حد کو شرط بنایا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ایسا ہونے سے لائق و ذہین طلبہ کی حق تلفی اور حوصلہ شکنی نہیں ہوتی جبکہ اس سے متاثر بھی صرف سرکاری ملازمین بالخصوص اساتذہ کے ذہین بچے ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کی آمدنی معلوم ہوتی ہے۔ اور غیر تنخواہ دار طبقہ کے امیر والدین کے بچے بھی سکالرشپ حاصل کر لیتے ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس ناانصافی کا تدارک کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) یہ کلی طور پر درست نہیں۔ مروجہ پالیسی کے مطابق 60% وظائف صرف تعلیمی قابلیت کی بناء پر دیے جاتے ہیں۔ باقی 40% تعلیمی قابلیت اور والدین کی مالی استطاعت کے مطابق دیے جاتے ہیں۔ جو دس فیصد شہری اور تیس فیصد دیہاتی علاقوں کے لیے مختص ہیں۔ شہروں میں والدین کی آمدنی پانچ ہزار روپے اور دیہاتوں میں ایک ہزار پانچ سو روپے ماہوار مقرر ہے۔

(ب) درست نہیں ہے لائق اور ذہین طلباء ساٹھ فی صد کے ہدف میں آ جاتے ہیں۔ سرکاری ملازمین بالخصوص اساتذہ کی اکثریت کی بنیادی تنخواہ شہری علاقوں اور دیہاتی علاقوں کے مقرر کردہ آمدنی کے معیار سے کم ہوتی ہے۔ اس طرح کم مالی وسائل کی وجہ سے تعلیم جاری نہ کر پانے والے لائق طلباء بھی استفادہ کر لیتے ہیں۔

(ج) جزو "الف" کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

جناب فرید احمد پراچہ ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ سفارشات 1990ء سے مرتب ہو چکی تھیں۔ ان پر 1993ء میں بھی ابھی مکمل طور پر عمل درآمد نہیں ہوا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اسسٹنٹ لائبریرین کے ملازمتی ڈھانچے کی ضروری ترمیم کے لیے محکمہ خزانہ سے رجوع کب کیا گیا ہے اور اس کے کب تک مکمل ہونے کے امکانات ہیں؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! اس سلسلے میں محکمہ خزانہ کو ہم نے 8 نومبر 1992ء کو اسسٹنٹ لائبریرین کے گریڈ کے لیے چٹھی لکھی ہے اور وہ اس پر actively غور کر رہے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس پر بہت جلدی اپنا فیصلہ دے دیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 15 اپریل 1991ء سے یہ سارا نوٹیفکیشن نافذ ہوا تو اسسٹنٹ لائبریرین کے بارے میں اتنی تاخیر سے محکمہ خزانہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے یعنی اس میں تاخیر کا سبب کیا ہے؟ یہ اپریل مئی 1991ء میں بھی کیا جا سکتا تھا۔ یہ 8 نومبر 1992ء کو تقریباً ڈیڑھ سال بعد یہ رجوع کیوں کیا گیا؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! ہم نے سکول سائیڈ پر اور کالج سائیڈ پر جو disparity تھی اس کو ختم کرنے کے لیے ایک بڑا جامع فارمولا محکمہ خزانہ کو دیا ہے۔ جس کے تحت اسسٹنٹ لائبریرین جو میٹرک کے ساتھ سرٹیفکیٹ آف لائبریری سائنس ہوں ان کو نہ صرف بنیادی سکیل 8 دیا جائے گا بلکہ 33% سلیکشن گریڈ بنیادی سکیل 12 دیا جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اسسٹنٹ لائبریرین بی اے ہے اور اس کے پاس لائبریری سائنس کا سرٹیفکیٹ ہے تو اسے ہم بنیادی سکیل 11 دیں گے اور 33 % سلیکشن گریڈ دے کر بنیادی سکیل 15 دے دیں گے چونکہ ہم نے سروس رولز میں مزید بہتری کی ہے اس وجہ سے یہ تھوڑی سی دیر ہو گئی ہے۔

MR. SPEAKER: Next question from Haji Ahmad Khan Harl.

جناب فرید احمد پراچہ، سوال نمبر 1222 حاجی احمد خان ہرل کے ایماء پر

MR. SPEAKER: It will be taken as read

ہائی سکول کا قیام

*1222۔حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے اکتوبر 1990ء میں ضلع سرگودھا کی تحصیل بھلوال میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ظہور حیات، منظور حیات اور نور حیات کالونیز میں ایک ہائی سکول قائم کرنے کا اعلان فرمایا تھا جن کی آبادی بھلوال شہر سے زیادہ ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کے قیام سے متعلق وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کی طرف سے ایک ڈائریکٹو مورخہ 5 مئی 1991ء نمبر یو ایس II۔سی۔ایم۔ایس اے پی۔8208-91/31 اور دوسرا ڈائریکٹو مورخہ 25 مئی 1991ء نمبر یو ایس II۔سی ایم ایس اے پی 8208/1423-91/31 کو وزیر تعلیم اور سیکرٹری تعلیم کو جاری ہوا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کے لیے اہلیان علاقہ جات نے زمین بطور عطیہ محکمہ تعلیم کو 9 جنوری 1990ء کو دے دی ہے۔ مگر حکومت نے ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہیں کی۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک اس سکول کی منظوری کے ساتھ اس کی تعمیر کے لیے اسے ڈی پی گرانٹ میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم):

(الف) یہ اس حد تک درست ہے کہ بھلوال میں جلسہ عام کے دوران ان کالونیوں میں ایک ہائی سکول کے قیام کا جائزہ لینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن یہ درست نہیں کہ ان کالونیوں کی آبادی بھلوال شہر کی آبادی سے زیادہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ بھلوال کے جلسہ عام میں کیے گئے اعلان کے پیش نظر وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کی طرف مندرجہ بالا کالونیوں میں ایک بوائز ہائی سکول کے قیام کا جائزہ لینے اور رپورٹ کرنے کی ہدایات موصول ہوئی تھیں۔ اس ہدایت پر رپورٹ منگوائی گئی ہے اور مزید کارروائی جاری ہے۔

(ج) عطیہ شدہ زمین رقبہ بارہ کنال سات مرلے گورنمنٹ مڈل سکول بھلوال کے لیے ہے۔ جو ظہور حیات کالونی میں چل رہا ہے۔ اس سکول کی کوئی عمارت نہیں۔ اس سکول کا درجہ بڑھا کر ہائی کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ فنڈز کی فراہمی کی صورت میں اس پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔

(د) مندرجہ بالا جوابات کی روشنی میں اس حصہ کے جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس طرح کے اعلانات کیوں کیے جاتے ہیں جن پر عمل درآمد کا کوئی منصوبہ نہیں ہوتا۔ یہ اکتوبر 1990ء میں وزیر اعظم نے اعلان کیا۔ یہ ملک کی سب سے زیادہ ذمہ دار شخصیت ہیں۔ کیا محکمے نے ان کو اس سلسلے میں کوئی پہلے سے رہنمائی نہیں دی تھی اور brief نہیں کیا تھا کہ اس میں ہمارے پاس وسائل موجود ہیں یا نہیں ہیں 1990ء سے لے کر اب تک یہ معاملہ حل نہیں ہوا۔ تو اس طرح کے اعلانات کے سلسلے میں محکمہ اپنی ذمہ داری کیوں نہیں ادا کرتا؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! جب کوئی اعلان کیا جاتا ہے تو پھر اس کے بعد ایک extended procedure ہوتا ہے کہ ہم اسے examine کرتے ہیں اور جو اعلان کیا جاتا ہے اس میں جو ڈائریکٹو وصول ہوتا ہے اس میں بھی یہی کہا ہوتا ہے کہ اس کی feasibility examine کریں۔ اور feasibility examine کرنے کے لیے ایک طریق کار ہے۔ اس کے بعد وہ جو سکول ہوتا ہے یا جو بھی اعلان کے مطابق سہولت فراہم کی جانی ہوتی ہے، اگر وہ approved criteria کے مطابق پوری اترتی ہو تو پھر اس کے بعد اس پر عمل درآمد کے لیے پیش رفت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، ضمنی سوال جناب۔۔۔

جناب سپیکر، جی ڈاکٹر وسیم صاحب ضمنی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب سپیکر! پوچھنا یہ ہے کہ اعلان کے بعد یہ جو سارا پروسیجر ہے اس کی تکمیل میں کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے؟ کیونکہ اس طرح کے اعلانات تو ہوتے رہتے ہیں۔ بہاولپور میں بھی نومبر 1991ء میں ایک جلسہ عام میں وزیر اعظم صاحب نے اعلان کیا کہ بہاولپور میں انجینئرنگ کالج قائم ہو گا۔ اس کے بعد آج تک اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں کہ کیا سلسلہ ہے۔ تو اس قسم کے

چوکے چھکے جو ہمارے یہ ذمہ داران لگاتے رہتے ہیں اور اس سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے۔
میں نے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا ہے کہ اس پروسیجر کو مکمل کرنے میں کتنا عرصہ لگتا ہے؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! یہ کسی بھی particular منصوبے پر depend کرتا ہے۔ جتنا بڑا منصوبہ ہو گا اتنا ہی ٹائم زیادہ لگے گا۔

MR. SPEAKER: Next question Haji Ahmad Khan Harl Sahib.

سید چراغ اکبر شاہ، سوال نمبر 1224 (معزز رکن نے حاجی احمد خان ہرل کے ایماء پر دریافت کیا)

MR. SPEAKER: On his behalf Q No 1224. It will be taken as read.

گرلز کالج میں سٹاف مہیا کرنے کے لیے اقدامات

*1224۔حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے پھلرواں شہر میں گورنمنٹ انٹر گرلز کالج کی عمارت زیر تعمیر ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کالج میں سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کو سفر طے کر کے بھلوال شہر جانا پڑتا ہے۔ جس سے والدین پریشانی کا شکار ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک اس کالج میں سٹاف مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) مذکورہ کالج کی عمارت کی تکمیل کے بعد اس کے باقاعدہ اجراء کی منظوری دی جائے گی اور پھر حسب قواعد سٹاف کی تعیناتی ہو گی۔ توقع ہے کہ کالج کی عمارت کی تعمیر کا کام

30-6-93 تک مکمل ہو جائے گا۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر، سید چراغ اکبر شاہ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ، کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ اس انٹرگرلز کالج کا کب تک اجراء کر دیا جائے گا؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! انٹر گرلز کالج کی بلڈنگ 30 جون 1993ء کو مکمل ہو جائے گی اور اس کے بعد ہم سٹاف مہیا کر کے اس کا اجراء کر دیں گے۔

سید چراغ اکبر شاہ، کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ جب بھی کوئی پرائمری، مڈل، ہائی سکول یا کالج ہو، اس کی عمارت تعمیر ہو جاتی ہے اور مکمل ہو جاتی ہے تو اس کے کتنی مدت بعد ان سکولوں کا یا کالجوں کا اجراء کر دیا جاتا ہے؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن ۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! جب کوئی بلڈنگ ہوتی ہے تو اس کے بعد محکمے کو اس کی completion کا سرٹیفکیٹ مہیا ہوتا ہے اور completion سرٹیفکیٹ وصول ہونے کے بعد ہم اس سکول کے لیے سٹاف کی منظوری کے لیے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کرتے ہیں۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ سے سٹاف کی منظوری کے بعد اس سکول کا اجراء کر دیاجاتا ہے ۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ پی پی 67 میں، میں نے 1987ء میں ایک گرلز مڈل سکول تعمیر کروایا تھا۔ س کی عمارت 1987ء میں مکمل ہو گئی تھی لیکن اس کا اجراء آج تک نہیں ہوا ہے۔ میں نے منسٹر صاحب کی توجہ بھی اس کی طرف مبذول کروائی ہے۔ کیا منسٹر صاحب اس کے لیے بھی کوئی commitment دیں گے۔ وہ عمارت اب بوسیدہ ہو رہی ہے اور اس کو مکمل ہوئے تقریباً عرصہ سات سال گزر گیا ہے کہ اس سکول کا اجراء کر دیا جائے گا؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! یہ fresh question ہے۔ یہ متعلقہ سوال سے مناسبت نہیں رکھتا۔

سید چراغ اکبر شاہ، جناب سپیکر! میں اسے rephrase کر دیتا ہوں کہ اگر کوئی سکول عرصہ چھ سال سے مکمل ہو چکا ہو اس کی عمارت تعمیر ہو چکی ہو تو کیا وزیر موصوف اس کا اجراء کرنے کے لیے تیار ہیں؟

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)، جناب سپیکر! ہمیں بھرتیوں پر پابندی کی وجہ سے یہ problem رہی ہے کہ ہم ان سکولوں کا اب تک اجراءنہیں کر سکے۔ اب جتنے بھی سکول جن کا اس دوران اجراءنہیں ہو سکا بھرتی مکمل ہونے کے بعد وہاں ہم سٹاف مہیا کر رہے ہیں۔ اور ان تمام سکولوں کا اجراء کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب کا ہے۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان میں ایم اے انگلش کی کلاسز کا اجراء

*1300۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) صوبہ پنجاب کے کن کن کالجز میں ایم اے انگلش' اردو اور پولیٹیکل سائنس کی کلاسز کام کر رہی ہیں۔

(ب) کن کن اضلاع میں یونیورسٹی بھی موجود ہے اور دیگر کالجز میں ایم اے کلاسز کا اجراء ہوا ہے۔

(ج) گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان میں ایم اے انگلش کی کلاسز کے اجراء میں تاخیر کی وجہ کیا ہے؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) صوبہ کے درج ذیل کالجوں میں بیک وقت ایم اے انگلش' اردو اور پولیٹیکل سائنس کی کلاسز جاری ہیں۔

(i) گورنمنٹ کالج لاہور (ii) گورنمنٹ ایف سی کالج' لاہور

(iii) لاہور کالج برائے خواتین لاہور (iv) گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان

(ب) درج ذیل اضلاع میں یونیورسٹیاں موجود ہیں اور ضلع کے بعض کالجوں میں ایم اے کلاسز کا اجراء بھی ہوا ہے۔

1- لاہور 2- ملتان 3- بہاولپور 4- فیصل آباد

(ج) کالجوں میں ایم اے کلاسز کا اجراء اس علاقہ کی ضرورت اور مضمون کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے اس وقت آرٹس اور سائنس کی کلاسز کا تناسب 1.5 ہے چنانچہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس فرق کو دور کرنے کے لیے سائنس کلاسز کو ترجیح دی جائے۔ اس فیصلہ کے مطابق حکومت نے گورنمنٹ کالج بوسن روڈ میں ایم اے زوالوجی (Zoology) کلاسز جاری کرنے کا نوٹیفکیشن کر دیا تھا۔ اس وقت بہاؤالدین یونیورسٹی ملتان' اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اور گورنمنٹ کالج ڈی جی خان میں ایم۔اے کلاسز جاری ہیں۔ جو علاقے کی تعلیمی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں آج کل گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان میں ایم۔اے انگلش اور سیاسیات (Pol. Science) کی کلاسز شروع کرنے کی ایک تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! میں آپ کے توسل سے وزیر تعلیم سے یہ دریافت کروں گا کہ پچھلے دو سال سے اس بات پر غور ہو رہا ہے کہ گورنمنٹ کالج بوسن روڈ پر ایم۔اے انگلش کی کلاسز شروع کی جائیں اور اس سلسلے میں وہاں پر پرنسپل نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمیں نہ عمارت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اساتذہ کی ضرورت ہے۔ اور دو سال سے اس پر غور ہو رہا ہے کہ وہاں پر ایم اے انگلش کی کلاسز کا اجراء کیا جائے۔ تو جناب والا! کیا امر مانع ہے کہ یہ کلاسز شروع نہیں کی جاتیں جبکہ وہاں پر فنڈز کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم): جناب سپیکر! پوسٹ گریجوایشن بڑی اہمیت کی حامل ہے اور ہمارا یہ تجربہ ہے کہ جب تک ہم پوری سہولت مہیا نہ کریں تعلیم کا صحیح معیار برقرار نہیں رکھا جا سکتا جب بھی ہم کوئی پوسٹ گریجوایٹ' گریجوایٹ سبجیکٹ introduce کراتے ہیں اس کے ساتھ ہم پوسٹ گریجوایٹ سٹاف کی پرویژن رکھتے ہیں اس کے لیے ہم ایک پروفیسر دیتے ہیں دو اسسٹنٹ پروفیسر اور چار لیکچرار دیتے ہیں یہ ہمارا ایک سیٹ طریق کار ہے۔ اگر جناب والا! ہم ایسا نہ کریں تو وہاں پر سبجیکٹ

کی تعلیم کا معیار برقرار نہیں رہتا اور اس سے پوسٹ گریجوایٹ کی کلاس کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ. جناب والا! میں اس بات کی وضاحت چاہوں گا کہ وہاں پر انگلش کے اساتذہ بھی ہیں اور میں اس کی صحیح پوزیشن تو نہیں بتا سکتا ویسے میں نے اس کی feasibility وزیر تعلیم کے پاس بھجوائی تھی وہاں پر کسی مزید استاد کی ضرورت نہیں اور کسی مزید بلڈنگ کی ضرورت نہیں صرف اتنا چاہیے کہ یہ ان کو پوسٹ گریجوایشن کلاسز لگانے کی اجازت دے دیں۔

جناب والا! ایم۔اے کلاسز باقی جگہ پر بھی ہیں۔ پچھلی دفعہ یہ کہا گیا تھا کہ چونکہ وہاں پر بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی موجود ہے اس لیے وہاں پر ایم۔اے کلاسز نہیں ہو سکتیں لیکن میں نے جب دوبارہ ان سے دریافت کیا کہ ایم۔اے کی کلاسز دوسرے کالجز میں ہو رہی ہیں مجھے یہ بتایا گیا کہ وہاں پر ایک پروفیسر اور چار لیکچرار کی ضرورت ہے۔ جناب والا! ایک سال بعد reason تبدیل ہو گئی ہے۔ جناب والا! قاعدے اور قوانین تو موجود ہیں لیکن میں آپ کے توسل سے یہی گزارش کروں گا کہ وزیر موصوف مہربانی فرما کر on the floor of the House یہ surety دیں کہ وہاں پر کلاسز کے اجراء کی اجازت دیں گے۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم). جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ چونکہ اب ہماری یہ پالیسی ہے کہ ہم سٹاف دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی کی بھی requirements ہیں کہ جب تک سٹاف provide نہ کیا جائے اس وقت تک تعلیم کا متوقع معیار حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے موجودہ سٹاف نے دوسرے مضامین بھی پڑھانے ہیں اگر ہم ان کی ڈیوٹی پوسٹ گریجوایٹ کی طرف لگا دیں تو پھر ان کی توجہ بٹ جائے گی اور ظاہر ہے کہ ان کی efficiency پر فرق پڑے گا۔ تو جناب والا! اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہم نے ایک نئی سکیم بنائی ہے جس کے تحت ہم صوبہ پنجاب میں مزید پوسٹ گریجوایٹ کلاسز کا اجراء کر رہے ہیں اور اس کے لیے ہم نے بجٹ میں باقاعدہ رقم مختص کی ہوئی ہے اور اس سکیم کے تحت ہم بوسن روڈ کالج میں انگلش اور پولیٹیکل سائنس کے دو سبجیکٹس کا اجراء کروانا چاہتے ہیں پورے پنجاب میں ہم دس پوسٹ گریجوایٹ سبجیکٹس کا اجراء کرنے والے ہیں اور یہ اسی مالی سال کے دوران کریں گے۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ. جناب سپیکر! میں اس وضاحت سے مطمئن ہوں مگر اگلی دفعہ اگر میں نے یہ سوال کیا تو پھر کوئی اور جواب نہ آجائے کیونکہ پچھلی دفعہ میں نے یہی سوال کیا تھا اور اس کا جواب یہ تھا

کہ چونکہ وہاں پر بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی موجود ہے اس لیے وہاں پر ایم اے کلاسز کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اب میں صرف شکریہ کے ساتھ یہ کہوں گا کہ وزیر تعلیم اپنے وعدے پر قائم رہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب ملک مختار احمد صاحب کا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر 1320 (ملک مختار احمد کے ایماء پر دریافت کیا)

گورنمنٹ انٹر کالج نوشہرہ میں اساتذہ کی تعداد

*1320۔ ملک مختار احمد: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ انٹر کالج نوشہرہ ضلع خوشاب میں اساتذہ کی منظور شدہ تعداد کیا ہے اور اس وقت وہاں کتنے اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ کتنی اسامیاں خالی ہیں اور ان خالی اسامیوں پر اساتذہ کے تعینات نہ ہونے کی وجوہات کیا ہیں اور حکومت کب تک یہ اسامیاں پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ب) نوشہرہ کالج میں تعینات ایسے اساتذہ کے نام کیا ہیں جو تنخواہ تو اس کالج سے لیتے ہیں لیکن وہ ڈیوٹی سیلانوالی کالج میں دے رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور کیا حکومت ان کو اپنی جگہ تعیناتی پر واپس بلانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) گورنمنٹ انٹر کالج نوشہرہ ضلع خوشاب میں اساتذہ کی منظور شدہ تعداد درج ذیل ہے پرنسپل 1، اسسٹنٹ پروفیسر 3، لیکچرار 8 کل اساتذہ کی تعداد 12 اس وقت ایک پرنسپل، ایک اسسٹنٹ پروفیسر اور چار لیکچرار کام کر رہے ہیں۔ جبکہ درج ذیل اسامیاں ان کے سامنے درج شدہ تاریخوں سے خالی پڑی ہیں۔

اسسٹنٹ پروفیسر (حساب)	=	1-7-91
" " (انگریزی)	=	8-6-92
لیکچرار (بیالوجی)	=	28-11-91
" (کیمسٹری)	=	16-5-91

" (اکنامکس) = 21-11-91

" (شماریات) = 16-4-92

خالی اسامیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سفارش پر پُر کی جاتی ہیں اور کمیشن کی جانب سے سفارشات کا انتظار ہے۔

(ب) اس وقت نوشہرہ کالج کا کوئی ایسا استاد نہیں جو کام تو سلانوالی کالج میں کر رہا ہو اور تنخواہ نوشہرہ کالج سے لیتا ہو۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کل اسامیوں میں سے تقریباً پچاس فیصد اسامیاں خالی ہیں اسسٹنٹ پروفیسرز کی تین ہیں اور ان میں دو خالی ہیں اور لیکچرار کی آٹھ اسامیاں ہیں ان میں سے چار خالی ہیں یعنی کالج ایک لحاظ سے بند ہو چکا ہے۔ جناب سپیکر! سوال یہ ہے کہ یہ اسامیاں کیوں خالی کی گئی ہیں اور اس طرح کے تبادلے کرتے ہوئے کیا افسران نے اس بات کا جائزہ نہیں لیا کہ ایک دور افتادہ قائم کالج کو عملاً تعلیم سے محروم کیا جا رہا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم): جناب سپیکر! لیکچرار کی بھرتی پبلک سروس کمیشن کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ میرے فاضل رکن کو بھی پتا ہو گا کہ یہ مسئلہ ہائی کورٹ میں pending تھا اور اس کو حل کرنے کے لیے ہم نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم زون بیس پر لیکچرار کی بھرتی کریں ہم اب عدالت سے رجوع کر رہے ہیں کہ جتنی بھی writs pending پڑی ہیں ان کو ختم کیا جائے اور پبلک سروس کمیشن بھرتی کا کام شروع کرے۔ جب بھی پبلک سروس کمیشن سے بھرتی کی لسٹ موصول ہو گی اس کے فوراً بعد ہم ان اسامیوں پر بھرتی کر لیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب نہیں آیا میرا تو سوال یہ تھا کہ یہ اسامیاں تبادلے کے نتیجے میں خالی ہوئی ہیں اور اس طرح کے تبادلے کیوں کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے کالج کلی طور پر خالی ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب کا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ اسامیاں تو تبادلوں کی صورت میں خالی ہوئی ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ تبادلے اس انداز میں کیوں کیے گئے۔ کیا اس کی وضاحت فرمانا چاہیں گے کہ یہ تبادلے اس انداز سے کیوں کیے گئے جس سے سارا کالج خالی ہو گیا۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم): جناب سپیکر! تبادلوں کے بارے میں ہماری ایک سیٹ پالیسی ہے کہ

جب تک وہاں سے replacement نہ آئے تو ہم تبادلہ نہیں کرتے لیکن یہ ان کا اپنا انتظام ہوتا ہے اور یہ کالج کے پرنسپل کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ کالج کا پرنسپل اگر یہ سمجھتا ہے کہ ایک پروفیسر کے جانے کے بعد یہ کام چلا سکتا ہے تو پھر وہ تبادلے کی اجازت دیتا ہے ورنہ ہم نے اسے پوری چھٹی دی ہوئی ہے تو پھر وہ تبادلے کی اجازت دیتا ہے ورنہ ہم نے اسے پوری چھٹی دی ہوئی ہے کہ اگر کسی لیکچرار یا اسسٹنٹ پروفیسر کا تبادلہ ہوتا ہے تو وہ اس کی replacement آنے تک اسے وہ relieve نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی پرنسپل یہ سمجھتا ہے کہ اس کے جانے کے بعد کوئی فرق نہیں پڑتا اور دوسرے پروفیسر یا لیکچرار یہ کام چلا سکتے ہیں تو وہ یہ تبادلے ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر، اگلا سوال نمبر 1332 حاجی محمد افضل چن صاحب کا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، سوال نمبر 1332 (معزز رکن حاجی محمد افضل چن صاحب کے ایماء پر دریافت کیا)

وڈ ورکنگ سینٹر کی جانب سے سکولوں میں اشیاء کی فراہمی

*1332۔ **حاجی محمد افضل چن،** کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ آج سے کچھ عرصہ قبل سکولوں میں اشیاء کی فراہمی کے لیے تحصیل پرچیز کمیٹی قائم تھی۔ جو اب ختم کر دی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اب سکولوں میں اشیاء کی فراہمی وڈ ورکنگ سینٹر کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے وڈ ورکنگ سینٹر کو ایک خطیر رقم پیشگی ادا کی گئی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے اور کیا اس سے محکمہ کے چند افسران کی بدنیتی ظاہر نہیں ہوتی؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) یہ درست ہے کہ سکولوں کے لیے سامان کی خرید کے لیے پرچیز کمیٹیاں قائم ہیں۔ مگر یہ بات غلط ہے کہ ان کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔ وڈ ورکنگ سینٹر گجرات جو کہ ایک نیم سرکاری ادارہ ہے جو صرف فرنیچر تیار کرتا ہے وہاں سے سکول کی تمام اشیاء کی خریداری ممکن نہیں۔ اس بارہ میں کمیٹیاں آزاد ہیں البتہ وڈ ورکنگ سینٹر سے فرنیچر کی خرید کے لیے تمام قیمت حسب قواعد پیشگی ادا کرنی

ہوتی ہے اور یہ انتظام بھی پرچیز کمیٹیاں خود ہی کرتی ہیں۔ اس میں محکمہ تعلیم کے کسی افسر کی بدنیتی کا کوئی دخل نہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پچھلے سیشن میں بھی اسی وڈ ورکنگ سینٹر کے بارے میں میں نے یہ بتایا تھا کہ مارکیٹ میں تین سیٹوں کا بنچ مہنگا ساڑھے نو سو روپے میں ملتا ہے جبکہ گورنمنٹ اس سینٹر سے جو خرید رہی ہے اس کی قیمت -/1490 روپے اور -/1500 روپے تک جاتی تھی۔ تو جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت (محکمہ تعلیم) اس وڈ ورکنگ سینٹر کی طرح مزید ایک یا دو دوسرے اداروں سے خرید کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ ان میں مقابلے کا رجحان پیدا ہو اور حکومت ایک مناسب قیمت پر یہ فرنیچر خرید سکے۔ یہ اس کی اجارہ داری کو کیوں قائم رکھنا چاہتی ہے۔ اس کو توڑنے اور ایک بہتر بندوبست کرنے کے لیے مزید دو یا تین وڈ ورکنگ سینٹر قسم کے اداروں سے کیوں نہیں خرید کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم، جناب والا! وڈ ورکنگ سینٹر کے متعلق کافی سوالات ہوتے رہے ہیں۔ اس سے پہلے جناب چراغ اکبر صاحب نے سوال دیا تھا' میاں محمود احمد صاحب نے دیا تھا اور حاجی اصغر جن صاحب نے کیا ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ہم نے جو فرنیچر وڈ ورکنگ سینٹر سے خریدا تھا وہ صرف ایک مرتبہ خریدا تھا اور یہ ایک بڑا آرڈر تھا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ پچھلی کارروائی بھی دیکھ لیں۔ 87-1986ء' 89-1988ء میں بھی خریدا گیا اور اس کی پوری تفصیل سیشن کی کارروائی میں موجود ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ یہ جو فرما رہے ہیں کہ ایک ہی مرتبہ خریدا گیا تھا' ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے جو ضمنی سوال میں بات کی ہے یہ محکمے کی' عوام کی اور حکومت کی سیف سائیڈ کے لیے کی ہے کہ کیا یہ اس قسم کا ارادہ رکھتی ہے کہ مقابلے کا رجحان پیدا ہو اور حکومت پر مزید بوجھ نہ پڑے۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! فاضل رکن نے مجھے پوری بات نہیں کہنے دی۔ جیسے یہ بتا رہا تھا کہ ہم نے صرف ایک مرتبہ یہ خریدا ہے اور باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت خریدا ہے۔ اس پر 92-6-10 کو دستخط ہونے تھے اور اس معاہدے کے تحت اٹھارہ ماہ میں انہوں نے سپلائی کرنی تھی۔ ظاہر ہے معاہدہ ایک دفعہ ہوتا ہے اور سپلائی کا دورانیہ اٹھارہ ماہ تھا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے اگلے سوال میں خود وزیرتعلیم نے یہ بیان کیا ہے کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران گیارہ کروڑ روپے کا سامان خریدا گیا تھا۔ اب یہ خود اصرار کر رہے ہیں کہ ہم نے ایک سال ہی خریدا ہے۔ جبکہ جواب میں خود فرمایا ہوا ہے کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران۔۔۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے وزیر تعلیم کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

وزیرتعلیم: جواب مکمل ہونے سے پہلے پوائنٹ آف آرڈر آجائے تو ظاہر ہے مجھے جواب دہرانا پڑے گا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس معاہدے کے تحت اٹھارہ ماہ میں سپلائی مکمل ہونا تھی۔ اور پہلی جو سپلائی 1989ء سے شروع ہوئی اور آخری سپلائی مارچ 1992ء میں ہوئی ہے۔ مارچ 1992ء میں ہمارا آرڈر مکمل ہوا ہے۔ اور اس کے بعد ہم نے وڈ ورکنگ سینٹر کو کوئی آرڈر place نہیں کیا۔ اس کے بعد ہم نے تحصیل پرچیز کمیٹیوں کی صوابدید پر رکھ دیا کہ چاہے وہ وڈ ورکنگ سینٹر سے خریدیں چاہے اوپن مارکیٹ سے ٹینڈر مارکیٹ سے ٹینڈر کے ذریعے خریدیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 1989ء میں جس فرنیچر کی سپلائی شروع ہوئی اس کی ادائیگی کروڑوں روپے میں کتنے سال پہلے کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: جناب وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! وڈ ورکنگ سینٹر کو ہم نے مختلف اوقات میں فنڈز مہیا کیے تھے۔ فنڈز ان کے قانون کے مطابق پیشگی ادا کیے جاتے ہیں اور یہ ادائیگی ہم نے ستمبر 1991ء یا 1992ء میں کی تھی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! جیسے وزیر موصوف نے فرمایا تھا کہ 1989ء میں پہلی مرتبہ معاہدے کے مطابق سپلائی شروع ہوئی۔ میں نے ضمنی سوال یہ کیا کہ 1989ء سے پہلے کروڑوں روپے کی جو ادائیگی ہوئی ہے۔ یہ کروڑوں روپیہ ان کو کتنے سال پہلے دیا گیا تھا۔ جس کی فرنیچر کی سپلائی 1989ء میں شروع ہوئی تھی۔ تو وزیرموصوف نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ جب انہوں نے دوبارہ جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے 1991ء میں شروع کی ہے۔ تو اس طرح نہ تو میرے سوال کا جواب آیا تھا نہ ان کے اپنے ہی سوال کا درست جواب آیا ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اگر اس سوال کو مؤخر کر لیا جائے تو اس میں صحیح اعدادوشمار کہ جب سے ہم نے ان کو رقم دی ہے وہ بھی سامنے آجائے

گی اور جب سے سپلائی شروع ہوئی ہے وہ بھی سامنے آ جائے گی۔ اور پھر یہ اندازہ ہو جائے کہ کروڑوں روپیہ یہ وڈ ورکنگ سینٹر حکومت کا استعمال کرتا رہا اس نے اس سے کیا فائدے اٹھائے اور حکومت کو کیا نقصان ہوا۔

جناب سپیکر، جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! فاضل رکن نے جو سوال پوچھا ہے اس کا مفصل جواب پہلے سوال نمبر 642 جو میاں محمود احمد نے پوچھا تھا اور جو 20 اکتوبر 1992ء کو اس ایوان میں زیر بحث آیا تھا اس میں ہم نے باقاعدہ اس کا پورا جواب دے دیا تھا لیکن بنیادی طور پر یہ سوال پرچیز کمیٹیوں سے متعلق ہے اور یہ جو پوچھا گیا ہے کہ پرچیز کمیٹیاں وڈ ورکنگ سینٹرز سے یا براہ راست خریدتی ہیں یا گورنمنٹ خریدتی ہے۔ اس سے متعلقہ سوال نہیں بنتا۔ یہ سوال پہلے ہو چکا ہے۔ اور میں نے پہلے یہ عرض کیا ہے کہ وڈ ورکنگ سینٹر رقوم پیشگی وصول کرتا ہے اور سپلائی بعد میں کرتا ہے۔ ہم نے رقوم ستمبر 1991ء تک پیشگی ساری ادا کر دی تھیں لیکن ہمیں سپلائی مارچ 1992ء کو مکمل ہوئی ہے۔ لیکن 31-10-91 تک ہمیں چھ کروڑ ستر لاکھ روپے کی فراہمی بھی اس کے ساتھ ساتھ ہو چکی تھی۔ ساتھ ساتھ ہم ادائیگی کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ ہمیں سپلائی ہو رہی تھی۔ اس جس طرح میں نے عرض کیا کہ ستمبر 1991ء تک ہم نے کل رقم ادا کی تھی۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، جناب سپیکر! جزو "ب" میں کہا گیا ہے کہ وڈ ورکنگ سینٹر گجرات ایک نیم سرکاری ادارہ ہے کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اس میں سرکاری یا غیر سرکاری مالکان یا حصہ داران کون کون سے ہیں۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! یہ ادارہ محکمہ صنعت کے تحت چل رہا ہے۔ اس کے لیے اگر یہ مزید کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو متعلقہ محکمہ کو سوال دے کر پوچھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر محمد وسیم اختر ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد وسیم اختر، جناب سپیکر! دیگر تمام محکمہ جات میں طریق کار یہ ہے کہ آرڈر پہلے دیے جاتے ہیں اور ایکوپمنٹ بعد میں دیے جاتے ہیں۔ صادق آباد سے اٹک تک یہ سامان خریدا جاتا ہے اور اسی ایک

مخصوص ادارے کو کروڑوں روپے کی پیشگی پیمنٹ بھی کی گئی۔ میرا سوال یہ ہے کہ قواعد سے ہٹ کر ایسا کیوں کیا گیا ہے کہ سامان کی ایڈوانس پیمنٹ پہلے کر دی جائے اور سامان بعد میں آئے۔

جناب سپیکر، یہ تو پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ ایک طریق کار ہے کہ ان کو ادائیگی پہلے کرنا ہوتی ہے اور پیشگی ادائیگی کرنے کے بعد سامان تیار کر کے رہتے ہیں۔۔۔جی ملک محمد دین صاحب!

ملک محمد دین، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وڈ ورکنگ سینٹر کو سامان کی خریداری کے لیے تمام رقم پیشگی ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہ وڈ ورکنگ سینٹر اپنے قواعد وضوابط تو درست رکھتا ہے جب اسے ٹینڈر الاٹ ہوتا ہے تو کیا اس نے کبھی وقت پر فرنیچر سپلائی کیا ہے۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! وڈ ورکنگ سینٹر کی پہلے صرف ایک ہی فیکٹری تھی گجرات میں ان کے فرنیچرز کی کوالٹی بہت بہتر ہوتی ہے اور ان کے پاس فرنیچرز خریدنے کے لیے بہت پریشر ہوتا ہے اب انہوں نے ایک بھی فیکٹری ساہیوال میں لگائی ہے اور اب یہ کہتے ہیں کہ سامان کی ترسیل میں تاخیر نہیں ہو گی۔

ملک محمد دین ، جناب سپیکر! میرا ایک اور ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر وڈ ورکنگ سینٹر صحیح وقت پر فرنیچرز فراہم نہیں کرتا رہا تو محکمہ نے اس پر کچھ سرچارجز ڈالے ہیں۔

جناب سپیکر، ملک صاحب! یہ اس سوال پر آخری ضمنی سوال ہو گا جی جناب وزیر تعلیم صاحب۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ہم نے ان سے باقاعدہ ایک معاہدہ کیا تھا اور اسی معاہدہ کے تحت ہی یہ سپلائی ہوئی ہے اور معاہدہ کے تحت یہ سپلائی 18 ماہ میں مکمل ہونا تھی۔ یہ درست ہے کہ اس سپلائی میں تھوڑی تاخیر ہوئی ہے لیکن ہم اس معاہدہ کی کلاز کے مطابق ہی آگے بات کر سکتے تھے۔

جناب سپیکر، اگلے سوال کے لیے ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، سوال نمبر 1482 ۔

ہیڈ ماسٹروں کو پیشگی ترقیوں کی عطائیگی

*1482۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پبلک سروس کمیشن نے بی اے/بی ایڈ کی تعلیمی قابلیت رکھنے والے ہائی سکولوں کے ہیڈماسٹروں کو 1987ء کو بھرتی کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اضافی تعلیمی قابلیت رکھنے والے ہیڈماسٹروں کو پیشگی ترقیاں دی جاتی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو جن ہیڈ ماسٹروں کی تعلیمی قابلیت ایم اے /ایم ایڈ ہے ان کو پیشگی ترقیاں دینے کے لیے نوٹیفکیشن ابھی تک کیوں نہیں جاری کیا گیا۔ نیز آیا حکومت ان کو پیشگی ترقیاں دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب) 26-1-88 سے نافذالعمل ہیڈماسٹرز /ہیڈمسٹریسز کی تقرری رولز کے تحت ہیڈ ماسٹرز / ہیڈمسٹریسز اور ماہر مضمون کی تقرری کے لیے ایم اے /ایم ایس سی کرنے والے ہیڈ ماسٹروں کو تین اضافی ترقیاں دی جا چکی ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ ہیڈماسٹرز کو تین پیشگی ترقیاں دی گئی تھیں کیا وہ انہیں مل گئی ہیں؟

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! کیا یہ آپ کا ضمنی سوال ہے؟ راجہ صاحب مسکرا رہے ہیں کہ جب ڈاکٹر صاحب کو اپنے سوال کا ہی علم نہیں ہے تو ضمنی سوال کیا کریں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! جواب کے جز "ب" میں بتایا گیا ہے کہ 26-1-88 تک ایم اے/ایم ایس سی کرنے والے ہیڈماسٹروں کو تین اضافی ترقیاں دی جا چکی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 26-1-88 کے بعد آج تک اضافی تعلیمی قابلیت کے حامل اساتذہ کی حق تلفی کیوں کی جا رہی ہے اور حکومت کس میعاد مقررہ پر اور کب تک ان کو بھی یہ اضافی ترقیاں دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر، سیٹھی صاحب! آپ اپنے سوال کو دہرائیے گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو اضافی ترقیاں اضافی قابلیت کے حامل ہیڈ ماسٹروں کو دی گئی ہیں جن کا انہوں نے وقفہ بتایا ہے کہ یہ ترقیاں ہم نے 26-1-88 تک دے دی ہیں اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 26-1-88 کے بعد آج تک ایسی اہلیت کے حامل

اساتذہ کو پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہے ان کو کیا انہوں نے یہ اضافی ترقیاں دی ہیں اگر نہیں دیں تو کب تک حکومت ان کو یہ ترقیاں دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! 26-1-88 سے پہلے ہیڈ ماسٹرز کی جو کوالیفکیشن تھی وہ صرف بی اے /بی ایڈ تھی اور ہم نے ایک additional incentive دیا تھا کہ جو ہیڈ ماسٹرز ایم اے ہوں انہیں تین اضافی ترقیاں دی جائیں گی۔ لیکن 26-1-88 کے بعد ہم نے اس کوالیفکیشن کو revise کیا اور ہیڈ ماسٹر کی کوالیفکیشن ہم نے ایم اے، ایم ایس سی + بی ایڈ کو ابتدائی تعلیمی قابلیت قرار دینا تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی ابتدائی تعلیمی قابلیت کے مطابق کوالیفکیشن رکھتا ہے تو پھر اسے اضافی ترقیاں دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارے بنیادی سپے سکیل پہلے ہی revise ہو چکے ہیں جن کے تحت اگر کوئی ہیڈ ماسٹر ایم اے ہو اور ساتھ اضافی ایم اے کرے تو اسے ہم چھ اضافی ترقیاں دے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب سپیکر! میں وزیر تعلیم سے آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو آرڈرز 1988ء کے جاری کیے تھے کیا اس کے مطابق ان ہیڈ ماسٹرز کو رقم مہیا کر دی گئی ہے کیونکہ جب میں نے یہ سوال کیا تھا تو میرے علم میں یہ آیا تھا کہ ان کے یہ بقایا جات اضافی ترقیوں والے کلیئر نہیں ہوئے تھے۔ میرے خیال میں اس سوال کے آ جانے کے بعد انہوں نے یہ کیس بھجوا دیا تھا لیکن ابھی باقی مراحل رہتے ہیں۔ لہذا وزیر موصوف اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ کیا ان ہیڈ ماسٹرز کو جنہیں یہ گریڈ 1987ء میں ملا تھا انہیں یہ پیسے ادا ہو چکے ہیں۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! ان ہیڈ ماسٹرز کو گریڈ نہیں ملا تھا بلکہ تین اضافی ترقیاں دی گئی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب اضافی ترقیاں دی جاتی ہیں تو ہر ماہ ان کی تنخواہ تو انہیں ملتی رہتی ہے۔

جناب سپیکر، اگلے سوال کے لیے راجہ خلیق اللہ خان صاحب۔

راجہ خلیق اللہ خان، سوال نمبر 1488۔

ناجائز اختیارات کا استعمال

*1488۔ **راجہ خلیق اللہ خان،** کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹریس سکولز گوجرانوالہ ڈویژن کی دفتر میں موجودگی کے باوجود

ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز مسٹر محمد رمضان ان کے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔

(ب) آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر مسٹر رمضان نے پی ٹی سی۔ سی ٹی کے امتحان 1988ء کا خود رزلٹ دفتر کی بجائے اپنے گھر ڈسکہ سیالکوٹ کے ہائی سکول میں رکھا ہوا ہے۔

(ج) آیا یہ بھی درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر مسٹر رمضان نے بہت سے پرائیویٹ پی ٹی سی۔ سی ٹی کے امیدواروں کو 1989ء کے امتحان کے لیے نا اہل قرار دیا ان کا بذریعہ مراسلہ candidature بھی کینسل کر دیا بعد میں ان کو اہل قرار دے کر امتحان میں پاس بھی کر دیا تھا۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان بے قاعدگیوں کی بناء پر حکومت نے کیا کارروائی کی ہے ایسے امیدواروں کی کل تعداد کیا ہے جن کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور بعد میں ان کو اہل قرار دے کر پاس کر دیا گیا ان کے رول نمبر نام اور پتا جات سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) درست نہ ہے پی ٹی سی اور سی ٹی 1988ء کے امتحان کا رزلٹ دفتر میں موجود ہے۔

(ج) اس حد تک درست ہے کہ کچھ پرائیویٹ PTC/CT کے امیدواروں کو 1989ء کے امتحان کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا ان کا بذریعہ مراسلہ 4514/X-1 مورخہ 20-10-90 کنڈیڈیچر (Candidature) کینسل کر دیا گیا۔ دوبارہ اہل قرار دینے والی اور پاس کرنے والی بات درست نہ ہے۔

(د) جزو ہائے بالا کے جوابات کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے سوال کا جو جواب دیا گیا ہے وہ نامکمل ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ "آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائرکٹر مسٹر رمضان نے بہت سے پرائیویٹ CT/PTC کے امیدواروں کو 1989ء کے امتحان کے لیے نااہل قرار دیا ان کا بذریعہ مراسلہ candidature بھی کینسل کر دیا بعد میں ان کو اہل قرار دے کر

امتحان میں پاس بھی کر دیا تھا"۔

جناب والا! جب تک یہ وہ لسٹ مجھے مہیا نہیں کرتے کہ کون کون سے امیدوار اس میں تھے جن کے نام خارج کر دیے گئے پی ٹی سی کے امتحان کے سلسلے میں اور بعد میں ان کو پاس کر دیا گیا میرے پاس اس کے ثبوت موجود ہیں۔ یعنی یہ امیدوار اس امتحان میں شامل نہیں تھے لیکن ان کو پاس کر دیا گیا۔ میری صرف آپ سے اتنی درخواست ہے کہ جیسے کہ یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سے candidature ہم نے کینسل کیے یہ صرف ان کی مجھے لسٹ مہیا کر دیں۔ میرے پاس ان کا جواب موجود ہے جس کے ساتھ انہوں نے یہ لسٹ نہیں لگائی۔ لہذا میں یہ کہوں گا کہ اس سوال کو pend کیا جائے اور مجھے وہ لسٹ مہیا کی جائے جس میں ان امیدواروں کے نام خارج کیے گئے۔

جناب سپیکر: جی وزیر تعلیم صاحب آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! انہوں نے سوال کے جز (د) میں پوچھا ہے کہ اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان بے قاعدگیوں کی بناء پر حکومت نے کیا کارروائی کی ہے؟ اب انہوں نے پوچھا ہے کہ ایسے امیدواروں کی کل تعداد کیا ہے جن کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور بعد میں ان کو اہل قرار دے دیا گیا۔ جناب سپیکر! ہمارا جواب ہے کہ ہمارے پاس ایسا کوئی امیدوار ہے ہی نہیں جس کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور پھر بعد میں اس کو اہل قرار دے دیا گیا ہو۔ یہ دو پوائنٹ ہیں۔ ایک تو ہے candidature cancellation کا جس کا ہم نے جواب دے دیا ہے کہ کن امیدواروں کا ہم نے candidature کینسل کر دیا تھا لیکن اگر ان کے سوال کے دونوں پارٹ ملا کر پڑھیں تو وہ یہ ہے کہ جن کا پہلے کینسل کیا اور بعد میں ان کو اہل قرار دے دیا تو جناب سپیکر! کوئی ایسا امیدوار نہیں ہے جس کا candidature پہلے کینسل کیا گیا اور بعد میں اس کو اہل قرار دے دیا گیا۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! مجھے وہ لسٹ مہیا کی جائے جس میں سے امیدواروں کے نام خارج ہوئے اور میرے پاس اس کے ثبوت انہی کے محکمہ کے ہیں کہ نوٹیفکیشن ہو گیا کہ جن امیدواروں کے candidature کینسل کیے گئے تھے ان کو دوبارہ بغیر امتحان دیے پاس کر دیا گیا ہے۔ یہ متعلقہ چیز ہے۔ اور میں کیسے ثابت کروں گا جب تک کہ یہ مجھے اپنی لسٹ مہیا نہیں کرتے۔

جناب سپیکر: لیکن وہ تو سرے سے ہی contradict کرتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: جی ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کینسل کیا ہے۔ ان کا جواب آپ پڑھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، یہ کہاں لکھا ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! جواب کے جز (ج) میں یہ کہتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ بہت سے پرائیویٹ پی ٹی سی، سی ٹی کے امیدواروں کو 1989ء کے امتحان کے لیے نا اہل قرار دیا گیا جس کا بذریعہ مراسلہ فلاں فلاں candidature کینسل کر دیا گیا تو جب تک یہ مجھے مہیا نہیں کرتے میں کیسے عوام کو بتا سکتا ہوں کہ کس طرح کی بے ضابطگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر، یہ آپ کا (ج) جز جو ہے اس میں راجہ خلیق اللہ خان چاہتے ہیں کہ اس کا جو آپ نے جواب دیا ہے کہ اس حد تک درست ہے کہ کچھ پرائیویٹ پی ٹی سی، سی ٹی کے امیدواروں کو 1989ء کے امتحان کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا اور ان کا بذریعہ مراسلہ نمبر فلاں فلاں مورخہ 20-10-1990 candidature کینسل کر دیا گیا تو راجہ صاحب چاہتے ہیں کہ جن امیدواروں کا candidature کینسل کیا گیا ان کی فہرست انہیں مہیا کی جائے تا کہ جو ان کے پاس اپنی فہرست ہے اس کے مطابق وہ یہاں آپ کو بتا سکیں کہ صحیح فہرست کی کیا پوزیشن ہے۔

وزیر تعلیم، جناب والا! انہوں نے جس لسٹ کی فراہمی کا کہا ہے وہ ایسے امیدواروں کی فراہمی ہے جن کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور بعد میں ان کو امتحان کے لیے اہل قرار دے دیا گیا جہاں تک صرف cancellation کی لسٹ کا تعلق ہے وہ تو میں ابھی بتا دیتا ہوں میرے پاس پوری معلومات ہیں۔

جناب سپیکر، جی فرمائیں۔

وزیر تعلیم، اس میں 9 امیدواروں کے candidature کو کینسل کیا گیا تھا جن میں محمد ارشد، بانو اسلم، محمد ولایت، محمد شہباز، فخر الزمان، ظفر احمد، محمد اجمل خان، محمد عمران اور شاہ نواز شامل ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! میری استدعا ہے کہ مجھے لسٹ مہیا کی جائے تا کہ جو ان کا نوٹیفکیشن ہے اس کے ذریعے سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے علاوہ بھی ہیں۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! یہ لسٹ انہوں نے on the floor of the House آپ کو مہیا کر دی ہے کہ 9 امیدواروں کے نام کینسل کیے گئے ہیں اور انہوں نے ان کے نام بھی بتا دیے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! ان کا فرض تھا کہ وہ میرے جواب کے سلسلے میں پہلے نام دیتے تا کہ

میں ان کا اس لسٹ سے مقابلہ کر لیتا۔

جناب سپیکر: آپ نے سوال میں ان کے نام مانگے تھے؟

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! سوال کے جز"د" میں مانگے ہیں کہ ان کے رولنمبر نام اور پتا جات سے ایوان کو مطلع کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس میں تو آپ نے پوچھا ہے کہ ان بے قاعدگیوں کی بناء پر حکومت نے کیا کارروائی کی ہے ایسے امیدواروں کی کل تعداد کیا ہے جن کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور بعد میں ان کو اہل قرار دے کر پاس کر دیا گیا ان کے نام رول نمبر اور پتا جات سے ایوان کو مطلع کیا جائے۔ وزیر تعلیم کہہ رہے ہیں کہ جن امیدواروں کا candidature کینسل کیا گیا ان کی تعداد 9 ہے اور ان کے نام بھی انہوں نے بتائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بھی امیدوار ایسا نہیں ہے جن کو پہلے کینسل کیا گیا بعد میں بحال کیا گیا۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہی contradiction ہے کہ بہت سارے ایسے نام ہیں جن کا نام لسٹ میں نہیں آیا لیکن بعد میں ان کو دوبارہ پاس کر کے تعینات کر دیا گیا ہے اسی لیے میں اس گھپلے کے متعلق آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ مجھے لسٹ دیں کیونکہ میرے پاس ان کی نوٹیفکیشن موجود ہے اس کے ساتھ مقابلہ کر کے صحیح صورت حال کے سامنے پیش کر سکوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! وزیر تعلیم نے on the floor of the House کہہ رہے ہیں کہ سرے سے ان کے پاس کوئی ایسا نام بھی نہیں ہے آپ یہی فرما رہے ہیں نا۔

وزیر تعلیم: جی جناب والا!

جناب سپیکر: on the floor of the House کہہ رہے ہیں کہ سرے سے کوئی نام ہی نہیں ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ انہوں نے کہا ہے کہ 9 ایسے لڑکے ہیں۔

جناب سپیکر: ہاں 9 ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: انہوں نے ان کی لسٹ بھی نہیں دی ہو سکتا ہے کہ جو نوٹیفکیشن میرے پاس ہے وہ 9 نام بھی اس میں ہوں تو جب تک وہ مجھے لسٹ مہیا نہیں کرتے تو میں اس کی

contradiction کیسے کر سکتا ہوں میری صرف یہ استدعا ہے کہ وہ مجھے لسٹ دیں۔

جناب سپیکر, آرڈر پلیز' انہوں نے 9 کی لسٹ تو آپ کو مہیا کر دی ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! مجھے نہیں دی گئی آپ کے ذریعے ایوان کو مہیا کی گئی ہے میں نے کہا تھا کہ مجھے لسٹ دے دی جائے تو میں اس کا مقابلہ کر لیتا۔

جناب سپیکر, تو اب آپ کو دی ہے آپ چاہیں تو وہ ٹیبل کر دیتے ہیں اور آپ یہاں سے لے لیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! تو پھر سوال کیسے ہو گا میں تو کہتا ہوں کہ اس کو مؤخر کر دیں تاکہ میں اس کا مقابلہ کرکے آپ کے سامنے صحیح حقائق پیش کر سکوں۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! ماشاء اللہ آپ بڑے پارلیمنٹیرین ہیں اور سارے معاملات کو سمجھتے ہیں اگر کوئی ایسی بات ہو کہ وزیر تعلیم کا جواب تشنہ ہو تو میں اس کو اسی وقت موخر کر دوں گا۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ وہ کتنی لسٹ تھی اور اس میں کتنے نام تھے جو خارج ہوئے تھے اور دوبارہ امتحان پاس کرنے کے بعد لگا دیا گیا ہے۔ تو کم از کم وہ cancellation لسٹ تو مجھے مہیا کی جانی چاہیے تاکہ میں ثابت کر سکوں کہ اس میں بہت بڑا گھپلا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، تو آپ کو یہ cancellation لسٹ ابھی دے دیتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب سپیکر! میں یہی کہتا ہوں کہ اسے مؤخر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ کو لسٹ اسی دے دیتے ہیں اور اگر اس میں contradiction ہو تو آپ کے پاس دوسرے ذرائع ہیں جن سے آپ agitate کر سکتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! کم از کم ایوان کو پتا چلنا چاہیے اس کے بعد جناب والا! میرا سوال تھا کہ آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹریس سکولز گوجرانوالہ ڈویژن کی دفتر میں موجودگی کے باوجود ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز مسٹر محمد رمضان ان کے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ وزیر تعلیم نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ درست نہ ہے جناب والا! میرے پاس ان کے آرڈرز ہیں جو انہوں نے بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن (وومن) کیے ہوئے ہیں اور میں وہ آرڈر آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کو دیتا ہوں اور کیا وہ اس پر انکوائری کرنے کو تیار ہیں کہ یہ جواب غلط ہے۔

جناب سپیکر، وزیر تعلیم راجہ صاحب کو ان 9 آدمیوں کی لسٹ مہیا فرما دیں اور راجہ صاحب، اگر اس میں contradiction ہو تو آپ کے پاس دوسرے ذرائع ہیں جن کے ذریعے آپ agitate کر سکتے ہیں اور ایوان کو confidence میں لے سکتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر، اور ضمنی سوال ہے؟

راجہ خلیق اللہ خان، ہاں جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹریس سکولز گوجرانوالہ ڈویژن کی دفتر میں موجودگی کے باوجود ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز مسٹر محمد رمضان ان کے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ نہیں۔ لیکن جناب والا! میرے پاس مسٹر محمد رمضان کے آرڈر بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ایڈمن (وومن) موجود ہیں تو یہ جواب غلط ہے اور اگر میں ان کو وہ آرڈر مہیا کر دوں تو کیا جو جواب غلط ہے اس کے بارے میں اور اس کے خلاف بھی کوئی ایکشن لیں گے جنہوں نے ناجائز اختیارات استعمال کیے۔

جناب سپیکر، جی منسٹر ایجوکیشن،

وزیر تعلیم، جناب والا! اس کا جواب دے دیا ہے کہ یہ درست نہ ہے اگر راجہ صاحب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے تو اس کے بعد ہم اس کے متعلق مزید کارروائی کر سکتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! انہوں نے کہا ہے کہ یہ درست نہ ہے تو میں آپ کی وساطت سے آرڈر پیش کر دیتا ہوں۔ جناب اوالا! آپ کی مسکراہٹ سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ وزیر تعلیم کی مدد کرنا چاہتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، آپ کے سوالات پر چودھری محمد اقبال صاحب اور چودھری اعظم چیمہ صاحب بہت مسکرا رہے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! سارا گوجرانوالہ مسکرا رہا ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! میری استدعا ہے کہ اس میچ کو برابر ختم کر دیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔

جناب سپیکر، ایوان کی یہ رائے ہے کہ اگر چودھری محمد اقبال صاحب اور چودھری محمد اعظم چیمہ

صاحب، راجہ صاحب کی اور وزیر تعلیم کی صلح کرا دیں تو معاملہ زیادہ بہتر رہے گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! صلح کروا دی جائے۔

جناب سپیکر، اس میں ڈاکٹر خاور علی شاہ کو بھی شامل کر لیا جائے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب سپیکر! آپ کا فرمان سر آنکھوں پر ہم دونوں حاضر ہیں بلکہ ہم کھانا بھی دیں گے۔ راجہ صاحب کھیر کے بڑے شوقین ہیں اور ہم انشاء اللہ عثمان ابراہیم صاحب کو شامل کریں گے۔ ان کی صلح بھی کرائیں گے ان کی منت بھی کریں گے اور انشاء اللہ آئندہ ہمارے ضلع میں کوئی شکوک و شبہات نہیں ہوں گے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، جناب سپیکر! وزیر تعلیم اور راجہ صاحب کے ذمہ یہ لگا دیں کہ وہ چودھری صاحب اور اعظم چیمہ صاحب کے تعلقات بھی ٹھیک کرا دیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! ٹوانہ صاحب دی سربراہی اسان دوواں نوں قبول اے۔

جناب سپیکر، اگر یہ سلسلہ آگے بڑھتا جائے تو یہ لاانتہائی سلسلہ ہو سکتا ہے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، جناب والا! جیسے آپ نے یہ صلح والی ٹیم بنائی ہے انشاء اللہ اس سے آگے مسئلہ نہیں بڑھے گا یہ کام ہو جائے گا۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب والا! میرا ان سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے میں تو جو کوتاہیاں injustice or mis-justice محسوس کرتا ہوں وہ یہاں کرتا ہوں اور میں آپ سے بھی اور محکمہ سے بھی انصاف کا تقاضا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں راجہ صاحب! آپ تو عوام کے مفاد کے لیے بات کرتے ہیں اس میں کیا شک ہے۔ تو وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر تعلیم، جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز گوجرانوالہ کی نااہلی

*1489۔ راجہ خلیق اللہ خان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹریس سکول گوجرانوالہ ڈویژن کی دفتر میں موجودگی کے باوجود ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز مسٹر محمد رمضان ان کے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔

(ب) آیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر سکولز گوجرانوالہ ڈویژن مسٹر محمد رمضان نے بہت سے پرائیویٹ امیدواروں کو امتحان پی ٹی سی' سی ٹی 90-1989ء کے لیے نااہل قرار دے دیا اور بذریعہ چٹھی ان کا candidature بھی کینسل کر دیا بعد میں انہیں اہل قرار دے کر ان کا رزلٹ بھی نکال دیا۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان بے قاعدگیوں کا حکومت نے کیا نوٹس لیا کل کتنے امیدوار ہیں جن کا پہلے candidature کینسل کیا گیا اور بعد میں ان کو اہل قرار دے کر ان کا رزلٹ نکال دیا گیا۔ ان کے رول نمبر اور سکولوں کے ایڈریس ایوان میں پیش کیے جائیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) اس حد تک درست ہے کہ کچھ پرائیویٹ امیدواروں کو پی ٹی سی /سی ٹی 1989/90ء کے امتحان کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا اور بذریعہ چٹھی ان کا candidature بھی کینسل کر دیا تھا۔ البتہ یہ درست نہ ہے کہ بعد میں ان کو اہل قرار دے کر ان کا رزلٹ نکال دیا گیا۔

(ج) جزو (ب) کے جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

محمد شریف ہیڈ ماسٹر کے خلاف انکوائری

*1499۔ چودھری نور محمد تارڑ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر محمد شریف گورنمنٹ ہائی سکول دھونکل ضلع گوجرانوالہ عرصہ تقریباً اڑھائی سال سے بطور ہیڈ ماسٹر تعینات ہیں ان کے خلاف معززین قصبہ دھونکل نے ایک انکوائری کروائی جس میں درج ذیل الزامات تھے۔ سکول کی فیس اور فنڈز میں خورد برد طلباء سے ناجائز فنڈز وصول کرنا سکول فرنیچر کو گھر پر ذاتی استعمال میں رکھنا سکول کے نائب قاصد سے اپنے مویشیوں کو چارہ ڈالنے کے لیے دفتری اوقات میں ڈیرے پر بھیجنا وغیرہ۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ 20 جولائی 1991ء کو انکوائری آفیسر نے تحقیقات مکمل کر کے مورخہ 24 جولائی 1991ء کو جناب ڈائریکٹر تعلیمات مدارس گوجرانوالہ کو جو رپورٹ دی اس میں واضح طور پر تمام الزامات کی تصدیق کے بعد سفارش کی گئی کہ ہیڈ ماسٹر مذکورہ کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی کی جائے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مورخہ 18 ستمبر 1991ء کو زیرنمبری 22087 جو انکوائری رپورٹ جناب ڈائریکٹر تعلیمات گوجرانوالہ ڈی پی آئی (ایس) صاحب کو بھیجی تھی اس میں موصوف کے خلاف سخت کارروائی کی سفارش کی گئی تھی۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ انکوائری مکمل ہوئے تقریباً آٹھ ماہ گزر چکے ہیں۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب ہاں میں ہے تو مسٹر محمد شریف ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ایچ۔ایس دھونکل ضلع گوجرانوالہ کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی گئی ہے اور اگر کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو اس کی وجوہ کیا ہیں؛ اور ابھی تک ایسے بدعنوان شخص کو محکمہ تعلیم میں رکھنے کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) عرصہ آٹھ ماہ کی بات درست نہ ہے باقاعدہ انکوائری رپورٹ 29-8-92 کو مجاز آفیسر کو موصول ہوئی۔

(ہ) تحقیقاتی افسر کی رپورٹ کی روشنی میں ای اینڈ ڈی رولز کے تحت کارروائی آخری مراحل میں ہے اور حسب ضابطہ سزا دی جائے گی۔

خستہ حال عمارتوں کی مرمت کرانے کے لیے اقدامات

*1516۔**ملک احمد علی اولکھ**، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) تحصیل کروڑ میں کتنے پرائمری مدارس بغیر عمارت کے ہیں اور کتنی عمارات خطرناک حالت

میں ہیں۔

(ب) کیا حکومت اس سال تحصیل کروڑ ضلع لیہ میں بغیر عمارت سکولوں کی عمارات اور خطرناک عمارات کو گرا کر نئی عمارات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)؛

(الف) تحصیل کروڑ میں بغیر عمارت کے پرائمری مدارس اور خطرناک حالت والی پرائمری سکول کی عمارات کی تعداد حسب ذیل ہے۔

	بغیر عمارت	خطرناک عمارت
بوائز پرائمری	12	28
گرلز پرائمری	33	3

(ب) 1992-93ء میں سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 1200 پرائمری مدارس کی عمارات تعمیر کرائی جائیں گی اس میں سے تحصیل کروڑ ضلع لیہ کے چند مدارس بہرور ہوں گے۔ جہاں تک خطرناک عمارات کو گرا کر ان کی جگہ نئی عمارات بنوانے کا معاملہ ہے اس سلسلہ میں کوائف جمع کیے جا رہے ہیں اور مناسب منصوبہ بندی کر کے آئندہ مالی سال 1993-94ء سے اس پر کام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سلیکشن گریڈ سترہ دینے کے لیے اقدامات

*1541۔ راجہ ناصر علی خان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) راولپنڈی ڈویژن میں 31 دسمبر 1991ء تک سکینڈری سکول ٹیچرز (ایس ایس ٹی) مردانہ/زنانہ کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے نیز سلیکشن گریڈ مل جانے کے بعد کتنے اساتذہ کی ریگولر گریڈ سترہ سلیکشن گریڈ کی اسامیاں خالی ہوئی ہیں۔

(ب) راولپنڈی ڈویژن اور تاحال کتنے اساتذہ کو سلیکشن گریڈ مل چکا ہے۔

(ج) حکومت سلیکشن گریڈ سترہ کے مستحق اور تاحال محروم (ایس ایس ٹی) اساتذہ راولپنڈی ڈویژن کو کب تک سلیکشن گریڈ دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) راولپنڈی ڈویژن میں سیکنڈری سکول ٹیچر (SST) مردانہ /زنانہ کی منظور شدہ اسامیوں و سلیکشن گریڈ ملنے کے بعد خالی ہونے والی اسامیوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام کیڈر		منظور شدہ اسامیاں	سلیکشن گریڈ ملنے کے بعد خالی اسامیاں
جنرل	مردانہ	2246	—
	زنانہ	970	—
پرونشلائزڈ	مردانہ	89	—
	زنانہ	7	—
نیشنلائزڈ	مردانہ	123	—
	زنانہ	113	—
ایم سی	مردانہ	11	—
	زنانہ	16	—

(ب) منظور شدہ اسامیوں کے 1/3 کے حساب سے سلیکشن گریڈ کے مستحق اور سلیکشن گریڈ حاصل کرنے والے اساتذہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام کیڈر		1/3 کے حساب سے سلیکشن گریڈ کے مستحق اساتذہ	تاحال جنہیں سلیکشن گریڈ مل چکا ہے
جنرل	مردانہ	748	748
	زنانہ	320	320
پراونشل	مردانہ	30	42
	زنانہ	2	3
نیشنلائزڈ	مردانہ	41	87
	زنانہ	37	98
ایم سی	مردانہ	4	11

زنانہ	5	10

(ج) راولپنڈی ڈویژن کے تمام مستحق اساتذہ (ایس ایس ٹی) کو سلیکشن گریڈ دے دیے گئے ہیں اور کوئی سلیکشن گریڈ بقایا نہ ہے۔

سکول کو اپ گریڈ کرنے کے لیے اقدامات

*1542۔چودھری نور محمد تارڑ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ قادر آباد بیراج کالونی میں گرلز ہائی سکول نہ ہونے کی وجہ سے علاقہ کی طالبات گورنمنٹ ہائی سکول قادر آباد کالونی میں مخلوط ذریعہ تعلیم اپنانے پر مجبور ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مقامی پرائمری گرلز سکول کو اپ گریڈ کر کے مڈل اور پھر ہائی سکول کا درجہ دینے سے طالبات کی تعلیمی غرض و غایت پوری ہو سکتی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ گزشتہ سال کے دوران میرے ایک سوال پر وزیر تعلیم کی طرف سے واضح یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ feasibility رپورٹ موصول ہونے پر پرائمری گرلز سکول کو اپ گریڈ کر دیا جائے گا مزید برآں وزیر تعلیم اس بات کی بھی وضاحت کرنا پسند فرمائیں گے کہ کیا گرلز مڈل سکول کے اجراء کی صورت میں موجودہ گورنمنٹ ہائی سکول کی عمارت میں نئی کلاسوں کے بٹھانے کی گنجائش پیدا کرنے اور اسلامی و دیہی معاشرہ میں والدین اور طالبات پر مخلوط تعلیم کے منفی اخلاقی و نفسیاتی اثرات کے ازالہ کے لیے حکومت کوئی اقدامات کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) یہ درست ہے کہ قادر آباد بیراج کالونی میں کوئی گرلز ہائی سکول نہیں ہے۔ تاہم طالبات کا بوائز ہائی سکول میں داخل ہونا ان کی صوابدید ہے۔ اس بارہ میں محکمہ کی طرف سے کوئی ہدایات نہیں جاری کی گئیں۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ سکول مذکورہ کی جائزہ رپورٹ کی روشنی میں سکول کا درجہ بڑھانے کے لیے اقدامات کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن موصولہ رپورٹ کے جائزہ سے پتا چلا ہے کہ اس

مقام سے صرف 4 کلومیٹر کے فاصلے پر راکھے چٹھہ میں گرلز ہائی سکول چل رہا ہے۔ لہذا مذکورہ گرلز پرائمری سکول مڈل کا درجہ پانے کے لیے منظور کردہ معیار پر پورا نہیں اترتا۔

لارنس کالج میں داخلہ

*1566۔**جناب بادشاہ میر خان آفریدی،** کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ نومبر 1991ء میں لارنس کالج گھوڑا گلی مری سے دو طالب علم علی ارتضٰی خان کلاس نہم بی اور راشد خان کلاس نہم کو کالج سے نکال دیا گیا۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ راشد رحیم خان کو دوبارہ داخلہ دے دیا گیا جبکہ علی ارتضیٰ خان کو اس سے محروم رکھا گیا اگر ایسا ہے تو علی ارتضیٰ خان کو دوبارہ داخلہ نہ دینے کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ دونوں طالب علموں کو کالج قوانین کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں کالج سے فارغ کر دیا گیا تھا۔

(ب) جی ہاں یہ بھی درست ہے راشد رحیم خان کو واپس لے لیا گیا ہے۔ اور علی ارتضیٰ خان کی جانب سے کالج قوانین کی خلاف ورزی سنگین نوعیت کی تھی۔ جو کہ نہ صرف کالج کی طلباء بلکہ خود طالب علم مذکور کے ذاتی تحفظ کے منافی تھی۔ اس لیے اس کو کالج میں واپس نہیں لیا گیا۔ طالب علم مذکور نے اس کے خلاف رٹ درخواست عدالت عالیہ میں دائر کی جسے عدالت عالیہ نے تفصیلی سماعت کے بعد مسترد کر دیا ہے۔

سکول کے لیے بلڈنگ کی خرید کی تحقیقات

*1610۔**ملک محمد ذاکر،** کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ کے ایم گرلز پرائمری سکول اندرون بھاٹی گیٹ لاہور کی بلڈنگ گورنمنٹ نے مبلغ دس لاکھ ستانوے ہزار روپے میں خرید لی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس بلڈنگ کا زیادہ تر حصہ کرایہ پر تھا اور ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جس وقت بلڈنگ کی رجسٹری گورنمنٹ کے نام ہوئی اس وقت دفتر ڈی

ای او زنانہ لاہور سٹی کی ڈویلپمنٹ برانچ کا انچارج ملک حسن تھا۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ بلڈنگ کا مکمل قبضہ لیے بغیر گورنمنٹ کے نام رجسٹری کرائی گئی اور مالک بلڈنگ کو رقم ادا کرا دی گئی مزید برآں کرایہ داروں کو نکالے بغیر ڈویلپمنٹ برانچ نے بلڈنگ کا مکمل قبضہ لینے کا تصدیقی سرٹیفکیٹ جاری کر دیا اور ملک حسن نے دو لاکھ نذرانہ وصول کیا۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملک حسن اپنے مالی مفاد کی خاطر محکمہ کو اصل صورت حال کے برعکس رپورٹ دے کر گورنمنٹ کے نقصان کا باعث بنا اور جس مقصد کے لیے گورنمنٹ نے کثیر رقم خرچ کی اس کو پورا نہ ہونے دیا اور سکول اسی تنگ جگہ پر محدود رہا۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ ملک حسن نے محکمہ کو دھوکہ دیا فیلڈ افسر سے رپورٹ طلب نہ کرتے ہوئے از خود ساری کارروائی مکمل کر لی جو کارروائی دھوکہ پر مبنی ہے۔

(ز) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو محکمہ اس طرح کے دھوکہ باز جعل ساز اور رشوت خور کو فوری طور پر معطل کر کے باقاعدہ انکوائری کر کے انضباطی کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ کلی طور پر درست نہیں البتہ مذکورہ بلڈنگ کا کچھ حصہ کرایہ پر تھا اور اب بھی ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ بلڈنگ کا مکمل قبضہ لیے بغیر رجسٹری پوری بلڈنگ کرائی گئی اور مالک بلڈنگ کو رقم ادا کر دی گئی اور قبضہ لینے کے سرٹیفکیٹ پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر زنانہ لاہور سٹی نے دستخط کیے۔ جہاں تک نذرانے کا تعلق ہے اس کے صحیح یا غلط کا پتا انکوائری کے بعد ہی ہو سکے گا۔

(ہ) اس بارے میں انکوائری جاری ہے لہذا اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

(و) اس کی صداقت کے بارے میں فیصلہ انکوائری کے بعد ممکن ہے۔

(ز) انکوائری کی تکمیل کے بعد قصور وار اہلکاران کے خلاف ضابطہ کی کارروائی کی جائے گی۔

محمد یوسف کے خلاف انضباطی کارروائی کے لیے اقدامات

*1611۔ملک محمد ذاکر، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محمد یوسف عرف ٹھیکیدار دی رائی بجٹ افسر دفتر ڈی ای او (زنانہ) لاہور 1985ء میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کرتا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ای او (زنانہ) لاہور کی شکایات پر اس کا تبادلہ اوکاڑہ کر دیا گیا تھا مگر ڈی ای اوز مسز کنیز انوار ملک کے تبادلے کے بعد محمد یوسف کا تبادلہ بھی واپس ڈی ای او زنانہ لاہور سٹی کے دفتر میں کر دیا گیا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دوسری ڈی ای او کی شکایت پر پھر اس کا تبادلہ اوکاڑہ کر دیا گیا اور بعد ازاں اس کا تبادلہ ملی بھگت سے دفتر ڈی ای او (مردانہ) لاہور کینٹ میں کیا گیا اور پھر دفتر والوں کی ملی بھگت سے اسی زنانہ دفتر میں تبادلہ کرا کر آ گیا جس دفتر سے دوبارہ شکایت پر نکالا گیا تھا۔ جبکہ دونوں شکایات کنندگان ڈی ای او (زنانہ) نے زنانہ دفتر کے لیے اسے موزوں قرار نہیں دیا تھا۔ جبکہ متذکرہ آفیسر صرف زنانہ دفتروں کو پسند کرتا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ شخص زنانہ دفاتر میں رہتے ہوئے غیر اخلاقی ناپسندیدہ بلیک میلنگ اور اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے زنانہ اساتذہ کو مختلف حیلے بہانوں سے تنگ کرتا ہے۔ اور ان سے ناجائز فائدہ حاصل کرتا ہے اور زنانہ دفتر میں اس کی سرگرمیاں اور مصروفیات پراسرار ہیں۔

(و) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو وہ کون سے عوامل کارفرما ہیں جن کی بناء پر اس کے خلاف آج تک کوئی انتظامی /انضباطی کارروائی عمل میں نہ لائی گئی بلکہ اس کو ترقی دی جا رہی ہے؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) تبادلے کی حد تک درست ہے۔ تبادلہ کسی شکایت پر نہ ہوا تھا۔

(ج) تبادلہ جات کی حد تک درست ہے۔

(ہ) درست نہ ہے۔

(و) متذکرہ اہل کار کے خلاف کوئی بے قاعدگی یا کوئی الزام کبھی ثابت نہیں ہوا۔ لہذا اس کے خلاف کسی انضباطی کارروائی کا جواز نہ تھا۔

گرلز انٹر کالج کا قیام

*1638۔چودھری نوازش علی چیمہ، کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ماہ اکتوبر 1990ء میں ایک جلسہ عام میں میاں نواز شریف صاحب نے علی پور چٹھہ گوجرانوالہ میں گرلز انٹر کالج کے قیام کا اعلان کیا تھا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس اعلان کے بعد ڈائرکٹر کالجز تعلیم گوجرانوالہ نے میرے ساتھ رابطہ کر کے مجھے زمین مہیا کرنے کا کہا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ میں نے تقریباً 67 کنال رقبے کے کاغذات ڈائرکٹر کالجز گوجرانوالہ کو مہیا کر دیے تھے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں گرلز انٹر کالج بنانے کو تیار ہے، تو کب تک، اگر نہیں، تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہیں۔ ڈائرکٹر (کالجز) گوجرانوالہ نے از خود فاضل رکن اسمبلی سے اس بارے میں کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔

(ج) یہ درست ہے۔

(د) (i) حکومت کی تازہ ترین پالیسی کے تحت انٹر کالجز کا اجراء نہیں کیا جا رہا۔ لہذا ایک تلخیص کے ذریعے جناب وزیر اعلیٰ سے علی پور چٹھہ میں گرلز ہائی سکول کو ہائر سیکنڈری کا درجہ دینے کی منظوری اس شرط پر حاصل کی گئی تھی کہ پبلک موجودہ سکول کی عمارت کے ساتھ مزید 13 کنال اراضی کا بلا معاوضہ بندوبست کرے اور فاضل رکن اپنے صوابدیدی فنڈ

میں سے اضافی عمارت کی تعمیر کے لیے رقم بھی مہیا کریں۔

(ii) وزیر اعظم سیکرٹریٹ سے ان کے دورہ کے دوران جاری کردہ حکم کی کاپی آنے پر پورا معاملہ جناب وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کو از سر نو پیش کر دیا گیا تھا۔ وہاں سے موصولہ ہدایات کے مطابق گرلز انٹر کالج کا قیام مروجہ پالیسی سے ہٹ کر کرنا ہو گا۔ انہوں نے اس منصوبے کے لیے دس لاکھ روپے کی گرانٹ بھی عنایت فرما دی ہے۔ اور بقیہ رقم کی فراہمی کا وعدہ کیا ہے۔ عنقریب اس منصوبے پر کام شروع کرا دیا جائے گا۔

بھرتی اور تبادلہ کی تفصیلات

*1446۔ چودھری محمد حنیف: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) راولپنڈی ڈویژن میں 1990ء سے اب تک کتنے اساتذہ اور دیگر ملازمین بھرتی کیے گئے۔

(ب) کن کے احکامات کے تحت انہیں کہاں کہاں تعینات کیا گیا ہے۔

(ج) راولپنڈی میں 1990ء سے اب تک کتنے افراد کی یہاں سے ٹرانسفر کی گئی یہ ٹرانسفر کس کس کے احکامات کے تحت ہوئی۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) راولپنڈی ڈویژن میں 1990ء سے 31-12-93 تک بھرتی کیے گئے اساتذہ اور دیگر ملازمین کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ادارے	اساتذہ	دیگر ملازمین
گورنمنٹ کالجز	10	-
گورنمنٹ سکولز	614	191
"ٹیکنیکل ادارے	37	11
میزان	661	202

(ب) فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) راولپنڈی میں 899 افراد کی ٹرانسفر ہوئی ٹرانسفر مجاز اتھارٹی، سیکرٹری تعلیم، ناظم تعلیمات پنجاب اور ناظم تعلیم راولپنڈی ڈویژن کے احکامات سے لی گئیں۔

راولپنڈی کے حلقہ پی پی 3 میں پرائمری اور مڈل سکولوں کی تعداد

*1447۔چودھری محمد حنیف، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) راولپنڈی شہر کے حلقہ پی پی -3 میں طلباء طالبات کے کتنے پرائمری مڈل اور ہائی سکول ہیں۔

(ب) کتنے سکول کرائے کی بلڈنگ میں چل رہے ہیں جن سکولوں کی اپنی بلڈنگ ہیں ان کی حالت کیسی ہے۔ کتنے سکولوں کی چھتیں ٹپک رہی ہیں اور خستہ حالت میں ہیں اور محکمے نے ان کی تعمیر کے لیے کوئی رقم مختص کر رکھی ہے۔

(ج) متذکرہ سکولوں میں سٹاف مکمل ہے یا نا مکمل ہے۔ سکول کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)۔

(الف) حلقہ پی پی 3 میں طلباء و طالبات کے مدارس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

مدارس	ہائی	مڈل	پرائمری	میزان
مردانہ	6	3	6	15
زنانہ	5	4	13	22
میزان	11	7	19	37

(ب) (i) کرائے کی عمارات میں چلنے والے سکولز 17 (13 (زنانہ) + (مردانہ)

(ii) مستعار عمارات میں چلنے والے سکولز 4

(iii) اپنی عمارات والے سکولز 16

عمارات کی حالت۔ تمام عمارات کی حالت تسلی بخش ہے۔ماسوائے درج ذیل سکولز کی عمارات کے

i۔ گورنمنٹ مڈل سکول ڈھوک چراغ دین مختص رقم۔

ii۔ " ہائی سکول ڈی اے وی کالج روڈ " 38 لاکھ ایم این اے گرانٹ

iii۔ " اسلامیہ سکول راولپنڈی " 30 لاکھ "

(ج) 31-12-92 تک ہر سکول (مردانہ/زنانہ) کے سٹاف (مکمل/نامکمل) کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

نوٹیفکیشن پر عمل در آمد

*1680۔جناب محمد بشارت راجہ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے مراسلہ نمبر 104/88 SO(Cond-S) مورخہ 10 اکتوبر 1991ء کے ذریعے ترقی اور سلیکشن گریڈ دینے کے لیے پراونشلائزڈ اور نیشنلائزڈ اساتذہ کے درمیان برابر مواقع مہیا کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ابھی تک کسی ایک کیس پر بھی اس نوٹیفکیشن کی روشنی میں عمل در آمد نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے اساتذہ کو مشکلات کا سامنا ہے جبکہ ان سے جونیئر جنرل کیڈر کے اساتذہ کی ترقی کے احکامات جاری ہو رہے ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک ان احکامات پر عمل در آمد کرانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ بہت سارے مستحق افراد کو ترقی اور سلیکشن گریڈ مل چکے ہیں۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو کہ جاری ہے۔

(ج) مذکورہ احکامات پر عمل در آمد ہو رہا ہے۔

روبینہ حمید کے خلاف کارروائی

*1688۔چودھری خادم حسین، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسز روبینہ حمید زوجہ عبدالحمید ڈینٹر گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول گوردوارہ قلعہ گوجر سنگھ میں عرصہ دس سال سے بطور ٹیچر تعینات ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسز روبینہ حمید نے حال ہی میں دو عدد مکانات (بحساب اڑھائی لاکھ روپے فی مکان) واقع احاطہ حفیظ اللہ 84۔ میکلوڈ روڈ میں خرید کیے ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ قوانین کے تحت کوئی بھی سرکاری ملازم پچاس ہزار سے زائد کی جائیداد اجازت کے بغیر نہیں خرید سکتا اور نہ ہی عرصہ تین سال سے زائد ایک جگہ تعینات رہ

سکتا ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا متذکرہ ٹیچرس روبینہ حمید نے جائیداد کی خریداری سے قبل حکومت سے اجازت حاصل کی تھی۔ اگر نہیں تو کیا حکومت اس کے خلاف کارروائی کرنے کے ساتھ اسے تبدیل کرنے کو بھی تیار ہے۔ اگرنہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم):

(الف) مسز روبینہ حمید کو سکول میں تعینات ہوئے چھ سال کا عرصہ ہوا ہے۔

(ب) صرف ایک مکان بعوض مبلغ 2 لاکھ بتیس ہزار روپے خریدنے کی حد تک درست ہے۔

(ج) جائیداد کی خرید کی اجازت کی حد تک درست ہے۔

(د) مسز روبینہ حمید کو چٹھی نمبر 4110 /ای-II مورخہ 92-11-19 کے تحت جائیداد خریدنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

عبدالکریم شاہ کی تعیناتی

*1702-جناب رانا اکرام ربانی، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹروں کے لیے ایس ایس ٹی ہونا لازمی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مسمی عبدالکریم شاہ جونیئر انگلش ٹیچر کو ہیڈ ماسٹر ہائی سکول موسیٰ والی تحصیل و ضلع میانوالی تعینات کیا گیا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع اور ڈویژن کی سطح پر ایس ایس ٹی سنیارٹی لسٹ میں متذکرہ ہیڈ ماسٹر کا نام درج نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق نیشنلائزڈ کیڈر میں ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس بے قاعدگی کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم):

(الف) لازمی ہے۔

(ب) صرف اس حد تک درست ہے کہ مدرس مذکور کو ہائی سکول موسیٰ وال میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات کیا گیا تھا۔ مگر وہ جونیئر انگلش ٹیچر ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ایس ایس ٹی کے عہدے سے

ترقی یاب ہو کر ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر فائز ہوا تھا۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے' مدرس مذکور کا نام ڈویژن کی سطح پر ایس ایس ٹی جنرل کیڈر کی سنیارٹی لسٹ میں نمبر شمار 61 پر درج ہے اور نہ ہی اس کا تعلق نیشنلائزڈ کیڈر سے ہے۔

(د) کوئی بے قاعدگی نہ ہوئی ہے۔

خزانے سے غیر قانونی رقم نکلوانا

*1704۔جناب ارشاد حسین سیٹھی، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اکاؤنٹس آفیسر اے جی پنجاب لاہور نے اپنی چٹھی نمبر 145/I ایچ ایم XIX پی آر مورخہ 11 جولائی 1990ء کے ذریعے محکمہ تعلیم کی منظور شدہ اسامیوں سے زیادہ افراد کی تنخواہ نکلوانے پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (زنانہ) لاہور کینٹ کے حلقہ III کے بارے میں اعتراض لکھ کر دیا تھا۔ اگر ہاں تو اس کی نقل ایوان میں پیش کی جائے۔ نیز کتنے اہل کاروں کی کس قدر زیادہ تنخواہ نکالنے کے بارے میں اعتراض کیا گیا تھا اور اب تک کتنے افراد کی کل کتنی رقم بطور زائد تنخواہ نکلوائی جا چکی ہے اور یہ سلسلہ کب سے جاری ہے۔ تفصیلاً بتایا جائے۔

(ب) محکمہ نے غیر قانونی رقم نکلوانے کی روک تھام کے لیے اب تک کیا اقدامات کیے ہیں۔ اگر کوئی اقدام نہیں کیے گئے تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

(ج) جزو (الف) میں مذکورہ حلقہ III کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد برائے سال 1990ء اور 1991ء کی تفصیل الگ الگ بمع کیڈر وار ایوان کی میز پر رکھی جائے؛

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔ اعتراض ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ اے جی آفس کے اعتراض کے تحت

ایک کلرک کی دو ماہ (اپریل 1990ء' مئی 1990ء)

ایک عربی ٹیچر کی 1 ماہ (مئی 1990ء)

12 درجہ چہارم کی 1 ماہ (اپریل 1990ء) اور

10 درجہ چہارم کی 1 ماہ (مئی 1990ء) کی تنخواہ منظور شدہ اسامیوں سے زائد برآمد کرنے کا

اعتراض ہے۔ ابتدائی تحقیقات کے مطابق 12 درجہ چہارم ملازمین کی تنخواہ از مارچ 88ء تا جولائی 1990ء تقریباً -/1,50,000 روپے نکلوائے جانے کا الزام ہے۔ باقاعدہ انکوائری کی جا رہی ہے۔

(ب) بے قاعدگی علم میں آنے پر فوری طور پر متعلقہ افراد کی تنخواہ روک دی گئی ہے۔ اس ضمن میں چار اہل کاران

(i) سابقہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (زنانہ) متعلقہ زون لاہور کینٹ III۔

(ii) اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر (زنانہ) متعلقہ زون لاہور کینٹ III

(iii) رننگ کوآرڈینیٹر اور

(iv) ایک متعلقہ جونیئر کلرک کو معطل کیا جا چکا ہے۔ باقاعدہ کارروائی کی جا رہی ہے۔ خواتین کو الزام ثابت ہونے پر قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

علاوہ ازیں AEOS سے تنخواہ برآمد کرانے کے اختیارات واپس لے کر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر / ہیڈ مسٹریس کو دے دیے گئے ہیں۔

(ج) مذکورہ حلقہ III لاہور کینٹ کی سال وار منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	SST	EST	PET	AT	PTC	SV/OT	JVT	CLASS IV	میزان
1990	13	25	4	10	408	29	2	73	564
1991	13	25	4	10	408	29	2	73	564

مسماۃ صغراں چودھری اے، ای، او کی معطلی

*1705۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسماۃ صغراں چودھری ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر لاہور اے ای او III کو سرکاری خزانہ سے لاکھوں روپے جعل سازی سے نکلوانے کی وجہ سے معطل کیا گیا تھا۔

اگر ایسا ہے تو اس کی معطلی کی تاریخ سے ایوان کو مطلع کیا جائے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ افسر نے معطلی کے دوران ایک چیک مالیتی -/1,39,433 روپے مورخہ 16 جولائی 1991ء کو نیشنل بنک آف پاکستان ہال روڈ برانچ سے کیش کروایا تھا اگر جواب ہاں میں ہو تو یہ چیک کس کے حکم پر کیش کروایا تھا اور آیا وہ اس امر کی مجاز تھیں۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسماۃ صغراں چودھری کا تبادلہ ضلع قصور کے ایک ہائی سکول میں بطور ایس ایس ٹی کیا گیا تھا۔ اگر جواب اثبات میں ہو آیا مذکورہ افسر نے بطور ٹیچر قصور میں حاضری دے دی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم):

(الف) مسمات صغریٰ چودھری سابقہ اے۔ای۔او (زنانہ) لاہور کینٹ III کو بحکم ڈپٹی ڈائرکٹر ایڈم (زنانہ) لاہور ڈویژن لاہور کے حکم نامہ نمبر 9-174/ایڈمن ایف I مورخہ 91-7-9 کے تحت معطل کیا گیا تھا۔

(ب) مذکورہ رقم بذریعہ چیک نمبر ایف ایم 783936 مورخہ 10/7/91 کو نیشنل بنک آف پاکستان ہال روڈ برانچ سے کیش کروانے کے لیے گورنمنٹ پرائمری سکول مرل ماڑی کی ہیڈ مسٹریس کو دیا گیا جس نے یہ چیک اس بناء پر کیش نہیں کروایا کہ مسمات صغریٰ چودھری معطل تھیں اور چیک جاری کرنے کی مجاز نہ تھیں۔

(ج) مسمات صغریٰ چودھری کا تبادلہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسے معطلی کے دوران (Subsistance allowance) معطلی الاؤنس حاصل کرنے کے لیے اور غیر جانب دارانہ تحقیقات کی خاطر اس کا (LIEN) لیئن قصور شفٹ کر دیا گیا۔

حلقہ پی پی 215 میں زنانہ/مردانہ پرائمری سکولوں کی تعداد

*1720۔ چودھری اصغر علی گجر، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) میرے حلقہ انتخاب پی پی 215 لیہ میں کتنے زنانہ/مردانہ پرائمری مدارس بغیر عمارت کے ہیں اور کتنی عمارات خطرناک حالت میں ہیں۔

(ب) کیا حکومت اس سال مذکورہ حلقہ میں موجود بغیر عمارت سکولوں کی عمارات اور خطرناک

عمارات کو گرا کر نئی عمارات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر جواب نفی میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت ضلع لیہ کے shelterless پرائمری سکولز جن کی عمارات محکمہ ایجوکیشن بلڈ نگز تعمیر کر رہا ہے ان کی فہرست اے ڈی پی آئی پنجاب نے مہیا کی ہے اگر ایسا ہے تو مذکورہ حلقہ سے نا انصافی کی وجوہ کیا ہیں۔

(د) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے ایک ڈائر کٹو برائے shelterless سکولز جاری ہو چکا ہے لیکن پیش رفت نہ ہوئی ہے جبکہ ورلڈ بنک سکیم کے تحت محکمہ تعلیم پرائمری سکولز کی عمارات تعمیر کر رہا ہے اگر ایسا ہے تو میرے حلقہ کے سکولز بروقت سکیم میں شامل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں اور ڈائر کٹو پر ابھی تک پیش رفت کیوں نہیں ہوئی ہے۔

(ہ) کیا حکومت ورلڈ بنک کے تحت میرے حلقے میں موجود shelterless پرائمری زنانہ /مردانہ سکولز کی اقراء ڈیزائن عمارات سے بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)۔

(الف) حلقہ پی پی 215 میں 50 مردانہ اور 28 زنانہ مدارس کی عمارات نہیں ہیں جبکہ 16 مردانہ اور 20 زنانہ مدارس خطرناک عمارات میں ہیں۔

(ب) حکومت مرحلہ وار پروگرام کے تحت اس پر عمل کر رہی ہے اور رواں سال میں بھی حلقہ پی پی 215 کے سکول شامل ہیں۔

(ج) یہ درست ہے کہ مقامی سروے کے مطابق فہرستیں دفتر ایڈیشنل ڈی آئی پی سکولز میں تیار کی گئی ہیں لیکن PP-215 کے ساتھ کوئی نا انصافی نہیں کی گئی۔ اس حلقے کے 13 زنانہ اور ایک مردانہ سکول اس فہرست میں شامل ہیں۔

(د) جناب وزیر اعلیٰ صاحب کے احکامات کی روشنی میں تازہ رپورٹ حاصل کی جا رہی ہے اس کا جائزہ لے کر موزوں کارروائی کی جائے گی۔ اور ہرگز نا انصافی نہیں ہو گی۔ اب تو سوشل ایکشن پروگرام کے تحت بھی shelterless پرائمری مدارس کی عمارات کی تعمیر کے لیے

فنڈز فراہم کیے جا رہے ہیں۔

(ہ) مندرجہ بالا جوابات کی روشنی میں اس جز کے جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔

ضلع گجرات کے سکول کے لیے عمارت کی تعمیر

*1758۔ چودھری محمد فاروق، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کوہار ضلع گجرات کی عمارت کو کس سال خطرناک قرار دیا گیا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ تعلیم نے اپنے ایک مراسلہ کے ذریعے مذکورہ سکول کی ہیڈ مسٹریس کو اس سکول میں طالبات کو نہ بٹھانے کی ہدایت جاری کی تھی۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس خطرناک قرار دی گئی عمارت میں طالبات بٹھانے سے کسی وقت بھی کوئی مہلک اور جان لیوا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مذکورہ سکول کے لیے اب تک نئی عمارت کی تعمیر شروع نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور اس سکول کے لیے کب اور کتنے فنڈز مہیا کیے جائیں گے۔

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کھوہار کی عمارت کو 1988ء میں خطرناک قرار دیا گیا تھا۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے سکول مذکور کی عمارت کی تعمیر نو کے لیے 4 35 لاکھ روپے کا تخمینہ تیار کیا گیا ہے رواں مالی سال کے دوران 3 35 لاکھ روپے جاری کر دیے ہیں۔ بقیہ فنڈز اگلے سال جاری کر دیے جائیں گے اور سکول مذکورہ کی تعمیر نو کا کام مکمل کرا لیا جائے گا۔

کوٹلہ ارب علی خان کی عمارت کی مرمت

*1830۔ چودھری محمد فاروق، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کوٹلہ ارب علی خان مڈل سکول برائے طلباء کی عمارت کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور اس کو خطرناک بھی قرار دیا جا چکا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اپریل 1990ء میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس عمارت کی مرمت کے لیے فوری کارروائی کیے جانے کے احکامات جاری کیے تھے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ directive جاری ہونے کے باوجود ابھی تک اس عمارت کی تعمیر /مرمت کے سلیے موقع پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(د) اگر جز (الف) (ب) اور (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے اورکیا حکومت رواں مالی سال کے دوران اس سکول کی عمارت کو مرمت کے لیے فنڈز مہیا کر دے گی۔ اگر نہیں تو کیوں۔

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) درست ہے۔

(ب و ج) محکمہ تعلیم میں سال 1990ء میں کوئی ایسا ڈائر کٹو موصول نہیں ہوا۔

(د) چونکہ مالی سال 1990ء میں ایسا کوئی ڈائر کٹو محکمہ تعلیم میں موصول نہ ہوا اس لیے کسی کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم رواں مالی سال 93-1992ء میں کوملہ ارب علی خان مڈل سکول برائے طالبات کے لیے 2,63,700 روپے کی رقم مختص کر دی گئی ہے اور اس سال اس سکول کی مرمت کر دی جائے گی۔

تعلیمی وظائف کی تفصیلات

*1840۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) جنوری 1990ء تک بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے طلبہ و طالبات کو کتنے تعلیمی وظائف دیے گئے ان کی مکمل تفصیلات اور نام کیا ہیں نیز وظائف دینے کا طریقہ کار اور معیار کیا ہے۔

(ب) ان میں کتنے وظائف سیکرٹریٹ کے افسران اور وزراء کے رشتہ داروں کو عنایت کیے گئے مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)،

(الف) طلباء و طالبات جو بیرون ملک حکومت کے دیے ہوئے وظائف پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے

جاتے ہیں حکومت پنجاب کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔

(ب)　مندرجہ بالا صورت حال کی روشنی میں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد میں ملازمین کی تعداد

*1872۔ جناب ریاض فتیانہ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف)　بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد میں حال ہی میں بھرتی کیے گئے ملازمین کے نام اہلیت تجربہ اور مکمل پتہ کی مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔

(ب)　کیا یہ درست ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ملازمین کو بھرتی کرتے وقت ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ اور خصوصاً تحصیل کمالیہ کو نظر انداز کیا گیا ہے اور کیا میرے حلقے یا تحصیل کمالیہ سے کوئی بھی شخص درجہ چہارم یا عملہ صفائی کے لیے بھی موزوں نہیں تھا۔

(ج)　کیا حکومت کل اسامیوں کو صوبائی حلقے کے حساب سے مساوی تقسیم کرنے کو تیار ہے تاکہ ہر حلقہ کی اہل بچے آپس میں مقابلہ کر کے بھرتی ہو سکیں۔ اور یوں کسی بھی حلقے کو نظر انداز کرنے کی شکایات یا احساس محرومی پیدا نہ ہو؟

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم)،

(الف)　مطلوبہ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب)　یہ درست نہ ہے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھنے والے 10 ملازمین بھرتی کیے گئے ہیں جن میں سے 2 ملازمین کی تحصیل کمالیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ج)　ایسی کوئی تجویز محکمے کے زیر غور نہیں ہے۔

ڈپٹی ڈائرکٹر (سکولز) کا عرصہ تعیناتی

*1887۔ جناب علی حسن رضا قاضی، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف)　کیا یہ درست ہے کہ تعلیمی پالیسی کے تحت ڈپٹی ڈائرکٹر (سکولز) اپنے عہدے پر عرصہ تین سال سے زائد عرصہ ایک جگہ تعینات نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اپنے آبائی ضلع میں تعینات رہ سکتا ہے۔

(ب) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیم (سکولز) فیصل آباد میاں مشتاق احمد جو عرصہ تین سال سے کس کے حکم سے اپنے آبائی ضلع میں تعینات ہے کیا اس بارے میں کوئی ڈائرکٹو جاری ہوا ہے اگر ہوا ہے تو کب مکمل تفصیل ایوان میں پیش کی جائے۔

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم)۔

(الف) اس حد تک درست ہے کہ ڈپٹی ڈائرکٹر کی ایک جگہ عرصہ تعیناتی (TENURE) بالعموم تین سال تک ہے جہاں تک آبائی ضلع میں تعیناتی کی پابندی کا تعلق ہے محکمانہ پالیسی کے مطابق یہ پابندی ڈویژنل سطح کی اسامی پر لاگو نہ ہے۔

(ب) جناب وزیر اعلیٰ کے حکم مورخہ 4 فروری 1989ء کے تحت مشتاق احمد کی تعیناتی بحیثیت ڈپٹی ڈائرکٹر کی گئی تھی۔

میرٹ پالیسی کے برعکس تقرریاں

*1919۔جناب پیر ذوالفقار علی چشتی، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سال 1992ء اور 1990ء میں حکومت کی میرٹ پالیسی برائے ملازمت میں ایڈہاک بنیادوں پر تقرری پر پابندی رہی ہے اگر ہاں تو آیا اس پالیسی کا اطلاق یونیورسٹیوں پر بھی ہوتا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر نے مذکورہ عرصہ کے دوران حکومت اگر میرٹ پالیسی اور یونیورسٹی ایکٹ 1975ء کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے کتنے اشخاص کو بلاتعلیمی جواز ایڈہاک بنیادوں پر ملازمت دی ہے اور آیا ان تقرریوں کو چانسلر کمیٹی کے تفویض کردہ اختیارات کے تحت کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب ہاں میں ہو تو کیا وائس چانسلر کو یونیورسٹی ایکٹ کی دفعہ 25 (2) (سی سی) کے تحت ایسے اختیارات حاصل ہیں جو خود چانسلر کمیٹی کو بھی حاصل نہیں تھے جبکہ چانسلر کمیٹی 31 جولائی 1989ء کو ختم ہو چکی ہے۔

(د) اگر اب تک مذکورہ ایکٹ میں ترمیم نہیں ہوئی تو حکومت کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف

ورزی کرتے ہوئے ایڈہاک تقرریاں کیوں اور کن اختیارات کے تحت ہو رہی ہیں؟

وزیر تعلیم(میاں عثمان ابراہیم):

(الف) یونیورسٹیوں میں حکومت کی طرف سے ملازمتوں پر پابندی 13 دسمبر 1990ء سے 14 ستمبر 1991ء تک عائد رہی۔

(ب) مذکورہ بالا عرصہ کے دوران کوئی ایڈہاک تقرری نہیں کی گئی۔

(ج۔د) اندریں حالات قانون کے خلاف کوئی تقرری نہیں کی گئی۔

پیر ذوالفقار علی چشتی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے متعلق دو سوال پیش خدمت کیے تھے سوال نمبر 1919 کا جواب آ گیا ہے۔ مگر سوال نمبر 1920 جو کہ انٹر لنک تھا اس کو اس میں تامل نہیں کیا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نےجو سوال لکھ کر دیے تھے ان میں کانٹ چھانٹ کر دی گئی اور میرا سوال آدھا کر دیا گیا۔ میرے سوال کے آٹھ جز تھے لیکن یہاں پر صرف چارجز کے جواب دیے گئے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ میرے سوال کے الفاظ بھی تبدیل کر دیے گئے ہیں اس میں جناب والا! اب دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اگر آپ خصوصی شفقت فرمائیں تو اسی اجلاس میں شارٹ نوٹس پر میرے دونوں سوالات کے جوابات دیے جائیں اور اگر یہ صورت نہیں ہو سکتی تو پھر جناب وزیر تعلیم صاحب یہ یقین دہانی کروا دیں کہ میرے اصل سوالات کی روشنی میں اسلامیہ یونیورسٹی کی انکوائری کروالیں۔

جناب سپیکر: جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ آپ کے سوال کے آٹھ جز تھے چار دیے گئے ہیں چار نہیں دیے گئے۔۔۔

پیر ذوالفقار علی چشتی: چارجز کاٹ دیے گئے ہیں اور جن چار کا جواب دیا گیا ہے اس میں بھی کانٹ چھانٹ کر دی گئی ہے۔ مثلاً

جناب سپیکر: آپ کا مقصد پیر صاحب یہ ہے کہ آپ کے سوال و جواب نامکمل ہیں؟

پیر ذوالفقار علی چشتی: نامکمل بھی ہیں اور سوالات بھی تبدیل کیے گئے ہیں جو سوالات میں نے لکھ کر دیے ہیں یہ وہ سوالات نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: اس سوال کو ہم پینڈنگ کر لیتے ہیں اور آپ کے سوال مکمل شکل میں جامع انداز میں

پیش کر کے مکمل جواب منگوا لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟

پیر ذوالفقار علی چشتی، مہربانی' جناب! اگر وزیر تعلیم صاحب انکوائری کی یقین دہانی کروا دیں تو تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر، پھر اس سوال کو پینڈ نگ نہ کیا جائے؟

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! اگر یہ انکوائری کی یقین دہانی کروا دیں تو اس صورت میں میرے سوال کو پینڈ نگ نہ کیا جائے۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! آپ سوال کو پینڈ نگ نہ کریں۔ میں اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ میں اس مسئلے کی باقاعدہ پوری انکوائری کروا دوں گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وقفہ سوالات میں راجہ صاحب اور وزیر تعلیم کا معاملہ اتنا طول پکڑ گیا کہ کچھ اہم سوال رہ گئے۔ میرا بھی ایک اہم سوال نمبر 1759 رہ گیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں جناب وزیر تعلیم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ سکول کی جو عمارت ہے اسے محکمے نے خطرناک قرار دے دیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اس سکول میں طالبات تعلیم حاصل کریں تو کسی بھی وقت انہیں حادثہ پیش آ سکتا ہے اور وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو سکتی ہیں۔ جناب والا! ایک ایسا سکول جس کے بارے میں خود وزیر تعلیم کرتے ہیں کہ اس کی عمارت کے نیچے تعلیم حاصل کرنا خطرناک ہے اس کی تعمیر نو کے لیے صرف۔۔۔

(اس مرحلے پر جن فرحت حسین مزاری کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں شہباز احمد، جناب سپیکر! ابھی ہمارے دوست یہ سوچ رہے تھے کہ مزاری صاحب کو مبارک باد دی جائے اور آپ نے آ کر سیٹ سنبھال لی۔ میرے خیال میں یہ زیادتی ہوئی ہے انہیں آپ کچھ دیر کے لیے وقت ضرور دیتے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تھوڑی دیر کے لیے صبر فرمالیں۔ ہم یہ موقع فراہم کریں گے کہ آپ مزاری صاحب کو مبارک باد پیش کر سکیں۔ شکریہ۔

ایک آواز، انہیں اس سیٹ پر بٹھائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سیٹ پر بھی بٹھائیں گے تاکہ آپ ان کو مبارک باد پیش کر سکیں۔

چودھری شوکت داؤد ، "حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے"۔

چودھری محمد فاروق ، جناب والا! میں کچھ عرض کر رہا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تو فرمائیں۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں اپنے ایک سوال کے حوالے سے بات کر رہا تھا جس کے جواب میں وزیر تعلیم نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ متعلقہ سکول کی عمارت بہت خطرناک ہے اور اس سکول کی چھت کے نیچے بچیوں کی تعلیم حاصل کرنے سے ان کی جان کو نقصان ہو سکتا ہے اور یہ عمارت جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ جناب والا! وزیر تعلیم نے جب یہ بات تسلیم کی ہے تو تعمیر نو کے لیے خاطر خواہ کیوں نہیں مختص کی گئی؟ اس لیے مجھے وزیر موصوف کی طرف سے یہ یقین دہانی چاہیے۔

میاں شہباز احمد ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ تشریف رکھیں پہلے ان کو اپنی بات مکمل کر لینے دیں۔

میاں شہباز احمد ، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں صاحب وہ بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں آپ تشریف رکھ رکھیں۔ خیریت تو ہے نا آج!

میاں شہباز احمد ، جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ چودھری فاروق صاحب کی بات کے دوران تین سپیکر بدل چکے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ چودھری فاروق صاحب اپنی بات مکمل کریں۔

چودھری محمد فاروق ، ویسے میں اس بات کا نوٹس تو نہیں لینا چاہتا لیکن جناب سپیکر! اگر ہاؤس اسی طرح ان آرڈر ہو ایوان کا یہی رویہ ہو۔ یہی آداب ہوں تو تین کیا یہاں تو چار سپیکر بھی بدل جائیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے لیے انہوں نے جو اقدامات کیے ہیں وہ ناکافی ہیں اس لیے میں اس پر مطمئن نہیں ہوں لہذا وزیر موصوف سے گزارش ہے کہ اس کی تعمیر نو کے لیے مناسب فنڈز فراہم

کرنے کی یقین دہانی کروائیں اور اس پر فوری طور پر مناسب اقدامات بھی کریں۔ دوسرا جناب میرے دوسرے سوال 1830 کے جواب میں واضح طور پر کہا ہے کہ وزیر اعلیٰ کی طرف سے کوئی ڈائرکٹو جاری نہیں ہوا۔ میں وہ ڈائریکٹو ایوان میں پیش کر سکتا ہوں وزیر اعلیٰ کی طرف سے ڈائرکٹو جاری ہوا ہے اس کے باوجود واضح طور پر اس کے بارے میں انکار کیا گیا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ جان بوجھ کر اس قسم کا غلط جواب دینا مناسب نہیں ہے۔ اگر وزیر تعلیم کوئی مثبت اقدامات کرنا چاہتے ہیں تو ایوان کے اندر جواب دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ چودھری فاروق صاحب کی اگر کچھ شکایات ہوں یا ان کی کوئی مشکلات ہوں تو اس سلسلے میں ان کی مدد فرمائی جائے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے فاضل رکن کی پوری بات سنی ہے اور میں انہیں یقین دہانی کرواتا ہوں کہ رواں مالی سال میں ہم نے 2 لاکھ 35 ہزار روپے کی جو رقم جاری کی ہے یہ پوری خرچ ہو گی اور بقیہ رقم جو ہے۔۔۔

ایم۔ لطیف مغل (پارلیمانی سیکرٹری): جناب والا! وقفہ سوالات تو کب کا ختم ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے سوال کیا ہے اور وزیر تعلیم صاحب کھڑے ہو کر جواب دے رہے ہیں؛ یہ تو کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں یہ سوال نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں آپ مطمئن رہیں۔ میں یہ استدعا کروں گا کہ معزز رکن کے جو بھی کوئی پرابلم ہیں وزیر موصوف مہربانی فرما کر ان کو رفع کریں اور ان کو مطمئن کریں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ جی سیکرٹری اسمبلی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب رانا ثناء اللہ خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"That Rana Ikram Rubbani leader of the opposition Provincial Assembly of the Punjab has proceeded to America for medical

check up He, therefore, can not attend the Assembly taking place from 10th February, 1993 He may kindly be granted leave from 10 February to 20th February 1993."

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں ذاتی مصروفیات کے باعث 10,11,14 فروری 1993 کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ براہ مہربانی 3 یوم کی رخصت عنایت فرمائی جائے"۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر سید وسیم اختر رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"Due to certain un-avoidable circumstances, I could not attend the Assembly Session on 13th February, 1993."

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب فرید احمد پراچہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد جا رہا ہوں اس لیے 14-فروری 1993ء کو اجلاس میں حاضر نہ رہ سکوں گا۔ براہ کرم رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب سردار ظہور احمد خان قیصرانی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ ضروری کام کے سلسلے میں 27,30,31 اگست اور 10 دسمبر 1992ء کو کراچی گیا ہوا تھا۔ براہ نوازش رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب تاج محمد خان زادہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"Malik Ata Muhammad Khan MPA has gone abroad and ask me to submit an application for his leave during entire present session of the Assembly."

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(رخصت منظور ہوئی)

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک استحقاق نمبر 12 چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔

ای ایس ٹی اور پی ٹی سی اساتذہ کے سکیلوں میں تفاوت

چودھری اصغر علی گجر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کی لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ،

"اس وقت ہمارا پورا معاشرہ جو دو رنگی کی لپیٹ میں ہے اور جس دوہرے معیار نے نفرتوں کے بیج بو دیے ہیں اس کی ایک مثال وفاقی اور صوبے کے تعلیمی اداوں میں ای۔ایس۔ٹی اور پی۔ٹی۔سی اساتذہ کے معاوضوں کا فرق بھی ہے۔ اس وقت وفاق کے مذکورہ اساتذہ کو بالترتیب چودھواں اور نواں سکیل دیا جا رہا ہے جب کہ پنجاب میں ای۔ایس۔ٹی کو نواں اور پی۔ٹی۔سی اساتذہ کو ساتواں سکیل صوبائی حکومت دی رہی ہے۔ یہ تفاوت طبقاتی تفریق کی شعوری یا غیر شعوری حرکت ہے جس سے صوبہ پنجاب کے ہزاروں معلمین و معلمات اپنے حق سے محروم ہیں۔ ان ہزاروں معلمین و معلمات میں میرے حلقے کے عوام کی ایک کثیر تعداد بھی ہے جو اپنے حقوق کی محرومی کا رونا میرے سامنے روتی ہے اور ان کے حقوق پامال ہو جائیں تو میرا ان سے پہلے حق مجروح ہو جاتا ہے لہٰذا میں تحریک پیش کرتا ہوں۔ میری یہ تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! اس میں میری صرف یہ گزارش ہے کہ ایک ہی ملک ہو اور اس میں کوئی شخص ایک جیسی ہی تعلیم رکھتا ہو۔ اور پھر اس کی محنت اور ذمہ داری بھی ایک جیسی ہی ہو اور جب اس کو تنخواہ دی جائی تو اس میں اتنا بڑا تفاوت کہ مرکز اس کے لیے کوئی اور تنخواہ پے کرتا ہے اور صوبہ اس کے لیے کوئی اور تنخواہ پے کرتا ہے۔ وہی کورس ہے پی۔ٹی۔سی کا بھی اور ای۔ایس۔ٹی کا بھی۔ یہاں پر بھی وہی کورس ہے اور وہاں پر بھی وہی کورس ہے۔ یعنی کہ ایک ہی ادارے سے کورس کرنے والے کو جب اسی سکول میں ملازمت ملتی ہے تو مرکز اس کے لیے تنخواہ زیادہ پے کرتا ہے اور صوبہ اس کے لیے تنخواہ کم پے کرتا ہے۔ اس لیے جو لوگ صوبے میں کم تنخواہ لے رہے ہیں وہ احساس محرومی کا شکار ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اس کو منظور فرما کر تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیاجائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر تعلیم صاحب جواب دیں گے۔

وزیر قانون، جناب والا! اس میں فاضل رکن کا استحقاق کا کون سا پہلو نکلتا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! لاءمنسٹر کی جگہ وزیر تعلیم جواب دیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ کیوں کہ لاء منسٹر کی جگہ تو ٹیپ کا بٹن دبا دیں تو وہ ہی کافی ہے۔ ایک منسٹری کی کمی بھی پوری ہو جائے گی چونکہ جو بٹن دبائیں گے وہی جواب آئے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی خواہش پوری ہو گئی ہے اور اب وزیر تعلیم صاحب آپ کی تحریک استحقاق کا جواب دینے لگے ہیں۔

وزیر تعلیم: فاضل رکن کی غلط فہمی ہے میں بھی وہی بات کرنے والا تھا جو کہ لاءمنسٹر کر رہے ہیں۔ جناب والا! میں سب سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ فاضل رکن مجھے بتائیں کہ ان کا کون سا استحقاق مجروح ہوا ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔ شاید میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ تحریک سن کر ذمے دار لوگوں کے ماتھے پر پسینہ ضرور آئے گا۔ کہ ہمارا وزیر جو اس صوبے کی تعلیم کا ذمہ دار شخص ہے اس کو اپنے محکمے سے' میرا استحقاق بنتا ہو یا نہ بنتا ہو' میں سمجھتا ہوں کہ وزیر موصوف کا یہ استحقاق ضرور بنتا تھا۔ میری اس تحریک کو سننے کے بعد اس کے ماتھے پر پسینہ ضرور آنا چاہیے تھا۔ کہ اس کے محکمے کے لوگوں کو کم سکیل دیا جا رہا ہے اسی گریڈ کے لوگوں کو پیسے کم دیے جا رہے ہیں۔ جب کہ طبقات کے لحاظ سے ایک طرف وہی گریڈ لینے والے وہی تعلیم حاصل کرنے والے وہی ذمہ داری لینے والے ایک طرف زیادہ تنخواہ لے رہے ہیں اور وہی لوگ دوسری طرف کم تنخواہ لے رہے ہیں۔ تو کوئی نہ کوئی احتجاج کی صدا معزز وزیر کی طرف سے ضرور بلند ہونی چاہیے تھی۔ چہ جائیکہ میری حوصلہ افزائی ہوتی۔ میں تو ان کی وکالت کر رہا تھا اور میری ہی الٹی دل شکنی ہو رہی ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا میں فاضل رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اسی استحقاق کو جسے کہ انہوں نے تحریک استحقاق کا موضوع بنایا ہے اسی کو انہوں تحریک التوائے کار کا موضوع بھی بنایا ہے۔ مجھے اس کا پورا جواب معلوم ہے۔ اب وہ خود فیصلہ کریں۔ لیکن میرا خیال تھا کہ جو ان کی متعلقہ بات ہے اسی موضوع پر ان کی ایک تحریک التوائے کار نمبر ۱۹ ہے۔ اس پر میں ان کو مفصل جواب دوں گا۔ کیونکہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ یہ تو تحریک التوائے کار بنتی ہے۔ اور انہوں نے باقاعدہ اپنی تحریک التوائے کار فائل کی ہوئی ہے اور اس کا نمبر ۱۹ ہے۔ اگر یہ پسند کریں تو جب ان کی تحریک التوائے کار نمبر ۱۹ کی باری آئے گی تو اس وقت میں جواب دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میرا خیال ہی کہ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے چونکہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ کسی بھی ضابطے اور قانون کے تحت یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ انہوں نے ایک مسئلے کو اٹھایا ہے اور آپ کے نوٹس میں لائے ہیں۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ ان کا یہ مسئلہ جائز ہے آپ بھی اس کو دیکھیں اور کوشش کریں کہ اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ اب جناب غلام سرور خان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 18 ہے۔

رکن اسمبلی کی رہائش گاہ پر چھاپہ

جناب غلام سرور خان، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 20۔ نومبر 1992ء صبح چھ بجے اے ایس پی کینٹ بنیا امین' ڈی ایس پی واہ جاوید خان' آر ایم واہ رانا طاہر' اے ایس آئی تھانہ ٹیکسلا محبوب اور دیگر دو اڑھائی سو پولیس ملازمین کے ہمراہ میری رہائش گاہ موضع پنڈ نو شہری ٹیکسلا پر چھاپہ مارا اور دیواریں پھلانگ کر حویلی کے اندر داخل ہوئے اور میرے ملازمین کو زدو کوب کرنا شروع کر دیا ان سے میرے بارے میں پوچھتے رہے کہ وہ کہاں ہیں۔ کمروں کے تالے توڑ کر پورے گھر کی بلا وارنٹ ناجائز تلاشی لی اور میرے تین لائسنسی اسلحہ مختلف صندوقوں سے نکال کر ساتھ لے گئے۔ میرے ذاتی ملازم فیاض کو پکڑ ساتھ لے گئے جس کا آج تک کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی میرے اسلحے کے بارے میں پتہ ہے کہ وہ کہاں جمع کرایا گیا ہے۔ مذکورہ ملازمین کے اس ناجائز فعل سے اور چادر اور چار دیواری کی بے حرمتی سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! 18 نومبر کو دھاندلی کی پیداوار موجودہ حکومت کی بد عنوانیوں نااہلیوں اور زیادتیوں کے خلاف ٹیکسلا میں پاکستان پیپلز پارٹی کی کال پر ایک پرامن احتجاجی جلوس و جلسہ منعقد کیا گیا جو کہ بعد مقامی انتظامیہ کی مداخلت پر لاٹھی چارج کرنے پر آنسو گیس استعمال کرنے کے بعد پرامن طور پر وہ جلوس یا جلسہ منتشر ہو گیا۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ ایک وفاقی وزیر جس کا نام نثار علی ہے جو کہ وزیراعظم پاکستان کا یار غار ہے اور اکثر و بیشتر صوبائی معاملات میں

اس کی مداخلت بھی رہتی ہے اس کی خصوصی مہربانی سے اس کے خصوصی حکم پر میرے اور میرے دو سو ساتھیوں کے خلاف فوجداری کے تقریباً ڈیڑھ درجن مقدمات جو کہ سراسر ناجائز تھے۔ کسی قسم کا وہاں پر کوئی offence واقع نہ ہوا تھا ہم پر درج کر دیے گئے۔ میں اسی دن اپنے ایک قریبی عزیز کی فاتحہ خوانی کے لیے فتح جنگ چلا گیا۔ فتح جنگ ہی مجھے معلوم ہوا کہ حلقہ پولیس جس میں ڈی ایس پی واہ' رانا طاہر مجسٹریٹ اور دو 250 کی پولیس فورس لے کر انہوں نے میرے گھر چھاپہ مارا میں گھر میں موجود نہیں تھا۔ نہ ہی میرا کوئی فیملی ممبر اس وقت گھر پر موجود تھا۔ لیکن انھوں نے بلاضمانت وارنٹ چھاپہ مارا۔ میرے گھر کی تلاشی لی۔ میرے ملازمین سےمیرے بارے میں پوچھا۔ میرے ملازمین نے واضح طور پر بتایا کہ وہ اپنے کسی عزیز کی فاتحہ خوانی کے لیے فتح جنگ گیا ہوا ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے میرے گھر کے تمام دروازے لاتوں اور ڈنڈوں سے توڑ ڈالے۔ میرے گھر کی minutely تلاشی لی۔ میرا گھریلو سامان الٹ پلٹ دیا۔ میرے صندوقوں سے میرے تین اسلحہ لائسنس جن میں سے 2 میرے چھوٹے بھائی کے نام تھے جو کہ ایک وفاقی ملازم بھی ہے ایک ہمارے باڈی گارڈ کا اسلحہ لائسنس اور اسلحہ وہ تینوں اٹھا کر لے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ میرے ذاتی ملازم کو بھی لے گئے۔ جناب سپیکر! حکومت وقت کی یہ زیادتی اور وفاقی وزیر کی مداخلت پر میرے خلاف پر ایک تو بے گناہ پرچے درج کیے گئے۔ میرے خاندان میں خوف و ہراس پیدا کیا گیا۔ اس معاشرے میں آج تک میرے خلاف کسی قسم کا کوئی بھی offence کوئی بھی دفعہ فوج داری کا نہ ہے۔ مجھے ذلیل اور رسوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ میری گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے مارے گئے۔ جناب سپیکر! اس طرح انھوں نے میری تذلیل کی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے ناجائز طور پر ان مقدمات میں ملوث کیا گیا اور ان مقدمات میں جن کی تفتیش بعد میں ایس پی ہیڈ کوارٹر راولپنڈی نے کی۔ انھوں نے ان تمام الزامات میں' ان تمام دفعات جو میرے خلاف یا میرے دوستوں کے خلاف درج ہوئے' ان تمام میں ہمیں بری قرار دے دیا۔ لیکن اس کے باوجود ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مجھے اور میرے خاندان کو رسوا کرنے کے لیےہمیں پریشان کرنے کے لیے ہمارے گھروں پر چھاپے مارے گئے اور اگر چھاپے کی حد تک بات ہوتی تو میں بالکل برداشت کر لیتا۔ جناب سپیکر! ہماری بے پردگی کی گئی۔ چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ میرے گھر کے دروازے توڑے گئے۔ اور میرا لائسنسی اسلحہ بمع اسلحہ لائسنس ساتھ لے گئے۔ جناب سپیکر! میں آخر میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان سے یہ درخواست کروں

گا کہ میری یہ تحریک ایک اہم نوعیت کی ہے۔ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

راجہ خلیق اللہ خان، جناب سپیکر! انھوں نے اپنی تقریر میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ یہ اسمبلیاں دھاندلی کی پیداوار ہیں' ناجائز اور غیر آئینی ہیں۔ اور پھر اپنے استحقاق کی استدعا بھی اسی اسمبلی کے سامنے کر رہے ہیں جن کو یہ ناجائز اور دھاندلی کی پیداوار کہتے ہیں۔ یہ اپنا استحقاق دھاندلی سے منتخب ہونے والی اسمبلی سے کس طرح لے سکتے ہیں؟ براہ مہربانی یا تو یہ سوال نہ کریں کہ دھاندلی کی پیداوار ہیں۔۔۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب غلام سرور خان، دھاندلی کی پیداوار حکومت ہے۔ میں برملا اس کا اظہار کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ یہ ان کا اپنا نقطہ نظر ہو سکتا ہے۔ جی لاء منسٹر صاحب! اس کا جواب آپ دیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (ملک محمد عباس خان کھوکھر)، جناب سپیکر! مورخہ 18-11-92 کو۔۔۔ مائیک کی آواز ٹھیک نہیں آرہی۔ یہ ٹھیک ہونا چاہیے۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! اکثر و بیشتر لودھی صاحب حکومت کا نقطہ نظر ایوان میں پیش کرتے ہیں اور کھوکھر صاحب کی بات تو ویسے بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر وزیر مال صاحب جواب دیں تو بہتر ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ، کوشش کریں گے کہ آپ کو سمجھائیں اور آپ کی تسلی کریں۔ اگر آپ سمجھنا چاہتے ہی نہیں تو پھر ہم سمجھائیں کیا؟ جناب سپیکر! مورخہ 18-11-92 کو معزز رکن اور مزید چھ سات آدمی ایک جلوس لے کر وہاں نکلے جہاں کہ ہمارے تحصیل دار صاحب اور کچھ ملازمین ڈیوٹی پر موجود تھے۔ انھوں نے انھیں روکا۔ ان کے پاس ایک جیپ بھی تھی جس پر لاؤڈ سپیکر نصب تھا جہاں سے یہ حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے اور بڑی سخت قسم کی تقریریں کر رہے تھے۔ روکنے کے باوجود انھوں نے جلوس کو نہ روکا۔ بلکہ الٹا انھوں نے ان پر اینٹیں پھینکنی شروع کر دیں۔ چنانچہ ہلکا لاٹھی چارج کیا گیا۔ دفعہ 144 لگی ہوئی تھی۔ اس کے مطابق انھیں وارننگ بھی دی گئی۔ ان کی ایک وکیل یعقوب صاحب تھے جو لاؤڈ سپیکر سے تقریریں کر رہے تھے کہ آج ہم حکومت پر قبضہ کر لیں گے۔ چاہے پولیس آئے یا کوئی بھی ہم کسی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ آج شام کے بعد حکومت

ہماری ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج ہم حکومت پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن اس کے باوجود انھیں وارننگ دی گئی۔ انھوں نے اشتعال انگیز تقریریں بھی کیں۔ منع کرنے کے باوجود جلوس ختم نہ کیا گیا۔ اس پر ہلکا لاٹھی چارج بھی کیا گیا لیکن انھوں نے سامنے پتھر مارنے شروع کر دیے اور اس کے بعد فائرنگ بھی کی۔ ان کا ایک آدمی ڈنڈے سمیت پکڑا بھی گیا۔ اس نے پولیس والوں کو ڈنڈے مارے تھے۔ لاٹھی چارج کے بعد یہ وہاں سے منتشر ہوئے۔ اس کے بعد ان کے خلاف پرچہ بھی درج کیا گیا۔ 149،148،324 اور دفعہ 16 کے تحت ان کے خلاف پرچہ درج کیا گیا اور پرچہ درج کرنے کے بعد 20 تاریخ کو ان کے گھر پر ان کی گرفتاری کے لیے ریڈ کیا گیا۔ لیکن یہ وہاں موجود نہ تھے تلاشی کے دوران وہاں اسلحہ نکلا۔ ایک بارہ بور بندوق، دو پستول بتیس بور کے بمع کارتوس۔ وہ پولیس والوں نے قبضے میں لے لیے۔ ان کا ایک ملازم وہاں موجود تھا۔ کسی کے ساتھ نہ زیادتی کی گئی اور نہ تشدد کیا گیا اور نہ کسی کو کچھ کہا گیا۔ وہ لا کر انھوں نے رپٹ روزنامچہ میں درج کی۔ رپٹ درج کرنے کے بعد تصدیق کی گئی اور اسلحہ لائسنسی نکلا۔ ان کے بھائی آئے جن کو اسلحہ واپس دے دیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے ضمانتیں کروا لیں۔ ان کی ضمانتیں عدالت سے کنفرم ہو گئیں۔ اس کے بعد پولیس نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ مقدمے کا چالان عدالت میں دے دیا ہے۔ کسی قسم کی کوئی غیر قانونی زیادتی نہیں کی گئی۔ انھوں نے خود جلوس نکال کر دفعہ-144 کی خلاف ورزی کی اور انھوں نے وہاں پولیس والوں پر پتھر بھی پھینکے، فائرنگ بھی کی۔ انھوں نے وہاں توڑ پھوڑ کرنے کی کوشش بھی کی۔ مقدمہ درج کیا گیا۔ اٹھائیس تاریخ کو ان کی ضمانتیں کنفرم ہو گئی ہیں۔ پولیس نے چالان عدالت میں دے دیا ہے۔ اس طرح ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا اور نہ ہی پولیس نے کوئی غیر قانونی اقدام کیا ہے۔ لہذا میں گزارش کروں گا کہ یہ قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اس کو مسترد کیا جائے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میری اس میں استدعا یہ ہے کہ جہاں تک جلسے جلوس کی بات ہے یا دفعہ -144 کی خلاف ورزی کی بابت ہے یا ہماری تلخ تقریروں کی بات ہے تو یہ سب باتیں ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ہم نے جلوس بھی نکالا۔ ہم نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی بھی کی۔ ہم نے حکومت وقت کے خلاف تقریریں بھی کیں۔ لیکن جیسا کہ میرے فاضل دوست نے فرمایا ہم نے قطعاً کوئی فائرنگ نہیں کی۔ ہم نے پولیس یا انتظامیہ کے کسی بندے پر کوئی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس کے باوجود پولیس نے منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج استعمال کیا، آنسو گیس استعمال کی۔ ہم پرامن طور پر

منتشر بھی ہو گئے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے قریبی عزیز کی فاتحہ خوانی کے لیے فتح جنگ چلا گیا۔ مجھے اس بارے میں مطلع بھی نہیں کیا گیا کہ تمہارے خلاف 307 یا 335 جو بھی دفعات تھیں ان کے تحت پرچہ درج کیا گیا ہے۔ کم از کم میں اس علاقے کا نمائندہ ہوں۔ میرا ایک قابل احترام خاندان سے تعلق ہے۔ مجھے بتا دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ میں خود ہی تھانے حاضر ہو جاتا۔ لیکن میری غیر موجودگی میں میرے گھر ریڈ کیا گیا۔ اور جناب سپیکر! سرچ وارنٹ کے بغیر ریڈ کیا گیا۔ ریڈ کے بعد اگر میں گھر پر موجود نہیں تھا تو قطعاً انتظامیہ کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ میرے گھر کے دروازے توڑے جاتے۔ میرے صندوقوں کی تلاشیاں لی جاتیں۔ اور اسلحہ لائسنس جن کے لائسنسز ساتھ موجود تھے۔ لاءمنسٹر یہاں تشریف فرما ہیں وہ مجھے کوئی دفعہ بتا دیں کہ اسلحہ لائسنس، لائسنس کی موجودگی میں کوئی بھی اتھارٹی ساتھ لے جا سکتی ہے؟ میرے اسلحہ لائسنس بمع اسلحہ اور میرے ذاتی ملازم کو بھی پولیس لے گئی۔ جناب سپیکر! میرا استحقاق تو اس بات سے مجروح ہوا ہے کہ ٹھیک ہے انہوں نے ریڈ بھی کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن کس اتھارٹی کی بنیاد پر قانون انہیں کون سا یہ حق دیتا ہے کہ میری غیر موجودگی میں میرے گھر کے دروازے توڑے جائیں۔ میرے کمروں کے دروازے توڑے جائیں۔ جناب سپیکر! پریولج کمیٹی یا اس معزز ایوان سے کوئی بھی رکن آج بھی میرے گھر کے وہ ٹوٹے ہوئے دروازے دیکھ سکتا ہے کہ جو پولیس نے لاتوں سے اور لاٹھیوں سے توڑے ہیں۔ میرے گھر کی تمام چیزیں الٹ پلٹ دیں لیکن کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ اگر میری گرفتاری کے لیے چھاپہ مارا گیا ہے اور میں گھر پر موجود نہیں تھا۔ میرے گھر پر تالے لگے ہوئے تھے تو کم از کم انتظامیہ کو قانون کی کوئی شق اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ میرے دروازے توڑ کر میرے گھر کی تلاشی لیں۔ میرے صندوقوں کی تلاشی لیں اور میرا لائسنس اسلحہ لے کر جائیں۔ جناب سپیکر! یہ انہوں نے قانون کی خود violation کی ہے۔ ان کی اس بات پر اور اس زیادتی پر میرا استحقاق مجروح ہوا ہے کہ میری غیر موجودگی میں میرے گھر کے دروازے توڑے گئے اور وہاں سے لائسنس اسلحہ برآمد کیا گیا اور جہاں تک میرے فاضل دوست کی اس بات کا تعلق ہے میں مانتا ہوں ہمارا اسلحہ واپس کر دیا گیا۔ لیکن لائسنس آج تک واپس نہیں کیے گئے کیونکہ یہ قانوناً اسلحہ بمع لائسنس ساتھ لے کر نہیں جا سکتے تھے۔ یہ انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ انہوں نے قانون اپنے ہاتھوں میں لیا ہے۔ کھوکھر صاحب خود ایس۔ایچ۔او رہے ہیں؟ یہ مجھے بتائیں کہ کس قانون کے تحت یہ میرا اسلحہ بمع

لائسنس ساتھ لے کر گئے ہیں؛ جناب سپیکر! اس وجہ سے آج بھی میرے لائسنس واپس نہیں کیے جا رہے اور بغیر سرچ وارنٹ کے انتظامیہ کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک شریف آدمی کے گھر اس طرح چھاپہ مارے اور دروازے توڑ کر ان کی چیزوں کو آگے پیچھے کیا جائے۔ اور انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! آپ نے پہلے شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے لی ہے۔ میرے خیال میں اب مسئلہ لمبا ہو رہا ہے۔ میں صرف آپ سے یہ استدعا کروں گا کہ کیا آپ کے گھر جو ریڈ ہوا ہے وہ آپ کے خلاف کیس رجسٹرڈ ہونے کے بعد ہوا ہے؟

وزیر مال: جناب سپیکر! اگر مجھے ایک منٹ دے دیا جائے تو میں اس پر کچھ کہہ سکوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! آپ کے گھر جو ریڈ ہوا ہے وہ کیس کی رجسٹریشن کے بعد ہوا ہے؟

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ اگر مجھے بتا دیا جاتا کہ تمہارے خلاف فلاں فلاں دفعات کے تحت پرچہ درج کیا گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ میں خود ہی تھانے چلا جاتا۔ میں اپنی اس طرح کی ذلالت اور رسوائی برداشت نہ کرتا اور یہ دن مجھے نہ دیکھنا پڑتا۔ مجھے بتایا ہی نہیں گیا۔ مجھے وارننگ ہی نہیں دی گئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ: جناب والا! کیس 18 تاریخ کو درج ہوا ہے اور ریڈ 20 تاریخ کو کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: 18 تاریخ کو کیس رجسٹرڈ ہوا تھا اور 20 تاریخ کو ریڈ ہوا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ: جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے لودھی صاحب!

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب والا! جواب تو تفصیلاً پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے دے دیا ہے۔ لیکن ہمارے دوست بار بار قانون کی خلاف ورزی کی بات کر رہے تھے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ قانون کی خلاف ورزی سب جگہ دیکھی جاتی ہے اگر میں قانون کی خلاف ورزی کروں تو وہ بھی خلاف ورزی ہے۔ اگر میرے دوست کریں تو وہ بھی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ مختصر بات یہ ہے کہ 18 تاریخ کو ان کی تمام پارٹی نے جلوس نکالے اور 144 کا نفاذ تھا اور اس کی violation کی۔ اس کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا۔ وہاں کانسٹیبل زخمی ہوئے۔ دوسرے زخمی ہوئے اور اس کے بعد 18

تاریخ کو کسی کی رجسٹریشن ہو گئی۔ اس کا مقدمہ نمبر 568 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کیس میں خان صاحب کا نام بھی mention ہے؟

وزیر مال: جی ہاں۔ یہ رجسٹریشن کے بعد پولیس پارٹی نے ریڈ کیا اور یہ صحیح بات ہے کہ چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی ہم نے commitment کی ہے اور ہم کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! چیئر نے وزیر موصوف سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا خان صاحب کا اس ایف آئی آر میں نام تھا۔ اس کا جواب انہوں نے گول کر دیا اور آگے چل پڑے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نام تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ اس بات کا جواب دیں کہ آیا ان کا نام ایف آئی آر میں درج تھا؟

وزیر مال: جناب سپیکر! ان کا نام اور دیگر اشخاص کے نام بھی ہیں۔ اور اس میں انہوں نے ضمانت کروائی ہے۔ اور وہ ضمانت کنفرم ہوئی ہے۔ اور اس میں جو ریڈ ہوا ہے وہ اس طرح نہیں ہوا ہے کہ خدانخواستہ کہ ہم کسی کے احترام یا تقدس کا خیال نہیں رکھتے۔ ان کے ملازم موجود تھے۔ ان کے دو کمروں کو تالے نہیں لگے ہوئے تھے وہاں انہوں نے تلاش کیا لیکن ہمارے دوست وہاں پر نہیں تھے۔ اب بات اس پوائنٹ پر آتی ہے کہ انہوں نے وہاں سے اسلحہ اپنے قبضے میں لیا۔ کارتوس لیے ہیں۔ ان کی بندوقیں لی ہیں۔ بعد میں جا کر انہوں نے پولیس رولز کے تحت رپٹ چڑھائی ہے۔ اس کے بعد جب تصدیق ہوا کہ یہ لائسنس ہے تو ان کے بھائی کو وہ واپس کر دیا گیا۔ لیکن پرچہ رجسٹرڈ کرنے کے بعد پولیس کا وہاں پر جانا اور یہ قبضے میں لینا میرے خیال میں غیر قانونی نہیں ہے۔ لیکن اگر اسی پوائنٹ پر میرے دوست کو اختلاف ہے کہ ان کو بتانا چاہیے تھا۔ ان کو اطلاع دینی چاہیے تھی۔ لیکن یہ قانون اجازت نہیں دیتا کہ اطلاع دینی چاہیے۔ اگر پرچہ رجسٹرڈ ہو گیا تو میرے دوست کو پتا ہونا چاہیے تھا کہ پرچہ رجسٹرڈ ہوگیا ہے۔ انہوں نے خلاف ورزی کی ہے۔ اگر اس بات پر میرے دوست مزید تحقیق چاہتے ہیں تو اس میں ایک ہی پوائنٹ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب!

وزیر مال: جناب والا! قانون کی خلاف ورزی کرنا on the record ہے۔ پرچہ رجسٹرڈ ہونا on the

record ہے۔ اور ان کا ضمانت کرانا on the record ہے۔ لیکن وہاں پر جا کر پولیس کی سرچ کرنا اور اسلحہ برآمد کرنا ان کے نزدیک disputed ہے۔ تو میں اس کی مزید انکوائری کروا لیتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں اس میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات درست ہے کہ ایک آدمی نے غیر قانونی کام کیا ہے۔ اس کے خلاف پرچہ ہو گیا۔ اس کے خلاف کارروائی ہو گئی۔ اسلحہ برآمد ہو گیا۔ اس میں اگر یہ بات دیکھ لی جائے۔ کہ پولیس نے بھی ایک ایسا ایکٹ کیا ہے کہ وہاں پر گئی اور جانے کے بعد اس نے دروازے توڑے۔ دروازے توڑنے کے بعد اندر گھسی۔ کیا پولیس نے یہ غیر قانونی کام کیا ہے کہ انہیں دروازے توڑ کر اندر جانے کے لیے کوئی اجازت تھی۔ کوئی اس قسم کا کام تھا۔ اس کا یہ جواب دیں۔ اگر ایسا انہوں نے کیا ہے تو انہوں نے بھی غیر قانونی کام کیا ہے اور ان کے خلاف بھی کوئی نہ کوئی کارروائی ہونی چاہیے۔ میں گزارش یہ کروں گا کہ دروازے توڑ کر اندر جانے کی حد تک ان کی طرف سے کوئی ایسا جواب آنا چاہیے۔ کہ وہ اندر دروازے توڑ کر کیوں گئے؟ ٹھیک ہے اس کے خلاف پرچہ تھا۔ اسے گرفتار ہونا چاہیے تھا۔ لیکن دروازے کیوں توڑے گئے۔

وزیر مال: جناب والا! شائد میرے دوست ذہن میں نہیں رکھ سکے کہ میں نے اسی کا جواب دیا ہے۔ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے ممبر ہیں۔ ہمارے قابل احترام ہیں۔ اگر پولیس ان سے کوئی غیر قانونی بات ہوئی ہے تو I am ready to look into it اس میں صرف اتنا ہی ہے کہ وہ جو آخری face ہے وہ کیا ہے۔ باقی تمام کسی قانون، کسی آئین میں یہ نہیں لکھا کہ جو خلاف ورزی کرے اس کے پاس پولیس نہ جائے۔ لیکن ایک بات بیٹھے بیٹھے ذہن میں آئی ہے کہ اگر آپ pending کر لیں تو میں اپنے دوست کی عزت کے لیے احترام کے لیے اس کو انکوائر کروا سکتا ہوں کہ کوئی پولیس سے excess تو نہیں ہوئی۔ پولیس بھی ایک ضابطے کے اندر رہتی ہے۔ اگر اس سے بھی کوئی excess ہو جائے تو اس کا بھی ہم نوٹس لیتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! جس طرح معزز وزیر یہ فرما رہے ہیں کہ قانون کی violation پر پولیس نے جو کیا ہے وہ قانون کارروائی ہے۔ جناب سپیکر! ایک معزز رکن کے احترام میں یہ بھی تو ہونا چاہیے تھا کہ جب حکومت کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ پولیس نے غیر قانونی اتنا بڑا عمل کیا ہے تو حکومت کو مناسب کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر ایوان کو اور حکومت کو یہ ساری صورت حال اور معزز رکن کا احترام ہی پیش نظر ہوتا تو آج یہ بات اس ایوان کے فلور پر آنی چاہیے تھی کہ ہم نے قانون توڑنے والے پولیس آفیسران کے خلاف بھی یہ پرچہ درج کروایا ہے تو تب تو میں یہ سمجھتا کہ ان کی تحریک استحقاق کے ازالے کی بھی کوشش ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی تحریک استحقاق انتہائی جائز ہے۔ اس کو ایڈمٹ کیا جانا چاہیے اور ان پولیس آفیسران کے خلاف کارروائی کی جانی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم نے اسمبلی کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانا ہے۔ ابھی تک اس پر ڈسکشن کے لیے یا اس کی admissibility پر بات نہیں ہو رہی۔ غلام سرور خان صاحب نے اپنی تحریک استحقاق کو پیش کیا ہے اور اس پر اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دی ہے۔ اس پر متعلقہ منسٹر صاحب اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جواب بھی دیا ہے۔ تو اب میرا خیال ہے کہ معاملہ تقریباً واضح ہو چکا ہے۔ اب اس پر ایسا کوئی کنفیوژن تو بقایا نہیں رہا۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں دو پوائنٹس واضح کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے کہ کسی آئین، کسی قانون یا کسی ضابطہ فوجداری میں یہ بات نہیں ہے کہ پرچہ درج ہونے کے بعد ریڈ نہ کیا جائے لیکن میں یہی بات ان سے پوچھنا چاہوں گا کون سا ضابطہ فوج داری یا کون سا آئین انتظامیہ کو اس بات کا حق دیتا ہے کہ بغیر سرچ وارنٹ وہ میرے گھر پر ریڈ کریں اور میری غیرموجودگی پر میرے گھر کے دروازے توڑے جائیں۔ میرے گھر کی باقی اشیاء کی تلاشی لی جائے اور یہ بھی کون سا قانون ہے کہ اسلحہ لائسنس اور اسلحہ ساتھ لے جائیں، قانون میں تو یہ بات ہے کہ کوئی بھی اسلحہ اگر اسلحہ لائسنس ساتھ موجود ہو تو نہیں لے جایا جا سکتا۔ یہ بھی انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ بغیر سرچ وارنٹ کے

میرے گھر کی تلاشی لینا اور میرے گھر کے دروازے توڑنا یہ بھی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک انہوں نے پرچے کی بات کی ہے تو یہ پرچہ 200 آدمیوں کے خلاف ہوا تھا۔ میری پارٹی کے عہدے داروں اور کارکنوں کے خلاف ہوا تھا لیکن 200 آدمیوں میں سے کسی کے گھر ریڈ کارکنوں کے خلاف ہوا تھا لیکن 200 آدمیوں میں سے کسی کے گھر ریڈ نہیں کیا گیا۔ صرف میرے گھر پر ریڈ کیا گیا اور جو دفعات مجھ پر لگائی گئیں وہ ایس پی ہیڈ کوارٹر نے انکوائری کر کے تمام غلط قرار دے دیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے پہلے بھی میرے خلاف ناجائز طور پر پرچہ دیا اور بعد میں ناجائز طور پر میرے گھر کی تلاشی لی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب لودھی صاحب نے یہ suggestion دی ہے کہ آپ اگر اس کو پینڈنگ رکھ لیں تو پھر شاید آپ کا مسئلہ اس سلسلے میں کچھ حل ہو سکے۔

جناب غلام سرور خان، پینڈنگ پر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن میری جو بے عزتی ہوئی ہے۔ میرے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے۔ میرا اس پر گورنمنٹ کے ساتھ قطعاً کوئی compromise نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، خان صاحب! آپ نے اپنی بات کر لی ہے۔ آپ کی بات مکمل ہو گئی ہے۔

جناب غلام سرور خان، میں یہ چاہوں گا کہ اس سیشن میں اسے نمٹایا جائے۔ جو فیصلہ دینا ہے اسی سیشن میں دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لودھی صاحب! آپ کیا ارشاد فرمائیں گے اس کو پینڈنگ رکھیں تاکہ آپ متعلقہ لوگوں کو بلا کر جناب خان صاحب کی بات کرا کر اس معاملے میں کوئی patch up کروا دیں۔

وزیر مال، جناب جیسے ان کی خواہش ہے لیکن بات یہ ہے کہ بار بار ہماری رپورٹ کے مطابق، پولیس یا فیلڈ کی رپورٹ کے مطابق ریڈ قانون کے ضابطے کے مطابق ہوا ہے۔ وہاں سے اسلحہ برآمد ہوا ہے۔ اس کو تصدیق کرنے کے بعد دے دیا گیا ہے۔ اب اس میں وہ police excesses کی جو بات کرتے ہیں تو اس کی تو میں انکوائری کروا سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل، جناب فرید احمد پراچہ صاحب قائد ایوان کی سیٹ پر بیٹھے ہیں۔ یہ روایت نہیں رہی بلکہ کوئی منسٹر بھی وہاں پر نہیں بیٹھ سکتے۔ تو کم از کم ان کو یہ بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی یہ درست بات ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، آپ کو دعوت ہے آپ آ جائیں۔ (قہقہے) آپ گھبرا گئے ہیں۔ ابھی قبضہ نہیں ہوا۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، میں پراچہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ کھڑے ہونے کی بجائے آپ وزراء کرام کی کسی سیٹ پر بیٹھ جائیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! میں موہل صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ تو مستقبل کی طرف اشارہ تھا یہ سمجھ نہیں سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خان صاحب! اس کو پھر پینڈنگ رکھتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! میری یہ استدعا ہو گی کہ اس کو پینڈنگ رکھنے میں بھی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ دیکھ لیں شاید اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے۔

جناب غلام سرور خان، آپ اس پر اپنی رولنگ دیں کہ اسے ایڈمٹ کرنا ہے یا رول آؤٹ کرنا ہے۔ میں ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، اس کو پینڈنگ رکھتے ہیں۔۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! پھر میری یہ تحریک استحقاق پندرہ روز بعد بنتی ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خان صاحب! ایک منٹ آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں پلیز۔ لودھی صاحب اس پر اسی سیشن میں کوئی فیصلہ ہو جائے گا؟

وزیر مال، جناب سپیکر! اس پر ہمارے دوست نے جو پوائنٹس دیے ہیں میں ان پر 22/21 تاریخ تک ہاؤس میں رپورٹ پیش کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس سیشن میں ہی ہو جائے گا۔

وزیر مال، جی اسی سیشن میں ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو لودھی صاحب! اسی سیشن میں اس کے بارے میں رپورٹ پیش کریں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ اسی سیشن میں ہو گا۔ ٹھیک ہے جی؟

جناب غلام سرور خان، ٹھیک ہے۔ تحاریک التوائے کار۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 34 ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب، جناب ارشاد حسین سیٹھی اور جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔

(قطع کلامیاں)

میں اپنے نہایت ہی قابل احترام معزز ممبران سے یہ درخواست کروں گا کہ مہربانی فرما کر ہاؤس کے تقدس کا احترام کیا جائے اور خاص طور پر اپنے پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سے یہ استدعا کروں گا کہ آپ نہایت ہی معزز اور قابل احترام رکن ہیں اور آپ کے اوپر حکومت کی طرف سے بھی اور عوام کی طرف سے بھی ذمہ داریاں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو تو زیادہ اس میں محتاط ہونا چاہیے اور دوسروں کے لیے ایک مثال بننا چاہیے۔ شکریہ جی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک التواء آوٹ آف ٹرن پیش کی تھی۔ وہ ایوان میں پڑھ لی گئی تھی۔ معزز وزیر کی یقین دہانی پر جناب سپیکر نے یہ بتایا تھا کہ اسے 16 تا 17 تاریخ کو ہم ٹیک اپ کریں گے۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ اس کے بارے میں آج ہی بات ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سیٹھی صاحب! آپ ذرا اس سلسلے میں لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں تو اس میں جو بھی آپ کا کوئی اتفاق رائے پیدا ہوتا ہے تو مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب وہ منسٹر صاحب نے یقین دہانی کروائی تھی کہ 16 اور 17 کو اس بارے میں ہم ایوان میں بات کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سلسلے میں تو لاء منسٹر صاحب کئی بار اپنا پوائنٹ آف ویو دے چکے ہیں تو مناسب یہی ہو گا کہ آپ ایوان کے اندر یا ایوان کے باہر ان سے مشورہ کر لیں۔ جو بھی اس میں متفقہ فارمولا آپ ہمیں بتائیں گے اس پر عمل کرنے کے لیے کہا جائے گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: لاء منسٹر کی رائے لے لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب۔ یہ کوئی ایک آوٹ آف ٹرن تحریک التواء لینے کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔

وزیر قانون: جی وہ ٹیک اپ ہوئی تھی۔ اس دن جناب لودھی صاحب نے اس کو پینڈ کرایا تھا۔ میری اس سلسلہ میں محترم سیٹھی صاحب سے بات ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ جناب قائد ایوان وہاں موقع پر گئے تھے جہاں پر یہ افسوس ناک حادثہ پیش آیا ہے اور وہاں انہوں نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ یہ جو وہاں پر اس حادثے کے نتیجے میں اموات واقع ہوئی ہیں ان کے bread earners کے لیے حکومت ان کی مدد کرے گی اور 50 ہزار روپیہ چیف منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ bread earners کے لیے دیا جائے گا اور ساتھ ہی جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے اس کا جائزہ حکومت لے رہی ہے۔ جو بھی حکومت اپنے محدود وسائل کے مطابق ان کے لیے کچھ کر سکے گی وہ کرے گی۔ تو میں نے اس بارے میں جناب قائد ایوان سے بات کی ہے اور انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے جو سیٹھی صاحب نے کی ہے۔ اب اس افسوس ناک حادثے کے نتیجے میں جو قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں ان کے لیے حکومت پچاس پچاس ہزار روپیہ دے گی اور جو ان کا نقصان ہوا ہے اس کے لیے بھی جو محدود وسائل میں ہو سکا وہ حکومت کرے گی اس کے لیے رپورٹ تیار ہو رہی ہے۔ جائزہ لیا جا رہا ہے۔ محدود وسائل کے مطابق انسانی ہم دردی کی بنیاد پر ان کی جو بھی خدمت ہو سکے گی اور امداد ہو سکے گی ہم کریں گے۔

ان واقعات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی کو مطمئن ہونا چاہیے۔ تحریک التواء کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ حکومت کے نوٹس میں بات آئے اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہ بات نوٹس میں آئی ہے بلکہ قائد ایوان نے اس پر جو موقع پر جا کر commitment کی تھی اس کے بارے میں مجھے یہ حکم کیا ہے کہ میں یہاں پر فلور پر یہ بات کہوں کہ انشاء اللہ ان bread earners کو ہم پچاس ہزار روپیہ فی کس دیں گے اور جو نقصان ہوا ہے اس کا بھی بہت محدود وسائل میں رہتے

ہوئے جو جائز حکومت کر سکے گی وہ کرے گی۔ تو میں توقع کرتا ہوں کہ میرے بھائی اس جواب سے مطمئن ہوں گے اور مزید اس پر بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔ شکریہ۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب والا! معزز وزیر کی یقین دہانی کے بعد کہ جو لوگ اس میں جاں بحق ہوئے تھے ان کے مسئلے کا حل تجویز کیا ہے اور یہ معقول ہے لہذا میں اسے پریس نہیں کرتا۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک التوائے کار دی ہے اور جس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھجوائی ہے اور ایک کاپی ارشد لودھی صاحب کو بھی بھجوائی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا صاحب! آپ وزیر قانون صاحب سے بات کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! میں نے لودھی صاحب کو اس کی کاپی دے دی ہے تو جناب والا! یہ معاملہ ایسا ہے کہ اگر اس قطعہ اراضی پر غاصبانہ قبضہ ہو جاتا ہے تو اس سے پورے کا پورا شہر متاثر ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ لودھی صاحب اور وزیر قانون صاحب سے مشورہ کر لیں۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ آپ ان سے بات کر لیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ کل میں نے آپ کے سامنے یہ گزارش کی تھی کہ میری 17 تا 25 تحاریک التوائے کار lapse ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہفتے کے روز آئیں جناب بہاول پور سے لاہور صرف ایک فلائٹ آتی ہے اور پی۔آئی۔اے والوں نے مجھے مطلع کیا کہ یہ فلائٹ ایک گھنٹہ لیٹ ہے۔ اسی نسبت سے جب میں ائر پورٹ پر پہنچا تو فلائٹ بیس، پچیس منٹ پہلے آ کر روانہ ہو چکی تھی جس کی وجہ سے میں یہاں ایوان میں بروقت حاضر نہیں ہو سکا اور میں اپنے دوستوں کو عموماً کہہ کر بھی جاتا ہوں کہ میں نے دور سے آنا ہوتا ہے اور میں کسی وجہ سے لیٹ بھی ہو سکتا ہوں تو اسے ملتوی کروا دیجیے اور میرے دوستوں نے اس کی کوشش بھی کی تھی لیکن یہ منظور نہ ہو سکی۔ بہرحال میرا جواز بالکل جائز ہے لہذا میں درخواست کروں گا کہ مجھے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈاکٹر صاحب! اس پر فیصلہ ہو چکا ہے اب یہ مشکل ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، آپ نے کل فرمایا تھا کہ اس پر----

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، میں نے پتہ کیا تھا اگر فیصلہ ہو چکا ہو تو اسے revive کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ اس تحریک التوائے کار کو پیش کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، کیا آپ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر 34 کو پیش کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر ، اس کو تو پراچہ صاحب پیش کریں گے اس کے بارے میں آپ فیصلہ کب دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اس کو پیش تو کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، اس کو پراچہ صاحب پیش کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے، پراچہ صاحب پیش کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ پراچہ صاحب اپنی تحریک التوائے کار پیش کریں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف قائد جماعت اسلامی اور میں نے آج جناب سپیکر سے یہ طے کیا ہے کہ جمعرات کو جو معزز ممبران ہیلتھ اور ایجوکیشن کے بارے میں بات کرنا چاہیں گے وہ بات کریں گے اور سوموار کو لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں بات کریں گے چونکہ ان پر اب وقت مقرر ہو چکا ہے لہذا تحاریک التوائے کار کے حوالے سے یہ بڑی ہی جائز بات ہے کہ وقت مقرر ہونے کے بعد ان سے متعلقہ جو تحاریک التوائے کار ہیں وہ ٹیک۔اپ نہیں ہوں گی اس وجہ سے میں جناب والا کے نوٹس میں یہ بات لایا ہوں کہ ہیلتھ، ایجوکیشن اور لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں وقت مقرر ہو چکا ہے اور رولز کے مطابق ان سے متعلقہ تحاریک التوائے کار کو ٹیک۔اپ نہیں کیا جا سکتا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سیکرٹری اسمبلی! آپ اس کو نوٹ کر لیں اور جو بھی اس سے متعلقہ تحاریک التوائے کار ہوں ان کو آپ نکال لیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے جو زیر لب فرمایا ہے اس میں سے ہمیں ایک لفظ سمجھ نہیں آیا۔ یہ جو ابھی فرما رہے تھے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے فرمایا ہے کہ سپیکر صاحب کے ساتھ آج ان کی ایک میٹنگ ہوئی ہے ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب، قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون صاحب وہاں موجود تھے وہاں پر یہ فیصلہ ہوا

ہے کہ جمعرات کو صحت اور تعلیم پر ڈسکشن ہو گی اور سوموار کو لاء اینڈ آرڈر پر ڈسکشن ہو گی۔ لہذا جو تحاریک التوائے کار ان سبجیکٹس سے متعلقہ ہیں ان کو take up نہ کیا جائے بلکہ ان کو ڈسکشن میں cover کیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! کیا میں یہ تحریک التوائے کار نمبر 34 پیش کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اس کا تعلق اس سے نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ اس تحریک التوائے کار کو پیش کریں۔

سرکاری رقبہ جات کے الاٹیوں سے ٹھیکہ کی وصولی میں غیر مساویانہ سلوک

جناب فرید احمد پراچہ: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ 1976ء میں جب جہانگیر آباد کیٹل فارم ٹوٹا تو حکومت نے آدھا رقبہ تجرباتی فارم کے لیے رکھا اور آدھا رقبہ ضلع خانیوال تقریباً دو سو خاندانوں میں جو کہ وہاں مزارعین کی حیثیت سے کاشت کر رہے تھے بحیثیت مزارعین فی خاندان نصف مربع تقسیم کیا۔ اولاً تین چار سال تک مزارع شرائط پر رکھا گیا بعد میں یکایک بغیر ان کی مرضی کے نصف مربع پر تین گائے اور دو ہزار روپے فی ایکڑ ٹھیکہ لگا کر شروع کر دیا۔ حالانکہ اس قسم کی سکیموں مثلاً گھوڑی پال وسانڈ سکیم رقبہ جات کے الاٹیوں کو فی مربع صرف ایک گھوڑی یا ایک سانڈ پالنے کا حکم ہے جب کہ ٹھیکہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح محکمہ لائیوسٹاک حکومت پنجاب کی اسی سکیم کے تحت اضلاع میں فارم ہیں جہاں پر لوگ اسی مشکل سے دوچار ہیں (فارم چک کنورا حاصل پور' اللہ داد کیٹل فارم جہانیاں دہر کانہ عبدالحکیم' قادر آباد ساہیوال' بہادر نگر اوکاڑہ' لاہور بیہ' بھکر اور بہاول نگر) جب بھی یہ غریب مزارعین کی آسمانی آفت کی وجہ سے فصل خراب ہونے کے باعث ٹھیکہ نہ ادا کر سکیں تو ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سابقہ الاٹیوں پر (جن سے یہ زمینیں زرعی اصلاحات کے نام پر لی گئی تھیں) صرف تین گائے پالنے کی شرط تھی ان کا دودھ وہ خود فروخت کرتے تھے گائے وغیرہ بھی خود فروخت کرتے تھے نیز مال مویشی کا علاج معالجہ بھی مفت تھا۔ موجودہ وقت میں بھی اللہ داد کیٹل فارم جہانیاں (جن کے مالک بڑے جاگیردار ہیں) اور جھنگ میں بیگم عابدہ حسین کو فارم اسی سکیم کے تحت

الاٹ ہیں۔ ان ہر دو جاگیرداروں سے کوئی ٹھیکہ نہیں لیا جاتا صرف گائے پالنے کی پابندی ہے جن کی آمدنی وغیرہ کے وہ خود مالک ہیں۔ جب کہ غریب مزارعین کو جن کی تعداد ہزاروں میں ہے ظلم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔

یہ ایک اہم مسئلہ ہے میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی معطل کر کے اس پر بحث کی جائے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! یہ جو تحریک پیش کی گئی ہے اس میں نہ تو حالیہ واقعات کی نشان دہی کی گئی ہے کیونکہ یہ 1976ء اور 1981ء کے واقعات سے متعلق ہے اور دوسرے یہ واقعہ کوئی specific نہیں ہے یہ مختلف نوعیت کے واقعات ہیں اور مختلف باتیں سامنے آئی ہیں جن میں پٹے داروں کی پٹائی کے سلسلے میں اور عابدہ حسین کے فارم کے سلسلے میں کہا گیا ہے یہ کسی ایک واقعہ کی طرف نشان دہی نہیں کی گئی لہذا یہ تحریک ضابطہ 65 اور 67 (ب) کے تحت ٹیکنیکلی یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی لہذا اسے رول آؤٹ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ اس کے واقعات کے بارے میں کچھ فرما دیتے تو زیادہ مناسب رہتا۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! یہ مختلف واقعات ہیں اگر یہ کسی ایک واقعے کی بات کریں تو میں اس کے بارے میں جواب دے سکتا ہوں۔ کسی ایک واقعہ کی نشان دہی کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ایک تو واقعہ حالیہ ہے اس لیے کہ یہ واقعہ ابھی جاری ہے اور لوگ ابھی تک اس کا شکار ہیں دوسری بات یہ ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے اس کے ساتھ دلائل دیے گئے ہیں کہ یہی معاملہ دوسرے جگہ پر لوگوں کے ساتھ نہیں کیا جا رہا جب کہ یہاں پر ایک مختلف پیمانہ رکھا گیا ہے۔ واقعہ ایک ہی ہے کہ جہانگیر آباد کی کیٹل فارم کے لوگوں سے مختلف انداز اختیار کیا گیا ہے دیگر کیٹل فارمز سے مختلف ان پر دیگر پابندیاں عائد کی گئی ہیں اس لیے جناب سپیکر! یہ معاملہ خاص نوعیت کا ہے حالیہ ہے اور اس میں ایک ہی واقعہ ہے دوسرے اس کے دلائل ہیں باقی اس کے شواہد ہیں کہ مختلف جگہ پر یہ مختلف رکھا گیا ہے اس لیے جناب سپیکر اگر آپ غور کریں انہوں نے تو وہ جواب پڑھ دیا ہے جو محکمہ سے لکھ کر آیا ہے لیکن اگر یہ خود غور کرتے تو ان کو بھی ان غریب مزارعین کا خیال ہوتا اور یہ خیال کرتے کہ واقعی اس معاملے کو کسی طرح سے حل کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس میں تھوڑا سا ابہام تو پیدا ہو گیا ہے کہ آپ نے اس کو خاصا طویل کر دیا ہے۔ اس میں آپ نے بہت سی مثالیں دی ہیں۔ اگر آپ ایک ہی مسئلہ کو پوائنٹ آؤٹ کرتے اور اسی کا کوئی حل آپ نکالتے تو زیادہ مناسب رہتا۔

جناب فرید احمد پراچہ، جو ایک مسئلہ ان کی سمجھ میں آیا ہے اس کا جواب دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پراچہ صاحب! آپ ایسا کریں کہ اس کو دوبارہ دے دیں اور اس میں پوائنٹ آؤٹ کریں کہ کس مسئلے کا آپ کو جواب درکار ہے۔ وہ زیادہ مناسب رہے گا۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے۔

جناب فرید احمد پراچہ، میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ!

جناب نور محمد تارڑ، جناب والا! آپ نے فرمایا تھا کہ میری تحریک التوائے کار نمبر 170 جسے پہلے تحریک استحقاق کے طور پر دیا گیا تھا آپ کے وعدے کے مطابق آج آپ نے اس کا کچھ نہ کچھ حل نکالنا تھا۔ محترم وٹو صاحب بھی مجھ سے وعدہ فرما چکے ہیں کہ آپ کی تحریک التوائے کار کو ایک دو دن کے اندر پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے گی تو میری گزارش یہ ہے کہ کاشت کار بھائیوں کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور گندم کی فصل کو پہلے پانی کے لیے کھاد کی سخت ضرورت ہے۔ اگر یہ کھاد بروقت نہ پہنچی تو نہ صرف یہ ایک کاشت کار کا نقصان ہو گا بلکہ قومی نقصان ہو گا۔ میری درخواست ہے کہ مجھے یہ تحریک پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اگر یہ ایوان اس کو منظور نہیں کرے گا یا سمجھے گا کہ اس اہم مسئلے کو ابھی پیش نہیں ہونا ہے تو میں اسے پریس نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ کا یہ جو اہم مسئلہ ہے، آپ نے کل بھی اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ جناب وزیر زراعت سے بات ہو چکی ہے اور جس دن وہ بحث ہونی ہے تو آپ کی تحریک التوائے کار کا مسئلہ اس دن اس بحث میں شامل ہو جائے گا اور آپ کو خاص طور پر موقع فراہم کیا جائے گا کہ آپ اس پر کھل کر بات کر سکیں۔ آئندہ اتوار کو اس پر بحث ہو گی اور آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس دن ضرور تشریف لائیں۔ تشریف رکھیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پرسوں میں نے بھی ایک تحریک

التوائے کار پیش کی تھی کہ ہمارے ضلع میں زکواۃ کمیٹیوں کے الیکشن غلط کروائے جا رہے ہیں۔ تمام الیکشن یک طرفہ ٹریفک کے طور پر چلائے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ آپ منسٹر عشر زکواۃ کے ساتھ رابطہ کریں۔ میں نے ان سے رابطہ کرنے کی بھی کوشش کی لیکن آج صبح کی اطلاع کے مطابق بالکل انہیں بنیادوں پر الیکشن کروائے جا رہے ہیں۔ کم از کم جو موجودہ زکواۃ کمیٹیاں ہیں یا جو ان کے عہدے دار ہیں ان کو تو اطلاع کرائی جائے لیکن جناب سپیکر! جنہیں حکومت نے نامزد کیا ہوتا ہے انہیں اطلاع دی جاتی ہے اور انتظامیہ پہنچ کر اسی وقت ان کے nomination letter جاری کر دیتی ہے۔ میں نے اس کے لیے ایک تحریک التوائے کار بھی دی ہے اور یہ بھی درخواست کی ہے کہ میں اس تحریک التوائے کار کے بدلے دوسری تحریک التوائے کار کو واپس لیتا ہوں اور مجھے اس کو بغیر باری کے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ جو الیکشن ہو رہے ہیں یہ مرکزی زکواۃ کونسل کے تحت ہو رہے ہیں اور اس کی نگرانی میں ہو رہے ہیں اور ان کی ہدایات کے مطابق ہو رہے ہیں۔ اس میں ہماری صوبائی دخل نہیں ہے۔

جناب غلام سرور خان، جناب والا! یہ الیکشن تحصیل داروں کی نگرانی صوبائی انتظامیہ کروا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ الیکشن مرکزی زکواۃ کونسل کی زیر نگرانی ہی ہو رہے ہیں اور یہ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب آپ فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے جناب ارشد لودھی صاحب سے بات کی ہے۔ وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ انہیں اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ انہیں اعتراض نہیں ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر ایوان اجازت دے دے کہ اسے بغیر باری کے ٹیک اپ کرنا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہے؟

وزیر مال، جناب سپیکر! انہوں نے مجھے بتایا ہے تو میں procedure کے تحت پتا کروں گا اور ان شاء اللہ اس کے بارے میں ایکشن لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے بڑی serious بات بتائی ہے کہ حکومت کی زمین پر کسی نے قبضہ کیا ہے تو میں اس کا نوٹس لوں گا۔ procedure آپ طے کر لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے ابھی اس کا جواب دے دوں گا۔

رانا ثناء اللہ خان، لودھی صاحب کی ارشاد کے بعد میں یہی عرض کروں گا کہ آپ اسے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پینڈنگ تو ویسے ہی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! یہ lapse ہی نہ کر جائے۔ اگر یہ lapse کر جائے گی تو پھر اگلے سیشن میں تو یہ آ نہیں سکے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ موخر شدہ ہے اس کے lapse کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر، تحریک التوائے کار نمبر 35۔

غیر رجسٹرڈ تعلیمی ادارے کی طرف سے داخلے کا اشتہار

ڈاکٹر سید وسیم اختر، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے فوری نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ،

"روزنامہ "جنگ" کے ایک شمارے میں لاہور انسٹی ٹیوٹ آف انجینئر نگ اینڈ ٹیکنالوجی کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں طلباء کو تین سالہ ڈپلومہ ایسوسی ایٹ انجینئر نگ جن میں میٹرک پاس طلباء داخلہ لے سکتے ہیں اور چار سالہ گریجویشن کورسز میں جس میں انٹرمیڈیٹ پاس طلباء داخلہ لے سکتے ہیں۔ داخلہ لینے کی تحریک کی گئی ہے یہ انسٹی ٹیوٹ حکومت یا کسی یونیورسٹی سے جو کہ پاکستان میں ہو رجسٹرڈ نہیں ہے اور نہ ہی ان شعبوں میں طلباء کو ضروری ٹریننگ فراہم کر سکتا ہے۔ اس میں داخلہ لینے سے طلباء کے وقت اور سرمائے کے زیاں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لہذا اس معزز ایوان کی کارروائی معطل کر کے اس مسئلے پر بحث کی جائے۔"

جناب سپیکر، جی، وزیر تعلیم اس مسئلے پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! فاضل رکن نے جس مسئلہ کو تحریک التوائے کار کا موضوع بنایا ہے۔ یہ کوئی حالیہ وقوع پذیر مسئلہ نہیں ہے۔ اخبارات میں جو خبریں شائع ہوتی ہیں ان سے متعلق جناب کی رولنگ پہلے ہی موجود ہے۔ یہ اشتہار 19 ستمبر کو شائع ہوا تھا اور انہوں نے 2 نومبر کو اپنی تحریک التوائے

کار پیش کی۔ اس سے پیشتر ہم نے جو تردید شائع کی تھی وہ فاضل رکن کی نظر سے نہیں گزری۔ ہم نے 16-10-92 کو جب یہ اشتہار شائع ہوا تھا تو ہم نے باقاعدہ اس کی تردید کی تھی اور اس سلسلہ میں بہت بڑا اشتہار شائع کیا تھا۔ وہ تمام ادارے جو محکمہ تعلیم سے منظور شدہ ہیں یا الحاق شدہ ہیں ہم نے ان کی فہرست شائع کی تھی اور عوام کو مطلع کیا تھا کہ ان اداروں کے علاوہ کسی ادارے کے اشتہار کو credibilty نہ دی جائے۔ ہم نے اس کو باقاعدہ مستقل بنیاد پر حل کرنے کے لیے باقاعدہ ٹیک اپ کیا ہے اور ہم نے ایسے تمام اداروں کی رجسٹریشن کرنے اور ان کو regulerise کرنے کے لیے ایک سروے کمیٹی بنائی ہے۔ اس نے باقاعدہ ان اداروں کا سروے شروع کر دیا ہے اور ایک آدھ ماہ میں یہ اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔ لیکن جس ادارے کا اشتہار شائع ہوا ہے یہ محکمہ تعلیم سے رجسٹر نہیں ہے اور رجسٹریشن کے بغیر ویسے بھی یہ فنکشن نہیں کر سکتا۔ ہم باقاعدہ اس کا نوٹس لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایجوکیشن پالیسی پر بحث ہونی ہے۔ جناب وزیر تعلیم نے آپ کی بات کا جواب بھی دے دیا ہے اگر کوئی گنجائش باقی ہے تو اس میں آپ اپنی تقریر میں بات کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ٹھیک ہے جناب والا! میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پریس نہیں کرتے۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب فرحت عزیز مزاری کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: اب ہم پرائیویٹ ممبرز ڈے کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ پہلے سید طاہر احمد شاہ صاحب اپنا بل پیش کریں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! اس مسئلہ میں' میں نے جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب سے گزارش کی ہے کہ ان کا یہ جو بل ہے اس کے بارے میں متعلقہ محکمے کو میں کہوں گا کہ اس کی پوری چھان بین کریں اسی لیے آج میں ان کی خدمت میں درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آج اس کو take up نہ کریں انشاء اللہ اگلا جو پرائیویٹ ممبر ڈے ہوگا اس میں شاہ صاحب کے ساتھ میٹنگ کر کے اور طے کر کے اس بل

کو ہم consider کر لیں گے۔ اس گزارش کے ساتھ میں ان سے توقع کرتا ہوں کہ وہ آج اپنا یہ بل move نہ کریں۔

سید طاہر احمد شاہ، جناب سپیکر! چونکہ فاضل وزیر قانون صاحب نے میرے تحریک پیش کرنے سے پہلے ہی فرما دیا ہے تو میں اب مناسب نہیں سمجھتا کہ میں اس بل کے بارے میں کچھ عرض کروں یا میں آج اس بل کو پیش کروں کیونکہ اگر میں آج اس بل کو جو کہ سرکاری ملازمین کے مفاد میں ہے پیش بھی کرتا ہوں تو ظاہر ہے کہ محترم وزیر قانون صاحب اس کی مخالفت کریں گے اگر مخالفت ہو گی تو سوائے بحث کے اس سے کچھ اخذ تو نہیں ہو گا اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ آج میرا اس بل کو پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تو میں جناب وزیر قانون صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اور آج اس بل کو پیش کرنے کی تحریک نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین ، تو this stands as withdrawn کیونکہ آپ پیش نہیں کر رہے تو یہ withdrawn سمجھا جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ، میں یہ جانتا ہوں کہ اب یہ withdrawn تصور ہو گا۔ اب میں نیا نوٹس دے دوں گا۔

قراردادیں
(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئرمین، اب قراردادیں پیش ہوں گی۔ پہلی قرارداد جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے۔ ایس اے حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ دوسری قرارداد ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔

چولستان اور بہاول پور ڈویژن میں سرکاری اراضی کی بے زمین کاشت کاروں میں تقسیم

ڈاکٹر سید وسیم اختر، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"حکومت چولستان اور بہاول پور ڈویژن میں موجود کالونی ایریا کی تمام اراضی کو وہاں کے بے

زمین کاشت کاروں میں تقسیم کرے تا کہ ناجائز قبضوں کے سلسلے کا تدارک ہو سکے"۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب نے move کیا ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت چولستان اور بہاول پور ڈویژن میں موجود کالونی ایریا کی تمام اراضی کو وہاں کے بے زمین کاشت کاروں میں تقسیم کرے تا کہ ناجائز قبضوں کے سلسلے کا تدارک ہو سکے"۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، وزیر قانون اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے؟ اس میں ایک amendment چودھری صداقت علی صاحب نے پیش کی ہے وہ amendment دے دیں اس کے بعد پھر آپ ارشاد فرمائیے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، وہ موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! یہ قرارداد میں نے خالصتاً وہاں کے بے زمین کاشت کاروں کے مفاد میں اور حکومت کے مفاد میں پیش کی ہے لیکن وزیر موصوف نے حسب روایت کہ اگر کوئی اچھی بات یہاں سے آتی ہے تو انھوں نے اس کے اوپر no کہنا ہوتا ہے اور اس کی اندر خانے بہت ساری وجوہات بھی ہیں۔ جناب سپیکر! صرف چولستان جو ہے یہ 64 لاکھ ایکڑ رقبے پر مشتمل ہے اور یہ سارے کا سارا رقبہ بڑا زرخیز ہے۔ ماضی میں تقسیم ہند سے پہلے یہاں دریائے گھاگرا بہتا تھا جس کی وجہ سے یہ پورا علاقہ سرسبز تھا۔ تقسیم ہند کے بعد یہ دریا بند ہو گیا اور اسی وجہ سے یہ علاقہ بنجر ہے لیکن زمین زرخیز ہے اس میں کہیں زیر زمین پانی کڑوا ہے اور کہیں میٹھا ہے اب وہاں صورت حال یہ ہے کہ اس اراضی کے اوپر بہت سارے لوگوں کی نظریں ہیں اور اس اسلامی جمہوری اتحاد کی الیکشن مہم کے دوران یہاں لاہور کے اندر پٹواریوں کا ایک کونشن ہوا تھا اور اس کونشن کے اندر وزیراعلیٰ صاحب نے یہ بات رکھی تھی کہ تمام پنجاب کے پٹواریوں کو چولستان کے اندر زمین الاٹ کی جائے گی۔ پھر اس کے بعد بہت سارے سیاست دانوں کی بھی وہاں پر نظریں ہیں' بہت سارے لوگوں نے بااثر افراد نے وہاں ناجائز قبضے کر رکھے ہیں اور اس میں حکومت کے مختلف اہل کار بھی شامل ہیں۔ اور یہاں پر موجود اس علاقے کے ساتھ ساتھ جو water channels ہیں ان کو یہ بااثر افراد breach کرتے ہیں' توڑتے ہیں اور پھر عدالت سے stay لے کر اس معاملے کو سالہا سال کے لیے طول دے دیتے ہیں۔ اور ناجائز طور پر اس

اراضی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ لوگ جو کہ خالصتاً چولستانی ہیں' وہاں کے باشندے ہیں اور غریب ہیں ان کے حق کو یہ لوگ مارتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ جو قابض لوگ ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ناجائز قبضے سرکاری سرپرستی مانگتے ہیں' اثر ورسوخ مانگتے ہیں' بدمعاشی مانگتے ہیں اس طرح ان رقبوں کے اوپر جن جن لوگوں نے قبضے کیے ہوئے ہیں ان کے پاس بے بہا اسلحہ ہے اور آئے دن وہاں پر جنگ و جدل کی سی کیفیت رہتی ہے تو اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ جب اتنا بڑا رقبہ وہاں پر موجود ہے ناجائز قبضے ہو رہے ہیں' عوام کی' وہاں کے غریب کاشت کاروں کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ تو اس کا سدباب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جو وہاں کے رہنے والے چولستانی ہیں پہلے نمبر پر ان کو یہ اراضی الاٹ کر دی جائے تاکہ وہ اس سے دو وقت کی روزی بھی کما سکیں اور اتنا وسیع رقبہ جو کہ پورے پنجاب میں جو رقبہ زیر کاشت ہے اس کا یہ 1/3 بنتا ہے اگر یہ رقبہ زیر کاشت آ جائے تو پنجاب کی معیشت میں بہت بڑا انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے ان علاقوں کے جو مسائل ہیں ان سے چشم پوشی کی جاتی ہے تو اس طرح سے جو ناجائز قبضہ کرنے والے ہیں جب وہ پنجاب کے اس حصہ سے آ کر جب وہاں پر قبضے کرتے ہیں تو پھر یہ علیحدگی پسند تحریکیں پنپنے کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں تو پھر وہاں پر یہ بات ہوتی ہے کہ اپر پنجاب سے لوگ آ کر ہمارے وسائل پر قبضہ کر رہے ہیں اور اس صورت حال کے اندر ہم لوگ جو کہ مثبت سوچ رکھنے والے ہیں ہم بھی اس طرف سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ اپر پنجاب کے لوگ ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اس طرح شاید ہمارے لیے بھی یہ موقع آ جائے کہ ہم بھی نعرہ لگائیں کہ بہاول پور صوبے کو علیحدہ کیا جائے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ اس قسم کا موقع فراہم نہیں ہونا چاہیے۔ جناب والا! آپ دیکھیں کہ پرسوں زراعت کے بارے میں یہاں سوال و جواب تھے اور اس میں میں نے بھی ایک سوال دیا تھا کہ حکومت نے تین ریسرچ اسٹیشن قائم کیے تھے ایک چکوال میں ایک بھکر میں اور ایک بہاول پور میں ارڈ زون ریسرچ کے حوالے سے تو اس میں فنڈز کی کمی کی چھری چلی تو وہ بہاول پور ڈویژن کے اوپر چلی اس میں انہوں نے بھکر اور چکوال کا ارڈ زون تو قائم رکھا ہے جب کہ بہاول پور کے ارڈ زون سنٹر کو بند کر دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فنڈز کی کمی کی وجہ سے ہم یہ سنٹر بند کر رہے ہیں حالانکہ اس سنٹر کی سب سے زیادہ ضرورت اس علاقے کے اندر ہے کیونکہ وہاں 4 لاکھ ایکڑ رقبہ زرخیز ہے وہ contribute کر سکتا ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا اور چھوٹے چھوٹے علاقوں کے اندر یہ سنٹر بحال

رکھے گئے ہیں تو جناب والا! یہ زیادتیاں جو سرکاری سطح پر ہمارے ساتھ ہوتی ہیں ان کا مناسب تدارک ہونا چاہیے تو جناب والا! ان گزارشات کی روشنی میں میں ایوان سے مطالبہ کروں گا کہ میں نے جو قرار داد دی ہے کہ وہاں پر جو کالونی ایریا ہے اور چولستان کا جو وسیع رقبہ ہے اس کو ان جائز قبضوں سے بچانے کے لیے اور پنجاب اور ملک کی اکانومی کے اندر contribute کرنے کے لیے اور علاقے کے اندر علیحدگی پسندی کی تحریکوں کو روکنے کے لیے وہاں کا رقبہ وہاں کے بے زمین کاشت کاروں میں تقسیم کر دیا جائے اس سے وہاں کے علاقے کے لوگوں کی حق رسی بھی ہوگی اور حکومت کو بھی بہت فائدہ ہوگا۔

وزیر مال، جناب سپیکر! ہمارے دوست نے اس قرارداد کے ذریعے اس علاقے کی زرخیزی کے بارے میں بات کی ہے اور کچھ ان لوگوں کی بات کی ہے جو وہاں کے رہنے والے ہیں یہ صحیح بات ہے کہ وہ حصہ پاکستان کا اہم حصہ ہے اور 64 لاکھ ایکڑ رقبہ موجود ہے لیکن وہ بنجر ہے وہاں پر پانی موجود نہیں ہے اور ہم نے اس کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں آگے بڑھوں میں ایوان کی اور اپنے دوست کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ وہ حصہ پنجاب سے باہر نہیں ہے یا وہ پاکستان سے باہر نہیں ہے اس حصے میں ہر پاکستانی کا حق ہے اور اگر ہم ذمہ دار ہونے کے ناطے یہ propagate کریں کہ صرف اسی ریجن کی بات ہے۔ ہم ان کو priority دیتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ وہ وہاں کے لوگ ہیں لیکن اس میں تمام پنجاب اور پاکستان کا حصہ ہے تو میرے خیال میں ہمیں ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن جہاں تک حقائق کا تعلق ہے' چولستان کا رقبہ موجود ہے چولستان قدرتی طور پر ایسی زمین ہے کہ جہاں پر لوگ بھیڑ بکریاں پال کر گزر اوقات کرتے ہیں اس کا ہم نے ایک ترقیاتی ادارہ بنایا ہوا ہے جسے چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کہتے ہیں اس کے ذمہ یہ کہ اس کو ڈویلپ کیا جائے اس کی colonization کی جائے اس میں سکول کھولے جائیں سڑکیں بنائی جائیں ڈسپنسریاں بنائی جائیں فنڈز کی کمی کی وجہ سے ہم ابھی تک اس پر کام نہیں کر سکے لیکن جہاں تک الاٹمنٹ کا تعلق ہے تو آپ کے نوٹس میں ہے کہ پنجاب میں الاٹمنٹ بند ہے اور ہم نے ban لگایا ہوا ہے۔ جہاں تک پانی کی دستیابی کا تعلق ہے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر جب بھی ہمیں پانی دستیاب ہوا ہے تو ہم نے وہاں پر الاٹمنٹس کی ہیں اور پہلے ایک شاہی سکیم کے تحت الاٹمنٹ ہوئی ہے اور میرے دوست کو علم ہوگا کہ اس شاہی سکیم کے تحت ہم نے 52-1951 میں اس جگہ الاٹمنٹ کی جہاں پر پانی کی دستیابی تھی۔

میرے دوست نے یہ دیکھا ہو گا اور آپ کے علم میں بھی ہو گا کہ کہ جب بارش ہوتی ہے تو کئی جگہوں پر پانی جمع ہو جاتا ہے اس کے ارد گرد ہم نے الاٹمنٹ کی تھی اور اس شاہی سکیم کے تحت ہم 14550 ایکڑ رقبہ الاٹ کر چکے ہیں پھر اس کے بعد grow more food scheme نافذ کی گئی یہی سکیم 1959' اور 1960 میں جاری کی گئی اس سکیم کے تحت 2091 ' الاٹیوں کو 13141 ایکڑ رقبہ الاٹ ہوا اور یہ سب لوگ وہیں کے رہائشی ہیں جو ان کے حقوق میں شامل تھا جو eligible تھے ہم نے ان کو وہاں پر الاٹمنٹ کی ہے۔ اور اس کے بعد 1970 میں ایک 20 سالہ پٹہ سکیم جاری کی گئی اس سکیم کے تحت بھی ہم نے 2038 الاٹیوں کو 206475 ایکڑ رقبہ الاٹ کی اور یہ بھی وہیں کے رہنے والے تھے اور eligible تھے ان کو رقبہ دیا ہے۔ پھر 1978 میں 15 سالہ پٹہ سکیم شروع کی گئی اور اس میں چولستانیوں کو خصوصی حق دیا گیا ہے اور اس کی verification کرائی گئی جس کے تحت ہم نے 11431 الاٹیوں کو 142931 ایکڑ رقبہ الاٹ کیا اور شاید آپ کو یاد ہو گا کہ اس وقت اس سکیم میں کچھ ناجوازیاں پائی گئیں اور اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب نے اس چیز کا نوٹس لیا انکوائری کرائی اور وہاں کے افسران کو معطل کیا اور وہاں سے فارغ کیا۔ جناب والا! ہم ان لوگوں کے حقوق کا تحفظ کر رہے ہیں اور یہ صحیح بات ہے کہ ان لوگوں کا پہلے حق ہے لیکن اس کے بعد پھر پاکستان کے دوسرے حصوں کا بھی حق ہے۔ یہ جتنی بھی سکیمیں نافذ کیں جہاں جہاں پر ہمیں پانی دستیاب ہوا جہاں پر نہروں کی ایکسٹینشن ہوئی جہاں پانی موجود ہے وہاں پر ہم نے الاٹمنٹ کی لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہاں پر پانی بہت نیچا ہے اور وہاں سے پانی dig out کرنے پر بہت اخراجات ہوتے ہیں ہم اس کو examine کرا رہے ہیں انشاء اللہ عنقریب پانی کی دستیابی کریں گے اور اس کے بعد میں اپنے دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس کی natural beauty کو بھی قائم رکھیں گے اس کی ایک natural beauty بھی ہے جہاں پر بھیڑ بکریاں پالی جاتی ہیں اور ملک میں گوشت کا بیشتر حصہ وہاں سے پورا کیا جاتا ہے اس کی natural beauty کو بھی قائم رکھیں گے جہاں جہاں پانی دستیاب ہو گا وہاں پر الاٹمنٹ بھی کریں گے۔ اور اس کو ڈویلپ بھی کریں گے اور اس طرح ہم پاکستان کے اس خوبصورت حصے کو ایک بہت اچھا حصہ بنائیں گے۔ چونکہ ابھی پانی میسر نہیں ہے جونہی پانی میسر ہوا ہم اس کو کریں گے جہاں تک encroachments کا تعلق ہے encroachments کسی طور پر بھی permissible نہیں ہے۔ encroachments ہوتی رہتی ہیں اور ہم اس پر ایکشن بھی لیتے رہتے ہیں۔

اب بھی ہم وہاں پر ایکشن لے رہے ہیں۔ encroachments کے متعلق آپ کو یہ بھی علم ہو گا کہ ہائی کورٹ میں کیسیز ہوتے ہیں سول کورٹ میں کیسیز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں رکاوٹ بھی ہو جاتی ہے لیکن ہم اپنی سکیم کے تحت اپنے قانون کے تحت اپنے رولز کے تحت ان کے خلاف ایکشن کرتے رہتے ہیں۔ یہ تو چولستان کے متعلق بات تھی۔ دوسری بہاول پور کے کالونی ایریا کی بھی میرے دوست نے بات کی ہے۔ وہ آپ کو معلوم ہے کہ ایک سوال کے جواب میں اسمبلی کے فلور پر یہ جواب دے چکا ہوں کہ مستحق لوگوں کو جو کاشت کار ہیں' بے زمین ہیں' یا چار ایکڑ یا چار ایکڑ سے کم کے مالک ہیں' ان کے متعلق معاملہ کیبنٹ کے زیر غور ہے اور عنقریب ان شاء اللہ اس کو sort out کر لیا جائے گا اور اس کے بعد ہم temporary cultivation کے تحت دوسری الاٹمنٹ یعنی بہاول پور کے کالونی ایریا میں بھی ہم شروع کرنے والے ہیں۔ لہذا ان اقدامات کے پیش نظر اس ریزولیشن کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ میں معزز رکن سے گزارش کروں گا کہ وہ اس پر زور نہ دیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب آپ اسے پریس کرتے ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب والا!میں اپنی بات میں تھوڑا سا اضافہ کروں گا کہ وزیر موصوف نے میرے مؤقف کی تائید کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ملک کی لائیو سٹاک کا بہت سارا حصہ یہیں سے پورا ہوتا ہے اور وہاں کے لوگ بھی محنتی ہیں۔ اب آپ خود دیکھیں کہ وہاں سے کپاس آتی ہے' اور لائیو سٹاک بھی آتا ہے اور انہوں نے جو ساری سکیمیں گنوائی ہیں یہ آپ دیکھ لیں کہ یہ ساڑھے تین لاکھ ایکڑ رقبہ بنتا ہے اور یہ بات اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف والی بات ہے۔ یہ ہمیں تھوڑی سی امداد دے کر بہت سے فوائد سے محروم رکھتے ہیں۔ اب انہوں نے سی۔ڈی۔اے کے بارے میں بھی کہا ہے کہ فنڈز کی کمی ہے' وہاں arid zone میں ریسرچ بند کی ہے تو وہ بھی فنڈز کی کمی اور لاہور اور پنڈی کے اندر یہ سڑکیں اور ٹیلی فون سب کچھ یہاں پر لگتا ہے' یہاں پر کوئی فنڈز کی کمی نہیں آتی۔ جب وہاں سے کوئی منصوبہ آتا ہے تو اس پر کٹ لگ جاتا ہے کہ فنڈز کی کمی ہے۔ میں آپ سے ہی انصاف کا طالب ہوں کہ یہ جو ہمارے ساتھ دوسرے درجے کا سلوک کرتے ہیں اس کے لیے ہم کہاں پر جا کر رونا پیٹنا ڈالیں' آخر کہاں ہم شور مچائیں؟

جناب چیئرمین، پھر اس کو ووٹنگ کے لیے ہاؤس میں put کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جی بالکل question put کریں میں تو اسے پریس کرتا ہوں۔

وزیر مال : جناب والا! میرے فاضل دوست پھر بات کو دوسری طرف لے گئے ہیں۔ ایک طرف تو ہم نے اس کی بیوٹی کو برقرار رکھنا ہے۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ زرے زرے کو الاٹ کر دیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ الاٹ بھی کریں گے اس کو maintain بھی کریں گی اور اس کو بحال بھی کریں گے، یہاں ڈویلپمنٹ کریں گے، سڑکیں بھی نکالیں گے، سکول بنائیں گے، کالج بنائیں گے اور لوگوں کو آباد کریں گے۔ لیکن اس کے لیے اتنی بے تابی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ سارا پاکستان ہمارا ہے جہاں جہاں فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے وہاں ہم استعمال کرتے ہیں یہ بھی پاکستان کا حصہ ہے۔ جہاں تک عارضی cultivation کا تعلق ہے اسے بھی ہم شروع کرنے والے ہیں۔ میرے دوست کو اس بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے کہ خدا نخواستہ ہم ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک کر رہے ہیں۔ وہ بھی پاکستانی ہیں ہمارے بھائی ہیں ہم ان کی عزت و احترام کرتے ہیں۔ گورنمنٹ پاکستان ہر حصے کو اپنا حصہ سمجھتی ہے۔ اس لیے میں امید کروں گا کہ میرے دوست اسے پریس نہیں کریں گے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! وزیر موصوف وہاں کی بیوٹی کا حوالہ دے رہے ہیں کہ ہم نے اس کی بیوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ ہمیں تو آج تک بلکہ کسی کو بھی اس کی بیوٹی کا اتنا اندازہ نہیں ہوا۔ شاید شیخ زید بن سلطان کو اس کا اندازہ ہے۔ اس کے لیے اگر برقرار رکھنی ہے تو اور بات ہے۔ عام پاکستانیوں کو بھی وہاں پر جانے کی اجازت دی جانی چاہیے۔

جناب چیئرمین، نہیں بیوٹی تو ہے، خواجہ فرید صاحب نے بھی اپنے کلام میں اس کا ذکر کیا ہے۔ بیوٹی تو ہے اس سے ہمیں deny نہیں کرنا چاہیے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! عام لوگ وہاں پر visit کر سکتے ہیں جا سکتے ہیں یا ان پر کوئی پابندیاں ہیں۔

جناب چیئرمین : جی۔ It is open to everyone ڈاکٹر صاحب وزیر مال صاحب کی یقین دہانی کے بعد آپ اس پر پریس کرتے ہیں یا پھر ووٹ کے لیے ہاؤس میں put کریں۔ کیونکہ وہ تو اس بات کی یقین دہانی کروا رہے ہیں کہ گورنمنٹ actively اس کو ٹیک اپ کر رہی ہے اور جلد ہی کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ بتائیں کہ کب تک یہ سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ جس طرح مختلف نعرے لگائے جاتے ہیں کہ یہ پورے پنجاب کے لیے ہوگا۔ اس طرح سے نہیں ہونا چاہیے۔

پہلے وہاں کے لوگوں کو accommodate کیا جائے۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ تو مقامی لوگوں کے لیے کیا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پہلے وہاں کے لوگوں کو accommodate کیا جائے اور یہ اس طرح کی کوئی سکیم بنا رہے ہیں اور جلد نافذ کرتے ہیں تو پھر میں اسے پریس نہیں کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب اسے پریس نہیں کرتے اس لیے اس withdraw تصور کیا جائے گا۔ اگلی قرارداد اور جناب فرید احمد پراچہ کی ہے وہ اپنی قرارداد پیش کریں گے۔

عربی زبان کو پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک لازمی مضمون قرار دینا

جناب فرید احمد پراچہ: اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ عربی زبان کو پہلی سے دسویں جماعت تک لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جائے۔

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

> اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت' سے اس امر کی سفارش کرے کہ عربی زبان کو پہلی سے دسویں جماعت تک لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جائے۔

وزیر تعلیم: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: میرا یہ گمان تھا کہ اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی جائے گی اور ہمیشہ سے oppose کرنے کے جو ماہر وزیر ہیں وہ وزیر قانون ہیں یہ گناہ بھی وہی اپنے سر لیں گے لیکن انہوں نے اس مرتبہ وزیر تعلیم کو اشارہ کیا اور انہوں نے اسی کی مخالفت کی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ burden share کر رہے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے میں ان کے لیے بھی دعا کرتا ہوں اور ان کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔

گزارش یہ ہے کہ یہ قرارداد جو میں نے پیش کی ہے' یہ محض کوئی مذہبی اور جذباتی تعلق اور وابستگی کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اگرچہ عربی بھی ہمارا انتہائی اہم معاملہ ہے۔ یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کی پاکیزہ اور مقدس زبان ہے' ہمارا قرآن پاک اسی زبان میں نازل ہوا ہے۔ لیکن میں اسے آئین پاکستان کے حوالے سے' اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں کے حوالے سے اور سینٹ آف پاکستان کی قرارداد کے حوالے سے میں اس پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ سینٹ آف پاکستان نے 22 نومبر 1990ء کو ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس کی تھی جس میں یہ بات شامل ہے کہ پہلی جماعت سے اردو کے قاعدہ کے ساتھ ساتھ بچوں کو عربی زبان کا قاعدہ بھی پڑھانا شروع کیا جائے۔ نیز تعلیم کے دوسرے درجات میں عربی زبان کی تدریس کا معقول اور موثر انتظام کیا جائے۔ اسی طرح سے شق نمبر 3 میں یہ ہے کہ عربی زبان کو اسلامیات کی تعلیم کا مستقل جز بنایا جائے۔ اسی طرح سے شق نمبر 2 میں ہے کہ عربی زبان میں بول چال سکھانے کے لیے خصوصی اہتمام کیا جائے اور سکولوں اور کالجوں میں یہ سہولتیں فراہم کی جائیں۔ یہ سینیٹ آف پاکستان کی قرارداد ہے۔ اسی طرح سے جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل جو آئین کے تحت قائم کردہ کونسل ہے اس نے بھی 27 نومبر 1977ء کے اپنے اجلاس میں یہ بات طے کی کہ پانچویں جماعت سے تمام تعلیمی اداروں میں عربی زبان لازمی ہو گی۔ اسی طرح سے 30 ستمبر 1977ء کے اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی کہ طلباء کو تعلیم کے ہر مرحلہ پر اسلام کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم حاصل ہونا چاہیے۔ اس لیے ملک کے تمام تعلیمی اداروں کے نصاب میں عربی اور اسلامیات کا ایک ایک پرچہ لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا جائے۔ جناب والا! یہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات ہیں۔ اسی طرح جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ دستور پاکستان میں جو نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء شامل کیا گیا ہے اس کی شق نمبر 6 میں یہ بات درج ہے کہ ریاست درج ذیل مقاصد کے لیے موثر انتظامات کرے گی جس میں عربی زبان کی تعلیم دینا شامل ہے۔ اسی طرح سے وزارت مذہبی امور نے بھی بار بار سفارشات کی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ جب ہم نے دور غلامی کی ایک زبان کو لازمی حیثیت دی ہوئی ہے اور اس میں ہمارے طلباء کی ایک کثیر تعداد فیل بھی ہوتی ہے' اس کی وجہ سے ان کا معیار تعلیم متاثر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے بہت سارے تعلیمی معاملات پر اثر پڑتا ہے۔ اسی کی وجہ سے نقل کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اس لیے کہ طالب علم اس مشکل مضمون میں فیل ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس مضمون کی لازمی حیثیت کو ختم کیا جائے۔ لیکن عربی زبان جو کہ پوری اسلامی دنیا میں بولی جاتی ہے' جس کے بے پناہ فوائد ہیں۔ جس کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اس سے قرآن کا حدیث'

فقہ کا اور دیگر مضامین کا مطالعہ آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اس کو لازمی رکھنے کا یہ فائدہ بھی ہے کہ دینی اداروں اور دنیاوی اداروں میں یعنی سرکاری اداروں پر جو بوجھ ہے وہ بھی ختم ہو سکتا ہے اور اس میں ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اس سے عرب دنیا کے اندر جانے والے ہمارے جو افراد ہیں' جو زرمبادلہ کما رہے ہیں ان کے لیے اس زبان کا سیکھنا' اور وہاں پر اس زبان کو استعمال کرنا بھی ان کے لیے آسان ہو جائے گا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں چونکہ یہ ہمارے نصاب میں شامل نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے بیورو کریسی کے افراد جو سفارتی سطح پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں وہ عرب ممالک میں جا کر عربی زبان کے ایک ایک لفظ سے محروم ہوتے ہیں ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ہندوستان کی طرف سے جو لوگ بھیجے جاتے ہیں تو وہ عربی زبان کو جاننے والے اور اس کے ماہر ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ وہاں پر ہندوستان کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔ اور وہاں پر ان کے نقطہ نظر کو زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے لوگ عربی زبان سے ناشناسا ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے دفاتر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ آپ کے علم میں ہے کہ بھارت نے اپنا ایک سفیر بھی وہاں پر بھیجا ملک رام کے نام سے وہ وہاں پر طویل عرصہ تک یعنی 30 سال تک عرب ممالک میں رہا۔ وہ عربی زبان کا بھی ماہر تھا۔ اس کے علاوہ اس نے قرآن پاک کے کئی سپارے بھی حفظ کیے ہوئے تھے۔ وہ لوگوں کو دھوکہ دے رہے تھے۔ لیکن اس مؤقف کو بیان کرنے کے لیے اگر یہ زبان نصاب کا حصہ بن جاتی ہے تو اس طریقے سے ہم اپنے لوگوں کو دین کی بھی تعلیم دے سکتے ہیں اور عرب دنیا کے ساتھ اور مسلمان ممالک کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔ یہ دنیا میں ایک بڑے حصے کے اوپر سمجھی جانے والی زبان ہے۔ اور اسی طرح سے یہ وہ زبان ہے جس کو اقوام متحدہ نے' جس کو اسلامی کانفرنس' جس کو افریقی اتحاد کی تنظیم نے اور دیگر عالمی اداروں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ یہ ان کی تسلیم شدہ سرکاری زبانوں کے اندر شامل ہے۔ تو میں اس موقع پر یہ عرض کروں گا کہ اس معاملے میں اسکی مخالفت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ہمارا دینی معاملہ بھی ہے اس کے ساتھ ہماری تعلیم کی ترویج کی بھی وابستگی ہے۔ اور اسی طرح سے قرآن پاک کو سمجھنے کا' احادیث مبارکہ کو سمجھنے کا اور اپنے دینی رشتے استوار کرنے کا اور اسے بہتر کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس بارے میں سفارشات بھی موجود ہیں۔ اس بارے میں قرار دادیں بھی موجود ہیں۔ آئین پاکستان کے اندر بھی یہ بات شامل ہے۔ اور اس لحاظ سے آج میں نے جو قرار داد یہاں پیش کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ

پورے ایوان کی اخلاقی بھی اور دینی ذمہ داری بھی ہے۔ اور معاشرے کے افراد ان سے اس بات کا سوال بھی کریں گے اور انہیں اس سوال کا جواب بھی دینا ہے کہ عربی زبان کو لازمی حیثیت دی جائے۔ اس کو ایک تعلیمی مضمون کی حیثیت دی جائے۔ اور اس کو اپنے نصاب کا ایک حصہ بنایا جائے۔ میں اس پر آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور ایوان سے بھی میں گزارش کروں گا کہ اس قرار داد کو متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب ذرا تشریف رکھیں حنیف صاحب بھی ذرا اپنا موقف بیان کر لیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! میں صرف اتنی بات کہنا چاہوں گا کہ جیسے پراچہ صاحب نے نظریاتی کونسل، آئین پاکستان کا حوالہ دیا یہ سینیٹ میں بھی پاس ہوا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عربی تعلیم کو جب تعلیمی اداروں میں لازمی قرار دیا جائے گا۔ تو تعلیم کا معیار ایک ہو گا۔ دنیاوی اور دینی تعلیم جو اس وقت نظام تعلیم کئی شعبوں میں بٹ چکا ہے۔ کہ ایک طرف تو دنیا کی تعلیم ہے اور ایک طرف مدرسوں میں دینی تعلیم چل رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عربی کے آنے سے نظام تعلیم جو کہ لارڈ میکالے کا بنایا ہوا نظام تعلیم ہے اس میں ایک بہت اہم تبدیلی ہو گی۔ اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا قرآن پاک، حدیث اور فقہ عربی زبان میں ہے۔ اور جب ایک مومن دعا کرتے ہے کہ اے اللہ اھدنا الصراط المستقیم"۔ کہ اے اللہ مجھے سیدھے راستے پر چلا۔ تو پھر قرآن پاک میں اس کی پوری تفصیل آ جاتی ہے۔ کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور کون سی راہیں صحیح راہیں ہیں۔ تو یہ تفصیل انسان تبھی سمجھ سکتا ہے اور دینی اور دنیاوی لحاظ سے بھی اس کی تبھی بہتری ہے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر اپنا راستہ متعین کر سکے۔ اور جناب والا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے اندر خلافت مومن کا حق ہے۔ اور اگر ہم آج برباد ہو رہے ہیں غلط راہوں پر چل رہے ہیں ناکامیاں ہمارے سامنے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

ہم نے اپنے آپ کو اس دین سے پیچھے کر لیا ہے اور ان روایات کو جو صحیح معنوں میں ہماری روایات ہیں ان کو چھوڑ دیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن پاک جو کہ ایک بہت بڑی طاقت ہے جس کو لوگ اپنے طاقوں میں سجاتے ہیں اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جس کے لیے بے شمار لوگوں نے قربانیاں دیں اس کی بنیاد ہی لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ پر رکھی گئی تھی۔ اس کے اندر اس تعلیم کو لازمی قرار نہ دیا گیا اگر اب بھی ایسا ہوا تو مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہو گا۔ مجھے یقین نہیں کہ اس ہاؤس میں کوئی بھی ممبر جس کا ضمیر بیدار ہے جس کی سوچ بیدار ہے وہ اس کے خلاف ووٹ دے گا۔ شکریہ جناب والا!

جناب چیئرمین : پوائنٹ آف آرڈر جناب حاجی صاحب۔

حاجی محمد بوٹا : پراچہ صاحب نے جو تجویز پیش کی ہے شائد انھیں یہ معلوم نہیں کہ بچوں کے پاس تو پہلے ہی اتنی کتابیں ہیں کہ وہ اٹھا ہی نہیں سکتے۔ پہلی جماعت کا جو بچہ ہے اس کے پاس 9 کتابیں اور 18 کاپیاں ہوتی ہیں۔ جناب والا! انہوں نے اگر عربی تعلیم لازمی کرنی ہے تو وہ کم از کم دسویں جماعت سے شروع ہونی چاہیے۔ ان کے علم میں یہ بات نہیں کہ دینیات پہلی جماعت سے لگی ہوئی ہے۔ دینیات ہے' حساب ہے اردو کی کتاب ہے اور دیگر چھتیس کتابیں بچوں کو لگی ہوئی ہیں۔ اگر بچوں کے ساتھ کوئی نیکی کرنی ہے تو ان کی کتابوں کا بوجھ کم کرو۔ جو ہمارے بڑے بڑے لیڈر قائداعظم یا ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ہو گزرے ہیں۔ کیا ان کے زمانے میں بھی اتنی کتابیں ہوتی تھیں۔ اگر اتنی کتابیں ہوتیں تو میرا خیال ہے کہ وہ بھی اتنے بڑے لیڈر نہ ہوتے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

بچوں کی مت مار کے رکھ دی ہوئی ہے جس وقت بچے صبح سکول میں پڑھنے کے لیے جاتے ہیں ایمان داری کی بات ہے کہ بستہ خود اٹھا کر رکشے میں رکھنا پڑتا ہے۔ جب وہ سکول سے واپس آتے ہیں تو دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ اگر ان سے ایک کتاب کا سبق سنیں تو دوسری کتاب کا سبق بھولا ہوتا ہے دوسری کا سنیں تو تیسری کا سبق بھولا ہوتا ہے۔ جناب والا! میری عرض ہے کہ اگر عربی لازمی کرنی ہی ہے تو دسویں جماعت سے لازمی کریں۔ ان کو یہ بات معلوم نہیں شاید کہ پہلی جماعت کو دینیات لگی ہوئی ہے اور اس میں عربی لکھی ہے کلمہ لکھا ہے نماز لکھی ہے سورتیں لکھی ہوئی ہیں دوسری جماعت میں پھر یہی کچھ ہے اور تیسری جماعت میں بھی پھر یہی کچھ ہے۔ اگر عربی لازمی کرنی ہے تو پھر یہ دسویں جماعت سے بعد کریں۔ بچے پہلے ہی کچھ نہیں پڑھتے ان پر بڑا بوجھ ہے۔ اگر اس ایوان نے معصوم بچوں کے ساتھ نیکی کرنی ہے تو ان کا وزن کم کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب والا! جب ہم سکول جاتے تھے تو اس وقت آٹھ نو سال کا بچہ سکول جاتا تھا۔ آج تو ابھی بچہ پیدا ہونے والا ہوتا ہے پہلے ہی سکول کا فکر لگ جاتا ہے تین سال کا بچہ اب تو سکول چلا جاتا

ہے۔ بچوں کی یہ پوزیشن ہے ان پر رحم کرو کوئی اور لازمی کتاب نہ لگاؤ بلکہ پہلے والی کتابوں میں سے بھی کچھ کتابیں کم کرو اگر بچوں کے ساتھ نیکی کرنی ہے تو۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی حنیف صاحب۔

چودھری محمد حنیف، جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ جن کتابوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ تو انگلش میڈیم سکولوں کی کتابوں کا ذکر ہے۔ کہ جہاں پر بچوں کو بے شمار کتابیں دے دی جاتی ہیں۔ ہم انہیں جس تعلیم کی طرف لا رہے ہیں وہ دین کی تعلیم ہے اس میں کتابیں اتنی نہیں ہیں۔ اس میں تو معمولی بوجھ ہو گا۔ جن کتابوں کا یہ ذکر کر رہے ہیں وہ بچے تو انگلش میڈیم سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ وہاں تو واقعی بے شمار کتابیں ہیں۔

جناب چیئرمین، بیرسٹر صاحب! اب آپ ارشاد فرمائیں۔

وزیر تعلیم، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ حاجی محمد بوتا صاحب نے بڑے موثر انداز میں بڑے وزنی دلائل دیے ہیں اور ان کے دلائل اتنے وزنی تھے کہ فرید احمد پراچہ صاحب بھی بالکل خاموشی سے ان کی طرف دیکھتے رہے اور وہ ان کو قطعاً ٹوکنے کے لیے نہیں اٹھے۔ جناب والا! یہ جو قرار داد پیش کی گئی ہے ہم عربی زبان کے خلاف نہیں ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ فرید پراچہ صاحب نے دو سال کے بعد یہ قرار داد پیش کی ہے۔ انہیں چاہیے تھا کہ جب وہ ممبر منتخب ہوئے تھے وہ اسی وقت یہ قرار داد پیش کرتے۔ کیونکہ اس وقت ہم اپنی نیشنل پالیسی بنا رہے تھے۔ اب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے نیشنل پالیسی میں جگہ ملنی چاہیے۔ ہماری نیشنل پالیسی جسے ہم نے ابھی تھوڑا عرصہ پہلے announce کیا ہے اس میں یہ ساری باتیں discuss ہو چکی ہیں۔ انھیں شاید خدشہ ہے کہ ہم عربی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ عربی پہلے ہی چھٹی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ جہاں تک پانچویں کا تعلق ہے، تو انھیں بھی معلوم ہے کہ عربی کتنی مشکل زبان ہے۔ اس کی کتنی گرامر ہے۔ اگر عربی کو پہلی جماعت سے متعارف کروا دیا جائے تو جیسا کہ میرے فاضل رفیق پہلے بتا چکے ہیں کہ پہلے ہی پہلی سے پانچویں جماعت تک اردو، ریاضی، معاشرتی علوم، اسلامیات بمع ناظرہ قرآن، جنرل سائنس اور ڈرائنگ ہم پڑھاتے ہیں۔ اس میں آپ دیکھیں کہ اسلامیات بمع ناظرہ قرآن ہے۔ ہم نے عربی کی ضروریات کو پیش نظر رکھا ہے۔ جیسا کہ انھوں نی اپنی تقریر میں کہا ہے، ہم پہلے ہی پانچویں جماعت تک اسلام کے متعلق لڑکوں کو تعلیم دے رہے

ہیں۔ اس کے بعد نویں اور دسویں جماعت میں عربی طور اختیاری مضمون پڑھائی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! جب ہماری تعلیمی پالیسی میں ہے کہ ہم اپنی مادری زبان میں یا قومی زبان میں تعلیم دیں۔ تو ابتدائی سوجھ بوجھ کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے اپنے بچوں کو اپنی قومی زبان کی جو بنیاد ہے وہ ٹھوس بنیادوں پر رکھیں تاکہ ہمارے بچے سب سے پہلے اپنی قومی زبان سیکھیں۔ ہر بچہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے پہلے ایک قاعدہ پڑھتا ہے اور پھر قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اس لحاظ سے خود بخود اردو کے ساتھ ساتھ عربی کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ اسلامیات کا مضمون بھی ہم پہلی جماعت سے ہی پڑھا رہے ہیں۔ یہ لازمی ہے اور اس میں بھی عربی کا خاصا مواد ہوتا ہے۔ بچہ عربی زبان کے علاوہ دین سے بھی اچھی خاصی واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ چھ مضامین ہیں جن میں سے کوئی بھی مضمون خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایک اور مضمون کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ چھوٹے بچوں کے لیے بہت بڑا بوجھ ہوگا اور خاص طور پر ہمارے ملک میں جہاں بچوں کا پرائمری سٹیج تک participation rate صرف 65 فی صد تک ہے۔ پینسٹھ فی صد بچے جو پرائمری سکول میں آتے ہیں اس میں سے پچاس فی صد بچے پانچویں جماعت تک پہنچنے سے پہلے پہلے drop out ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں بچوں کو اس قسم کے مضامین پڑھانے چاہئیں کہ جو بچے بعد میں سکول چھوڑ جاتے ہیں وہ بھی نہ چھوڑیں اور جو سکولوں میں داخلہ نہیں لیتے وہ بھی آ کر داخلہ لیں۔ اگر ان پر زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا تو اس طرح ہماری شرح خواندگی پر بھی بڑا فرق پڑے گا۔ جناب والا! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، ہم عربی زبان کے خلاف نہیں ہیں۔ عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور ہر مسلمان اس سے واقفیت رکھتا ہے۔ ہر ایک کو پانچ وقت کے لیے نماز پڑھنے کو کہا جاتا ہے لیکن نماز اسے آتی ضرور ہے۔ ویسے بھی اسے قرآن شریف کے حوالے سے بھی خاصی عربی سے واقفیت ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! اس پر مجھے کتنا وقت دیا جائے گا؟

جناب چیئرمین: آپ جتنی دیر تک بولیں گے، سب سن لیں گے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت ہماری شرح خواندگی بہت کم ہے۔

جناب چیئرمین: پراچہ صاحب! آپ منسٹر صاحب کے دلائل سے قائل نہیں ہوئے؟ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ قائل ہو گئے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست جنھوں نے

بڑی وزنی دلیل دی تھی' ان کی بات تو اس قابل بھی نہ تھی کہ میں اس کا جواب دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مذاق اڑانے والی بات ہے۔ جب ناظرہ قرآن کا اضافہ کیا جا رہا تھا تو یہی دلیلیں اس وقت بھی آئی تھیں کہ بچوں کے اوپر ایک اور بوجھ ڈال دیا جائے گا۔ جب اسلامیات کی تعلیم لازمی کی جا رہی تھی تو اس وقت بھی یہی دلیلیں دی گئی تھیں۔ ایک دور ایسا گزرا کہ اس طرح کی دلیلیں دینے والے افراد نے اسلامیات کا علم شامل کرنے پر بھی مخالفت کی اور ناظرہ قرآن شامل کرنے پر بھی یہی کہہ کر مخالفت کی۔ انگریزی کی تعلیم کے لیے تو یہ دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح سے دوسرے بے شمار مضامین جو شامل ہیں ان کے بارے میں یہ دلیل نہیں ہے۔ لیکن جب عربی کے بارے میں' یا قرآن کے بارے میں' یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے بارے میں ہم یہاں پر کوئی قرارداد لاتے ہیں تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ بچوں کے اوپر ایک اور بوجھ آ جائے گا۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک قومی تعلیمی پالیسی کا تعلق ہے تو قومی تعلیمی پالیسی ابھی تک اس طرح سے فائنل بھی نہیں ہوئی' چھپ کر بھی وہ لوگوں کے پاس نہیں آئی اور اس کے علاوہ یہ کہ جو کچھ میں نے یہاں پڑھ کر سنایا ہے' یہ سینیٹ آف پاکستان کا' یہ اسلامی نظریاتی کونسل کا' یہ آئین پاکستان کا' یہ بھی تو وہ ساری کی ساری چیزیں ہیں کہ جن کا تعلق قوم کے ساتھ اور قومی تعلیمی پالیسی کے ساتھ ہے اور ان کی تردید کرنے کی پوزیشن میں کوئی نہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ 1982ء میں اس سلسلے میں ایک صدارتی حکم جاری ہوا تھا اور اس صدارتی حکم کے ذریعے سے پرائمری سے لے کر انٹر تک اس کو لازمی قرار دیا گیا۔ لیکن اسی طرح کے افراد جو بیٹھے ہوتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید لوگوں میں دینی جذبہ پیدا ہو گیا تو شاید یہ ہمارے اوپر' ہماری مختلف قسم کی لادینی سرگرمیوں کے اوپر معاشرے کے اندر ایک اجتماعی رائے پیدا ہو جائے گی۔ تو اس ڈر کے تحت انھوں نے اس کو صرف مڈل تک کر دیا۔ ورنہ یہ صدارتی حکم بھی 1982ء کا موجود ہے۔ اس کے اوپر عمل درآمد نہیں ہوا۔ جناب' میں اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ یہ ہمارا ایوان ہے اور ہمیں ایک قرارداد ہی منظور کرنی ہے۔ ہم نے حکومت کے سر پر کوئی ڈنڈا نہیں مار دینا۔ صرف ایک قرارداد ہے۔ وہ بڑی بے ضرر ہے۔ کوئی ایوانوں کے اندر لرزا طاری نہیں ہوتا' کوئی زلزلہ طاری نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایک قرارداد کی یہاں سفارش کر دیتے ہیں تو اس سفارش سے وہاں کوئی زلزلہ طاری نہیں ہو گا۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم پنجاب کے لوگوں کے سامنے جن سے اسلامی جمہوری اتحاد نے اسی نام کے اوپر ووٹ لیے ہیں' ان

کے سامنے اپنا کردار یہ پیش کریں کہ جب بھی اس ایوان کے اندر کوئی قرارداد آتی ہے تو سینیٹ میں بھی وہ قرارداد پاس ہو جاتی ہے' سرحد اسمبلی میں بھی اسی طرح کی قرارداد پاس ہو جاتی ہے۔ لیکن پنجاب کے لوگ ہی اتنے بے ضمیر ہیں کہ ان کے ایوان کے اندر جب کوئی قرارداد آتی ہے تو وہ قرارداد پاس نہیں ہوتی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے' اس کو قبول کیا جائے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے جو الفاظ پنجاب کے غیرت مند لوگوں کے متعلق استعمال کیے ہیں' وہ اپنے الفاظ فوری طور پر واپس لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس کے جوان غیرت کی نشانی ہیں' ان کے خلاف انھوں نے یہ لفاظی استعمال کی ہے' اس سے مجھے شدید رنج ہوا ہے۔ پہلے میں ان سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ اور ان کی جو بگڑی ہوئی تربیت ہے' جو انھوں نے اسلام کے نام پر ایک جماعت قائم کی ہوئی ہے' کبھی قرآن کا خود مطالعہ کریں تو کبھی جھوٹ نہ بولیں جتنا جھوٹ یہ اسمبلی کے فورم پر کھڑے ہو کر بولتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ آج انھوں نے پنجاب کی غیرت کو للکارا ہے۔ اس حوالے سے میری ان سے دوبارہ گزارش ہو گی کہ وہ اپنے ان الفاظ کو واپس لیں۔ یہاں پنجاب اسمبلی میں تمام ممبر منتخب شدہ ہیں۔ وہ پنجاب کے عوام سے ووٹ لے کر یہاں آئے ہیں۔ ہم پنجاب کے عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کی غیرت کو اس طرح نہ للکاریں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے محترم دوست اس وقت ہنس کر پیچھے باتیں کر رہے تھے اور ان کی توجہ نہیں تھی۔ انھیں الفاظ میں سے صرف ایک لفظ بے ضمیر کا پتا چلا ہے۔ اور اس پر یہ کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ میں نے یہ کہا ہے کہ یہ ہمارے اوپر الزام نہ لگ جائے۔ یہ نہیں کہا کہ بے ضمیر ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: آپ نے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ پنجاب کے بے ضمیر لوگ۔ یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں' غیر اخلاقی ہیں اور غیر مہذب ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرآن میں اور کسی کتاب میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے ان الفاظ کو پہلے آپ واپس لیں' پھر اپنی بات کریں۔

جناب چیئرمین: بٹ صاحب! آپ نے صحیح نہیں سنا ہو گا۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! میں نے بالکل اچھی طرح سنا ہے۔ آپ نے نہیں سنا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! آپ نے یہ الفاظ سنے ہیں آپ ہی اس کا فیصلہ کیجیے۔ میں یہ

سمجھتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ الفاظ اس انداز میں سنے ہیں تو یہ میرے الفاظ نہیں ہیں۔ میں ان الفاظ کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ میرے الفاظ نہیں ہیں اور میں اس کو دوبارہ پریس کروں گا کہ ہم اپنے عمل سے یہ بات نہ کریں اور اس میں میں نے اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ ، جناب سپیکر! یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب چیئرمین ، وہ کہتے ہیں ہیں کہ میں نے کہے ہی نہیں تو وہ واپس کیا لیں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سہیل ضیاء بٹ ، جناب والا! انہوں نے ابھی میرے فاضل دوست کے متعلق بھی ریمار کس دیئے ہیں وہ بھی غیر پارلیمانی تھے۔ حاجی محمد بوٹا صاحب نے بڑی اچھی اور مدلل باتیں کی ہیں۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔

جناب چیئرمین ، حاجی صاحب نے بڑی صحیح باتیں کی ہیں۔ میں تو پہلے کہہ رہا ہوں کہ ان کی بڑی وزنی دلیلیں تھیں۔

وزیر تعلیم ، جناب سپیکر! میں نے ابھی اپنی تقریر ختم نہیں کی تھی۔

جناب چیئرمین ، جی فرمائیے۔

وزیر تعلیم ، جناب سپیکر! ابھی فاضل رکن نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ جب نیشنل پالیسی پر بحث ہو رہی تھی اور تمام صوبوں کے وزراء تعلیم وہاں بیٹھے تھے تو یہی مسئلہ زیر بحث تھا کہ پانچویں تک medium of institution میں کون سی زبان ہونی چاہیے۔ اور اس وقت ہم نے انگلش کی مخالفت کی تھی اور ہم نے اپنی قومی زبان کی حمایت کی تھی۔ فاضل رکن نے شائد یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم انگلش کو آگے لانا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہماری ایک set policy ہے۔ ابھی فاضل رکن نے کہا کہ قرارداد پاس کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہم منافق نہیں ہیں۔ ہم منافقت والی پالیسی نہیں اپنانا چاہتے بلکہ ہم وہی بات کرتے ہیں جس پر ہم عمل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس پر fully convinced ہیں کہ ہمارے طلباء کے لیے پہلی جماعت میں جو پہلے چھ مضامین ہیں وہ کافی ہیں اور ان سے عربی کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ تو ہم اس طرح کی قرارداد پاس نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم اسے اپنی پالیسی

سے متصادم سمجھتے ہیں۔ تو جیسے میں عرض کر چکا ہوں کہ نیشنل پالیسی میں یہ چیز آنی چاہیے۔ نیشنل پالیسی پرنٹ ہو کر اناؤنس ہو چکی ہے اور میں اس کی ایک کاپی جناب فرید پراچہ صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ تو اس بنیاد پر میں جناب سپیکر اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے،

کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ عربی زبان کو پہلی سے دسویں جماعت تک لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جائے۔

(قرارداد نامنظور ہوئی)

ڈش انٹینا کی ساخت درآمد و برآمد اور استعمال پر پابندی

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ ڈش انٹینا کی ساخت' درآمد و برآمد اور ملک میں اس کے عام استعمال پر پابندی عائد کی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ ڈش انٹینا کی ساخت' درآمد و برآمد اور ملک میں اس کے عام استعمال پر پابندی عائد کر دی جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس قرارداد پر میں بھی اجازت چاہوں گا کہ مجھے بھی اظہار خیال کا موقع دیا جائے۔

جناب چیئرمین: تو پہلے ڈاکٹر صاحب اپنا نکتہ نظر بیان فرمائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جی ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے محترم وزیر قانون اپنے فرائض منصبی اور سرکاری ذمہ داریوں کے تحت مجبور ہیں کہ وہ ہر جائز کام کی مخالفت کریں۔ اس لیے کہ یہ ان کی ڈیوٹیز میں شامل ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ کس قدر بھاری جرم کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں جب وہ اس قسم کی جائز اور صحیح چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور انگریزی میں کہتے ہیں

Oh, God forgive him. He knows not what he says

میں اس لیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مغفرت کی دعا مانگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی معافی دے۔ جناب سپیکر! حصول پاکستان کا مدعا مخصوص صرف اور صرف یہ تھا کہ یہاں ایک ایسی اسلامی جمہوری اور فلاحی مملکت قائم کی جائے جہاں تمام شعبہ ہائے زندگی میں قرآن و سنت کی بالا دستی ہو اور جس کی بنیادیں ایک ایسے عادلانہ سماجی نظام پر استوار کی جائیں جس میں تمام شہریوں کے حقوق کی پوری طرح پاسداری ہو اور ان کے حقوق کا تحفظ فراہم کیا جاتا ہو۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم مصور پاکستان اور خالق پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمت اللہ علیہ کے تصورات کے مطابق پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنائیں گے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ یہاں ابھی عربی کا جو حشر کیا گیا اور جو دلائل دیے گئے ہیں وہ اس قدر گھٹیا اور بھونڈے ہیں کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ محض اس بنیاد پر کہ بستہ بڑا بھاری ہو جاتا ہے اس لیے ہم عربی کی مخالفت کرتے ہیں۔ جہاں اتنے فضول مضامین اس میں شامل ہیں ان دو چار کو آپ نکال دیجیے۔ لیکن آپ اس بنیاد پر مخالفت کر رہے ہیں کہ بچے کا بستہ بڑا بھاری ہو جاتا ہے اور اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ بھاری ہونے کی وجہ سے عربی کو داخل نہ کیا جائے اور ایک طرف وزیرتعلیم صاحب نے خود اس اسمبلی میں اقرار کیا کہ یہ الہامی زبان ہے قرآن کی زبان ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور اس کے بعد ہم اس کی پاس داری کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ہم اس کو عملی طور پر نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ یہ ہے وہ تضاد قول اور فعل کا جس کی وجہ سے ہمارے ملک میں یہ حالت ہو رہی ہے ہم یہاں قرآن کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ آئین کو پامال کرتے ہیں۔ قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ اور اس کے بعد قانون کی مٹی پلید کرتے ہیں اور پھر صرف یہ کہتے ہیں کہ جناب ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جناب میرے پاس یہ آئین پاکستان کی کتاب ہے جو میں پڑھنا چاہتا ہوں اور آپ سے گزارش کروں گا کہ

ازراہ کرم ذرا اس طرف توجہ دیجئے کہ ہماری اس کتاب مقدس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن کو تو ہم مسلمان ہوتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اس آئین کے تحت ہم نے حلف اٹھایا ہوا ہے اور اس آئین کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

Article 31(1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah

میرا خیال ہے کہ اس کا مطلب پوری طرح واضح ہے۔ مجھے اس کو بتانے کی ضرورت نہیں اور آگے آرٹیکل 31 کلاز (2) ہے کہ۔

(2) The State shall endeavour, as respects the Muslims of Pakistan,-

(a) to make the teaching of the Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language...

جس کی ہم نے ابھی مخالفت کی ہے۔ یہ آئین میں درج ہے کہ ہم اسلامیات عربی اور اس کی بعد قرآن پاک کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے' فروغ دینے کے لیے پابند ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ یہ ہم اپنے ملک میں رائج کریں لیکن ابھی جو عربی کے ساتھ حشر ہوا وہ اس آئین کی خلاف ورزی ہے۔ پوری خلاف ورزی ہے۔

(a) . and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran,

اس میں (بی) میں یہ ہے کہ۔

to promote unity and the observance of the Islamic moral standars; and

اب Islamic moral standars کیا ہیں؟ وہ کیا معیار ہیں؟ وہ کیا تعلیمات ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم ڈش انٹینا کے خلاف ہیں۔ میں اپنی تقریر میں آپ کو یہ واضح کروں گا کہ ہم کس لیے' کن بنیادوں پر اس چیز کی مخالفت کر رہے ہیں اور (سی) ہے کہ۔۔

(c) to secure the proper organisation of zakat, auqaf and mosques.

جناب سپیکر! اس کے بعد آرٹیکل 227 ہے اس میں لکھا ہے کہ۔

227(1) All existing laws shall be brought in conformity with the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah, in this Part referred to as the Injunctions of Islam, and no law shall be enacted which is repugnant to such Injunctions

اب یہ سارا کچھ دیکھنے کے بعد کہ آیا یہ جو ڈش انٹینا ہے اس سے ہمارے آئین کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ اسلامی نظریاتی کونسل ہے۔ اس اسلامی نظریاتی کونسل کی آئینی حیثیت کو کل قومی اسمبلی میں چیلنج کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے اور دکھ کی بات ہے کہ وہاں پر گورنمنٹ کے تمام وزراء موجود تھے لیکن انہوں نے اس بات پر کوئی مداخلت نہیں کی۔ پھر یہ آئین کا ایک مستقل حصہ ہے اور اس کے بعد اس کی جو سفارشات ہیں ان کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ میں آپ کو پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ایک فیڈرل سیکرٹری صاحب اور منسٹر اپنی ذاتی میٹنگ میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ ہم اس اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو قطعاً نہیں مانتے۔ اس لیے نہیں مانتے کہ اگر اسے شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کا حصہ بنا دیا گیا ہے تو وہ سفارشات کرتے رہیں، وہ ہمیں رہنما اصول دیتے رہیں لیکن ہم اس کی روگردانی کریں گے اور ردی کی ٹوکری میں پھینکتے جائیں گے اور آج بالکل یہی حشر ہوا کہ وہ تمام تعلیمات، اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام سے لے کر اب تک 20 سال میں جو بھی سفارشات اور جو بھی رہنما اصول اور جو بھی ہدایات دی گئیں ان کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا اور کسی ایک قانون پر بھی پوری طرح ہم نے یہاں عمل درآمد نہیں کیا اور اس میں سب سے بڑا تضاد یہ تھا کہ ذرائع ابلاغ عامہ کے مقاصد اور کار کردگی کو ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں گے۔ اس کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل نے پہلی بات یہ کہی کہ فحاشی اور عریانی کے ملک گیر سیلاب اور روز افزوں فروغ کے رجحانات پر اظہار تشویش کرتے ہوئے ہم اس کی سفارش کرتے ہیں کہ اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ جس میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو بھی شامل ہے کو ناشائستہ اور نیم عریاں اشتہارات کی نشر و اشاعت سے روکا جائے۔ اس کے بعد پھر یہاں یہ کہا گیا کہ ملک میں فحش مناظر کی تصاویر جو سینما ہاؤسز کے باہر اور دوسری در و دیوار پر آویزاں ہیں جو کہ ملک

جنسی بے راہ روی اور اس کے فروغ کے لیے پوری طرح نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں ان کو ناشائستہ ہونے کی وجہ سے ہٹا دیا جائے۔ یہ اس کی دوسری تجویز ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ ساری ترغیبات رقص و موسیقی کی جو محفلیں ہم سجاتے ہیں ان کا قلع قمع کیا جائے اور ان کو رد کیا جائے۔

اس کے بعد پھر یہ کہا کہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ٹیلی ویژن کے پروگراموں کو اسلامی بنایا جائے تاکہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اس میں جتنی بھی ہم نے سفارشات کی ہیں وہ ملک و قوم اور نوجوان نسل کی بہتری اور بہبودی کے لیے کی ہیں۔ اس میں پھر ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ احترام آدمیت اور اس معاشرے میں خواتین کے حقوق کی پاس داری کرنے کے لیے ان کو عزت و احترام بخشنے کے لیے ان کو باقاعدہ پوری طرح چار دیواری اور ان کی عصمت و عزت اور ان کی شرم و حیاء کو قائم رکھنے کے لیے ان کو اس طرح اشتہارات کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ فلمیں جو ہمارے ملک میں فحاشی اور جرائم اور جنسی بے راہ روی پھیلانے کی مرتکب ہو رہی ہیں ان کو قطعاً سنسر کیا جائے اور یہ اجازت نہ دی جائے کہ یہ فلمیں منظر عام پر لائی جائیں۔ اس کے علاوہ ان کی آخری سفارش یہ تھی کہ فحش لٹریچر اور نیوڈ فلموں پر ایسی پابندی لگائی جائے کہ ان کی خرید و فروخت اور عام بازار میں ان کا بیچنا بالکل قطعاً ممنوع قرار دیا جائے۔

یہ تھیں وہ سفارشات جس کی بنیاد پر ہم نے آہستہ آہستہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو نظر انداز کیا۔ اخبارات میں طوفان بد تمیزی چھپتا رہا اور ہم نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہماری نوجوان نسل میں ہیروئن فروشی اور منشیات کا چسکا پڑ گیا ہے جس کی وجہ سے ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہسپتالوں میں لاعلاج ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ وہ اپنی شرم و حیاء کی وجہ سے، اپنی خاندانی مروت کی وجہ سے لوگوں کے پاس ہسپتالوں میں نہیں جاتے تاکہ وہ علاج کروا سکیں۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ دیکھیے کہ ایک بہت موذی اور مہلک مرض جو ہمارے ملک میں آ رہا ہے وہ ایڈز کے نام سے ہے اور وہ ایڈز خدانخواستہ اگر ہمارے ملک میں آ گیا تو وہ ہماری ذلت و رسوائی کا باعث بنے گا اور اس کے بعد ہم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی رسوا ہوں گے۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ انسان ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے ڈاکٹروں کی موجودگی میں ہسپتال میں تمام آلات ہونے کے باوجود اس کا کوئی علاج نہیں ہے کہ وہ اس سے بچ سکے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ دیکھیے کہ اسلحے پر ہم پابندی لگا سکتے ہیں لیکن اسلحے پر پابندی لگانے کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلحہ بک رہا ہے۔ فلموں پر سنسر بورڈ قائم کیے گئے ہیں۔ انڈین فلموں کو ہم نے بند کیا ہے۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں ٹیلی ویژن کے بعد وی سی آر در آمد کیا گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ شروع شروع میں وی سی آر پر باقاعدہ ٹیکس ڈیوٹی لگائی گئی۔ اس ڈیوٹی کے بعد پچیس تیس ہزار کا ایک وی سی آر آتا تھا جو ایک عام غریب آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے حاصل کر سکے لیکن آہستہ آہستہ ہماری گورنمنٹ نے اس ڈیوٹی ٹیکس کو ہٹا دیا اور ڈیوٹی فری کرنے کے بعد اس کو عام محافل میں اور عام معاشرے میں رائج کر دیا۔

اس کے بعد بلیو پرنٹس ہیں اور یہ بلیو پرنٹس جو ہیں یہ اس ملک میں جو تباہی مچا رہے ہیں اور اس قدر ارزاں ہیں کہ آپ ایک رات کے لیے جس قسم کی فحاشی کی فلم لینا چاہیں' عریاں فلم لینا چاہیں وہ آپ 15، 20 روپے خرچ کر کے لے سکتے ہیں۔ اس کو آپ پوری طرح وی سی آر پر دیکھ سکتے ہیں۔ VCR کے بعد ڈش انٹینا کی باری آئی اور ڈش انٹینا آپ بلا روک ٹوک لے سکتے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت 25، 30 ہزار کے قریب تھی اب ڈش انٹینا 8، 10 ہزار روپے میں قسطوں پر مل جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ فوزیہ بہرام کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

کوئی بھی ڈش انٹینا آٹھ دس ہزار میں قسطوں پر مل جاتا ہے اور اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ یہاں لاہور میں جائیے' کسی وقت جائیے' یہاں آپ چند ہزار روپیہ دے دیجیے اور باقی رقم قسطوں پر دے دیجیے۔ آج ظلم کی بات یہ ہے کہ اس ملک میں باقی تمام چیزیں اشیائے خوردنی اور اشیائے ضروریات مہنگی ہو رہی ہیں لیکن ڈش انٹینا وی سی آر سستے ہو رہے ہیں تاکہ قوم کا اخلاق ہم پوری طرح برباد کر سکیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بعض اسلامی ممالک ایسے ہیں جہاں ڈش انٹینا پر پوری طرح سے پابندی عائد کی گئی ہے اور کسی شخص کو بغیر لائسنس کے اور بغیر اجازت یہ حق نہیں ملتا کہ وہ اپنے گھر میں وی۔ سی۔ آر استعمال کر سکے۔ مگر چونکہ ہم زیادہ ماڈرن بننا چاہتے ہیں ہم زیادہ ایڈوانس بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے ہم وہ تمام مخرب الاخلاق چیزیں یہاں لانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری آخری بات یہ ہے کہ ہماری تہذیب اور مغربی تہذیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے ان کی فلاسفی اور ان کا طرز زندگی ہم سے بالکل مختلف ہے اور ان کی فلاسفی یہ ہے کہ۔

"Eat, drink and be merry for tomorrow you have to die".

اس کے بعد کسی نے خوب کہا تھا کہ

"East is east and west is west".

وہ ایک آزاد معاشرہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حدود اور قیود نہیں ہیں انسان کو کھلی چھٹی ہے کہ جو وہ چاہے وہ کرسکتا ہے یعنی مادر پدر آزاد۔ اس پر نہ وہاں کوئی روک ہے اور نہ کوئی ٹوک ہے لیکن ہم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جواب دہ ہیں اس کے علاوہ فکر آخرت اور خدا خوفی ہماری زندگی کا لازمی جزو اور حصہ ہے۔ اس لیے ایک ایسی تہذیب کے کارنامے اس ملک میں دکھانا مناسب نہیں ہے جو بے خدا ہو اور جن کو ہدایات خداوندی سے کوئی سروکار نہ ہو اور جو چاہیں وہ کرسکیں اور وہ فلاسفر اور دانشور جس طرح چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں نہ شرم و حیا اورعصمت و عفت کا خیال کرتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان تمام بنیادوں پر اور قرآن و سنت کی روشنی میں' اس آئین کی روشنی میں نظریاتی کونسل کی ہدایات اور اس کے اشارات کی روشنی میں اس ملک کی نوجوان نسل کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ڈش انٹینا پر پابندی عائد کی جائے تاکہ نوجوان ان تمام برائیوں اور مضر اثرات سے بچ سکیں۔

محترمہ چیئرپرسن: اس قرارداد میں ترمیم چودھری صداقت صاحب کی ہے۔ جی چودھری صاحب۔

(فاضل رکن ایوان میں موجود نہ تھے)

محترمہ چیئرپرسن: چودھری صاحب ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ ایک اور ترمیم رانا ثناء اللہ خان صاحب کی ہے۔ میں اس ترمیم کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' محترمہ سپیکر صاحبہ۔

محترمہ چیئرپرسن: میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتی ہوں کہ آپ یہ ترمیم پیش کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن میں نے اس قرارداد پر اظہار خیال کے لیے اپنا نام دیا تھا اس کے متعلق اب آپ کیا فرمائیں۔

محترمہ چیئرپرسن: رانا صاحب' آپ اظہار خیال کرسکتے ہیں۔ آپ نے جو ترمیم دی ہوئی ہے اس پر تو آپ بات نہ کریں۔ آپ اس قرارداد پر بات کرلیں۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! مجھے قانون سے اتنی سی واقفیت ہے کہ جب آپ نے میری ترمیم کی اجازت نہیں دی ہے اب میں اسے پیش نہیں کر سکتا البتہ اس قرارداد پر اظہار خیال میرا حق ہے۔

یہ قرارداد ڈش انٹینا پر پابندی کے بارے میں ہے اور فحاشی کا concept زیر بحث ہے چونکہ اس نازک موقع پر آپ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئی ہیں تو یہ میرے لیے کافی مشکل پیدا ہو گئی ہے کہ میں نے جن پوائنٹس پر اظہار خیال کرنا تھا ان میں سے کس پر اظہار خیال کروں اور کس پر نہ کروں۔ بہرحال میں اپنی طرف سے تو پوری احتیاط سے کام لوں گا لیکن میں آپ سے گزارش کروں گا کہ موضوع کے نوعیت کے پیش نظر آپ بھی کھلے دل سے کام لیں اور میں محتاط انداز سے اپنی بات کروں گا۔

محترمہ چیئر پرسن : رانا صاحب! آپ پارلیمانی حدود میں رہتے ہوئے اور پارلیمانی الفاظ استعمال کرتے ہوئے جو بھی کہنا چاہتے ہوں وہ کہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ محترمہ سپیکر صاحب۔

محترمہ سپیکر صاحبہ! اس قرارداد کے ذریعے سے یہ کہا گیا ہے کہ ڈش انٹینا سے چونکہ فحاشی پھیلنے کا خطرہ ہے اس لیے اس کی ساخت برآمد اور درآمد پر پابندی لگنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں میرے محترم دوست جناب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے مجھے ان کی اس بات سے اتفاق ہے کہ اسلام میں اس قسم کی تمام باتوں کی ممانعت ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ایڈز کے جراثیم اس ملک میں آ رہے ہیں تو محترمہ سپیکر صاحبہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ ایڈز کا کوئی بھی جراثیم ڈش انٹینا کے ذریعے سے نہیں آ سکتا اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہیروئن یہاں پر بکتی ہے یہ سب کو پتہ ہے کہ اس ملک میں ہیروئن کا کاروبار ہو رہا ہے کچھ عناصر یہ کالا دھندا کر رہے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں آج تک کسی بھی مقدمے میں کوئی ڈش انٹینا گرفتار نہیں ہوا جو ہیروئن بیچتے یا اس میں معاونت کرتے پکڑا گیا ہو۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں موجود جو طبقہ ہے جسے مولوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ میں اس سلسلے میں وضاحت کرتا چلوں کہ محترم ڈاکٹر صاحب تو پڑھے لکھے اور انتہائی progressive سوچ کے آدمی ہیں لیکن ہمارے ملک میں اس لفظ سے متعلق جو سیاق و سباق ہیں میں اس حوالے سے بات کروں گا کہ ہمارے اس طبقہ کو شروع سے ہی یہ مسئلہ درپیش رہا ہے کہ "آئین نو

سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا"۔ جب دنیا میں ریڈیو آزاد ہوا تو مولوی حضرات نے شور ڈالا کہ یہ تو شیطان کی آواز ہے جس گھر میں یہ بجے گا وہاں پر رحمت کا فرشتہ نہیں آئے گا لیکن پھر آہستہ آہستہ حالت یہ ہوئی کہ ہر مولوی کے گھر میں ریڈیو بجنا شروع ہوگیا جب ٹی۔وی ایجاد ہوا تو مولوی نے شور ڈالا کسی نے کہا کہ یہ تو شیطان کی تصویر ہے یہ شیطانی کام ہے یہ جس گھر میں ہوگا اس گھر کی نماز بھی قبول نہیں ہوگی لیکن آہستہ آہستہ یہ ہوا کہ ہر مولوی کے گھر میں ٹی۔وی آن پہنچا۔ اب یہی معاملہ ڈش انٹینا سے متعلق ہے۔ ڈش انٹینا ایک جدید ٹیکنالوجی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسے روکنا ناممکن ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ڈش انٹینا کے ذریعے سے قابل اعتراض پروگرام دیکھے جا سکتے ہیں تو اس بارے میں بڑی سیدھی سی بات ہے کہ ٹی۔وی میں ایک ایسا بٹن بھی ہوتا ہے جس کو اگر دبا دیا جائے تو وہ بند ہو جاتا ہے اور جو قابل اعتراض پروگرام ڈش انٹینا سے نشر ہو رہا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے لیکن مولوی کے ساتھ جو پرابلم ہے کہ جب وہ اس قسم کا کوئی پروگرام شروع کرتا ہے تو وہ بٹن دبانا بھول جاتا ہے اور وہ اسے اتنے انہماک سے دیکھتا ہے کہ جب بعد میں وہ اس پروگرام پر تقریر کرتا ہے تو اس کی جزویات کی اتنی گہرائی میں جا کر اس پر تبصرہ کرتا ہے کہ سننے والے کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی جزویات یہاں تک تھیں۔ تو جناب میں نے اس سلسلے میں اپنی ترمیم پیش کی تھی جو آپ نے پیش نہیں ہونے دی تو میری تو اب بھی یہ تجویز ہے کہ مولوی حضرات کے لیے ایک ریفریشر کورس کا اہتمام کیا جائے اور اسے یہ بات سے اچھی طرح سمجھا دی جائے کہ جب بھی ڈش انٹینا پر کوئی قابل اعتراض پروگرام نشر ہونے لگے تو فوراً ٹی۔وی بند کر سکے۔ لیکن محترمہ سپیکر صاحبہ! بات یہ ہے کہ جب یہ پروگرام نشر ہو رہا ہو تو اسے بند کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ ڈش انٹینا سے آپ سعودی عرب سے آنے والے پروگراموں کو بھی دیکھ سکتے ہیں اس میں کئی چینل ہوتے ہیں کیا یہ کوئی لازمی بات ہے کہ آپ نے صرف امریکہ سے آنے والے پروگرام ہی دیکھنے ہیں یا پھر لندن سے آنے والے پروگرام ہی دیکھنے ہیں۔

محترمہ سپیکر صاحبہ! جہاں تک فحاشی کے معاملے کا تعلق ہے اس بارے میں جتنے بھی ذرائع ہیں مثلاً ٹی۔وی کو لے لیں فلمیں لے لیں، ریڈیو لے لیں مولوی اس سلسلے میں سب سے پرانا ذریعہ ہے یعنی سب سے پہلے مولوی نے حجرے سے پھیلانا شروع کی تھی۔۔

جناب فرید احمد پراچہ، ان کا کون سے مولوی کے ساتھ پالا پڑا ہے۔

محترمہ چیئر پرسن: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ لفظ "مولوی" کہہ کر کسی کلاس کو pin point نہ کریں۔ جو آپ نے ترمیم دی ہے اس پر بڑی اچھی آپ بات کر رہے تھے۔ اسی طرح آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: محترمہ سپیکر صاحبہ! تو میں آپ کے احترام میں ان کا جواب نہیں دے رہا۔ اس سے بڑھ کر اور میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ ایک اوپن سیکرٹ ہے۔ کسی کا پالا پڑا ہے یا نہیں پڑا۔ پالا تو اسی کا پڑا ہے جو وہاں پہ گیا۔ جو گئے ہی نہیں ان کا پالا کیسے پڑے گا۔ تو محترمہ سپیکر صاحبہ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان تمام ذریعوں کو کنٹرول کرنے کا طریقہ موجود ہے۔ ٹی وی کو بند کر دیں، فلم کو بند کر دیں، وی سی آر کو بند کر دیں لیکن یہ مولوی ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جو سٹارٹ ہو جائے تو بند نہیں ہو سکتا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: محترمہ سپیکر صاحبہ! میری گزارش یہ ہے کہ رانا ثناء اللہ صاحب نے ڈش انٹینا کی برائی کے بارے میں بات کرنا شروع کی، قرارداد سے متعلقہ بھی یہی بات تھی مگر ان کے تکرار میں جو معاملہ آگیا وہ اس انداز سے بات کر رہے ہیں کہ جیسے دو برائیوں کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا ہو جب کہ دوسرا لفظ نام کی حد تک یا کام کی حد تک ہمارے معاشرے میں، ہمارے مذہب میں اور ہمیں سیدھی راہ سمجھانے کے لیے ایک قابل احترام لفظ ہے۔ جیسے بوٹا صاحب پنجابی میں اظہار کر رہے تھے۔ اردو یا انگریزی میں اس لفظ کا اس طرح اظہار کرنا کہ جس سے تضحیک کا پہلو نکلتا ہو، یہ کارروائی کا حصہ نہیں ہونا چاہیے اور ایوان کا حصہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس کی اجازت دی جانی چاہیے۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ جس حد تک دلیل کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں ان میں لوگ بہت وزن محسوس کرتے ہیں تو کریں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اب تضحیک کا پہلو نکل رہا ہے۔

محترمہ چیئر پرسن: شکریہ، رانا صاحب! آپ سے میں نے پہلے بھی عرض کی کہ آپ مہربانی کر کے اس کے تکنیکی پہلوؤں پر بات کیجیے جو بہت اچھے طریقے سے آپ کر رہے تھے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! میں اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوں۔

ملک امان اللہ چھینہ: جیسے رانا صاحب نے کہا ہے مجھے احساس ہے کہ ٹی وی کے پروگراموں میں مشاعرہ بھی ہونا چاہیے اور اچھے شعر بھی ہونے چاہئیں۔ ایک شعر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن : یہ شعر و شاعری کا وقت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں ۔ یہ شعر آپ مجھے ایوان سے باہر سپیکر صاحب کے چیمبر میں سنا دیں۔ رانا صاحب! آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان : محترمہ سپیکر صاحبہ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ڈش انٹینا کے ذریعے اچھے پروگرام بھی آتے ہیں اور میرے ذاتی علم میں ہے کہ ہمارا جو نیا ایم پی اے ہوسٹل بنا ہے اس میں ڈش انٹینا لگا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب وہاں پر رہائش پذیر ہیں۔ اور اس سے وہ اچھے پروگرام دیکھتے ہیں۔ ساری دنیا سے وہاں پر خبریں آتی ہیں۔ اور آج کل کا دور ایسا ہے کہ ہر آدمی اپنے آپ کو باخبر رکھنا چاہتا ہے۔ یہ طرز کہن والی بات ہم پر بڑی بری طرح سے اثر انداز ہو رہی ہے۔ اسی طرح سے قومی اسمبلی میں ہمارے ایک رکن اس ملک کی آدھی آبادی کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں کہ خواتین کو اسمبلی میں نہیں آنے دینا۔ یہ دور ایسا ہے کہ پوری آبادی جب تک اس پراسس میں خواہ وہ جمہوری پراسس ہو یا ڈویلپمنٹ کا پراسس ہو حصہ نہ لے تو بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اگر کسی صاحب کا' خواہ وہ مولوی ہو یا مولانا ہو اس کا اپنا دل کنٹرول میں نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کو دیکھ کے ہچکولے کھانے لگتا ہے تو آدھی آبادی کو ہم کس طرح ان ایوانوں سے باہر رکھیں ۔ اور جو پورا پراسس ہے اس میں ان کی نمائندگی کو روک دیں۔ انہیں گزارشات کے ساتھ میں عرض کروں گا کہ ڈش انٹینا کے ساتھ اچھے پروگرام بھی آتے ہیں' خبریں بھی سننے کو ملتی ہیں اور وہ ہمارے ہوسٹل پر تو لگا رہے اور اگر کوئی اپنے گھر پر لگانا چاہے تو اسے ہم اجازت نہ دیں۔ یہ ہمارے لیے کوئی مناسب قدم نہیں ہو گا۔ البتہ یہ ہے کہ اس بات کا چرچا کیا جائے کہ جب بھی کوئی غلط پروگرام نشر ہونے لگے تو ٹی وی پہ جو آف کا بٹن ہے اس کو استعمال کر لیا جائے تو معاملہ حل ہو سکتا ہے۔

چودھری محمد حنیف، محترمہ سپیکر صاحبہ! میں بھی اس پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن، آپ کتنی دیر بات کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد حنیف : میں ایک دو منٹ میں اپنی بات مکمل کر لوں گا۔ ابھی رانا صاحب اس پر گفتگو کر رہے تھے اور انہوں نے علماء کے بارے میں یہ بات کہی۔ مجھے نہایت دکھ سے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ علماء کی توہین کی گئی۔

محترمہ چیئرپرسن : رانا ثناء اللہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : میں پوائنٹ آف آرڈر پہ اور ساتھ ہی نکتہ وضاحت پہ اپنے دوست چودھری حنیف صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ میں نے علماء کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ میں نے مولوی کا لفظ استعمال کیا ہے اور ساتھ ہی میں نے وضاحت کی کہ اس لفظ سے جو سیاق و سباق ہمارے معاشرے میں attach ہے میں اس حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ میں نے ان کو اس سے exclude کیا تھا۔ اب یہ دھکے سے اس میں شامل ہو رہے ہیں اور خواہ مخواہ بات اپنے سر لے رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف : ڈاکٹر صاحب نے جو یہ قرارداد پیش کی ہے وہ دراصل ملک اور معاشرے کے ان افراد کے بارے میں ہے کہ جن کا بٹن بند کرنا تو کیا ان کا شوق اور اشتیاق بڑھ جاتا ہے اور پیپلز پارٹی کے ہمارے بھائی بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے یہ قرارداد ان کے لیے پیش کی ہے کہ ان کا جو اخلاق تباہ و برباد ہو رہا ہے اس کو روکا جائے۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ فرانس کے چینل جو انتہائی فحش چینل تھے وہ الجزائر میں چلائے گئے لیکن فرانس میں نہیں چلنے دیے گئے اس لیے کہ وہاں جہاد کی تحریک تھی' وہاں لوگ اسلامی انقلاب کی طرف بڑھ رہے تھے ان کے اخلاق کو تباہ کرنے کے لیے ان کے لیے ان کے اندر جہاد کے جذبے کو ختم کرنے کے لیے ایسے پروگرام چلائے گئے تاکہ وہ جہاد سے پیچھے ہٹ جائیں۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح سے سی این این کے پروگرام ہوتے ہیں' ان کے اندر رکاوٹ ڈالی جاتی ہے اور فحش پروگرام نشر نہیں کیے جاتے اسی طرح ایسا انتظام اس ملک میں بھی ہونا چاہیے کہ جو گندے پروگرام ہیں جو باہر کے ملک سے لائے جا رہے ہیں تاکہ معاشرے کے بسنے والے لوگوں کے اخلاق کو تباہ و برباد کیا جائے۔ گندی فلمیں اور میوزک کے پروگرام شاید ان کے لیے تو جائز ہوں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ رانا صاحب نے اس مسئلے کو مذاق اور مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے جیسے یہ ان کی پارٹی کا منشور ہو اور مجھے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہی کے قائد آصف زرداری نے اعلان کیا کہ وہ ملک میں ٹی وی اور ڈش انٹینے مفت تقسیم کریں گے ان کے لیے تو یہ جائز ہے اور انہیں تو اس کی حمایت کرنی چاہیے تھی کیونکہ ان کا منشور اور مشن یہی ہے کہ فحاشی پھیلے' جہاد ختم ہو اور لوگوں کے اندر سے جو ایک اسلامی اور انقلابی سوچ ابھر رہی ہے وہ ان کے منشور اور ان کے مشن کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

ملک امان اللہ چھینہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ میں رانا ثناء اللہ صاحب کی تائید کرتا ہوں کہ جیسے انہوں نے

سائنٹیفک طریقے سے بات کو tackle کیا ہے اور ایک شعر ان کی نذر کرتا ہوں۔

اب کہ کچھ اور ڈھب سے آنکھ لگی
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

چودھری محمد حنیف، محترمہ سپیکر صاحبہ! اسلام میں تفریح پر پابندی نہیں ہے۔ صحت مندانہ سرگرمیوں کی اجازت ہے۔ اور دین اور ہمارا مذہب ہمیں اس بات کی کھلی اجازت دیتا ہے۔ لیکن جہاں تک فحاشی اور بے حیائی کا تعلق ہے' یہ ایک ملک ہے جو ہم نے لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد حاصل کیا ہے ور یہ دین کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور جس کا نام اسلامی جمہوریہ ہے اس کے اندر اس قسم کے پروگرام اور اس قسم کی ٹیکنالوجی لانا کہ جس سے ملک کے نوجوانوں کا اس ملک میں بسنے والی خواتین اور مردوں کا اخلاق تباہ و برباد ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ لہذا اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ ہماری حکومت میں اگر ڈش انٹینا کی فروخت کی درآمد پر پابندی لگانے کا حوصلہ یا ہمت نہیں ہے تو میں اتنی گزارش کروں گا کہ سٹلائٹ کا ایسا نظام یا ایسی ٹیکنالوجی اختیار کی جائے جس سے ان فحش اور گندے پروگرام کو روکا جا سکے۔ شکریہ۔

محترمہ چیئر پرسن، شکریہ۔ چودھری صاحب۔ جی وزیر قانون صاحب آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر قانون، محترمہ سپیکر صاحبہ! فاضل بھائی محترم ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جدید دور ہے سائنس اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ بین الاقوامی حالات سے باخبر رہنا' علمی' ادبی اور حالات حاضرہ سے کہ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے باخبر رہنا ضروری ہو گیا ہے۔ اکثر چینل ناظرین تک تازہ ترین بین الاقوامی خبریں پہنچاتے ہیں۔ رائے عامہ کو باخبر رکھنے کے لیے ٹیلی مواصلات' صحافت جدید دور کا ایک اہم تقاضا بن چکی ہے۔ ڈش انٹینا بیرونی دنیا کے ساتھ رابطے کا ایک بنیادی ذریعہ بن چکا ہے۔ کسی بھی ملک کی آبادی کو جدید دور کی ٹیکنیکی ترقی سے فیض یاب ہونے سے محروم رکھنا قرین انصاف نہیں ہے۔ ڈش انٹینا کے ذریعے نشر کیے گئے پروگرام براہ راست ملاحظہ کرنے سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ ناظرین کے پاس خاصا اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہیں تو حسب منشا علمی' ادبی یا حالات حاضرہ کے پروگرام دیکھ سکیں۔ ڈش انٹینا کافی گھروں میں تفریحی پروگرام کے طور پر بھی کام دیتا ہے۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! میری میرے بھائیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس قسم کی جدید سائنس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کی حدیث ہے کہ "آپ

علم حاصل کریں چاہے آپ کو چین جانا پڑے"۔

چودھری محمد حنیف، محترمہ سپیکر صاحبہ نہایت ہی دکھ اور افسوس کے ساتھ میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے حدیث کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا ہے جو کہ بالکل ہی غلط ہے۔

محترمہ چیئر پرسن، آپ کا مطلب ہے کہ حدیث غلط ہے۔

چودھری محمد حنیف، میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ جس حوالے سے حدیث quote کر رہے ہیں وہ درست نہیں ہے۔

محترمہ چیئر پرسن، دیکھیں وزیر قانون صاحب اپنی تقریر میں حدیث کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ اگر حدیث غلط ہے تو پھر آپ کو اعتراض کا حق ہے۔

وزیر قانون، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت انڈین ٹی وی پر بھی بہت سے پروگرام آتے ہیں جو کہ پاکستان کے بہت سے علاقوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ اور یہ ڈش انٹینا کے بغیر آتے ہیں۔ اس میں بھی بعض پروگرام اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ بعض گھروں میں دیکھنے پسند نہیں کیے جاتے تو اس پر کسی قسم کی پابندی لگانا مناسب نہیں ہے پابندی تو اپنے اوپر لگانی چاہیے۔ جو لوگ کسی خاص قسم کا پروگرام پسند نہیں کرتے تو انھیں وہ پروگرام نہیں دیکھنا چاہیے جیسا کہ میرے فاضل دوست رانا ثناء اللہ خان نے یہ تجویز دی ہے کہ آپ اگر کوئی پروگرام پسند نہیں کرتے تو اس پروگرام کو مت دیکھیں آپ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا کہ آپ فلاں پروگرام ضرور دیکھیں۔ لیکن آپ سارے لوگوں پر حالات حاضرہ پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ دنیا اتنی ترقی کر چکی ہے۔ حضرت علامہ اقبال کا شعر ہے:

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

دنیا تو چاند تک پہنچ چکی ہے اور ہم اس قسم کی باتوں اور اسی چکر میں گھرے ہوئے ہیں کہ ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیے وہ نہیں کرنا چاہیے جو چیز آپ کو پسند نہیں ہے آپ نہ کریں آپ کو کوئی نہیں روک سکتا لیکن جو لوگ حالات حاضرہ سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا چاہتے ہیں دنیا کے معاملات سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا چاہتے ہیں ان کو دیکھنے دیں کیونکہ دنیا تو اب سکڑ چکی ہے۔

ملک امان اللہ چھینہ، محترمہ سپیکر صاحبہ! وزیر قانون صاحب نے شعر غلط پڑھا ہے دوسری بات یہ ہے کہ،

خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھچتا جائے ہائے مجھ سے

محترمہ چیئر پرسن ، برائے مہربانی وزیر قانون کو اپنی بات ختم کر لینے دیجیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، محترمہ سپیکر صاحبہ! مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی ہے۔

محترمہ چیئر پرسن ، جی ارشاد فرمائیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، مجھے افسوس کے ساتھ یہاں یہ کہنا پڑتا ہے کہ وزیر قانون صاحب ڈش انٹینا کی تعریف میں جو کلمات فرما رہے ہیں اور ان کو دین سے منسوب کر رہے ہیں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں قرآن کی دو آیات پڑھتا ہوں جس میں فحاشی کو فروغ دینے والے' عریانی کو یہاں رائج کرنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو وعید کی ہے اور جس درد ناک عذاب کی بشارت دی گئی ہے اس کو میں پڑھتا ہوں۔

محترمہ چیئر پرسن ، ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب! میں آپ کو آیات پڑھنے کی اجازت دیتی ہوں لیکن یہ آپ کو اس وقت پڑھنی چاہیے تھیں جس وقت انھوں نے حدیث پڑھی تھی اب یہ معاملہ conclusion پر ہے' بہرحال آپ آیات پڑھ لیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، محترمہ سپیکر صاحبہ ! میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ ابھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا ان کی تقریر جاری ہے تو اس میں' میں کچھ تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ چیئر پرسن ، لیکن آپ جو غلط اعتراض اٹھا رہے ہیں وہ بات آگے بڑھ چکی ہے۔ بہرحال آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو یہ قرآنی آیات ہیں آپ پڑھیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، بہت شکریہ۔ میں دو آیات اسمبلی کے ریکارڈ کے لیے پڑھتا ہوں۔

"ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشه فی الذین امنو لهم عذاب علیم فی الدنیا والاخره والله یعلم و انتم لا تعلمون"

جس کا مطلب یہ ہے کہ:

وہ لوگ جو اس دنیا میں ایمان دار لوگوں پر فحش کلام اور فحش پھیلانے کے لیے کوشش کرتے ہیں ان کے لیے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی درد ناک

عذاب ہو گا اور اللہ جانتا ہے یہ نہیں جانتے۔

اس کے بعد دوسری آیت یہ ہے کہ،

"ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ"

اس کے context میں' میں کہوں گا کہ جب مکہ میں اسلام پھیلنا شروع ہوا تو وہاں لوگوں نے یہ ایک میٹنگ کی سلسلہ اسلام کو روکنے کے لیے۔۔۔

محترمہ چیئر پرسن، ڈاکٹر صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر نہ کریں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں اس زمانے میں بھی اسی قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے تھے' یہی ہربے استعمال کیے گئے تھے اور کہا گیا تھا کہ ہم یہ فروغ تعلیم کے لیے کر رہے ہیں' لونڈیاں تقسیم کی گئیں محض اس لیے کہ دین سے ان کو دور رکھا جائے اور آج پھر اسی طرح ہو رہا ہے میں کہتا ہوں کہ ڈش انٹینا لائیے لیکن ڈش انٹینے کے ساتھ ساتھ آپ کو ایڈز کا بھی بندوبست کرنا پڑے گا' ڈش انٹینا کے ساتھ آپ کو اس ملک میں منشیات کی بھی روک تھام کرنی پڑے گی۔ یہ گینگ ریپ جو کہ آپ کے ملک' معاشرے میں ہو رہا ہے' آئے دن خواتین کو بے آبرو کیا جاتا ہے' ان کی عصمت دری کی جاتی ہے اور ان کو اغواء کیا جاتا ہے اس کے لیے بھی آپ بندوبست کیجئے۔ جب آپ نوجوان نسل کو اس قسم کے پروگرام دکھائیں گے تو پھر وہ قابو میں نہیں رہیں گے۔

محترمہ چیئر پرسن، بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ وزیر قانون صاحب آپ اپنی بات مکمل کیجئے۔

جناب فرحت عزیز مزاری، پوائنٹ آف آرڈر۔ محترم چھینہ صاحب نے ایک شعر پڑھا تھا اس شعر کو میں سمجھتا ہوں کہ بہت مشکل ہے سمجھ نہیں آئی اس شعر کی اگر تشریح فرما دی جاتی تو بہتر ہوتا۔

محترمہ چیئر پرسن، میرا خیال ہے کہ یہ آپ چھینہ صاحب سے ذاتی طور پر پوچھ لیجئے گا۔ پنجاب اسمبلی کے سپیکر کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ آپ کو شعروں کی تشریح کر کے سنائے۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب آپ بات کیجئے۔

وزیر قانون، محترمہ سپیکر صاحبہ! میں اپنے فاضل بھائی کی خدمت میں یہی گزارش کر رہا تھا کہ جو پروگرام انھیں پسند نہیں ہیں دنیا کی کوئی بھی طاقت انھیں مجبور نہیں کر سکتی کہ یہ وہ پروگرام ضرور دیکھیں۔ لیکن اس قسم کی پابندی کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، اس طرح تو آپ پھر کھلی چھٹی دے دیں اور اس ملک میں قوانین بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح ہم لوگوں کو کھلی چھٹی دے دیں اور قانون نہ وضع کریں نہ بنائیں اور ملک میں قوانین بنانے کی اس طرح پھر ضرورت نہیں رہتی اس لیے کہ اگر سارے لوگ صرف اخلاق کی وجہ سے اخلاقی دباؤ کی وجہ سے عمل کرنا شروع کریں تو یہاں جرائم جو ہیں بند ہو سکتے ہیں۔

محترمہ چیئر پرسن ، ڈاکٹر صاحب! آپ اب پوائنٹ آف آرڈر پر وزیر قانون کی باتوں کے لیے بحث نہیں کر سکتے۔ وزیر قانون صاحب آپ بات کریں۔

وزیر قانون ، محترمہ سپیکر صاحبہ! میں یہی گزارش کر رہا تھا کہ کہ جب یہ بات کرتے ہیں تو ہم تو بہت حوصلے اور تسلی سے ان کی بات سنتے ہیں پتہ نہیں ان کو بار بار interrupt کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے یہ سلسلہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے میں اس وقت اپنی بات ختم کرنے والا تھا جب ڈاکٹر صاحب کھڑے ہوگئے بہرحال جو میں نے حقائق پیش کیے ہیں ان کے پیش نظر یہ قرارداد غیر ضروری ہے اس کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ۔

محترمہ چیئر پرسن ، اب میں ہاؤس سے یہ سوال کرتی ہوں سوال یہ ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت، مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ ڈش انٹینا کی ساخت، درآمد و برآمد اور ملک میں اس کے عام استعمال پر پابندی عائد کر دی جائے؟

(قرارداد نامنظور ہوئی)

محترمہ چیئر پرسن ، ہمارے پاس ایک اور قرارداد چودھری اصغر علی گجر صاحب کی ہے وہ تشریف نہیں رکھتے It will be taken as withdrawn ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے ایک تحریک دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، جی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پولیس ایکٹ 1861ء اور پنجاب پرزنز ایکٹ 1900ء پر نظر ثانی

محترمہ چیئر پرسن ، جی پیش کریں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، "میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ پولیس ایکٹ 1861ء اور

پنجاب prisons ایکٹ 1900ء کو مجلس قائمہ برائے داخلہ کو بدیں ہدایت سپرد کیا جائے کہ وہ ان ہر دو قوانین پر نظر ثانی کر کے اپنی رپورٹ ایک سال کے اندر ایوان میں پیش کرے۔"

محترمہ چیئر پرسن ، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"پولیس ایکٹ 1861ء اور پنجاب prisons ایکٹ 1900ء کو مجلس قائمہ برائے داخلہ کو بدیں ہدایت سپرد کیا جائے کہ وہ ان ہر دو قوانین پر نظر ثانی کر کے اپنی رپورٹ ایک سال کے اندر ایوان میں پیش کرے۔

LAW MINISTER: I oppose it.

محترمہ چیئر پرسن ، ڈاکٹر صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، جی، محترمہ سپیکر صاحبہ! میں مختصر طور پر صرف چار یا پانچ منٹ بات کرنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! کسی بھی جمہوری ملک میں پارلیمانی نظام کے تحت یہ اسٹینڈ نگ کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں اور ان اسٹینڈ نگ کمیٹیوں کو موثر اور بہتر بنانے کے لیے ڈیوٹیز اور کام سپرد کیے جاتے ہیں اور قانون سازی کے اختیارات دیے جاتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں تمام اسٹینڈ نگ کمیٹیوں کے اختیارات یا ان کے مقاصد اٹھا کر دیکھیے کہیں بھی واضح نہیں ہے کہ یہ کمیٹیاں کس مقصد کے لیے تشکیل دی گئی ہیں۔ یا تو ان قواعد و ضوابط میں تبدیلی لائی جائے اور ان کمیٹیوں کے سپرد ایسے کام کیے جائیں کہ وہ قانون سازی میں اسمبلی کی مدد کریں میں جن قوانین کی طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ پولیس ایکٹ اور جیل ایکٹ ہیں یہ اس قدر فرسودہ اور دقیانوسی ہیں اور سامراجی نظام کے تحت وضع کیے گئے تھے کہ آج وہ ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے جب تک وہ موجودہ ضروریات پوری نہیں کرتے اس میں پولیس کی جو بھی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں پولیس جو بھی دھاندلیاں کرتی ہے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتی ہے اور اس کے بعد جو ایک دفعہ جیل میں داخل ہو جاتا ہے اس کے بعد جب وہ جیل سے باہر نکلتا ہے تو وہ بہت بڑا غنڈہ بن کر نکلتا ہے بہت بڑا ڈاکو اور چور بن کر نکلتا ہے۔ اب یہ ضرورت ہے کہ ہماری مملکت کے جو تقاضے ہیں جو اس کی ضروریات ہیں اس کے مطابق ہم ان دونوں ایکٹس کو بدلیں اور جب تک ہم ان دونوں ایکٹس کو نہیں بدلیں گے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں جو جرائم کی شرح ہے وہ دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور اس میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ میں آپ کو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمام جمہوری ممالک میں جہاں اس قسم کی پارلیمانی کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں ان کو باقاعدہ

مضبوط کرنے کے لیے اختیارات سونپے جاتے ہیں اور ہم یہ اختیارات اس لیے نہیں مانگ رہے کہ خدانخواستہ ہم اس میں ایسی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں جس سے اس ملک یا اس صوبے کی out book کی خلاف ورزی ہو گی یا قانون ایسے بن جائیں گے جن کی آپ چھان بین نہیں کر سکیں گے ہم ان تمام قوانین میں وزارت قانون کے افسران کو شامل کرنے کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایسی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں جو ہماری موجودہ ضروریات کو پورا کریں پھر وہ تمام تبدیلیاں لانے کے بعد ہم باقاعدہ اسمبلی سے رائے لیں گے ان سے پوچھا جائے گا کہ آیا جو تبدیلیاں ہم نے ان دو ایکٹس میں تجویز کی ہیں وہ آپ کے لیے قابل قبول ہیں یا نہیں۔ اور اگر قابل قبول نہیں ہیں تو اس کے بعد ہم اصرار نہیں کریں گے۔ لیکن تمام جمہوری ممالک میں جو اسٹینڈنگ کمیٹیاں ہوتی ہیں یہ watch-dogs کا کام کرتی ہیں اور اس میں گورنمنٹ کی پالیسی گورنمنٹ کی تمام قانون سازی اور اس کے بعد اس میں جو تبدیلیاں آتی ہیں ان میں پوری طرح گورنمنٹ کی مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں لیکن یہاں آج تک کسی ایک کمیٹی کی میٹنگ نہیں ہوئی آپ ساری کمیٹیاں اٹھا کر دیکھ لیجیے سوائے استحقاق کمیٹی کے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے اور لاء اینڈ پارلیمانی افیئرز کے باقی جتنی بھی 22 یا 23 کمیٹیاں ہیں ان کو آپ نے کس مقصد کے لیے بنا رکھا ہے آیا آپ صرف ان لوگوں کو ان ممبران کو کچھ لالچ اور طمع دینے کے بعد ان کا منہ بند کرنا چاہتے ہیں اور آپ ان سے کوئی کام نہیں کرانا چاہتے جب ایک ممبر آپ کو خود offer کر رہا ہے کہ میں آپ کی سہولت کے لیے آپ کا وقت بچانے کے لیے یہ خدمت سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں تو اس میں کون سی بات مانع ہے جس کی وجہ سے آپ ان کو یہ اختیار نہیں دیتے اور وہ از خود نہیں کرنا چاہتا بلکہ باقاعدہ وزارت قانون کے تمام افسران ہوں گے ہم منسٹر صاحب کو بلائیں گے اور اس کے بعد اسمبلی کے وہ معزز رکن ہوں گے جو کمیٹی کے ممبران ہوں گے۔ تاکہ ہم پالیسی سازی کر سکیں اور ایسے موثر اقدامات اور تجاویز پیش کر سکیں جو اس ملک میں ان دونوں ایکٹس کے لیے بہتر ہوں گے۔ جناب والا! میں ایک چھوٹی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ایک شخص کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو اس کے لیے قانون یہ ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز کو پیرول پر اس وقت تک رہا نہیں کرا سکتا جب تک ہوم سیکرٹری اجازت نہ دیں اب مجھے یہ بتائیے کہ ملتان' ڈیرہ غازی خان یا اٹک میں ایک شخص مرتا ہے تو کس طرح سے ہوم سیکرٹری سے رابطہ کرے گا کہ میرا عزیز مر گیا ہے اور آپ مجھے پیرول پر چھوڑیے یہ کوئی اتنے ظلم کی بات نہیں ہے کہ ایک شخص کو پیرول پر چھوڑنے کی اجازت ڈی سی کو

دے دیں یا وہاں کے اے سی کو دے دیں۔ اگر اجازت دے دیں اور وہ رہا ہونے کے بعد دو یا تین گھنٹے کے بعد جنازے میں شریک ہو سکتا ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے فرسودہ، بے کار اور بے ہودہ جو قوانین ہیں ان کو بدلنا چاہیے اور بدلنے کے بعد ہم باقاعدہ اس معزز اسمبلی سے اجازت لیں گے اور وہ سفارشات پیش کریں گے اور ہمیں امید ہے کہ اسمبلی ان تمام سفارشات پر غور کرے گی ان کو پوری طرح دیکھے گی اور اس کے بعد یہ کام مفید ہو گا جس کے لیے ہمیں اجازت ملنی چاہیے۔

محترمہ چیئر پرسن: جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: محترمہ سپیکر صاحبہ! میں---

جناب محمد سبطین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ سپیکر صاحبہ میں اس کمیٹی کا ممبر ہوں میں بھی چاہوں گا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ایک منٹ کے لیے---

محترمہ چیئر پرسن: آپ نے اس پر بات کرنے کے لیے پہلے اپنا نام نہیں بتایا اب میں وزیر قانون کو فلور دے چکی ہوں اس لیے اب مناسب نہیں ہے کہ میں انہیں روک دوں۔۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: یہ بھی میرے ساتھ کمیٹی میں شریک ہیں اور ممبر ہیں لہذا آپ انہیں دو منٹ کے لیے وقت دے دیں۔

محترمہ چیئر پرسن: اس کو پیش کرنے میں تو صرف آپ کا نام ہے، انہوں نے آپ کے ساتھ یہ تحریک پیش کی ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ میں اب وزیر قانون کو فلور دے چکی ہوں۔ انہوں نے اپنی بات بروقت نہیں کی حالانکہ ان کے پاس کافی وقت تھا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: ابھی وزیر قانون نے اپنی بات شروع نہیں کی، آپ خود دیکھیں یا تو انہوں نے اپنی تقریر شروع کر دی ہو، ابھی انہوں نے اپنی تقریر شروع نہیں کی اس لیے مہربانی فرما کر آپ انہیں دو منٹ کے لیے وقت دیں۔

محترمہ چیئر پرسن: وہ تو اب بیٹھ بھی چکے ہیں۔

جناب محمد سبطین خان: سپیکر صاحبہ! پوائنٹ آف آرڈر پر تو مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟

محترمہ چیئر پرسن: اجازت ہے۔

جناب محمد سبطین خان: محترمہ سپیکر صاحبہ! میرا صرف اتنا سا موقف ہے کہ چونکہ ہم اس کمیٹی کے

ممبر ہیں اور یہ کمیٹیاں اسی لیے بنائی گئی تھیں کہ اگر کمیٹی والے یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ فرسودہ قوانین موجود ہیں تو ان میں اصلاح کی جاسکے۔ لہذا ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے جو تحریک پیش کی ہے اسے اس بناء پر مسترد نہ کیا جائے کہ یہ اپوزیشن کی طرف سے پیش ہوئی ہے۔ اپوزیشن والے بھی ہمارے بھائی ہیں دوست ہیں۔ اگر یہ مجلس قائمہ برائے داخلہ کے چیئرمین ہیں تو بھی سپیکر صاحبہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ یقیناً یہ وزیر قانون صاحب کی تائید سے ہی چیئرمین بنے ہوں گے۔ لہذا صرف اس بنیاد پر اسے مسترد نہ کیا جائے کہ یہ اپوزیشن کی طرف سے پیش ہوئی ہے بلکہ ہمیں اس کا موقع دیا جائے کہ اگر ہم کچھ قوانین بنا سکیں تو ضرور بنائیں۔ وزیر قانون صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوں گے' سیکرٹری قانون بھی ہوں گے اگر ہم یہ قوانین بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یقیناً اس سے ہماری مسلم لیگ کی حکومت کی نیک نامی ہوگی' ہمارے چیف منسٹر صاحب کی نیک نامی ہوگی' وزیر قانون صاحب کی نیک نامی ہوگی۔ اس لیے میں بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس کی اجازت دی جائے۔ آخر میں حتمی فیصلہ بھی ایوان کی منظوری کے ساتھ ہی ہونا ہے۔ اگر اسے صرف اس بناء پر مسترد کر دیا جائے کہ یہ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی طرف سے تجویز آئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تھوڑی سی نامناسب بات ہوگی۔ اس لیے اس میں وزیر قانون سے بھی میری یہ گزارش ہے کہ آپ اس پر مہربانی کریں۔ ویسے بھی سپیکر صاحبہ سیاست تو بڑی unpredictable چیز ہے کبھی خدانخواستہ ایسا وقت بھی آ سکتا ہے اور ہم سب جیلوں میں بھی جا سکتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) لہذا میری یہ تجویز ہوگی کہ ہمارے اپنے ہاتھ سے کیوں نہ یہ قوانین بہتر بنائے جائیں۔ ہماری اس وقت حکومت ہے مسلم لیگ کی حکومت ہے' ہمارے اپنے ہاتھ سے یہ اچھا اور نیک کام کیوں نہ ہو۔ لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت ہماری حکومت ہے اس لیے اس کا کریڈیٹ بھی ہمیں جانا چاہیے اور ہمارے ہی ہاتھ سے یہ کام ہونا چاہیے۔ اس لیے وزیر قانون صاحب اسے debatable point نہ بنائیں اور اس کو rejection سے بھی بچائیں۔

محترمہ چیئر پرسن ، کیا خیال ہے؟ وزیر قانون صاحب اس کو پینڈنگ کر لیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، نہیں اسے پینڈنگ نہیں کرنا۔ میں اس کے بارے میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ بہتر ہوتا کہ میرے فاضل بھائی اس بارے میں اگر میرے ساتھ بات کر لیتے تو میں ان کی تسلی کر دیتا۔ اس ایوان کو ہم نے قواعد و ضوابط کے مطابق چلانا ہے۔ اس کا بھی ایک طریقہ کار ہے اگر

ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب۔۔۔

محترمہ چیئر پرسن ، تو ٹھیک ہے پھر آپ اس تحریک پر اپنی بات کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جی میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ قوانین میں ترمیم صرف اسی لیے کی جاتی ہے کہ انہیں بہتر بنایا جائے اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ محترمہ اس مقصد کے لیے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ حکومت کی طرف سے بل پیش ہوتا ہے دوسرا طریقہ رولز 73 کے مطابق یہ ہے کہ پرائیویٹ ممبر بل دے سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر قوانین میں ترمیم چاہتے ہیں تو وہ اس سلسلے میں پرائیویٹ ممبر بل لا سکتے ہیں۔ اسمبلی کے قواعد و ضوابط اس طرح سے تو اجازت ہی نہیں دیتے ہیں۔ اس طرح سے یہ لا ہی نہیں سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس طرح سے یہ لے آئیں اور اسے سٹینڈ نگ کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس اگر کوئی ایسی تجویز ہے یا میرے فاضل بھائی کے پاس کوئی ایسی تجویز ہے تو وہ اس سلسلے میں ہمیں لکھ کر دے دیں میں اسے examine کروا لوں گا۔ اگر اس میں کوئی اچھائی کا پہلو نکلتا ہو گا تو حکومت اس پر ضرور غور کرے گی میری اس یقین دہانی کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اسے پریس نہیں کریں گے بصورت دیگر میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اسے مسترد کیا جائے۔

محترمہ چیئر پرسن ، ڈاکٹر صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟ وزیر قانون صاحب کی بات سننے کے بعد کیا آپ اسے پریس کرتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، مجھے پتہ نہیں چلا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ معاف کیجیے گا امان اللہ چھینہ صاحب بھی کھڑے تھے۔۔۔

محترمہ چیئر پرسن ، وزیر قانون صاحب نے کہا ہے کہ قواعد و ضوابط کے مطابق اگر آپ اسے بل کی شکل میں پیش کریں اور پھر ہاؤس اسے سٹینڈ نگ کمیٹی کے پاس بھجوا دے تو پھر ان کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ، میں اس سلسلے میں گزارش یہ کروں گا کہ یہ دو ایکٹ ہیں جو اتنی موٹی موٹی کتابیں ہیں۔ یہاں اگر ہم پرائیویٹ ممبرز ڈے میں ایک بل لاتے ہیں تو وہ بھی پاس نہیں ہوتا۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ Prisons Act اور پولیس ایکٹ کیسے منظور ہو جائے گا؟ پہلے آپ مجھے یقین دہانی کروائیں کہ آپ اسے منظور کر لیں گے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ اتنا بھاری کام

ہے کہ وزیر قانون اس کے بارے میں سوچ لیں۔ یا پھر اسے پینڈنگ کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : نہیں پینڈنگ نہ کریں۔

محترمہ چیئر پرسن : میرے خیال میں یا تو اسے آپ پریس نہ کریں۔۔۔ یا پھر ہم ہاؤس سے سوال کر لیتے ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ : محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر بھی بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

محترمہ چیئر پرسن : جب سپیکر question put کر رہے ہوں تو اس وقت پوائنٹ آف آرڈر پیش نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ"

. پولیس ایکٹ 1861ء اور پنجاب prisons ایکٹ 1900ء کو مجلس قائمہ برائے داخلہ کو بدیں ہدایت سپرد کیا جائے کہ وہ ان ہر دو قوانین پر نظر ثانی کر کے اپنی رپورٹ ایک سال کے اندر ایوان میں پیش کریں۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

محترمہ چیئر پرسن : ہاؤس کل صبح 10 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس

بدھ ' 17۔ فروری 1993ء

(چہار شنبہ 24 شعبان 1414ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 39 منٹ پر منعقد ہوا جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ٘
يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍؕ ذٰلِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴿۵۵﴾

سورۃ المائدہ آیات 54 تا 55

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کرے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) جاننے والا ہے۔ تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں۔

وما علینا الاالبلاغ٥

جناب سپیکر، سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! میں اس معاملے پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ وقفہ سوالات کی اہمیت کے پیش نظر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ بہت سے اہم سوال جو کہ کارروائی میں اس دوران رہ جاتے ہیں اور بہت سے غیر اہم سوال جن پر بعض اوقات منسٹر صاحب سے طوالت اور بعض اوقات ممبران کی طرف سے ضمنی سوالات پر ہو جاتی ہے۔ جناب والا! بہت سے معزز اراکین نے جو سوالات کیے ہوتے ہیں ان میں محکموں کی کرپشن، آفیسران کی انکوائریوں کی تاخیر اور ان پر نہ کیے جانے والے اقدامات کے بارے میں استفسار کیا ہوتا ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جب یہ سوال بعد میں منسٹر صاحب یہ کہہ کر کہ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کے میز پر رکھ دیے گئے ہیں تو وہ معاملات جو متعلقہ ممبر نے اٹھانے ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں گورنمنٹ کا point of view سامنے آنا ہوتا ہے یا پھر منسٹر نے یقین دہانی کروانی ہوتی ہے کہ اس کے بارے میں ہم یہ ایکشن لے رہے ہیں یا لیا گیا ہے۔ جناب والا! اس میں بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر پانچ پانچ سال تک کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہوتی تب جا کے معزز ممبر نے سوال دیا ہوتا ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب والا! اس کے بارے میں ایک ایسا لائحہ عمل تجویز کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ کم از کم وزراء کو پابند کیا جائے کہ وہ ان سوالات کے جو جوابات دیے گئے ہیں ان کے بارے میں اگر کوئی تحریری طور پر یہ ان کی انکوائری کے بارے میں کوئی حتمی رپورٹ اگلے سیشن سے پہلے متعلقہ ممبر کو مطلع فرما دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے سوال کی اہمیت بھی پیش نظر رہے گی اور اس کی satisfaction بھی ہو گی۔ اور محکمے کی طرف سے بھی کیا جانے والا کوئی بھی رد عمل سامنے آ سکے گا۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ آپ اس بارے میں جو بھی لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ معزز ممبران کے حق کے لیے اور پوچھے گئے سوالات کے لیے بہتر ہو گا۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ امور داخلہ)

جناب سپیکر، سیٹھی صاحب آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں مزید مل بیٹھ کے ہم تفصیل سے اس کا جائزہ لیں گے اور کوئی لائحہ عمل بنائیں گے۔ محکمہ داخلہ کے متعلقہ سوالات ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب۔

*520۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی، سوال نمبر 520 (معزز رکن نے میاں محمود احمد کے ایماء پر

دریافت کیا)

وردیوں کی فراہمی

*520- میاں محمود احمد، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کنٹرولر شہری دفاع لاہور نے شاہدرہ ڈویژن شہری دفاع کے لیے میری درخواست پر 200 وردیاں رضاکاروں کو دینے کے احکامات جاری کیے تھے کیونکہ پہلی وردیاں سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو گئی تھیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا رضاکاران کو دو سو وردیاں مل چکی ہیں۔ تو کب' اگر نہیں تو وجہ بیان کریں؟

جناب سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ کنٹرولر شہری دفاع لاہور نے 200 وردیاں جاری کرنے کے احکامات دیے تھے۔ ڈویژنل وارڈن شاہدرہ نے 200 وردیاں جاری کرنے کے لیے درخواست دی تھی۔ جس پر کنٹرولر شہری دفاع لاہور نے 100 وردیاں منظور کیں جو کہ رضا کاران شاہدرہ ڈویژن کو مہیا کی جا چکی ہیں۔

(ب) شاہدرہ ڈویژن میں بھرتی شدہ رضا کاران کی کل تعداد 153 ہے۔ جن میں سے 53 رضا کاران کے پاس پہلے سے جاری شدہ وردیاں موجود تھیں۔ بقیہ 100 رضا کاران کو وردیاں جاری کر دی گئیں۔

MR. SPEAKER: Any supplementary question.

وزیر مال، سیٹھی صاحب! آج کچھ زیادہ ہی active نظر آ رہے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب میں نے ابھی ضمنی سوال بھی نہیں کیا۔

وزیر مال، جناب والا! میں نے گزارش یہ کرنی ہے کہ اس میں بہت سارے سوالات ہیں جن کو بہت لمبا کیا گیا ہے۔

خانزادہ تاج محمد، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر جناب خانزادہ صاحب۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir sorry to disturb the proceedings Photograph has been taken of the Minister when he was delivering the speech and there were only four Members. Is that for the newspapers to show that there was scanty attendance in the House? If that so? Please ask them not to publish the picture.

جناب سپیکر، خانزادہ صاحب! یہ ایوان کے اندر فوٹو گرافی کے بارے میں ہم تفصیل سے اس کا جائزہ لیں گے۔ اور کسی بھی روز جس دن یہاں پر ہمارے معزز اراکین کی حاضری زیادہ ہو گی اس دن اس پر کھل کے بات کریں گے اور اس پر فیصلہ کریں گے۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, these photographs are for the benefit of the House and not for detriment and incredibility of the House.

جناب سپیکر، یہی چیز ڈویلپ ہو رہی ہے اور ہم اسی وجہ سے اس کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ یہ جاری رکھا جائے یا نہ رکھا جائے۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Thank you Sir.

جناب سپیکر، جی لودھی صاحب۔

وزیر مال: میں اس میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے دوستوں نے داخلہ کے بارے میں سوالات کیے ہیں۔ اور کچھ سوالات ایسے ہیں جو کہ بہت ہی لمبے ہیں۔ میرے خیال میں اگر اس وقت یہ پوائنٹ اٹھایا جاتا تو شاید یہ سوال نہ آتے۔ لیکن بہرحال میں نے کوشش کی ہے کہ تمام سوالات کے جوابات اس کے ذریعے آئیں اور کچھ ایوان کی میز پر اس کا material رکھا ہے۔ اور کچھ پرانے سوالات ہیں۔ اور جو improvement میں نے کی ہے۔ کوشش ہے کہ میں اس کو circulate کروں۔ اس میں گزارش ہے کہ جو بہت سارے لمبے سوال آئیں تو اس میں پھر اس کو taken as read نہیں لینا چاہئیے۔ پھر وہ میرا بھی حق ہے کہ میں اس کو پڑھوں۔ جس طرح سوال کرنے والوں نے لمبے سوال کیے ہیں تو اس میں پھر یہ حق بن جاتا ہے کہ اس لمبے سوال کو باقاعدہ پڑھا جائے۔ تاکہ اس کے

تمام contents ایوان میں آ جائیں۔ یہ میرا ابتدائیہ ہے جو میں نے موقع محل کے مطابق آپ کے گوش گزار کیا ہے۔

جناب سپیکر، لودھی صاحب کا فرمان یہ ہے کہ جو لمبے سوالات ہیں ان کے جوابات جو لمبے ہم نے دیے ہیں تو ان کے لیے مجھے بھی اجازت دی جائے کہ وہ لمبے جوابات "taken as read' کے بجائے ان کو پڑھوں۔ (مداخلت)۔۔۔رانا صاحب! میں بات شروع کر چکا ہوں اور بات کر رہا ہوں تو اب تو آپ ماشاء اللہ کافی experienced ہو گئے ہیں۔۔۔اس سلسلے میں اصل مدعا یہ ہے کہ سوال چاہے لمبا کیا گیا ہو یا چھوٹا' سوال پڑھا نہیں جاتا۔ یہ روایات نہیں ہیں کہ سوال پڑھا جائے۔ اس لیے کہ سوال ایک ہے جو ایک معزز رکن نے دریافت کیا ہے۔ وہ سوال تحریری شکل میں آپ سب کے سامنے ہے۔ اگر اس کو دوبارہ پڑھا جائے گا تو وہ سارے ایوان کا وقت لے جائے گا۔ اس لیے سوال پڑھا نہیں جاتا' بلکہ اس کا صرف نمبر بول دیا جاتا ہے۔ میں معزز رکن کا نام پکارتا ہوں اور سوال کرنے والا معزز رکن اپنے سوال کا نمبر بول دیتا ہے تاکہ وزیر متعلقہ کو پتا چل جائے کہ کون سا سوال پوچھا جا رہا ہے۔ تو سوال پڑھا نہیں جاتا۔ کچھ عرصے سے ہم نے یہ پریکٹس کی ہے۔ ابتداء میں یہ سلسلہ چلتا رہا کہ لمبے جوابات کو نہیں پڑھتے تھے' بلکہ ان کو"taken as read" تصور کرتے تھے اور جو مختصر جوابات ہوتے تھے میں وزیر متعلقہ کو وہ جوابات پڑھنے کے لیے کہتا تھا۔ کچھ عرصے سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ یہ بھی غیر ضروری ہے۔ اور قومی اسمبلی میں یہ پریکٹس ہے کہ وہاں جوابات سرے سے نہیں پڑھے جاتے بلکہ ضمنی سوالات پر آ جاتے ہیں اور منسٹر ان کے جوابات دیتے ہیں۔ سوال کا جواب لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے نہیں پڑھے جاتے کہ سوال بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اور جواب بھی آپ کے سامنے تحریری شکل میں ہوتا ہے' پھر ان کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ سب صاحبان کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو پڑھ کے آتے ہیں۔ اس لیے straightaway ضمنی سوالات پر آ جاتے ہیں۔ اس طرح ایوان کا وقت بچ جاتا ہے۔ اس لیے میں لودھی صاحب سے کہوں گا کہ جواب پڑھنے کی پریکٹس ہمیں نہیں شروع کرنی چاہیے۔ جو ہم کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ زیادہ مناسب ہے۔ اس سے ہم زیادہ سے زیادہ سوالات dispose of کرتے ہیں۔ ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سوالات کو dispose of کیا جائے۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, can I make a suggestion If

the Lists of Questions & Answers are provided one day before the scheduled date so that the Members can read through them and come prepared with the supplementary questions.

MR. SPEAKER: It is provided even two or three days before

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: No Sir. That should be the practice. But they are only laid on the table of the Members on the morning on which the questions are to be asked. These are not given or distributed to anybody. I challenge you to come to MPA Hostel and see if anybody has got the List of Questions & Answers

جناب سپیکر: خان زادہ صاحب! آپ اس کو ذرا دیکھیے گا۔ آپ کے یہ سارے بھائی کہہ رہے ہیں کہ یہ دو روز یا کم از کم ایک روز پہلے آپ کی سیٹوں پر یہ رکھ دیے جاتے ہیں۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Proof of the putting List of Questions & Answers in the morning---(Interruptions) Sir, all the proceedings should be delivered to the residence or to MPAs in their places, so they come prepared, if they so desire to read and come ready for supplementary or anythingelse they want to put up. I will not deny the fact that some of you might have received it. But I will challenge you to come to new MPA Hostel and see whether there is anyone letter delivered to anybody. Those who are residing there, let them say so in front of me today. It is not in defence of somebody that we should be concoct evidence.

MR. SPEAKER: Secretary Assembly to make sure that these Question & Answer Sheets are placed on the seat o Mr Khanzada.

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! سوال کے جز "ب" کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رضا کاروں کی تعداد 153 ہے۔ لیکن اگلے سوال میں صفحہ 7 پر یہ بتایا گیا ہے کہ شاہدرہ میں رضا کاروں کی تعداد

499 ہے۔ یہ فرق کیوں ہے؟

وزیر مال، جناب والا! یہ ضمنی اس سوال پر ہے یا اگلے سوال پر ہے؟

جناب سپیکر، کون سے صفحے پر بتایا گیا ہے؟

چودھری محمد حنیف، میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو صفحہ 7 پر جواب دیا گیا ہے' اس میں تضاد ہے۔۔

جناب سپیکر، آپ سوال نمبر 520 کے جز "ب" کو quote کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ صفحہ نمبر 7 پر اگلے سوال کو quote کر رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف، میرا ضمنی سوال اس سوال کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر، بہتر یہ ہو گا کہ یہ ضمنی سوال آپ اگلے سوال پر کریں اور اس پر آپ پچھلے سوال کے جز "ب" کو quote کریں۔ اگلا سوال بھی میاں محمود احمد صاحب کا ہے۔ سوال نمبر 521 جواب پڑھا گیا تصور ہوا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، سوال نمبر 521 (معزز رکن نے میاں محمود احمد کے ایماء پر دریافت کیا)۔

رضا کاروں کی بھرتی کی تفصیل

*521۔**میاں محمود احمد،** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے تنظیم شہری دفاع قائم کی ہے اور اس کے لاہور کے کنٹرولر ڈپٹی کمشنر لاہور ہیں۔

(ب) اگر ایسا ہے تو متذکرہ تنظیم میں ڈویژن وار کتنے رضا کار بھرتی ہوئے۔ مردوں اور عورتوں کی علیحدہ علیحدہ تعداد کیا ہے۔ متذکرہ رضا کاروں کو کیا کیا سامان مہیا کیا گیا۔ تمام رضا کاروں کو وردیاں مہیا کی گئی ہیں اور دفاتر کی حالت کیسی ہے علاوہ ازیں کیا سہولیات فراہم کی گئیں ہیں کیا ان کی ٹریننگ باقاعدہ ہو رہی ہے۔ سالانہ بجٹ کتنا ہے اور کہاں کہاں خرچ کیا جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پہلے کنٹرولر ہر مہینے ڈویژنل وارڈن کی ایک میٹنگ کیا کرتے تھے اور اب عرصہ دراز سے کوئی میٹنگ نہیں ہوئی ہے۔

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذ کرہ تنظیم کی ہر ماہ باقاعد گی سے

ٹریننگ کروانے کو تیار ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) لاہور شہر کو تنظیم شہری دفاع کے لحاظ سے 11 ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ڈویژنل دفاتر میں کل 6500 رضاکاران بھرتی ہیں۔ ڈویژن وار عورتوں اور مردوں کی علیحدہ علیحدہ بھرتی کی تعداد لف ہے رضاکاران کو مہیا کردہ سامان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جی نہیں۔ تنظیم شہری دفاع لاہور میں بھرتی شدہ رضاکاران کی تعداد 6500 ہے جب کہ رضاکاران کو جاری کردہ ڈویژن وارتفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے تمام رضاکاران کو وردیاں مہیا نہیں کی جاسکیں۔ تنظیم شہری دفاع لاہور کے ڈویژنلدفاتر کی حالت اور کارکردگی تسلی بخش ہے۔ تمام ضروری سہولیات مہیا کی گئیں ہیں جن میں فرنیچر وغیرہ شامل ہے۔ جی ہاں۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو تمام سال جاری رہتا ہے۔ دفتر شہری دفاع لاہور کا سالانہ بجٹ -/10,39030 روپے ہے جو کہ ملازمین کی تنخواہ پر اور دیگر دفتری امور چلانے کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

(ج) ڈپٹی کمشنر / کنٹرولر شہری دفاع و چیف وارڈن تنظیم شہری دفاع گاہے بگاہے حسب ضرورت ڈویژنل وارڈن صاحبان کی میٹنگ کرتے رہتے ہیں۔

(د) رضاکاران شہری دفاع کی باقاعدہ ٹریننگ ہو رہی ہے اور ٹریننگ کا عمل تمام سال جاری رہتا ہے۔ ہر ڈویژن میں ٹریننگ کے لیے ایک انسٹرکٹر مستقل طور پر تعینات ہے تاہم جب بھی ڈویژنل وارڈن رضاکاران کی تربیت کے لیے مزید انسٹرکٹرز کے لیے درخواست کرتے ہیں تو ٹریننگ کے لیے مزید انسٹرکٹرز کا بندوبست کر دیتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب کے جز "ب" میں بتایا گیا ہے کہ شہری دفاع لاہور کا بجٹ -/10,39,030 روپے ہے۔ ویسے اس میں مزید ایک سال بھی ہے جس میںیہ بارہ لاکھ روپے سے تجاوز کر گیا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ انسٹرکٹر اور ملازمین جو ہیں' میری اطلاع کے مطابق وہ بھی رضاکاران سے لیے گئے ہیں اور ان کے لیے باقاعدہ ماہانہ تنخواہ مقرر نہیں ہے۔

وزیر موصوف اس کے جواب میں کیا کہنا پسند فرمائیں گے؟

وزیر مال: جناب والا! اس میں گزارش یہ ہے کہ اس میں ہم نے یہ دیا ہے کہ 1989-90ء کا بجٹ دس لاکھ روپے تھا۔ اور 1992-93ء کے لیے بارہ لاکھ کا بجٹ اس میں ہے۔ یہ بجٹ جو ہے' ہمارے ملازمین کی تنخواہوں اور ان کے اخراجات کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ میں نے اس سال کا latest دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا تو اس سال کا تھا لیکن میں نے خود اس بجٹ کو expose کیا ہے کہ اب بارہ لاکھ ہے۔ یہ وہ ملازمین ہیں جو ان کی ٹریننگ کے لیے' ان کے instructor کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بجٹ صرف ہوتا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! معزز وزیر نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا تھا کہ میرے علم کے مطابق کہ گیارہ ڈویژن میں گیارہ باقاعدہ انسٹرکٹر وغیرہ مقرر کیے جاتے ہیں یہ رضاکاران سے ہی لیے جاتے ہیں۔ ان کی کوئی باقاعدہ تنخواہ مقرر نہیں ہے۔ کیا معزز وزیر یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اگر باقاعدہ ملازمین ہیں تو ان کے پھر نام کیا ہیں' ان کے کیا عہدے ہیں جن کی تنخواہوں پر بارہ لاکھ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے؟ یہ بتا دیں کہ وہ کون کون سے ہیں۔

وزیر مال: جناب والا! اس کا سٹر کچر اس طرح ہے۔ شہری دفاع' جس کو سول ڈیفنس کہتے ہیں' اس میں ہمارا ڈپٹی کمشنر کنٹرولر سول ڈیفنس ہوتا ہے۔ اس کے بعد چیف وارڈن ہوتا ہے۔ اس کے بعد ڈپٹی چیف وارڈن ہوتا ہے۔ اس کے بعد ڈویژنل وارڈن ہوتے ہیں۔ اس کے بعد گروپ وارڈن ہوتے ہیں اور اس کے بعد ڈپٹی گروپ وارڈن ہوتے ہیں۔ اسی طرح پوسٹ وارڈن ہوتے ہیں۔ میرے دوست کو یہ علم ہو گا۔ یہ ہمارے رضاکار ہیں جو رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ لیکن ان کو regularize کرنے کے لیے ٹریننگ کے لیے ان کے انسٹرکٹر لیے جاتے ہیں۔ ہر ضلع میں ہم نے شہری دفاع کا ایک آفس بنایا ہوا ہے۔ وہاں پر ایک سینئر کلرک اور ایک جونیئر کلرک ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی چھوٹی موٹی ہماری یہ اسٹیبلیشمنٹ ہے جس پر یہ خرچ ہوتا ہے۔ اور ان کی ٹریننگ کے لیے ہم گاہے بگاہے انسٹرکٹر لگاتے رہتے ہیں۔ جو ان کو ہدایات دیتے رہتے ہیں اور ان کو سول ڈیفنس کے لیے تیار کرتے ہیں۔ یہ بجٹ ان پر خرچ ہوتا ہے۔ ان پر خرچ نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک voluntarily تنظیم ہے۔

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب! آپ کا ضمنی سوال ہے؟

چودھری محمد حنیف: جی جناب۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیے۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا! جیسا کہ پچھلے سوال کے جواب میں بھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ شاہدرہ ڈویژن میں کل رضاکاروں کی تعداد 153 ہے۔ جبکہ اگلے سوال کے جواب میں انہوں نے صفحہ سات پر شاہدرہ کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کی تعداد 499 ہے۔ تو یہ تضاد کیوں ہے؟

وزیر مال: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر دوں کہ میں نے پہلے اس لیے گزارش کی تھی کہ یہ سوال پہلے 1990ء میں کیا گیا تھا اور اس وقت ہمارے جو چیف وارڈن ہیں اور ڈویژن وارڈن ہیں انہوں نے یہ ڈیمانڈ کی تھی کہ ہمارے رضاکاران کے لیے دو سو وردیوں کی ضرورت ہے۔ جناب والا! اب انہوں نے سوال کیا تو میں دونوں سوالوں کو لنک کروں گا۔ تو یہ ڈیمانڈ ڈویژنل وارڈن کی تھی جو اس نے اس ضلع کے کنٹرولر یعنی لاہور کے ڈی سی کو دو سو کی بجائے سو وردیاں ان کو گرانٹ کر دیں۔ اور 53 وردیاں پہلے ہی موجود تھیں۔ ان کی تعداد اس وقت 153 تھی۔ لیکن جو میں نے اب جواب دیا ہے وہ latest دیا ہے اور اس کی تعداد اب 499 ہے۔ اور یہ میں نے پہلے explain کیا تھا کہ میں نے improvement کی ہے اور ایوان کی اطلاع کے لیے اور معزز ممبران کی انفرمیشن کے لیے میں یہ improved جواب دے رہا ہوں اور اس کی کاپیاں تقسیم کی ہیں۔ اب اس کی تعداد 499 ہے اور اس وقت تعداد 153 تھی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو گیارہ ڈویژن ہیں ان میں صرف دو ڈویژن پر جو خواتین رضاکار بھرتی کی گئی ہیں یعنی 21 رضا کار داتا گنج بخش میں اور 30 کینٹ ڈویژن میں جبکہ باقی ڈویژنوں میں کوئی خاتون رضا کار بھرتی نہیں ہے۔ تو کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ ان جگہوں پر ان ڈویژنوں میں خواتین رضا کار جو بھرتی کی گئی ہیں ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے جبکہ باقی ڈویژنوں پر جہاں سرے سے ہی خواتین رضا کار نہیں ہیں وہاں غیر متعلقہ اہل کاران کو کیوں رکھا گیا ہے اور کیوں سمجھا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی۔ جناب وزیر مال۔

وزیر مال: جناب والا! معزز ممبر نے ایک سوال میں دس سوالات کر دیے ہیں۔ تو کون سا جواب میں نے پہلے دینا ہے؟

جناب سپیکر: جی! specific question ہونا چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! specific سمجھنے کے لیے تو specific ہی ہوتا ہے۔ میں نے واضح طور پر کہا ہے کہ گیارہ ڈویژن ہیں اور صرف دو پر خواتین رضا کار بھرتی کی گئی ہیں۔ باقیوں پر ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔ اور اگر یہاں بھرتی کی گئی ہیں تو ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں کون سی ایسی بات ہے جو سمجھ میں آنے والی نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی درست ہے۔ سیٹھی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! لاہور میں ہمارے گیارہ ڈویژن ہیں۔ اس میں ہم نے مردوں اور عورتوں کی تعداد دی ہے۔ اب جہاں پر عورتیں خواہش نہیں کرتیں تو ہم نے ان کو زبردستی تو بھرتی نہیں کرنا۔ جہاں پر ہمارے پاس available ہیں ہم نے ان کو بھرتی کیا۔ ہم ان کو ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہم ان کو تیار کرتے ہیں۔ اور ان کا کام جو ہے وہ سیٹھی صاحب مجھ سے بہتر جانتے ہیں کیونکہ لاہور میں کبھی آگ لگ گئی کبھی آفت آ گئی۔ کبھی کچھ ہوا۔ کبھی کچھ ہوا۔ کبھی سیلاب آیا۔ کبھی جنگ ہوئی اور ویسے بھی جنگ میں انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کا سیٹھی صاحب کو مجھ سے زیادہ علم ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 633۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: سوال نمبر 633۔

عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کی تفصیل

*633۔ **رانا ثناء اللہ خان:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) فیصل آباد شہر (صدر میونسپل کارپوریشن) میں کتنے مجسٹریٹ درجہ اول و دوئم تعینات ہیں۔ فیصل آباد میں تاریخ تعیناتی اور ان میں سے کتنے مجسٹریٹ صاحبان کنفرم اور کتنے عارضی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں ان میں سے کس کس مجسٹریٹ کو سرکاری رہائش گاہ مہیا کی گئی ہے۔ جن کو سرکاری رہائش فراہم کی گئی وہ کہاں کہاں رہائش پذیر ہیں ایسی کوٹھیوں /مکانات کے مالکان کے نام محلہ و مکان نمبر و شرح کرایہ سے متعلق تفصیل فراہم کی جائے۔ فیصل آباد میں ڈسٹرکٹ مینجمنٹ سے متعلق افسران کو رہائشی سہولتوں کی فراہمی کے

لیے کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

(ب) فیصل آباد شہر میں تعینات مجسٹریٹ صاحبان درجہ اول و دوئم مجسٹریٹ دفعہ 30 صاحبان کے پاس اس وقت جو مقدمات زیر سماعت ہیں کی کل تعداد کیا ہے ان میں سے کتنے مقدمات عرصہ زائد از ایک سال سے زیر سماعت چلے آرہے ہیں کی کل تعداد کیا ہے اور کتنے عرصہ زائد از تین سال سے زیر سماعت ہیں تفصیل علیحدہ علیحدہ مہیا کی جائے

(ج) سال 1990ء میں مجسٹریٹ صاحبان متذکرہ جز (الف) (ب) کے پاس محکمہ پولیس Prosecution Branch کی طرف سے کتنے چالان /مقدمات برائے سماعت پیش کیے گئے ان میں سے کتنوں کا فیصلہ کیا ہے۔ فیصلہ شدہ مقدمات میں سے کتنے مقدمات کا فیصلہ اقبال جرم confession کی بنیاد پر کیا گیا؟

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) فیصل آباد شہر (صدر میونسپل کارپوریشن) میں 15 مجسٹریٹ درجہ اول اور 2 مجسٹریٹ درجہ دوئم کام کر رہے ہیں اور ایک مجسٹریٹ بطور کارپوریشن مجسٹریٹ کے تعینات ہیں ان کی تاریخ تعیناتی اور رہائش کے متعلق تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ جن افسران کو سرکاری رہائش گاہیں دی گئی ہیں وہ تفصیل بالا کے مطابق کرایہ گورنمنٹ کو ادا کرتے ہیں اور جن کو سرکاری رہائش گاہ نہیں دی گئیں ہیں ان کو گورنمنٹ بنیادی تنخواہ کے 95 فی صد کے حساب سے کرایہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

شہر فیصل آباد کی سٹی سب ڈویژن میں 12 صد سب ڈویژن ہیں۔ اور کارپوریشن میں 3 مجسٹریٹ تعینات ہیں اور سب مجسٹریٹ صاحبان کنفرم ہیں۔

ضلع فیصل آباد میں اگلے پانچ سالہ منصوبے میں 504 سرکاری گھر (Pooled type) مرحلہ وار تعمیر کرنے کی تجویز کمشنر فیصل آباد ڈویژن فیصل آباد نے حکومت کی منظوری کے لیے بھجوائی ہے۔ تاہم ضلعی انتظامیہ کے افسران کے لیے علیحدہ کوئی سکیم زیر غور نہ ہے۔

(ب) مجسٹریٹ صاحبان کے پاس اس وقت تک 11419 مقدمات زیر سماعت ہیں۔ 2765 مقدمات زائد از ایک سال ہیں۔ 855 مقدمات زائد از تین سال ہیں۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

	31-12-92 تک زیر سماعت مقدمات کی تعداد	زائد از ایک سال	زائد از تین سال
مجسٹریٹ درجہ اول و دوئم	9336	1934	323
مجسٹریٹ دفعہ 30	1883	831	532
میزان	11219	2765	855

(ج) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ فیصل آباد کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق سال 1990ء میں 2479 چالان استغاثہ نے پیش کیے۔ 1075 مقدمات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ 221 مقدمات کا فیصلہ اقبال جرم کی بنیاد پر کیا گیا۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

	استغاثہ کی طرف سے 1990ء کے دوران کتنے مقدمات مجسٹریٹ درجہ اول و دوئم کی عدالتوں میں پیش ہونے	1990ء میں فیصلہ شدہ مقدمات کی تعداد	اقبال جرم کی بنیاد پر فیصلہ شدہ مقدمات کی تعداد
مجسٹریٹ درجہ اول و دوئم	2319	1015	221
مجسٹریٹ دفعہ 30	160	60	–
	2479	1075	221

درج مقدمات کی تفصیل

جناب سپیکر۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان۔ جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ 504 سرکاری گھروں کی مرحلہ وار تعمیر کی تجویز کمشنر فیصل آباد ڈویژن نے حکومت کی منظوری کے لیے بھجوائی ہے۔ تو یہ منظوری کب تک متوقع ہے؟

وزیر مال۔ جناب والا! معزز رکن اپنا سوال دہرا دیں۔

رانا ثناء اللہ خان۔ جناب والا! اس سوال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ فیصل آباد میں سرکاری افسران یعنی جوڈیشل آفیسرز یا دوسری ان کو سرکاری گھر فراہم کرنے کے لیے 504 سرکاری گھروں کی مرحلہ وار تعمیر کی تجویز کمشنر فیصل آباد ڈویژن نے حکومت کی منظوری کے لیے بھجوائی ہوئی ہے۔ اس تجویز کو بھجوائے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے اور اس کی منظوری کب تک متوقع ہے؟

وزیر مال۔ جناب سپیکر! اس میں یہ حقائق ہیں کہ فیصل آباد میں گورنمنٹ ریزیڈنسیز اس strength کے

مطابق ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ ہم نے پہلے 90ء میں لکھا۔ پھر 91ء میں لکھا۔ اب ہم نے یہ پانچ سالہ منصوبے کے تحت اس کو full recommendations کے ساتھ فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس بھیجا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ phase-wise اس بجٹ میں ہمیں کچھ نہ کچھ رقم مہیا کی جائے گی تو ہم مرحلہ وار انشاء اللہ وہاں پر گورنمنٹ ریذیڈنسیز بنائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف نے میرے سوال کا definite جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا ہے کہ یہ کب تک منظوری متوقع ہے۔ آپ اس میں کوئی عرصہ فرمائیں۔ سال' چھ مہینے' دو سال؟

وزیر مال، جناب سپیکر! میں نے گزارش کی ہے کہ اب ہم نے اس کو well in time یعنی اب چونکہ budget making کا ماہ ہے تو ہم نے اس کو well in time move کیا ہے۔ ہم انشاء اللہ اس بجٹ میں اس کو phase-wise include کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سوال کے جواب میں 2765 مقدمات زائد از ایک سال اور 855 مقدمات ایسے ہیں جو وہاں مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں زائد از تین سال زیر سماعت ہیں۔ اور یہ جوڈیشری کی کارکردگی سے متعلق بات ہے تو یہ کب تک لوگوں کو انصاف مہیا ہو گا کہ جو زائد از تین سال اس انتظار میں ہیں کہ ان کے مقدمات کا فیصلہ ہو۔

وزیر مال، جناب والا! اس میں میں نے گوشوارہ دیا ہے جو شاید رانا صاحب نے پڑھا ہو گا کہ مجسٹریٹ اول اور دوم کے پاس مقدمات کی تعداد 9336 ہے۔ زائد از ایک سال مقدمات کی تعداد 1934 ہے۔ زائد از تین سال مقدمات کی تعداد 323 ہے اور دفعہ تیس کے پاس زائد از ایک سال 831 ہے۔ اور زائد از تین سال مقدمات کی تعداد 532 ہے۔ اس میں ایک تو یہ ہے کہ جوڈیشری پر کام بڑا heavy ہے۔ کیونکہ آبادی بہت expand کر گئی ہے۔ اور اس کے مطابق ہمارے پاس مجسٹریٹ صاحبان نہیں ہیں۔ ان کے پاس بہت سارے کیسز ہوتے ہیں اور اس کو meet up کرنے کے لیے رانا صاحب کو یہ پتا ہو گا کہ فیصل آباد میں ہمارے 17 مجسٹریٹ کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ ہم نے آٹھ سول جج صاحبان کو دفعہ 30 کی پاور دی ہیں۔ ان کو include کیا ہے تاکہ اس کو scatter کر کے اس کو expedite کیا جائے۔ ایک تو وجہ primarily یہ ہے جناب سپیکر! دوسری وجہ یہ ہے کہ رانا صاحب کو پتا ہو گا کہ کسی کیس میں عدم حاضری ملزمان ہوتی ہے۔ کسی کیس میں مال مقدمہ نہیں آتا۔ کبھی

جو سمنات وارنٹ جاتے ہیں گواہان کے وہ تعمیل نہیں ہوتے اور کبھی مال مقدمہ پیش ہی نہیں کیا جاتا۔ پھر اس میں امن عامہ کی صورت حال بھی آجاتی ہے۔ جیسے کبھی کبھی لانگ مارچ، کبھی شارٹ مارچ، کبھی جلسہ، کبھی جلوس تو اس اس کو بھی انہوں نے tackle کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو ہمارے Investigators ہیں۔ میں اس کو pin point کر رہا ہوں جو اصل وجوہات ہیں۔ Investigator جو ایکیس کو investigate کرتا ہے۔ وہ ایک تھانے میں اگر تعینات ہے لیکن مقدمہ عدالت کے سپرد ہوتے ہوتے وہ کسی اور تھانے میں چلا جاتا ہے یا کسی اور ضلع میں چلا جاتا ہے تو پھر اس کو بھی طلب کرنا ہوتا ہے اور مقدمے کی تعمیل ہی تب ہوتی ہے جب Investigator اپنی آخری evidence دے جائے۔ یہ بھی رانا صاحب کو مجھ سے بہتر پتہ ہو گا کہ Investigator کا تعمیل کے بعد حاضر ہونا بھی ایک موجب ہے۔ اس کے بعد پھر اس میں ایک اور بڑی اہم بات ہے کہ میڈیکو لیگل کیسز میں میڈیکل آفیسرز عدالتوں میں پیش نہیں ہوتے تو یہ ایسی وجوہات ہیں جن کے پیش نظر اس کو دیر ہو رہی ہے۔ ہم نے اس لیے آٹھ سول ججوں کو پاورز دی ہیں۔ ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ اس کو expedite کریں اور اس کے پیش نظر ایوان کی اطلاع کے لیے معزز ممبران کو پتا ہے کہ جب پراسیکیوشن برانچ علیحدہ ہوئی تھی تو اس کی بھی ایک وجہ تھی۔ پراسیکیوشن برانچ پولیس سے علیحدہ کر دی گئی تھی لیکن تمام مقدموں کی پیروی کا کام ان کے سپرد تھا۔ وہ کسی کے صحیح کنٹرول میں نہیں تھے۔ اب گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اس پراسیکیوشن برانچ کو واپس پولیس میں کر لیا ہے اور انشاء اللہ اس کے بہتر نتائج ہوں گے۔ ہم انشاء اللہ جو دیر سے کیسز ہیں ان کو نمٹائیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کے پیش نظر ہم نے متعدد اقدامات کیے ہیں جو کہ ان کے لیے improvement ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف کی اطلاع کے لیے میں یہ بتا دوں کہ فیصل آباد جو کہ تقریباً چالیس بتالیس لاکھ کی آبادی کا ضلع ہے۔ اس نے تحصیل فیصل آباد، فیصل آباد سٹی، اس کے بعد تحصیل سمندری کے لیے ٹور پر جانا ہوتا ہے اور پھر اس نے تحصیل جڑانوالہ بھی جانا ہوتا ہے۔ تو وہاں پر لوگوں کے مقدمات کا جلد فیصلہ نہ ہونے کی یہ وجہ بن رہی ہے اور دوسرا جن کوتاہیوں کی نشان دہی وزیر موصوف نے کی ہے کہ مال مقدمہ نہیں پہنچتا۔ تفتیشی حضرات نہیں پہنچتے تو ان کے تدارک کی ذمہ داری ہم پر ہے یا کہ حکومت پر ہے اور اگر حکومت پر ہے تو حکومت کو چاہیے کہ ان کے تدارک

کے لیے کوئی بہتر اقدام' جو مناسب اقدام ہے وہ کرے۔

وزیر مال، دفعہ 30 کا ایک نہیں بلکہ چار مجسٹریٹ وہاں پر کام کر رہے ہیں اور پھر ہم نے سول ججز کو پاورز دی ہیں۔ آٹھ سول ججز کو یہ دفعہ 30 کی پاورز دی ہیں اور ہمیں شدت سے احساس ہے کہ انصاف میں دیر ہو رہی ہے۔ ہم اس کو پورا کریں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جب تعداد انشاء اللہ پوری کر رہے ہیں اس کو expedite بھی کروائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! جوڈیشل مجسٹریٹ دفعہ 30 فیصل آباد میں رفیق داد صاحب ہیں اور ایک ہیں۔ وزیر موصوف کہہ رہے ہیں کہ چار ہیں' تو میں ان سے کہتا ہوں کہ باقی تین کے یہ نام بتائیں جو وہاں پر تعینات ہیں۔ یہ انہوں نے آن دی فلور آف دی ہاؤس غلط بیانی کی ہے۔

وزیر مال، مختار احمد جوڈیشل مجسٹریٹ ہے۔ ظفر عباس جوڈیشل مجسٹریٹ ہے۔ چودھری رفیق داد جوڈیشل مجسٹریٹ ہے۔ اللہ یار انصاری جوڈیشل مجسٹریٹ ہے۔ اس کے علاوہ مسٹر عبدالقیوم راجہ سول جج ہے اس کو دفعہ 30 کی پاورز دی گئی ہیں۔ مسٹر مختار احمد کھوکھر ہے جس کو دفعہ 30 کی پاورز دی گئی ہیں۔ میاں خالد بشیر ہے۔ مسٹر محمود مقبول باجوہ ہے۔ مسٹر محمد شفیع ہے۔ مسٹر محمد نواز ہے۔ مسٹر محمد اطہر ہے۔ مسٹر عبدالستار ہے۔

رانا صاحب نے یہ پوائنٹ آؤٹ ٹھیک کیا ہے لیکن اس کو meet out کرنے کے لیے ہم نے اقدامات کیے ہیں۔ ان سب کو دفعہ 30 کی پاورز دی ہیں اور وہ sort out ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر ہوتی ہے اور یہ بہت سارے اقدامات کرنے کے باوجود تاخیر ہوتی ہے۔ معاشرے میں جو تشدد کا رجحان ابھرتا ہے وہ اسی وجہ سے ابھرتا ہے کہ فوری انصاف ملتا نہیں ہے اور یہ انگریز کا مشہور مقولہ ہے کہ، "Justice delayed is justice denied" اب جب کہ ہم سب یہ بات محسوس کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی طرف سے بھی یہ بات اخباروں میں آ چکی ہے کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا جائے تا کہ مقدمات کا جلدی فیصلہ ہو اور فوری انصاف مل سکے۔ اور تشدد کا رجحان کم ہو سکے۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب انتظامیہ کو عدلیہ سے کب علیحدہ کر

رہی ہے؟

جناب سپیکر۔ جی لودھی صاحب۔

وزیر مال۔ یہ متعلقہ سوال تو نہیں ہے لیکن بہرحال میں اس کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ 1973ء میں یہ کہا تھا کہ دس سالوں کی اندر اس کو ہم علیحدہ کریں گے لیکن اگر دس سال ڈیمو کریسی چلتی رہتی تو پھر یہ واقعہ ضرور ہو جاتا۔ اس کے بعد خلاء آیا۔ مارشل لاء آیا۔ پھر bottlenecks پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر ہم نے یہ کوشش کی اور یہ معاملہ اب اس کے تحت ہم جوڈیشل مجسٹریٹ لگا رہے ہیں اور وہ ہائی کورٹ لگا رہی ہے۔ ہم ان کی ڈسپوزل پر مجسٹریٹ رکھتے ہیں اور وہ پھر بعد میں پوسٹ کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مجسٹریٹ کی جتنی availability ہے ان میں سے جو تعداد ہے اس کے مطابق ہم ہائی کورٹ کی ڈسپوزل پر رکھتے ہیں اور پھر وہ ان کو آگے لگاتے ہیں۔ ان کو پوسٹ کرنا۔ ان کو ٹرانسفر کرنا انہی کے اختیار میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود جب جو دس سال کا خلا آ گیا ہے اس میں بہت سارے معاملات ہیں۔ پنجاب میں جوڈیشری کو علیحدہ کرنے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ ہمارے مجسٹریٹ ملٹی پرپز کام کر رہے ہیں۔ اب آہستہ آہستہ مرحلہ وار ہم کر رہے ہیں لیکن اس خلاء کو پر کرنے کے لیے ہم نے مرکزی حکومت کو لکھا ہے کہ یا تو پھر دس سال کا خلا پورا کریں یا پھر یہ فیصلہ کریں۔ ہماری جو strength ہے وہ اگر پوری ہو جائے تو ہم فوراً کر دیں گے۔ یہ معاملہ اب مرکزی حکومت کے زیر غور ہے۔

جناب سپیکر۔ اگلا سوال رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان۔ سوال نمبر 634۔

فیصل آباد کے تھانوں میں درج مقدمات کی تعداد

*634۔ **رانا ثناء اللہ خان۔** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) فیصل آباد میں شہری حدود پر محیط پولیس سرکلز (I) مجبرک سرکل (II) پیپلز کالونی سرکل (III) کوتوالی سرکل میں آنے والے تھانہ جات میں یکم جنوری 1990ء سے آج تک کل کتنے مقدمات کا اندراج ہوا مہینہ وار تفصیل دی جائے ان مقدمات میں سے کتنے مقدمات امتناع منشیات آرڈیننس کے تحت درج ہوئے ان میں کتنے افراد گرفتار ہوئے ان کے قبضے سے کس قدر ہیروئین، چرس اور شراب برآمد ہوئی کتنے اس وقت جیلوں میں ہیں اور کتنے بر

ضمانت ہیں۔

(ب) جز (الف) کے جواب میں دی جانے والی تعداد مقدمات میں سے کتنے مقدمات کا چالان اندراج سے پندرہ یوم کے اندر اندر متعلقہ عدالتوں میں پیش کیا گیا اور کن کا نہیں علیحدہ علیحدہ تفصیل بابت تاریخ اندراج مقدمہ و پیش کیے جانے والے چالان فراہم کیے جائیں اور کتنے مقدمات اپنی تاریخ اندراج سے عرصہ تین ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک زیرتفتیش رہے اور یہ بھی بیان کیا جائے کہ جن مقدمات کا چالان اندر میعاد پندرہ یوم پیش نہیں ہوا جو کہ ضابطہ فوجداری و احکام عدالت عالیہ پنجاب ضروری ہے ان کے سلسلہ میں ذمہ دار پولیس افسران کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی مکمل تفصیل دی جائے اور اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) فیصل آباد میں شہری حدود پر محیط پولیس سرکل پیپلز کالونی گبرگ کوتوالی میں کل 12 تھانہ جات ہیں۔ ان میں یکم جنوری 1990ء سے 15-9-92 تک درج شدہ مقدمات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ تھانہ وائز کی بابت گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) مطلوبہ مقدمات کی تفصیل (علیحدہ علیحدہ تھانہ وائز) کی بابت گوشوارہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ جن ملزمان کے چالان 15 سے 30 یوم کے اندر جمع نہیں کروائے گئے یا جو مقدمات 3 ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک زیر تفتیش رہے ہیں ان کی وجوہات گوشوارہ میں درج کر دی گئی ہیں۔ تاخیر کی وجوہات قابل پذیرائی ہیں۔ اس لیے کسی افسر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں جو گوشوارہ (الف) ہے۔ اس میں جو عدم پتا مقدمات کا کالم ہے۔ ان کی تعداد یکم جنوری 1990ء تا 31 دسمبر 1992ء تقریباً ایک ہزار مقدمہ ہے۔ انہوں نے 940 تعداد یہاں پر دی ہے تو یہ مقدمات ایسے ہیں کہ جو ابھی تک عدم پتہ ہیں اور اس کی تفصیل جو ساتھ ہی منسلک ہے اگر وہ دیکھی جائے تو یہ سارے ہی

مقدمات چوری' ڈکیتی اور قتل کے مقدمات ہیں۔

میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس بارے میں حکومت کیا کارروائی کر رہی ہے کہ یہ چوری' ڈکیتی کے مقدمات اتنے عرصہ سے اور اتنی بھاری تعداد میں ہیں اور عدم پتا ہیں۔

وزیر مال، رانا صاحب نے کون سی تعداد کے بارے میں پوچھا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان، خان صاحب! یہ 940 مقدمات جو عدم پتہ ہیں۔ جن کے ملزمان کے متعلق ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا یا وہ trace نہیں ہو سکے۔

وزیر مال، جناب والا! یہ اگر آپ دیکھیں کہ رانا صاحب نے پہلے ہم سے تین سال کی تفصیل مانگی ہے اور ان کا فیصل آباد 12 تھانوں پر محیط ہے۔ پہلے انہوں نے ہم سے یہ طلب کیا ہی کہ ہم ہر تھانے کے ہر ماہ کے مقدمات کی تعداد دیں۔ پھر اس کا ٹوٹل دیں پھر منشیات کا علیحدہ دیں۔ جناب والا! عدم پتہ مقدمات وہ مقدمات ہیں جن کو ہم identify نہیں کر سکے ایسے مقدمات رات کی تاریکی میں بلائنڈ مرڈر ہوتے ہیں اور ایسے حالات اور واقعات میں ہوتے ہیں جن میں identification نہیں ہو سکتی وہ عدم پتا مقدمات پولیس کی تحویل میں رہتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ وہ تحویل ہی میں رہتے ہیں جب بھی کبھی اس کا سراغ ملا ہم اس کو thrashout کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا غالباً میں انہیں سمجھانے سے قاصر رہا ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ جتنے بھی مقدمات درج ہوئے ان میں جو hurt case تھے وہ تو ٹھیک ہے کہ آ کر کسی نے بتا دیا کہ میرے ساتھ فلاں آدمی نے زیادتی کی ہے آپ نے وہ مقدمہ بھی درج کر دیا اور ملزم کو بھی پکڑ لیا کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی فلاں آدمی نے بتا دیا کہ میرے ساتھ فلاں آدمی نے زیادتی کی ہے اسے پکڑ لیا گیا کوئی آدمی پکڑا گیا اس کے خلاف منشیات کا مقدمہ درج ہو گیا منشیات اور وہ ملزم پولیس کے قبضہ میں آ گئے پولیس کی اور جو گورنمنٹ کی کارکردگی ہے اس کو جانچنے کا تو یہی ہے کہ جو مقدمات عدم پتہ ہیں یا جن میں ملزم کی نشان دہی نہیں کی گئی اس میں آپ نے کیا کارکردگی دکھائی ہے اور یہ 940 مقدمات ابھی تک عدم پتہ پڑے ہیں اور ان کو trace کرنے میں پولیس ابھی تک ناکام رہی ہے اور پھر دو سال سے تفتیشی افسران جو ان مقدمات کی تفتیش کو مکمل کرنے یا ملزمان کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں آپ جانیں کہ

ان کے خلاف آپ نے کیا ایکشن لیا ہے۔ کیا کوئی محکمانہ کارروائی کی ہے اور آپ نے اس بارے میں کیا اقدامات کیے ہیں؟

وزیر مال، جناب والا! جو کوئی دیدہ دانستہ جرم کرے اس کے خلاف تو کارروائی ہونا ضروری ہے جو natural حالات ہیں عدم پتا ہو اس میں بغیر کسی وجہ کے کسی کے خلاف ایکشن نہیں لیا جاتا ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ 940 مقدمات ایسے ہیں جو عدم پتہ ہیں آپ کو بہتر پتا ہے کہ عدم پتہ وہ مقدمات ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں ہوتا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ hurt case ہو گا۔ کوئی سامنے آ گیا اس کو پکڑ لیا۔ لیکن وہ کیسز جو بلائنڈ قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی blind murder ہے اور کوئی ایسی چوری ہے جس کا انکشاف نہیں ہو رہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے پوچھا نہیں جاتا رولز کے تحت تفتیشی افسر اور ایس۔ایچ۔او سے پوچھنے کی ایس۔پی کی ڈیوٹی ہے کہ عدم پتہ مقدمات کا کیا بنا۔ جناب والا! کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس کو پتا لگے اور وہ اسے پکڑے نہ۔ یہ وہ مقدمات ہیں جو رسائی سے باہر ہو جاتے ہیں جو دیدہ دانستہ کرے۔ اس کو ہم سزا دیتے ہیں اس کا نوٹس لیتے ہیں۔ اس کو پھر سزا بھی دیتے ہیں۔ یہ وہ مقدمات ہیں جن کا واقعی پتا نہیں لگ رہا۔ جن کی identification نہیں ہو رہی جب پتہ لگے گا انشاء اللہ ضرور بتائیں گے۔

جناب والا! میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں اور یہ لاہور کی مثال ہے ہمارے ایک مولانا صاحب اچانک اغواء ہو گئے تھے اور وہ کئی سال تک ہم ان کو ڈھونڈتے رہے لیکن ان کا پتا نہ لگا ایسے کیسز بھی ہوتے ہیں جو پولیس کی رسائی سے باہر ہوتے ہیں یہ صحیح بات ہے جو دیدہ دانستہ کرے اس کا ہم نوٹس لیتے ہیں اگر کوئی دیدہ دانستہ نہ ہو اس کا ہم نوٹس نہیں لیتے۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! اس گوشوارے میں جو تفصیل دی گئی ہے ان 940 مقدمات میں سے تقریباً 930 مقدمات چوری اور ڈکیتی کے ہیں اب وزیر موصوف بار بار یہی فرما رہے ہیں کہ "عدم پتا' عدم پتا" بات یہ ہے کہ وہ کون سا طریقہ ہے کہ چور چوری کرنے سے پہلے اپنی شناخت کا ان کو بتا دیا کرے پھر جس کے گھر میں اس نے چوری کرنی ہے اس کو ٹیلی فون کے ذریعے سے بتا دے کہ میں فلاں شخص ہوں میں فلاں جگہ پر رہتا ہوں اور میں اب چوری کرنے آ رہا ہوں۔ چوری کرنے کے بعد آپ پولیس کو میرا ایڈریس دے دیں تا کہ وہ مجھے پکڑ لے۔ جناب والا! یہی کچھ تو پولیس کی ذمہ داری ہے۔ جناب جتنے بھی چوری کے مقدمات درج ہوتے ہیں یا blind murders ہیں

یا پھر ڈکیتی کے ہیں ان میں سے ابھی تک سراغ نہیں لگا سکے اور پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نوٹس لیتے ہیں انہوں نے کیا نوٹس لیا ہے یہ 940 مقدمات ہیں۔۔۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان صاحب کو ان چوروں کے بارے میں علم ہے لہذا یہ بتا دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے' خان صاحب! مجھے شامل تفتیش کر لیں اور اگر مجھے پتا ہے تو مجھ سے پوچھ لیں ان کو پکڑیں کیونکہ یہ لوگ تو مارے مارے پھر رہے ہیں اور افسروں کے دفتروں میں دھکے کھا رہے ہیں کسی کا مالی نقصان ہوا ہے اور کسی کا جانی نقصان ہوا ہے اور یہ مقدمات trace نہیں ہو رہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ پولیس کو دیگر کاموں میں مصروف کر دیا گیا ہے اور یہ عدم پتہ مقدمات اسی طرح ہی پڑے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہی ہے کہ یہ جو عدم پتہ مقدمات کا کھوج لگانا پولیس اور انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ ان کو trace کرے۔ مدعی حضرات تو ان کو پتا جانے سے قاصر ہیں اس سلسلے میں انہوں نے جو موثر کارروائی کی ہے اس بارے میں یہ بتا دیں تاکہ ان لوگوں کو جن کا نقصان ہو چکا ہے اور جن کو پتا نہیں چل رہا ان کو کچھ تسلی ہو کہ میرا مال مجھے مل جائے گا۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو مناسب اقدامات کیے ہیں اس بارے میں یہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ کیا اقدامات کرنے کا ارادہ ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جی' جناب والا!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ صحیح بات ہے کہ 940 عدم پتا مقدمات ہیں میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کے لیے آگے ہمارا ایک سسٹم موجود ہے۔ جن کیسز کے بارے میں دیر ہو جاتی ہے اس کے لیے ہم ضلعوں میں cell بناتے ہیں اس کے بعد ہمارا محکمہ سی۔آئی۔اے تفتیش کرتا ہے۔ لہذا میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس کا نوٹس لیں گے اور کوشش کریں گے کہ اگر وہ مل گئے تو لوگوں کی حق رسی کروائیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض سوالات ایسے ہیں جن میں اس کے کئی پہلوؤں کی تفصیل نہیں مانگی گئی اس کے باوجود صرف اتنا جواب دے دیا جاتا ہے کہ اس کو ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا مثلاً یہی سوال جو رانا ثناء اللہ خان صاحب نے کیا ہے اس میں تو صرف مہینہ وار تفصیل ہی ایوان کی میز پر رکھنے والی تھی باقی سارے اعدادوشمار اس میں دینے والے تھے یہ ایک' ایک سطر کے اعدادوشمار ہیں کوئی لمبی بات نہیں ہے تاکہ دوسرے ممبران بھی اس سے آگاہ ہو سکیں کہ ان تھانوں کے اندر تمام عرصے میں امتناع منشیات کے کتنے مقدمات درج ہوئے ہیں کتنے افراد گرفتار ہوئے ہیں ان کے قبضے سے کتنی ہیروئین برآمد ہوئی ہے یعنی سوال کے اندر جو کچھ ہے اس کا جواب کوئی نہیں صرف اتنا لکھ دیا گیا ہے کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا یہ طرز عمل چیزوں کے اخفاء کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ تمام ممبران اس سے آگاہ نہ ہو سکیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے سی۔ آئی۔اے اور دوسرے سٹاف بنائے ہوئے ہیں تو جناب سپیکر! وہ سبھی انہوں نے ہمارے لیے بنائے ہوئے ہیں وہ سارا دن سیاسی لوگوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ کوئی کدھر جا رہا ہے اور کوئی کدھر سے آ رہا ہے ان کو تو ملزمان کے پیچھے جانے کا وقت نہیں ملتا۔

جناب والا! اس سوال کے جواب جزو (ج) میں یہ کہا گیا ہے کہ جو مقدمات تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک زیر تفتیش رہے ان کی وجوہات درج کر دی گئی ہیں تاخیر کی وجوہات قابل پذیرائی ہیں جناب سپیکر! اس سلسلہ میں سی۔ آر۔پی۔ سی میں جو متعلقہ رولز ہیں وہ بھی واضح ہیں اس سلسلے میں ہائی کورٹ کی طرف سے بھی ڈائریکٹوز ہیں کہ پولیس کے پاس چالان پندرہ دن سے زیادہ pending نہیں رہنا چاہیے۔ وہ عدالت میں جمع ہونا چاہیے اور اگر مکمل چالان پیش نہیں ہو سکتا تو کم از کم نامکمل چالان ضرور پیش کیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے جو کہا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے خلاف ایکشن اس لیے نہیں لیا کہ وجوہات قابل پذیرائی تھیں تو میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ وجوہات جن کو وہ قابل پذیرائی سمجھ رہے ہیں وہ کس قانون کے تحت قابل پذیرائی سمجھ رہے ہیں اور وہ کس طرح سے قابل پذیرائی ہیں؟

وزیر مال، جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو سوال پوچھا تھا اس کا ہم نے درست جواب دیا ہے۔ آپ

اگر فیصل آباد پولیس کی کارروائی دیکھیں یا ان کی کار کردگی دیکھیں تو وہ مقدمات جو پندرہ یوم کے اندر اندر جو کہ ایک mendatory provision ہے اس کے اندر ہم نے پیش کیے ہیں وہ 12909 ہیں۔ 14920 میں سے 12909 مقدمات کے چالان مقررہ میعاد کے اندر اندر پیش کیے ہیں۔ اب رانا صاحب نے سوال پوچھا تھا کہ پندرہ یوم سے زیادہ اور تین ماہ کے اندر اندر ایسے کون سے مقدمات ہیں جن کے چالان آپ نے عدالت میں پیش کیے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ چودہ ہزار مقدمات میں سے صرف 191 مقدمات ایسے ہیں جن کو ہم نے پندرہ یوم سے زائد اور تین ماہ سے کم مدت میں تفتیش کر کے اور مکمل کر کے عدالت کے سپرد کیے اور رانا صاحب نے یہ بھی پوچھا تھا کہ تین ماہ سے زائد کے کتنے مقدمات ہیں تو میں نے یہ جواب دیا کہ وہ صرف 101 کیسز ہیں۔ یعنی صرف 191 اور 101 کیسز ایسے ہیں جو متعینہ مدت کے بعد ہم نے پیش کیے ہیں۔ جناب سپیکر! ہم نے تقریباً 13201 مقدمات عدالت میں پیش کیے ہیں۔ اب یہ وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ اور جیسے کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ قتل کے مقدمات ہوتے ہیں' یا اندھے مقدمات ہوتے ہیں جن کا کسی کو علم ہی نہیں ہوتا ان کی identification کرنی پڑتی ہے۔ پھر کئی مقدمات ایسے ہوتے ہیں کہ ملزمان مفرور ہو جاتے ہیں اور وہ گرفتار نہیں ہوتے۔ پھر اگر وہ گرفتار ہو گئے ایک گرفتار نہیں ہوا تو اس کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد مدعی اور ملزمان کی تسلی کے لیے پولیس کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے کہ ایک دفعہ ایک آفیسر نے تفتیش کی پھر دوسرے نے کی اور پھر تیسرے کے پاس چلی گئی' پھر چوتھے کے پاس چلی گئی۔ یہ حالات وواقعات کے مطابق ایسا ہوتا ہے۔ جوں جوں مقدمات مکمل ہوتے ہیں ہم عدالت میں پیش کر دیتے ہیں۔ یہ فیصل آباد پولیس کی ایک اچھی کار کردگی ہے کہ اس نے چودہ ہزار مقدمات میں سے تیرہ ہزار مقدمات مقررہ مدت میں عدالتوں میں پیش کیے اور اس کے بعد پھر یہ بھی ہے کہ اگر مقدمہ کا چالان مکمل نہیں ہوا تو ویسے پیش کر دیا جاتا ہے اور پھر جو بالکل پیش نہ ہو تو اس کو ہم 88-1987ء کی کارروائی کہتے ہیں۔ تو رانا صاحب! اتنی بری کار کردگی فیصل آباد پولیس کی نہیں ہے کہ آپ اتنے ناراض نظر آ رہے ہیں۔ یہ تو آپ کی پولیس کی بہت اچھی کار کردگی ہے۔ جو وجوہات میں نے بیان کی ہیں وہ آپ کے علم میں بھی ہیں اور تمام ممبران کے علم میں ہیں۔ ایک کیس کی تفتیش دس دس دفعہ کروائی جاتی ہے اس کے بعد مکمل کرنے کے بعد عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں رانا صاحب مطمئن ہو

گئے ہوں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال، جناب فرید احمد پراچہ!

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر 1026

متبادل روزگار کی فراہمی

*1026۔ **جناب فرید احمد پراچہ:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ سول ڈیفنس میں متعدد ایسے ملازمین ہیں جو فالتو اور زائد از ضرورت ہیں مثلاً راجن پور، بیہ، بھکر، خوشاب، چکوال وغیرہ میں سٹینو گرافر، اسسٹنٹ اور محرر وغیرہ نے دوران سال کوئی سرکاری کام نہیں کیا اور ریکارڈ کے مطابق دوران سال ان ملازمین کے ذریعے ایک چٹھی بھی ٹائپ یا جاری نہیں ہوئی۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان ملازمین کو پول میں رکھ کر اور متبادل روزگار دے کر سرکاری خزانہ سے بوجھ کم کرنے کو تیار ہے؟

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) حکومت پنجاب نے راجن پور، بیہ، بھکر، خوشاب، چکوال ودیگر شہروں میں شہری دفاع کے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ دفتری عملہ میں ایک اسامی سنیئر کلرک اور ایک اسامی جونیئر کلرک کی ہے۔ اور سینئر کلرک کے ذمہ اکاؤنٹ وغیرہ کا تمام کام ہے اور جونیئر کلرک کے ذمہ ٹائپ کاری، سٹور اور ریکارڈ داری کا کام ہے ان دفاتر میں صحیح طور پر کام ہو رہا ہے اور کوئی عملہ زائد از ضرورت نہیں۔ اس سے کم عملہ کے ساتھ دفتری کام کو باحسن طریق نپٹانا ممکن نہ ہے۔

(ب) سرکاری خزانہ پر کوئی غیر ضروری بوجھ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں؟ اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ

ڈاکٹر خاور علی شاہ: سوال نمبر 1091

پولیس کے پاس موجود گاڑیوں کی تعداد

*1091۔ **ڈاکٹر خاور علی شاہ:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت محکمہ پولیس کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں گاڑیوں کی تفصیل ضلع وار فراہم کی جائے۔

(ب) یہ گاڑیاں کس کس ملک سے کس کس سال اور کتنی لاگت سے خریدی گئیں حکومت کو ان گاڑیوں کی دیکھ بھال اور پٹرول پر روزانہ کتنی رقم خرچ کرنا پڑتی ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) اس وقت محکمہ پولیس کے پاس کل گاڑیاں بمعہ موٹر سائیکلوں کی تعداد 4071 ہے جس کی قسم وار تعداد کی بابت گوشوارہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) یہ گاڑیاں 64-1963ء سے 93-1992ء تک مختلف ممالک سے خرید کی گئی ہیں ان گاڑیوں کی لاگت' دیکھ بھال اور پٹرول خرچ کی رقم کے بارے میں گوشوارہ الف میں تفصیل دے دی گئی ہے۔ جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر خاور علی شاہ: جی ہاں' ایک چھوٹا سا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیے!

ڈاکٹر خاور علی شاہ: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ پنجاب پولیس کو 66 کروڑ 38 لاکھ 15 ہزار 52 روپے کی گاڑیاں لے کر دی گئیں۔ اور ان کا روزانہ خرچہ پٹرول' ڈیزل 2 لاکھ 66 ہزار روپے ہے۔ ان کی مرمت پر 85 ہزار 305 روپے آتا ہے۔ اس خرچے کو اور مرمت کے خرچے کو سال کے حساب سے دیکھا جائے تو یہ کروڑوں میں بنتا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ تقریباً 302 کاریں اور 574 جیپیں مہیا کی گئی ہیں۔ یہ کس پولیس کے کس رینک کے آفیسر کو دی جاتی ہیں۔ یہ جو کاریں دی گئی ہیں۔ یہ کچھ زیادہ محسوس ہوتی ہیں اس بارے میں کچھ وضاحت کریں۔

وزیر مال: ڈاکٹر صاحب! نے ایک ہی سوال میں کئی سوالات پوچھ لیے ہیں۔ ایک تو انہوں نے خرچے کی بات کی ہے اور پٹرول کی بات کی ہے' خرید کی بات کی ہے اور کاروں کی بات کی ہے۔ کاریں ہم صرف ڈی آئی جی اور ایس پی رینک کے آفیسرز کو مہیا کرتا ہے اور وہ اس کے entitle ہیں اور

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دو لاکھ ساٹھ ہزار سات سو بیالیس روپے ہم پٹرول پر خرچ کرتے ہیں تو جب گاڑیاں چار ہزار اکٹھی ہوں گی اور ان کو کسی استعمال میں لائیں گے تو اس میں پٹرول اور ڈیزل ہی جلے گا اور کیا جل سکتا ہے۔ ان کو موبائل کرنے کے لیے اور لوگوں کی حفاظت کے لیے ہم ان کو استعمال کرتے ہیں تو اس میں یومیہ خرچ ہو گا۔ جب آپ پولیس سے کام لیں گے اور پولیس کی اہمیت دیکھیں گے تو اس کے بعد اس پر اخراجات بھی کرنے پڑیں گے۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ: جناب والا! انہوں نے کاروں کی تقسیم کے بارے میں بتایا ہے کہ لاہور میں 43 کاریں تین اسکواڈ کاریں' ستر جیپیں' ایک سو بیاسی پک اپ اور ٹروپ کیریئرز پندرہ' جیل ویئر اسی طرح یہ کوئی 828 گاڑیاں بنتی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسے وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ڈی آئی جی اور ایس پی رینک کے آفیسرز کو گاڑیاں دی جاتی ہیں تو کیا لاہور میں 43 ایس پی اور ڈی آئی جی ہیں۔

وزیر مال: آپ کو علم ہو گا کہ لاہور ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں ڈی آئی جی بھی ہے۔ یہاں ایس پی ایک نہیں بلکہ کئی ایس پی ہیں۔ کئی ڈی آئی جی ہیں۔ یہ تو صوبائی ہیڈ کوارٹر ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال' ڈاکٹر خاور علی شاہ۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ: یہ آخری صفحے پر انہوں نے بتایا ہے کہ سپیشل برانچ کو 44 گاڑیاں مہیا کی گئی ہیں۔ اور یہ 43 کے علاوہ ہیں اور پھر لاہور پولیس کے بارے میں اس صفحے پہ بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ 132 گاڑیاں ویسے لاہور میں موجود ہیں۔ یہ جو انہوں نے تقسیم بتائی ہے اس کی میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا یہ 132 گاڑیوں کے علاوہ 44 گاڑیاں لاہور رینج والوں کے پاس ہیں۔ اس بارے میں یہ وضاحت فرمائیں۔

وزیر مال: جناب والا! سپیشل برانچ ایک علیحدہ اسٹیبلشمنٹ ہے۔ اس کی علیحدہ ایلوکیشن ہے۔ ان کے کام کی نوعیت علیحدہ ہے بلکہ اس دفعہ ہم نے ان کو یہ کام بھی سونپا ہے کہ وہ offences کے ملزمان کی بھی نشان دہی کریں۔ پہلے ان کا کام صرف رپورٹنگ تھا اب ان کا کام بھی بڑھ گیا ہے لیکن یہ جو کاروں کی بات کر رہے ہیں ان کو معلوم ہے کہ لاہور میں وہ کاریں بھی موجود ہیں وہ پرانی ہوگئی تھیں اور ان کو ہم نے گشت پر لگایا ہوا ہے۔ جو لاہور میں موبائل کاریں چل رہی ہیں ان کاروں سے اس قسم کا بھی کام لیا جاتا ہے۔ ہماری کوئی کار' کوئی وہیکل بغیر کام کے استعمال نہیں ہوتی۔

لاہور ایک بڑا شہر ہے اور یہاں پر کرائم ریٹ کا بھی آپ کو پتا ہے۔ اب بھی یہ کہتا ہوں کہ لاہور میں کاروں کی مزید ضرورت ہے تا کہ ہم کرائم کنٹرول کر سکیں۔

جناب سپیکر۔ ڈاکٹر خاور علی شاہ آخری ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ۔ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ مزید گاڑیوں کی ضرورت ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ مزید کتنی گاڑیوں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ 1992ء میں بھی تین گاڑیاں اور جاپان سے منگوائی گئی ہیں جن کی قیمت ساٹھ لاکھ ستر ہزار روپیہ اورگیارہ نسان گاڑیاں 32 لاکھ 17 ہزار 500 روپے کی گاڑیاں 1992-93ء میں منگوائی گئی تھیں۔ مزید کتنی گاڑیوں کی ضرورت ہے۔

وزیر مال۔ ڈاکٹر صاحب کو علم ہو گا کہ پچھلی دفعہ ساڑھے 12 کروڑ روپیہ وزیر اعظم پاکستان نے پنجاب کو دیا تھا اور ساڑھے 12 کروڑ روپیہ پنجاب نے خود اپنے وسائل سے مہیا کرنے کے بعد 16 کروڑ روپے کی ٹرانسپورٹ خریدی گئی تھی لیکن اگر اگر آپ لاہور کی صورت حال کو دیکھیں کیونکہ اب لاہور کی تقریباً 60/70 لاکھ کی آبادی ہے اور تھانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے آبادی بڑھ رہی ہے اور ہم نے اب پھر ڈیمانڈ دی ہے کہ ہمیں لاہور کے لیے مزید گاڑیاں دی جائیں۔ جب آپ پولیس سے یہ مانگیں گے کہ وہ موقع پر پہنچے تو پھر ڈاکٹر صاحب ان کو ٹرانسپورٹ دینا پڑے گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کا حساب کتاب ہونا چاہیے' ان سے پوچھنا چاہیے اور ان کی گرفت ہونی چاہیے لیکن جتنی دیر آپ ان کو decorate نہیں کریں گے۔ ان کو تمام آلات سے مسلح نہیں کریں گے اس وقت تک پولیس سے مطلوبہ نتائج کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ یہ ایک مقدس ایوان ہے اس نے فنڈز دیئے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے کہ وہ ہمیشہ زیر بار رہتے ہیں ان کو ہم اچھے الفاظ سے نہیں بولتے لیکن ان کے حالات بھی دیکھنے چاہییں اور ان پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ کیونکہ باہر کے ملکوں میں دو سو افراد پر ایک سپاہی ہے جبکہ ہمارے ملک میں 9 سو افراد پر ایک سپاہی ہے۔ اسی طرح ان کا سپاہی آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے جبکہ ہمارا سپاہی چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے اس لیے جب ہم ان سے متعلقہ بات کریں تو کم از کم ہمیں یہ چیزیں مد نظر رکھنی چاہییں۔ ہم معزز ممبران ہیں یہ مقدس ہاؤس ہے اس نے ان کے لیے پیسے منظور کرنے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ جب منظور کریں تو پھر اس کا حساب کتاب بھی ہونا چاہیے۔

میاں محمود الرشید۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسے ابھی وزیر موصوف یہ فرما رہے تھے

لاہور میں جرائم کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس شہر میں آبادی بھی زیادہ ہے اسی لحاظ سے لاہور کی پولیس کو انہوں نے خصوصی طور پر آلات بھی فراہم کیے ہیں اور گاڑیاں بھی دی ہیں۔ اب ان کے دیے ہوئے اعدادوشمار کے مطابق کوئی 9 سو کے قریب گاڑیاں اور موٹر سائیکل تو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں جو کہ لاہور میں گھوم رہے ہیں۔ اور جرائم کے تناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصی طور پر دو تین سال پہلے یہ سارے انتظامات کیے گئے تھے۔ جبکہ لاہور شہر کے اندر آج بھی روزانہ پہلے سے زیادہ یعنی یہ چیزیں فراہم کرنے کے بعد کرائم ریٹ پہلے سے بڑھ گیا ہے پہلے سے کم نہیں ہوا۔ اور لاہور شہر کی آبادیاں علامہ اقبال ٹاؤن' ماڈل ٹاؤن' گلبرگ اور کینٹ کے علاقہ میں ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں کے بارے میں اخبارات میں آپ پڑھتے رہتے ہوں گے اور لاہور کے شہری آج اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ غیر محفوظ تصور کرتے ہیں۔ رات کے اندھیروں میں نہیں بلکہ دن کے اجالوں میں جب male ممبرز گھر پر نہیں ہوتے تو ان وارداتوں کا ارتکاب ہوتا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد بھی کروڑوں کی یہ چیزیں فراہم کرنے کے بعد بھی آیا حکومت اس بارے میں کوئی خصوصی اقدامات کر رہی ہے کہ یہ جو کرائم ریٹ پہلے سے بڑھا ہے اس کو کس طرح سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟

وزیر مال: جناب سپیکر! ہمارے دوست کو یہ علم ہے کہ لاہور پر خصوصی توجہ دی گئی اور وزیر اعظم پاکستان نے خصوصی طور پر اس پر نظر رکھی۔ اور جب اتنی بڑی آبادی ہو گی تو ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ کوئی واردات نہیں ہو گی اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ وجوہات کو اس دن ڈسکس کریں گے جو دن لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے مخصوص ہے۔ آپ نے اور میں نے بھی دیکھا ہے کہ لاہور میں چوری ہوتی ہے' ڈکیتی ہوتی ہے لیکن آج سے دو تین سال پہلے جس قسم کی وارداتیں لاہور میں ہو رہی تھیں ان کو ہم نے ہمیشہ کے لیے سٹاپ کر دیا ہے۔ یہ آپ دیکھیں کہ جو اغواء برائے تاوان abduction for ransom تھی اس قسم کی کتنی وارداتیں اس لاہور میں ہوئی تمام کو locate کیا' تمام کو گرفتار کیا اور تمام کو بند کیا اور اب ایسی وارداتیں انشاء اللہ نہ تو repeat ہوئی ہیں اور نہ ہی repeat ہوں گی۔ اسی طرح آپ بینک ڈکیتی کی بات کر لیں یہاں پر کتنی بینک ڈکیتیاں ہوتی تھیں اور میرے دوست میرے ساتھ جاتے رہے ہیں لیکن جب سے انتظامات کیے گئے ہیں تو بینک ڈکیتی لاہور میں repeat نہیں ہوئی۔ جو کوئی اچھا کام ہے اسے اچھا کام کہنا چاہیے لیکن جب 60/70

لاکھ کی آبادی ہو گی تو اس میں کچھ نہ کچھ تو ہوتا رہے گا۔ اس کو کنٹرول کرنے کے لیے ہم نے یہ advice کی ہے۔ ہم نے اسی لیے ان کو وائرلس سیٹ دیئے ہیں۔ ان کو equip کیا ہے ان کو جدید ترین اسلحہ دیا ہے ان کو گاڑیاں دی ہیں۔ اور پولیس پوسٹیں قائم کر رہے ہیں۔ اور ہم تھانوں کی حدود کو further demarcate کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو نزدیک سے نزدیک گرفت میں لایا جا سکے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ free registration بھی ٹھیک کی ہے۔ لیکن محمود الرشید صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ بھی ٹھیک کر رہے ہیں کہ جب ہم اتنا کچھ دے رہے ہیں تو پھر ہمیں ان کو دیکھنا بھی چاہیے میں اس کو endorse کرتا ہوں اور اس کے لیے ہم مزید انتظامات کر رہے ہیں۔ اور ہم وائرلس سیٹ سے اس طرح connect کریں گے کہ کسی ملزم کو کسی واردات کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ لاہور شہر سے باہر چلا جائے۔

جناب سپیکر: اگلے سوال کے لیے فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر 1105

قومی رضا کاروں کو روزینہ کی عطائیگی

*1105۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبے کے ہر تھانے میں نفری کی کمی دور کرنے کے لیے قومی رضا کار بھرتی کیے جاتے ہیں اگر ایسا ہے تو کیا ان قومی رضا کاروں کی بھرتی ڈیوٹی تنخواہ یا اعزازیہ کے بارے میں کوئی مستقل ضابطہ موجود ہے۔ اگر ہے تو اس کی تفصیلات سے ایوان کو مطلع فرمایا جائے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ان قومی رضاکاروں سے ڈیوٹی تو کافی سخت لی جاتی ہے لیکن ان کو ایک عام مزدور کے روزینہ کے مطابق بھی روزینہ نہیں دیا جاتا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ ناانصافی اور شہریوں کی حوصلہ شکنی نہیں اور کیا اس طرح شریف شہریوں کی بجائے تاؤث ہی اس کام کو ترجیح دیں گے؛

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) یہ درست ہے کہ پولیس کی معاونت کے لیے قومی رضا کار بھرتی کیے جاتے ہیں تنظیم پولیس قومی رضاکاران سال 1950ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں باقاعدہ رولز بنائے

گئے۔ 1965ء میں اس کی از سر نو تنظیم کی گئی۔ اور مغربی پاکستان قومی رضا آرڈیننس 1965ء جاری کیا گیا اس آرڈیننس کے تحت سال 1966ء میں قومی رضا کار رولز بھی بنائے گئے قومی رضا کاروں کی بھرتی ڈیوٹی' تنخواہ/اعزازیہ کا تعین انہی رولز کے تحت ہوتا ہے قومی رضا کاران حسب ضرورت مقامی پولیس کے شانہ بشانہ' شب گشت' ناکہ بندی' عرس ہائے بزرگان دین' محرم الحرام' عید میلادالنبی اور دیگر ایمرجنسی کے دنوں کے دوران خدمت سر انجام دیتے ہیں۔ جس کے سلسلہ میں حسب ذیل اعزازیہ دیا جاتا ہے۔

1۔	ڈسٹرکٹ کمانڈر	14 روپے یومیہ
2۔	کمپنی کمانڈر	10 " "
3۔	پلاٹون کمانڈر	10 " "
4۔	سیکشن کمانڈر	10 " "
5۔	رضا کار	8 " "

بشرطیکہ تین یوم متواتر ڈیوٹی دی جائے۔

(ب) معاوضہ کی موجودہ شرح 1986ء سے نافذ العمل ہے۔ قومی رضاکاران پنجاب کے دیرینہ مطالبہ اور مصارف زندگی میں اضافہ کو مدنظر رکھتے ہوئے گزشتہ سال 1990ء میں یومیہ الاؤنس پر مناسب نظر ثانی کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ تاہم محکمہ خزانہ نے وسائل کی کمی کی وجہ سے تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اب یہ معاملہ دوبارہ محکمہ خزانہ کو نظر ثانی کے لیے تحریک کیا گیا ہے۔

(ج) اس امکان کے تدارک کے لیے معاوضہ میں مناسب اضافہ حکومت کے زیر غور ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ اس میں میں نے ایک صورت حال کی نشان دہی کی تھی کہ قومی رضا کاروں کو جو روزینہ دیا جاتا ہے یہ 8 روپے' 10 روپے اور 14 روپے بہت ہی قلیل ہے یعنی اس میں ایک گھنٹے کے لیے بھی مزدور نہیں ملتا جبکہ ان سے ڈیوٹی 12 گھنٹے لی جاتی ہے ان کے ساتھ صرف ٹاؤٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی مدد آپ کے تحت خود ہی اپنے پیسے پیدا کر لیتے ہیں حکومت نے اس سے جز (ج) میں اتفاق بھی کیا ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اس میں

اضافہ پہلے 36 سالوں کے بعد ہوا ہے۔ 1950ء میں قائم ہوئے اور پھر یہ شرح revise ہوئی ہے۔ 1986ء میں اب وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ جو اس وقت ان کو اعزازیہ دیا جاتا ہے اس میں کتنے سالوں کے بعد اضافہ کیا جائے گا۔

وزیر مال، جناب سپیکر! یہ صحیح ہے کہ یہ جو تنظیم ہے یہ کام بہت کرتی ہے ہم اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ یہ لوگ voluntarily کام کرتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو بالکل pay نہیں کر رہے۔ میں نے جو گوشوارہ دیا ہے یہ nominal سا ہے کہ ڈسٹرکٹ کمانڈر کو 14 روپے کمپنی کمانڈر کو 10 وغیرہ وغیرہ یہ اعزازیہ کچھ بھی نہیں ہے لیکن ان سے ہم الیکشن میں ڈیوٹیاں لیتے ہیں فلڈ میں ڈیوٹیاں لیتے ہیں اور کسی آفت یا ایمرجنسی میں ڈیوٹیاں لیتے ہیں۔ یہ ایک پوری تنظیم ہے پہلے بھی ہم نے ایک دو دفعہ لکھا ہے لیکن اب ہم نے محکمہ خزانہ کو ایک بار پھر تحریک کیا ہے اور اس کے لیے 11 اکتوبر 1992ء کو محکمہ خزانہ کو لکھا ہے۔ جواب نہ موصول ہونے پر ہم نے 24 جنوری 1993ء کو لکھا ہے اور اب ہم یہ بات جناب وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں لائے ہیں کیونکہ یہ financial constraints کی بات ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ اس بجٹ میں ان کے لیے کسی معقول معاوضے کا بندوبست کریں گے۔

جناب سپیکر، جی وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر مال، میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

*1259۔ **ملک احمد علی اولکھ،** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ مورخہ 15 دسمبر 1990ء کو مسمی محمد رفیق ولد حاجی رحمت اللہ ساکن شوکت کالونی بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور کے مکان پر ڈاکہ زنی کی واردات ہوئی اور ڈاکو 77 ہزار روپے کی رقم اور دو عدد گھڑیاں لے کر فرار ہو گئے۔

(ب) آیا یہ بھی امر واقع ہے کہ اس وقوعہ کی رپورٹ تھانہ شاہدرہ لاہور میں بذریعہ ایف آئی آر نمبر 467 مورخہ 15 دسمبر 1990ء کو درج کرائی گئی لیکن آج تک نہ تو ملزم گرفتار ہوئے اور نہ ہی مسروقہ مال برآمد ہوا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو عرصہ ایک سال گزرنے کے باوجود کوئی کارروائی نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور اس کوتاہی کی ذمہ داری کس افسر پر عائد ہوتی ہے۔ نیز حکومت کب تک کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) یہ درست ہے کہ مسمی محمد رفیق ولد حاجی رحمت اللہ ساکن شوکت کالونی شاہدرہ لاہور کے گھر میں نامعلوم افراد نے مورخہ 15 دسمبر 1990ء کو ڈاکہ زنی کی واردات کی۔ جس میں ملزمان نے نقدی مبلغ -/16000 روپے دو عدد سیکرن گھڑیاں اور پرائز بانڈز مالیتی -/61,000 روپے کا سرقہ بالجبر کیا۔

(ب) اس وقوعہ کے متعلق مقدمہ تھانہ شاہدرہ میں ایف آئی آر نمبر 467 مورخہ 15 دسمبر 1990ء زیر دفعہ 450/380 ت۔پ 79-6-17 اسلامک لاء درج ہوا۔ اس مقدمہ میں مسمیان محمد طفیل، محمد علی، محمد جاوید، عرف گٹو زیر دفعہ 54 ض ف گرفتار ہوئے۔ محمد طفیل، محمد علی ملزمان کا 2 دن کا جسمانی ریمانڈ لے کر تفتیش کی گئی۔ مگر ان ملزمان سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ لہذا علاقہ مجسٹریٹ سے ڈسچارج ہوئے۔ محمد جاوید عرف گٹو جن کا 12 دن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کیا۔ اس مقدمہ کی برآمدگی تو نہ ہو سکی مگر مقدمہ نمبر 531/91، 149/91 تھانہ مزنگ و قلعہ گوجر سنگھ کی برآمدگیاں ہوئیں۔ مزید برآں مدعی محمد رفیق کی استدعا پر مزید 13 مشتبہ افراد کو شامل تفتیش کیا گیا۔ مگر برآمدگی نہ ہو سکی۔ مقدمہ ہذا میں مقامی پولیس نے رپورٹ عدم پتہ مرتب کی ہے۔

(ج) جواب (الف) و (ب) بالا اس کے مظہر ہیں کہ پولیس نے اپنی طرف سے ضروری کارروائی کی ہے اور کثیر تعداد میں سے شبہ گان کی تفتیش کی ہے۔ خود مدعی مقدمہ کے کہنے پر مندرجہ ذیل 13 افراد کو شامل تفتیش کیا۔ 1۔ جہانگیر ولد بشیر 2۔ جگا ولد اللہ بخش 3۔ محمد منیر ولد محمد شریف 4۔ سلطان ولد غلام نبی سکنہ بیگم کوٹ 5۔ اعجاز نسیم عرف پپو ولد فیض علی قوم بھٹی سکنہ جدید رانا ٹاؤن 6۔ مشتاق احمد عرف مشتاقی ولد شفیع قوم راجپوت چک 41 آدھیاں روڈ فیروز والہ 7۔ منورحسین ولد محمد علی راجپوت سکنہ فیروز والہ 8۔ غلام اصغر کاکا ولد محمد اشرف مغل سکنہ بیگم کوٹ 9۔ جاوید عرف جید و شیخ 10۔ محمد آصف ولد محمد خالد سکنہ

چیھاں والہ مغل پارک شاہدرہ 11۔ محمد آصف ولد محمد خالد 12۔ شہباز ولد کرامت علی گجر 13 ۔ جاوید عرف جید و ولد فضل حسین شیخ۔ مگر بسیار کوشش کے باوجود برآمدگی نہ ہو سکی۔

قابل ضمانت مقدمات کی تعداد

*1433۔ جناب ایس۔ اے۔ حمید، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب بھر میں کتنے قابل ضمانت جرائم کے مقدمات درج ہوئے۔

(ب) کیا پولیس قابل ضمانت جرائم میں ضمانت لینے کی مجاز ہے اگر ہے تو 91-1990ء میں پنجاب پولیس نے قابل ضمانت جرائم میں کتنے مقدمات میں ضمانتیں لیں ضلع وار تفصیل فراہم کی جائے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ قابل ضمانت جرائم کے مقدمات میں قانون کے مطابق عمل نہ ہو رہا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) برائے سال 91-1990ء پنجاب بھر میں کل 99,245 قابل ضمانت مقدمات درج ہوئے۔

(ب) پنجاب پولیس نے 91-1990ء میں کل 23,278 مقدمات کی ضمانت ہائے لی ہیں۔ جن کی ضلع وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) سال 91-1990ء میں عدالت نے کل 74.451 قابل ضمانت مقدمات میں ضمانتیں لیں۔

(د) قابل ضمانت جرائم میں قانون کے مطابق عمل ہو رہا ہے جو ملزمان قابل ضمانت جرائم میں ملوث ہوتے ہیں اگر وہ بوقت گرفتاری تفتیشی آفیسر کو تسلی بخش ضمانت مچلکہ پیش کریں تو انہیں ضمانت پر رہا کرتا ہے بصورت دیگر انہیں روبرو عدالت مجاز میں پیش کر دیا جاتا ہے۔

ناجائز ہتھیاروں کی برآمدگی

*1434۔ جناب ایس۔ اے۔ حمید، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت پنجاب میں ناجائز ہتھیاروں کی برآمدگی کے سلسلہ میں کتنے قوانین نافذ العمل ہیں۔

(ب) کیا یہ پولیس کے صوابدیدی اختیار میں ہے کہ نافذ العمل قوانین میں سے جس کا چاہے استعمال کرے۔

(ج) کیا ان قوانین کے تحت سارے مقدمات کی سماعت کا اختیار ایک ہی عدالت کو ہے یا مختلف عدالتوں کو۔

(د) کیا کوئی ایسی تجویز حکومت کے زیر غور ہے کہ اس نوعیت کے تمام مقدمات کی سماعت ایک ہی عدالت کرے؟

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) پنجاب میں اس وقت ناجائز ہتھیاروں کی برآمدگی کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو قوانین نافذ العمل ہیں۔

(1) آرمز آرڈیننس 1965ء

(2) ناجائز اسلحہ سے دست بردار ہونے کا آرڈیننس 1991ء

(SURPENDER OF ILLICIT ARMS ORDINANCE 1991)

(ب) یہ پولیس کے صوابدیدی اختیارات میں نہ ہے کہ نافذالعمل قوانین میں سے جس کا چاہے استعمال کرے۔ البتہ اس کا انحصار مندرجہ ذیل نکات پر ہے۔

(i) جرم کی نوعیت

(ii) برآمد شدہ ناجائز اسلحہ کی نوعیت

(iii) گواہان استغاثہ کی شہادت کی نوعیت

(ج) ان سارے مقدمات کی سماعت کا اختیار صرف ایک ہی عدالت کو نہ ہے بلکہ مندرجہ ذیل مختلف عدالتوں کو ہے۔

(i) عدالت مجسٹریٹ درجہ اول

(ii) عدالت مجسٹریٹ دفعہ 30

(iii) عدالت سیشن

(iv) خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی

(v) فی الحال ایسی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہ ہے۔

غیر اخلاقی ویڈیو کیسٹس کی فروخت

*1560۔ **ڈاکٹر محمد افضل اعزاز**، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا پنجاب میں ویڈیوں کیسٹ کی دکانیں کھولنے کے لیے کسی اجازت نامے کی ضرورت پڑتی ہے اگر ہاں تو یہ فریضہ کون سا محکمہ کن بنیادوں پر سرانجام دیتا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ان ویڈیو کیسٹ کی دکانوں پر ننگی جنسی فلمیں /بلیو پرنٹس بغیر کسی رکاوٹ اور پابندی کے نہایت ارزاں کرایہ پر دی جاتی ہیں یا فروخت کی جا رہی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس مکروہ کاروبار سے حکومت کے کون سے مقاصد کار فرما ہیں۔

(ج) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ نوجوان نسل عریانی و فحاشی کے اس سیلاب میں غرق ہو رہی ہے اور معاشرے میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو حکومت نے اب تک اس اخلاقی و معاشرتی تباہی کے سیلاب کے لیے کیا کیا عملی اقدامات کیے ہیں؟

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پنجاب میں ویڈیو کیسٹ کی دکانیں کھولنے کے لیے کسی اجازت نامے کی ضرورت نہیں ہے آئین کی دفعہ 18 کے تحت ہر شہری ہر قسم کا قانونی پیشہ یا کاروبار کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی قسم کی ایسی قانونی خلاف ورزی نہ کرے جو کہ کسی کاروبار کے سلسلہ کسی قانون یا قواعد کے تحت کسی مجاز اتھارٹی نے عائد کی ہو۔

(ب) یہ درست ہے کہ ویڈیو کیسٹ کی دکانوں پر فلمیں کرایہ پر دی جاتی ہیں۔ تاہم جونہی فحش فلموں وغیرہ کے بارے میں کوئی رپورٹ موصول ہو یا چھاپہ کے دوران ایسی فلمیں پکڑی جائیں تو قانون کے مطابق کارروائی کی جاتی ہے۔ چونکہ حکومت کا اس کاروبار سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے اس کاروبار سے حکومت کے کسی مقاصد کے کارفرما ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) حکومت فحاشی اور عریانی کے رجحانات کا سختی سے نوٹس لے رہی ہے۔ ضلعی انتظامیہ / پولیس کو سخت ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ وہ قابل اعتراض ویڈیو کیسٹوں /فلموں / پوسٹروں وغیرہ کے خلاف فوری طور پر ضروری قانونی کارروائی کریں اس سلسلہ میں مجسٹریٹوں کی نگرانی میں گاہے بگاہے چھاپے مار کر قابل اعتراض مواد کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

پولیس فائرنگ سے طلباء کی ہلاکت

*1571۔ جناب غلام سرور خان، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) 27 اپریل 1992ء کو منڈی بہاؤ الدین میں پولیس فائرنگ سے دو طلباء کے قتل اور زخمی ہونے کے سلسلہ میں درج کی گئی ایف آئی آر کی نقل ایوان میں پیش کی جائے۔

(ب) ایف آئی آر میں مندرج ملزمان میں سے اب تک کتنے گرفتار ہوئے ہیں اور کتنے مفرور ہیں۔ گرفتار شدہ ملزمان کے نام اور پتہ کیا ہیں اور جو ملزمان ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے اس کی وجہ کیا ہے؟

(ج) اس واقعہ میں ملوث کتنے افسران کو معطل اور تبدیل کیا گیا ہے۔ تفصیل نام مع عہدہ مہیا کیا جائے؟

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) دراصل وقوعہ متذکرہ سوال مورخہ 27-4-92 کو نہیں۔ بلکہ 26-4-92 کو عمل میں آیا۔ اس وقوعہ کی نسبت غلام حیدر مدعی کی تحریری شکایت پر مقدمہ 139 مورخہ 26-4-92 جرم 324/302 ت پ تھانہ کٹھیالہ شیخاں درج رجسٹر ہوا۔ نقل ایف آر لف ہے۔

(ب) مدعی نے رپورٹ ابتدائی میں مجسٹریٹ یثرب ہنجرا اور ڈی ایس پی چودھری مراتب علی کا مع پولیس فورس موقعہ پر پہنچنے کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر ان ہر دو افسران کے ذمہ وقوعہ ہذا میں کوئی مخصوص الزام بھی منسوب نہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ایف آئی آر میں کسی اور ملزم کو نامزد نہ کیا گیا ہے۔ تاہم دوران تفتیش ڈی ایس پی صاحب پھالیہ افسر تفتیش کنندہ نے وقوعہ ہذا میں مبینہ فائرنگ کرنے کے سلسلہ میں معقول شبہ کی بناء پر دو کانسٹیبلوں مسمیان محمد زمان نمبر 1365 اور محمد ارشد نمبر 273 جو کہ رپورٹ ابتدائی میں نامزد نہ ہیں کو زیر دفعہ 54 ض ف گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا تھا۔ ان کے پتے حسب ذیل ہیں۔

1۔ کانسٹیبل محمد زمان ولد محمد خان سکنہ رز نندوالی تھانہ صدر لالہ موسیٰ ضلع گجرات۔

2۔ کانسٹیبل محمد ارشد ولد محمد اکرم سکنہ کنجاہ ضلع گجرات

(ج) وقوعہ مندرجہ بالا کے سلسلہ میں حکومت پنجاب کی ہدایت پر ایک ٹربیونل پر مشتمل ایڈیشنل سیشن جج صاحب گجرات نے مبینہ وقوعہ فائرنگ کی انکوائری کی جس میں ٹربیونل نے ڈی

ایس پی چودھری مراتب علی اور دو انسپکٹر صاحبان مسمیان محمد انور ایس ایچ او کھڈیاں اور انسپکٹر محمد صدر ایس ایچ او سٹی منڈی بہاؤ الدین کو اس وقوعہ کا مورد الزام ٹھہرایا۔ چنانچہ انکوائری رپورٹ کی روشنی میں جو حکم گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے موصول ہوا۔ اس کی تعمیل میں ڈی ایس پی چودھری مراتب علی کو جو کہ ضلع ہذا سے قبل ازیں تبدیل ہو کر سی پی او لاہور چلے گئے تھے کو 27-8-91 کو معطل کیا گیا۔ جبکہ ہر دو انسپکٹر صاحبان متذکرہ بالا محمد انور اور ملک محمد صدر کو بھی معطل کیا گیا۔ جن کے خلاف انضباطی کارروائی بھی ہو رہی ہے۔

علاوہ ازیں اس واقعہ کے سلسلہ میں حسب ذیل ملازمان پولیس ضلع گجرات جو کہ زیر دفعہ 54 ض ف گرفتار ہوئے تھے کو بھی معطل کیا گیا تھا (1) محمد زمان کانسٹیبل نمبر 1365 (2) محمد ارشد کانسٹیبل نمبر 273

نیز مندرجہ ذیل ملازمان پولیس متعلقہ سٹی منڈی بہاؤ الدین کو بھی فوری طور پر اس وقوعہ کے سلسلہ میں تبدیل پولیس لائن کیا گیا تھا۔

(1)	احمد نواز 1711/سی	(2)	ریاض احمد 1315/سی
(3)	محمد اسلم حیات 1587/سی	(4)	مظہر اقبال 1520/سی
(5)	غضنفر خالد 355/سی	(6)	جاوید اقبال 505/سی
(7)	سکندر ممتاز 1489/سی		

مقدمہ بالا کی تفتیش بحکم انسپکٹر جنرل پولیس صاحب رینج کرائم گوجرانوالہ کے سپرد کی گئی۔ دریں اثناء مقدمہ بالا میں سید محمد بنیامین صوبائی مشیر نے دونوں فریقین کی صلح کروا دی ہے اور دونوں فریقین ایک دوسرے کے خلاف قانونی کارروائی نہیں چاہتے۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ زیر دفعہ 154 مجموعہ فوجداری ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب کانسٹیبلری میں بھرتی

*1721۔ ڈاکٹر محمد شفیق، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پنجاب کانسٹیبلری نے مئی اور جون 1992ء میں فیصل آباد اور سرگودھا ڈویژن سے کتنے

کانسٹیبل بھرتی کیے ان کے نام پتے، تعلیمی استعداد، قد، چھاتی اور فیمی کلیم کیا ہیں۔

(ب) آیا تمام امیدوار میرٹ پر بھرتی ہوئے ہیں اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پنجاب کانسٹیبلری میں مئی اور جون 1992ء میں فیصل آباد اور سرگودھا ڈویژن سے 75 کانسٹیبل بھرتی کیے گئے۔ ان کے نام، پتے، تعلیمی استعداد، چھاتی اور قد وغیرہ کے بارے میں گوشوارہ الف ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) پنجاب کانسٹیبلری میں بھرتی میرٹ سسٹم کے تحت کی گئی ہے۔

راولپنڈی میں سنگین وارداتوں کا تدارک

*1764۔ **چودھری محمد حنیف**، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ راولپنڈی کے تھانہ گنج منڈی کے علاقہ میں مختلف اوقات میں سریا مار کر تین افراد کو شدید مضروب کیا گیا تھا اگر ہاں تو کیا راولپنڈی پولیس نے اس سنگین واردات میں ملوث افراد کو گرفتار کر لیا ہے یا نہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ گنج منڈی پولیس کے عملہ کی نااہلی کی وجہ سے ایسی وارداتیں ایک معمول بن چکی ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان ملزمان کی گرفتاری اور سزا دلوانے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ تفصیلاً بیان کی جائے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) ماہ جولائی 1992ء تھانہ گنج منڈی اور سٹی میں 7 مختلف واقعات میں نامعلوم ملزمان نے سریا مار کر کچھ دکانداروں کو مضروب کیا۔ 16-7-92 کو 4 کس ملزمان جمعہ خان کی دکان پر آئے اور ان میں سے ایک ملزم نے اسے سریا مارا۔ پولیس ملازمان موقع پر پہنچ گئے۔ اور خیال الرحمن، وارث خان، نذیر احمد اور صوفی غلام پرویز ملزمان کو قابو کر لیا۔ ان ملزمان نے دوران تفتیش 16-7-92 کے وقوعہ کے علاوہ 7 مزید واقعات میں ملوث ہونے کا انکشاف کیا۔ ان سب واقعات کے بارے میں راولپنڈی کے تھانہ گنج منڈی اور تھانہ سٹی میں مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ ملزمان گرفتار ہو کر جیل جا چکے ہیں۔

(ب) یہ غلط ہے کہ تھانہ گنج منڈی کے عملہ کی سستی اور نااہلی کی وجہ سے یہ وارداتیں ہوئیں۔ تھانہ گنج منڈی کے پولیس جرائم پر قابو پانے کے لیے ہر وقت چوکس ہے۔

(ج) ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ مال مسروقہ اور آلات ضربات بھی برآمد ہو چکے ہیں۔ ملزمان کے خلاف سات مقدمات کے چالان عدالت میں دیے جا چکے ہیں ایک مقدمہ ابھی تک زیر تفتیش ہے۔

راولپنڈی میں منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی

*1769 **چودھری محمد حنیف،** کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 1990ء سے آج تک پولیس نے راولپنڈی میں منشیات فروشوں کے خلاف اب تک کیا کیا کارروائی کی ہیں۔

(ب) پولیس بڑے بڑے منشیات فروش اور جوئے کے اڈے چلانے والوں پر ہاتھ ڈالنے سے کیوں خوف زدہ ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ گنج منڈی تھانہ کے علاقہ میں پولیس کے ملی بھگت سے ہیروئن فروخت ہو رہی ہے اور ان کی سرپرستی میں جوئے کے اڈے چل رہے ہیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے اس سلسلے میں اب تک کیا کارروائی کی ہے۔ منشیات اور جوئے کے اڈے چلانے والوں کے خلاف کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔ اور ان اڈوں کا کب تک خاتمہ کر دیا جائے گا؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) سال 1990ء سے لے کر 31-12-92 تک پولیس نے راولپنڈی میں منشیات فروشوں کے خلاف بھرپور کارروائی کی ہے۔ منشیات کے قانون کے تحت 8155 مقدمات درج ہوئے۔ ان مقدمات میں 8347۔ افراد کے خلاف کارروائی کی گئی۔ 167-231 کلو گرام ہیروئن 1233.87 کلو گرام چرس 133-383 کلو گرام افیون۔ 51621 بوتلیں شراب 300 لیٹر لاہن برآمد ہوئی۔ 906 شرابی اشخاص گرفتار ہوئے۔ اس کے علاوہ 56 عدد کیپسول' 569 پوست کے پودے اور 890 پوست کے ڈوڈے بھی برآمد ہوئے۔ شراب کی دو بھٹیوں کے خلاف بھی کارروائی کی گئی۔

(ب) منشیات فروشوں کے خلاف کی گئی کارروائی جس کی تفصیل جواب جز (الف) میں دی گئی ہے۔ اس تاثیر کو غلط ثابت کرتی ہے کہ پولیس بڑے بڑے منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی سے گریزاں ہے۔

جوئے کے اڈے چلانے والوں کے خلاف بھی پولیس نے اس عرصہ میں پوری کارروائی کی 205 مقدمات جواریوں کے خلاف درج ہوئے۔ 1528 افراد گرفتار ہوئے۔ داؤ پر لگی ہوئی رقم -/354872 روپے 251 عدد گھڑیاں 11 عدد انگوٹھیاں 2- عدد لاکٹ برآمد کیے گئے۔ اس کارروائی سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جوے کے اڈے چلانے والوں پر ہاتھ ڈالنے سے پولیس خوفزدہ نہ ہے۔

(ج) یہ غلط ہے کہ تھانہ گنج منڈی میں پولیس کی ملی بھگت سے ہیروئن فروخت ہو رہی ہے۔ تھانہ گنج منڈی کی پولیس نے منشیات کے قوانین کے تحت کارروائی کی۔ یکم جنوری 1990ء سے لے کر 31-12-92 تک 887 مقدمات درج ہوئے اور 61.653 کلو گرام ہیروئن 217.711 کلو گرام چرس۔ 562 کلو گرام افیون -3837 کپیاں شراب برآمد ہوئی۔ یہ بھی غلط ہے کہ پولیس کی سرپرستی میں تھانہ گنج منڈی میں جوئے کے اڈے چل رہے ہیں۔ علاقہ تھانہ گنج منڈی میں کوئی مستقل جوا خانہ نہ ہے۔

(د) مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مقامی پولیس پوری مستعدی سے منشیات فروشوں اور قمار بازوں کے خلاف سر گرم عمل ہے۔

لڑکی کے ساتھ زیادتی کے ملزمان کی گرفتاری

*1818-خان غلام سرور خان: کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ 18 اگست 1992ء کو تھانہ شاد باغ لاہور کے ایس ایچ او ہدایت علی نے ایک بے کس اور غریب لڑکی کو ناجائز طور پر اپنے مکان پر رکھا۔ جہاں ایس ایچ او کے ملازم نے اس غریب لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مسٹر ارشاد حسین سیٹھی صاحب ایم پی اے نے بھی اس واقعے کی مذمت کی تھی اور ایس ایچ او کے خلاف واضح الزامات لگائے تھے۔

(ج) کیا اس اندوہناک واقعے کے متعلق کیس رجسٹر کیا گیا ہے اگر ہاں تو کیس کس جرم کے

تحت رجسٹر کیا گیا اور ملزمان کے نام کیا ہیں۔ کتنے ملزمان گرفتار کیے جا چکے ہیں اور کتنے مفرور ہیں۔ اگر کیس رجسٹر نہیں کیا گیا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) اس واقعہ کے بارے میں مقدمہ نمبر 256 مورخہ 9-8-92 کو بجرم 10-7-79 حدود آرڈیننس تھانہ شاد باغ درج ہو چکا ہے۔ اس کی تفتیش ڈی ایس پی ہیڈ کوارٹر سٹی نے کی دوران تفتیش نذیر احمد ملزم گناہ گار ثابت ہوا۔ اس کو حوالات جوڈیشنل بھجوا دیا گیا ہے۔

موٹر سائیکلوں کی خریداری کی تفصیلات

*1844-ڈاکٹر سید وسیم اختر، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پولیس نے حال ہی میں گشت کے لیے نئی سوزو کی نجا موٹر سائیکل خریدیں ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ موٹر سائیکلیں کب اور کتنی تعداد میں خریدی گئیں فی موٹر سائیکل کتنی لاگت ادا کی گئی اس سلسلہ میں کتنی بار ٹینڈر طلب کیے گئے اور ان ٹینڈرز کی تفصیل کیا ہے اور یہ کس ادارے سے خرید کیے گئے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) یہ درست ہے کہ مالی سال 92-1991ء کے دوران پولیس کے لیے سوزو کی نجا موٹر سائیکل 100 سی سی خرید کیے گئے۔

(ب) متذکرہ بالا موٹر سائیکلوں کی کل تعداد 411 تھی۔ اس سلسلے میں صرف ایک بار ٹینڈر طلب کیے گئے اور قواعد کے مطابق شرائط پر پوری اترنے والی فرم میسرز اٹلانٹک ٹریڈرز لاہور سے بحساب مبلغ -/30,000 روپے فی موٹر سائیکل خرید کیے گئے۔ جن پر مبلغ -/1,23,30,000 روپے لاگت آئی۔

محکمہ پولیس میں مقدمات کے اندراج کی کیفیت

*1860-جناب ریاض فتیانہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پولیس میں کل درج مقدمات کا ایک چوتھائی جھوٹے ہوتے ہیں۔
(ب) کیا یہ درست ہے کہ سال کے اختتام پر سابقہ کمی کو پورا کرنے کے لیے مقدمات کے اندراج کی بھرمار ہو جاتی ہے۔
(ج) پنجاب بھر میں کل مقدمات کے اندراج کی فی ماہ تعداد فراہم کی جائے۔
(د) کیا یہ درست ہے کہ زیادہ مقدمات کے اندراج کا مقابلہ ہوتا ہے اور جو افسر یا تھانہ یا ضلع اول آئے اسے خصوصی انعام و سرٹیفکیٹ سے نوازا جاتا ہے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) یہ درست نہ ہے کہ کل درج مقدمات کا ایک چوتھائی مقدمات جھوٹے ہوتے ہیں۔ 1991ء کے دوران کل 1,71,902 مقدمات درج ہوئے۔ جن میں 8792 مقدمات بعد تفتیش جھوٹا ثابت ہونے پر خارج ہوئے۔ جو کل تعداد کا 5.1 فی صد بنتا ہے۔ اسی طرح 1992ء کے دوران کل 1,72,865 مقدمات درج ہوئے۔ جن میں 8528 مقدمات بعد تفتیش جھوٹا ثابت ہونے پر خارج ہوئے۔ جو کہ کل تعداد کا 4.9 فی صد بنتا ہے۔
(ب) یہ درست نہ ہے۔
(ج) گوشوارہ ایوان میں پیش کر دیا گیا ہے۔
(د) یہ درست نہ ہے۔ کارکردگی کا معیار مقدمات کی تعداد نہیں ہوتی ہے۔ کارکردگی کا معیار جرائم کی روک تھام اور درج شدہ مقدمات کی سراغ رسانی ہے۔

فیصل آباد میں کانسٹیبلری کی بھرتی

*1870-جناب ریاض فتیانہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پچھلے دنوں فیصل آباد میں پنجاب کانسٹیبلری میں بھرتی ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہے تو بھرتی شدہ افراد کی فہرست بمعہ پتا جات اور تعلیمی و جسمانی اہلیت معزز ایوان میں پیش کی جائے۔
(ب) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد پولیس لائن میں بھرتی کے روز کم و بیش پانچ ہزار افراد بھرتی کی لیے آئے تھے لیکن چند سو افراد کے انٹرویو کرکے بقایا افراد کی جانچ پڑتال ہی نہیں کی گئی۔ جس وجہ سے کئی زیادہ اہل افراد بھرتی سے محروم رہ گئے۔

(ج) پنجاب کانسٹیبلری میں آئندہ بھرتی کب کی جائے گی؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی):

(الف) پنجاب کانسٹیبلری میں مئی اور جون 1992ء میں فیصل آباد اور سرگودھا ڈویژن سے 75 کانسٹیبل بھرتی کیے گئے۔ ان کے نام پتے۔ تعلیمی استعداد۔ چھاتی اور قد وغیرہ کے بارے میں گوشوارہ الف ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) فیصل آباد پولیس لائن میں مورخہ 30-5-92 کو تقریباً تین ہزار امیدوار بھرتی کے لیے آئے۔ تمام حاضر آمدہ امیدواران کی چھاتی کی پیمائش، تعلیمی اسناد اور دیگر کوائف کی پڑتال کی گئی۔ انٹرویو نہیں لیا گیا۔ صبح سے رات ایک بجے تک مسلسل تمام امیدواران کے کوائف کی جانچ پڑتال کی گئی۔ ممکن ہے کہ وقت کی زیادتی کی وجہ سے کچھ لوگ انتظار کی زحمت کیے بغیر چلے گئے ہوں۔ تاہم تمام حاضر امیدواروں کی چھاتی کی پیمائش اور کوائف کی جانچ پڑتال کی گئی۔ کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا گیا۔

(ج) آئندہ بھرتی حسب ضرورت۔ مناسب وقت پر خالی اسامیوں اور ٹریننگ کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی جائے گی۔فوری طور پر ایسا کوئی پروگرام نہیں ہے۔

منشیات کے مقدمات کا اندراج

*2153-ڈاکٹر ممتاز علی چودھری، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ضلع اوکاڑہ میں 1991-92ء میں منشیات کے کتنے مقدمات کن کن تھانوں میں درج کیے گئے تفصیلاً بتایا جائے۔

(ب) 1991-92ء میں منشیات کے درج شدہ مقدمات میں ایک کلو ہیروئن سے زائد کتنے مقدمات درج ہوئے۔ ایک کلو افیون سے زائد کتنے اور ایک من چرس سے زائد کتنے درج ہوئے۔ ملزمان کے نام سے مطلع کریں۔

(ج) پانچ کلو ہیروئن یا پانچ من چرس برامد ہونے والے ملزمان کی ضمانت کتنے عرصہ میں ہوئی۔

(د) محکمہ پولیس نے کتنے ملزموں سے بھاری مقدار میں منشیات برآمد ہونے پر عبوری ضمانت منسوخ کرنے کے لیے اپیل دائر کی اور عدالتوں نے کتنے ایسے مجرموں کی ضمانتیں منسوخ کیں۔ اور آیا حکومت ایسے خطرناک منشیات فروشوں کو کوئی سزا دینے کا ارادہ رکھتی ہے اور

کتنے مجرموں کو سزا دی گئی ہے تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) ضلع اوکاڑہ میں منشیات کے کل درج شدہ مقدمات کی تھانہ دار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) 92-1991ء میں جن ملزمان سے پانچ کلو ہیروئن یا پانچ من چرس برآمد ہوئی۔ ان کی دو ماہ بعد ضمانتیں ہوئیں۔

(د) جن ملزمان سے بھاری تعداد میں ہیروئن برآمد ہوئی ہے۔ ان ملزمان کی عبوری ضمانتیں نہ ہوئی ہیں مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ شیخ فاروق بدنام منشیات فروش سے سال 1992ء میں 8.5 من چرس برآمد ہوئی تھی۔ اس کی منسوخی ضمانت کے لیے پولیس نے تحرک کیا۔ لیکن ڈسٹرکٹ اٹارنی نے حکم عدالت سے اتفاق کیا۔ اور منسوخی ضمانت کے لیے تحرک نہ کیا۔

منشیات فروشوں کے خلاف مقدمات کا اندراج

*2154-**ڈاکٹر ممتاز علی چودھری**، کیا وزیر وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) محکمہ پولیس اپنی پبلسٹی کے لیے جو رسالہ جات شائع کرتی ہے ان کی ماہانہ یا سالانہ اشاعت کتنی ہے۔ رسالہ جات کی پرنٹنگ کے اخراجات کس مد سے خرچ کیے جاتے ہیں یا کہاں سے آتے ہیں تفصیل سے آگاہ کریں۔

(ب) یکم دسمبر سے 30 دسمبر 1992ء تک منشیات کے کتنے مقدمات درج کیے گئے۔

(ج) ضلع اوکاڑہ میں دسمبر 1992ء میں منشیات میں ملوث کتنے بے افراد کو کارروائی پوری کرنے کے لیے چالان کیا گیا۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں تو دسمبر 1992ء میں متواتر چند دن میں منشیات کے مقدمات درج کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔ اور آیا حکومت تھانہ انچارج کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔

وزیر مال (محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پنجاب پولیس اپنی پبلسٹی کے لیے کوئی رسالہ شائع نہیں کر رہی۔ بلکہ مختلف رینجرز اور مرکزی سطح پر پولیس کے ادارے جو جرائد شائع کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد صرف اور صرف محکمہ پولیس کے عملہ کو لکھنے پڑھنے کی ترغیب دینا' مثبت سر گرمیوں میں شریک کرنا' اور پیشہ ورانہ طور پر پولیس ملازمین اور عوام کو علمی مواد مہیا کرنا ہے۔ یہ جرائد ملک کی مشہور ایڈور ٹائزنگ کمپنیوں کی جانب سے ملنے والے اشتہارات سے اپنے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ ان کی اشاعت ایک ہزار سے آٹھ ہزار تک ہے۔ مزید برآں دیگر محکموں کی طرح بھی محکمہ پولیس بھی کسی ایسی کتاب کو یا رسالہ کو اپنی پیشہ ورانہ ضروریات یا ٹیکنیکل ایڈ کے طور پر محدود تعداد میں خرید سکتا ہے۔ چونکہ محکمہ پولیس کی نگرانی میں شائع ہونے والے جرائد میں عوام دوستی اور عوام کے ذہنوں میں پولیس کے بارے میں موجود مغالطوں کی اصلاح کے حوالے سے بھی مواد موجود ہوتا ہے۔ اس لیے زیادہ تر پولیس میگزین بک سٹالوں پر قارئین کے مطالعے کے لیے فروخت بھی ہوتے ہیں۔

(ب) ماہ دسمبر 1992ء میں پنجاب منشیات کے کل 38/6 مقدمات درج کیے گئے۔

(ج) ماہ دسمبر 1992ء میں ضلع اوکاڑہ میں کوئی ایسا مقدمہ کارروائی پوری کرنے کے لیے درج نہیں کیا گیا۔ البتہ بشیر احمد نامی ایک شخص نے درخواست دی ہے کہ منشیات میں ملوث اس کا بیٹا توفیق احمد بے گناہ ہے۔ ایس ایچ او رینالہ خورد نے اسے غلط ملوث کیا ہے۔ اس مقدمہ میں انسپکٹر نصیر احمد ایس ایچ کو معطل کر کے لائن حاضر کر دیا گیا ہے۔ اور تفتیش مقدمہ مسٹر غلام سرور جمالی اے ایس پی ہیڈ کوارٹر اوکاڑہ کے سپرد ہے۔

(د) ماہ دسمبر 1990ء میں درج شدہ مقدمات کے متعلق صرف ایک شکایت موصول ہوئی ہے۔ متعلقہ انسپکٹر پولیس کو معطل کیا جا چکا ہے۔ اگر وہ اے ایس پی ہیڈ کوارٹر اوکاڑہ کی انکوائری کے دوران قصور وار پایا گیا تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ ماہ دسمبر 1992ء میں منشیات فروشوں کے خلاف پولیس کی کارروائی معمول کے مطابق تھی۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، تحریک استحقاق نمبر 11' چودھری اصغر علی گجر صاحب کی ہے یہ مؤخر ہے اور آج وہ تشریف نہیں لائے۔

سید افتخار الحسن شاہ، جناب والا! میں نے ایک تحریک استحقاق کل کی دی ہوئی ہے بہت ہی اہم نوعیت کا مسئلہ ہے جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے پڑھ لوں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ اس کی کاپی مجھے مہیا فرمائیں میں اسے ذرا دیکھ لوں پھر اس پر بات کرتے ہیں اور اس کی ایک کاپی لاءمنسٹر صاحب کو بھی مہیا کر دیں تاکہ میں ان سے دریافت کر لوں کہ اس وقت وہ اس تحریک استحقاق کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہیں۔

سید افتخار الحسن شاہ، جناب والا! میں نے یہ بات لاء منسٹر صاحب کے نوٹس میں لائی ہے اور میرا تو سیدھا سادھا مسئلہ ہے اس پر نہ کسی سرکاری محکمے سے جواب آنا ہے اور نہ ہی پوچھ گچھ ہونی ہے اور اگر جناب فرمائیں تو میں اسے آگے لے جانے کی بھی جرأت نہیں کروں گا میں تو صرف جناب کے اور اس ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ ایم پی اے حضرات کی کس طرح تذلیل کی جاتی ہے کس طرح انہیں پریشان کیا جاتا ہے اور جو اتنے عرصے سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں دینی معاملات میں میرے جیسے آدمی اور ہم 27 سال سے اقتدار میں رہ کر اپنے حلقے کے عوام کی خدمت کر رہے ہیں اس پر ہمارا کیا تاثر دیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ معاملہ آپ دیکھ لیں اور ہاؤس پسند کرے تو مجھے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب! توجہ فرمائیں کہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق نمبر 52 ہے تو اس میں وہ درخواست کرتے ہیں کہ معزز ایوان اسے out of turn take up کرنے کی اجازت دے یہ تحریک استحقاق اخبارات میں ان کے عزیزوں کے بارے میں چھپنے والی خبر کے بارے میں ہے جس میں ان پر الزامات لگائے گئے ہیں۔

سید افتخار الحسن شاہ، جناب والا! مجھ پر بھی الزام لگایا گیا ہے۔

جناب سپیکر، جی افتخار الحسن شاہ صاحب کی اپنی ذات کے بارے میں بھی ہے اور ان کے عزیزوں کے بارے میں بھی ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ ہاؤس اسے out of turn take up کرنے کی اجازت دے تو کیا اجازت ہے کہ شاہ صاحب اسے out of turn take up کر لیں؟

وزیر قانون، جی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ انہیں اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر، جی درست ہے شاہ صاحب! اس کی اجازت ہے آپ اس کو take up کریں۔

اخبارات میں رکن اسمبلی کے بارے میں غلط خبر کی اشاعت

سید افتخار الحسن شاہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 15 فروری 1993ء کو روزنامہ "خبریں' روزنامہ پاکستان' روزنامہ مساوات" لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ مذہبی شخصیات' ایم پی اے کے رشتہ داروں سے 10 کلو ہیروئن اور اسلحہ برآمد ہوا ملزم کافی عرصہ سے دھندے میں ملوث تھے۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ سیالکوٹ پولیس نے چھاپہ مار کر بڑی تعداد میں مہلک اسلحہ اور ہیروئن برآمد کی اور یہ کہ ملزمان سیالکوٹ کی مذہبی شخصیت ایم پی اے اور چیئرمین ضلع کونسل کے قریبی عزیز ہیں اس خبر سے نہ صرف میری بلکہ تمام عوامی نمائندوں کے وقار کو ٹھیس پہنچی ہے جب کہ حقائق کے مطابق میرے کسی عزیز یا رشتہ دار سے نہ کوئی اسلحہ یا ہیروئن برآمد ہوئی ہے اور نہ ہی کسی مقامی تھانہ میں اس ضمن میں کوئی مقدمہ درج ہوا ہے کسی بھی واقعہ یا جرم میں ملوث نہ ہونے کے باوجود اخبار میں اس بے بنیاد خبر کی اشاعت سے نہ صرف میری ساکھ اور مقام کو نقصان پہنچا ہے بلکہ میرا اور پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق باضابطہ قرار دے کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر! ہمارا خاندان عرصہ دراز سے اپنے ملک کی خدمت کے لیے چاہے مذہبی معاملات ہوں چاہے سیاسی اسٹیج ہو اللہ کے فضل و کرم سے ہم پوری دیانت داری سے ایمان داری سے خدمت کر رہے ہیں اور ہمارے خاندان کا تو یہ مشن ہے کہ میرے والد صاحب نے قریہ قریہ جا کر گوشہ گوشہ جا کر اسلام کے اصولوں کی جنگ لڑی اور برائی کو ختم کرنے کے لیے ملک کے کونے کونے میں جا کر تقریریں کیں اور عوام کو برے کاموں سے روکا اور جناب والا! اللہ کے فضل و کرم سے میں 27 سال سے سیاست کے میدان عمل میں ہوں اور میرا چھوٹا بھائی اس وقت ضلع سیالکوٹ کا چیئرمین ہے میں تین دفعہ ایم پی اے ہوا ہوں ہمارے خاندان کے خلاف کبھی بھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی اور میں ان اخبارات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مہربانی فرما کر یہ خبر نہیں لگائی جناب والا! چند دوستوں کا وتیرہ بن چکا ہے اگر ایم پی اے کے خلاف بات نہ بھی ہو کل بھی ہمارے دوست کے خلاف شراب کی خبر لگا دی یہ خبر دیکھیں کہ شہ سرخی سے لگائی گئی ہے۔ جناب والا! ہم پیر لوگ

ہیں ہمارے مریدین میں جو اثر پھیلا ہے اس سے ہماری عزت خاک میں مل گئی ہے۔ جناب والا! میں اخبار والوں سے کوئی لڑائی مول نہیں لینا چاہتا بلکہ انہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس طرح شرفا کی دھجیاں نہ اڑایا کریں شرفا کے خلاف ایسی جھوٹی اور بے بنیاد خبریں نہ لگایا کریں۔ یہ ہمارے بھائی ہیں ہم ان کی عزت کرتے ہیں اور جن لوگوں نے صحافت میں کام کیا ہے ہم ان کی عزت کرتے ہیں ہم تو ہر جگہ پر ہر ضلع میں میر خلیل الرحمن کی برسیاں منا رہے ہیں انہیں ہدیہ تبریک پیش کر رہے ہیں جناب نظامی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کر رہے ہیں اور جناب والا! یہ حال ہے کہ ہمیں بے بنیاد طریقوں سے بد نام اور خوار کر رہے ہیں ۔ جناب والا! خدا کے لیے انہیں ایسے ہتھکنڈوں سے روکا جائے۔ میں ان کے خلاف نہیں جانا چاہتا لیکن خدا را میری آواز ان اخباروں تک ضرور پہنچا دیں جو کہ گھٹیا شہرت حاصل کرنے کے لیے اپنے اخباروں کو بڑھانے کے لیے یہ جھوٹی خبریں چھاپتے ہیں جناب والا! اگر ایسا ہوتا رہا تو لوگ ہمیں ووٹ نہیں دیں گے لوگ ہم پر طنز کریں گے معاشرے میں لوگ پہلے بھی ایم پی ایز حضرات کے خلاف کافی باتیں کرتے ہیں کہ یہ کراتے ہیں وہ کراتے ہیں جناب والا میں ایمان داری سے کہتا ہوں کہ حقیقت اس کے خلاف ہے ایم پی ایز تو عوام کی خدمت کرنے کے لیے آئے ہیں ایم پی ایز تو عوام کے جوتے اٹھا کر آگے آتے ہیں اور خرچ کر کے آگے آتے ہیں انہوں نے تو اپنے علاقے اور پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ رکھے ہیں بال بچوں سے دور بیٹھے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے جن کی خدمت کی وجہ سے آج پاکستان تعمیر و ترقی کی منزل کو سر کر رہا ہے۔ جناب والا! اگر ہمارا یہ حال ہوا تو اور دوستوں کا کیا ہوگا میری اس ہاؤس سے بھی درخواست ہے کہ اس بات کا سختی سے نوٹس لیں اور اس بات کی طرف خیال کریں کہ ہماری جو تذلیل ہو رہی ہے۔ جو بے عزتی ہو رہی ہے۔ جناب والا! اگر تھوڑی بہت بھی بات ہوتی تو میں ایمان داری سے کہہ رہا ہوں کہ میں یہ بات نہ کرتا اگر میرا کہیں نوکر بھی پکڑا جاتا تو میں بات نہ کرتا۔ حالانکہ اخبار والوں کو پتا ہے کہ ایک لاکھ 24ہزار پیغمبر آئے ہیں وہ بھی ایک ایک دو دو ہی مسلمان کر سکے ہم تو پھر بھی انسان ہیں ہم سے تو کوئی غلطی ہو سکتی ہے اس گھنونے جرم میں اسلحہ کی برآمدگی پولیس کے چھاپے دس کلو ہیروئن کا برآمد ہونا اس سے اور بڑی زیادتی کیا ہو سکتی ہے میری جناب سے بھی اور ہاؤس سے بھی یہ درخواست ہے کہ اس معاملے کا سختی سے نوٹس لیں اور جناب والا! میں خاندانی آدمی ہوں میری جو تذلیل ہوئی ہے اس

بارے میں جو کچھ آپ کر سکتے ہیں کریں اور میری تحریک استحقاق منظور فرمائی جائے۔ شکریہ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، چودھری صاحب! اس پہ آپ حکومت کا مؤقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب سپیکر! میں حکومت کا موقف پیش نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان اداروں کا اور اس پارلیمانی نظام کو تباہ کرنے کے لیے جس انداز میں مختلف سازشیں ہو رہی ہیں اور پس پردہ جو محرکات ہیں اگر حکومت ان کا صحیح طریقے سے نوٹس لے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی خبریں اخباروں کی زینت بن سکیں۔ جناب والا! اگر کسی ایم پی اے نے کوئی زیادتی کی ہو اسلحہ یا ہیروئن فروشی میں ملوث ہو تو اگر اس کے بارے میں کوئی خبر آتی ہے تو کوئی جرم کی بات نہیں ہے لیکن اگر اس کے کسی عزیز سے غلطی یا جرم سرزد ہو جائے۔ تو اس صورت میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایم پی اے یا عوام کا نمائندہ اس میں مورد الزام نہیں ٹھہرتا۔ لیکن یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے خلاف سیالکوٹ کے کسی تھانے میں کوئی مقدمہ سرے سے درج ہی نہیں ہوا اور ان کے کسی عزیز سے بھی ہیروئن برآمد ہی نہیں ہوئی' اسلحہ برآمد ہی نہیں ہوا اور پھر پولیس کا چھاپہ بھی نہیں پڑا۔ جناب سپیکر اگر کسی تھانے میں سرے سے کوئی مقدمہ درج ہی نہیں ہوا تو پھر ان مذکورہ تین اخباروں میں خبر شاہ صاحب کے حوالے سے آئی ہے کہ ان کے بھائی سے اور ان کے عزیزوں سے جس طریقے سے 10 کلو ہیروئن برآمد ہوئی ہے' اس سے جناب سپیکر! نہ صرف سید افتخار شاہ یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان کے وقار کو ٹھیس نہیں پہنچی بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سید افتخار الحسن شاہ اس ایوان کے معزز ممبر ہیں ایک ممبر کے عزیزوں کے بارے میں بے بنیاد اور جھوٹی خبر اگر اس طریقے سے اخبارات میں شائع ہو تو اس سے صرف ان کے وقار کو ہی ٹھیس نہیں پہنچتی بلکہ اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک جب کہ کوئی مقدمہ ان کے عزیزوں کے خلاف درج نہیں ہوا اور کوئی ایسی برآمدگی نہیں ہوئی ہے تو اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دیا جائے اور اسے تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تمام معزز اراکین کو اس تحریک استحقاق کی حمایت کرنی چاہیے۔ کیونکہ مجھے یہ تحریک استحقاق باضابطہ لگتی ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، وزیر اطلاعات تشریف نہیں رکھتے ہیں' وزیر قانون صاحب اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(سردار نصر اللہ خان دریشک) : جناب والا! مجھے انتہائی افسوس سے یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ آزادی تحریر اچھی چیز ہے۔ ہمارے دور حکومت میں اس کی جتنی آزادی دی گئی شائد پہلے اتنی زیادہ آزادی کسی دور حکومت میں نہیں دی گئی۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حق کا غلط استعمال کرنا بھی کسی لحاظ سے قابل ستائش نہیں ہے۔ جناب والا ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان جمہوری عمل کے ذریعے سے وجود میں آیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم جب منتخب نمائندوں کے بارے میں ان کی تضحیک کرتے ہیں' ان کو کمزور کرتے ہیں تو ہم جمہوریت کی بنیادوں کو کمزور کرتے ہیں۔ ہم منتخب نمائندوں کو بلاوجہ رسوا کر کے آخر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کن مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں؟ 1947ء سے لے کر اب تک کتنا عرصہ جمہوری عمل رہا ہے؟ اور کتنا عرصہ اس ملک میں مارشل لاء رہا ہے۔ جب ہم اس قسم کی تحریر یا بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ چیزیں ضرور ذہن میں رکھنی چاہئیں۔ جناب والا! یہ individual کی بات نہیں ہے یہ تو منتخب نمائندوں کے ادارے کی بات ہے۔ اس کا حل تحریک استحقاق بھی نہیں ہے' تحریک استحقاق کے ذریعے بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم وہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو صحیح معنوں میں دلوں کی صفائی کی ضرورت ہے۔ اور بہت سی چیزیں ہیں اور بہت سے طریقے ہیں جس سے اخبارات اپنی تشہیر اور فروخت کو بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے سیکنڈل اور غلط قسم کی باتیں کر کے جمہوری اداروں کے institution کو ذلیل کرنا' تضحیک کرنا کسی لحاظ سے بھی قابل ستائش بات نہیں ہے۔ میں آپ کے توسط سے ہماری جو معتدر صحافی برادری ہے ان کی خدمت میں نہایت درد مندی سے یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے اگر کوئی واقعات ان کے نوٹس میں آتے ہیں اور اس کو ضرور چھاپنا چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے شاید کوئی اصلاح کا پہلو نکلتا ہے تو پھر کم از کم جس آدمی کے خلاف وہ بات کر رہے ہیں لکھ رہے ہیں جس ادارے کی تضحیک کر رہے ہیں اس سے کم از کم پہلے پوچھ لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم پہلے کنفرم ہی کر لیا جائے اور اس کے بعد اگر خبر چھاپیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ جناب والا! پہلے ہیڈ لائن لگ جاتی ہے اور اس کے بعد جب تردید چھپتی ہے تو وہ دو لائنوں میں ہوتی ہے۔ اس بندے کا تو بیڑہ غرق ہو چکا ہوتا ہے' اس کا تو اتنا ناقابل تلافی نقصان ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ تو معاشرے میں منہ چھپاتا پھرتا ہے اور دو لائنوں کی تردید چھپ جانے سے اس کا ازالہ کسی طرح سے بھی نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! میں یہ آپ کے اوپر

چھوڑتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو اپنے لیول پر ٹیک اپ کر کے صحافی صاحبان یا اس سے جو بھی متعلقہ لوگ ہیں ان کو بلا کر اس بارے میں کوئی بات کریں اور اس تحریک استحقاق کو موخر فرمالیں یا آپ اسے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنا چاہیں جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔ لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کا حل نکلنا چاہیے۔ اس میں رسہ کشی نہیں ہونی چاہیے بلکہ مثبت انداز میں اس مسئلے کا کوئی ایسا حل نکلنا چاہیے تاکہ آئندہ اس قسم کی چیز کا اعادہ نہ ہو۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: شاہ صاحب کی تحریک استحقاق کے بارے میں وزیر قانون نے بڑے مثبت انداز میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصلاح احوال کے لیے یہی بات مناسب ہے کہ سردست اس معاملے کو پینڈنگ کر دیا جائے اور متذکرہ بالا جو ہمارے قومی اخبارات ہیں ان کے ایڈیٹر صاحبان سے رابطہ پیدا کر کے اس بارے میں ان کو پورے طریقے سے realise کروایا جائے کہ اس قسم کی خبریں نہ تو national interest میں ہیں اور نہ ہی قومی مفاد میں ہیں اور نہ ہی اس سے قومی اداروں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی پریس کو as a whole جو کہ ایک بہت بڑا قومی ادارہ ہے اس کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کو شاہ صاحب پینڈنگ کر لیتے ہیں اور اس کو میں پرسنل لیول پر ٹیک اپ کرتا ہوں، منسٹر انفرمیشن کو بھی شامل کر لیتے ہیں، منسٹر لاء بھی ہمارے ساتھ شامل رہیں گے اور اس مسئلے کو انشاء اللہ resolve کریں گے۔ ٹھیک ہے؟

سید افتخار الحسن شاہ: ٹھیک ہے جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر: چودھری اصغر علی گجر صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں ان کی ایک تحریک استحقاق ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش کر کے گئے تھے کہ میری تحریک استحقاق کو مؤخر کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (سردار نصر اللہ خان دریشک): وہ لکھ کر دیتے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! یہ گزارش آپ نے زبانی بھی مانی ہے لہذا وہ مجھے یہ گزارش کر کے گئے تھے کہ میری تحریک استحقاق کو پینڈنگ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اگر پراچہ صاحب یہ نہایت ذمہ داری سے فرماتے ہیں کہ ان کو وہ کہہ کر گئے ہیں کہ ان کی تحریک استحقاق کے بارے میں وہ ہاؤس میں فرمائیں تو میں پراچہ صاحب کی بات کو honour

کروں گا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو پھر ٹھیک ہے میں آپ کی بات کو honour کرتا ہوں۔ تحریک استحقاق نمبر 11 پینڈنگ ہے جو کہ چودھری محمد حنیف صاحب اور وزیر مال سے متعلق ہے۔ میں چودھری صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان کی کوئی بات طے ہو گئی ہے؟

چودھری محمد حنیف: ابھی تک تو اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! کل یہ بات ہوئی تھی کہ آپ اور لودھی صاحب آپس میں بات کر کے مجھے بتائیں گے کہ کون سی تاریخ کو اس مسئلے کو آپ resolve کر رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا! ابھی تک تو تاریخ مقرر نہیں ہو سکی آج کا انہوں نے فرمایا تھا کہ وہ کچھ بتائیں گے؟

جناب سپیکر: آج ان سے کوئی بات ہو جائے گی؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب والا! کل ان کو اطلاع کر دی گئی تھی، وہ ایک کورس میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں انہوں نے کہا تھا کہ میں گیارہ ساڑھے گیارہ بجے آ جاؤں گا لیکن میں نے کہا کہ گیارہ بجے تو ہم فارغ نہیں ہوں گے۔ میرے خیال میں آج وہ ڈیڑھ بجے کے بعد یہاں پر آئیں گے میں ابھی پتا کرتا ہوں نہیں تو 22 تاریخ کو لازمی آئیں گے۔

جناب سپیکر: آج آپ طے کر لیں گے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب والا! وہ ایک کورس میں شرکت کرنے جاتے ہیں ہم وہاں رابطہ قائم کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 20 جناب غلام سرور خان صاحب!

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اڈیالہ جیل کا عدالت سے ضمانتیں منظور ہونے کے باوجود سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار اور مداخلت کرنے پر رکن اسمبلی کی توہین

جناب غلام سرور خان: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ

ہے کہ میں مورخہ 26 نومبر بروز جمعرات 12-30 بجے سنٹرل جیل اڈیالہ سیاسی اسیران دوستوں کی ملاقات کے لیے گیا۔ وہاں میری موجودگی کے دوران ہی کچھ سیاسی اسیران کے لواحقین مختلف 43 افراد کی ضمانتیں مختلف عدالتوں سے منظور کروا کر عدالتوں کے چپڑاسیوں کے ذریعے روبکاریں لے کر آئے۔ انہوں نے ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ جیل چیمہ کو روبکاریں دیں۔ لیکن ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ روبکاریں لینے سے انکاری ہوگیا اور کہا کہ آپ اسے ڈی سی جی سے روبکاروں پر تصدیقی دستخط کروائیں۔ جو کہ غیر قانونی بات تھی۔ مقصد صرف ان لوگوں کو ضمانت پر رہا نہ کرنا تھا۔ کیونکہ جیل انتظامیہ کو حکومتی اہل کاروں کی طرف سے ہدایت کی گئی تھی کہ اگر آج ان سیاسی اسیروں کو رہا کیا گیا تو ہو سکتا ہے یہ لوگ شام کو پی ڈی اے کے ٹرین مارچ میں شامل ہو جائیں۔

میں دوبارہ یہ روبکاریں لے کر ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ کے پاس گیا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ قانوناً روبکاریں لینے کے پابند ہیں اور فیصلہ کے مطابق آپ کو آج ہی ان لوگوں کی رہائی کرنی ہے۔ ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ اس بات پر طیش میں آگئے اور کہنے لگا کہ مجھے کسی ایم پی اے کی کوئی پروا نہیں۔ میں تو نہ ہی روبکاریں لوں گا اور نہ ہی ان لوگوں کو رہا کروں گا۔ آپ جو مرضی ہے کرلیں۔ دوسرے دن یہ اخبارات نے بھی اپنے پہلے صفحے پر جیل انتظامیہ کی لاپروائی اور زیادتی پر احتجاج کیا ہے۔ (کاپی لف ہے)۔

ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ جیل کے اس اقدام سے آئین پاکستان کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ انتظامیہ توہین عدالت کی بھی مرتکب ہوئی ہے اور ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ کا ایک جائز اور قانونی بات کو نہ ماننا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ میں کسی ایم پی اے کو نہیں جانتا جو مرضی ہے کرلیں۔ میرا اور اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا یہ تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کو بھیجی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (امور داخلہ)(ملک محمد عباس خان): جناب والا! 26-11-92 کو معزز رکن کسی اور قیدی کی ملاقات کے سلسلے میں گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ انہوں نے ملاقات کی۔ انہوں نے بڑے اچھے طریقے سے ان کا استقبال کیا۔ اور ان کی ملاقات کروائی۔ ملاقات کرنے کے بعد یہ وہاں سے نکلے ہیں تو ایک اہل کار روب کاریں لے کر گیا اس کے بعد یہ دوبارہ اس کے ساتھ گئے ہیں کہ ان کو رہا کیا جائے۔ لیکن اس وقت دفتر کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ یہ رولز کے مطابق آفس ٹائم کے بعد روب کاریں وصول نہیں کی جاتیں۔ کیونکہ وقت گزر چکا تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ اب تو آفس ٹائم ختم

ہو چکا ہے۔ لہذا یہ آج وصول نہیں کی جا سکتیں۔ آپ آفس ٹائم کے دوران آئیں تو یہ وصول کر لی جائیں گی۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری (امور داخلہ): اس لحاظ سے انہوں نے یہ روب کاریں وصول نہیں کیں۔ یہ بات قطعاً غلط ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے معزز رکن سے کوئی کسی قسم کی گستاخی نہیں کی اور کوئی ایسا لفظ بھی نہیں کہا جس سے ان کی شان میں گستاخی ہوتی ہو۔ صرف وقت نہ ہونے کی وجہ سے' انا آفس ٹائم گزر جانے کی وجہ سے انہوں نے وہ روب کاریں وصول نہیں کیں۔ اور وہ قانونی طور پر اس کے پابند تھے کہ وقت گزر جانے کے بعد روب کاریں وصول نہ کرتے۔ یہ ترین مارچ میں شامل ہونے سے روکنے کے لیے یا آئین کی خلاف ورزی ہونے کا اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس میں تو رولز واضح ہیں۔ کہ وہ وصول نہیں کر سکتے تھے آفس ٹائم کے بعد لہذا انہوں نے وصول نہیں کیں۔ اگلے روز جب وقت پر یہ روب کاریں گئی ہیں انہوں نے یہ وصول کر کے انھیں رہا کر دیا۔ اس کے باوجود بھی اگر معزز رکن چاہتے ہیں کہ میرا معاملہ طے کروایا جائے تو طے کروانے کو بھی تیار ہیں۔ جو وہ چاہتے ہیں ہم ان کی خواہش کے مطابق عمل کرنے کو بھی تیار ہیں۔

جناب غلام سرور خان: میرے فاضل دوست نے تکنیکی بنیادوں پر میری اس تحریک کی مخالفت کی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا ہے کہ ٹائم نہیں رہا تھا۔ آفس ٹائم ختم ہو گیا تھا۔ اور بعد میں یہ روب کاریں لائی گئیں۔ میں نے اپنی تحریک میں واضح ٹائم دیا ہے کہ ساڑھے بارہ بجے عدالتوں کے چپڑاسی روب کاریں لے کر جیل حاضر ہوئے۔ تو میں ساڑھے بارہ بجے وہ روبکاریں لے کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس گیا۔ تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے کہا کہ دوبارہ ان روب کاروں پر اے ڈی سی (جی) کے کاؤنٹر سائن ہونے چاہییں۔ میں اس طرح ان لوگوں کی رہائی نہیں کر سکتا۔ جناب والا! میری تحریک استحقاق بڑی واضح ہے۔ کسی روب کار پر کاؤنٹر سائن کے بارے میں کوئی قانون موجود نہیں۔ یہ انتظامیہ تو توہین عدالت کی بھی مرتکب ہوئی ہے۔ جناب والا دوسرے دن راولپنڈی کے تمام قومی اخبارات نے انتظامیہ کی اس زیادتی اور لاپرواہی کی اپنے فرنٹ پیج پر کوریج دی ہے۔ اور اس پر احتجاج بھی کیا ہے۔ جناب والا! میری تحریک استحقاق اس لحاظ سے مؤثر ہے کہ میں نے ایک قانونی بات کرنے کے لیے جیل انتظامیہ پر زور دیا۔ کہ قانون میں کہیں بھی یہ provision نہیں۔ کہ چپڑاسی یا

عدالت کا کوئی اہل کار روب کار لے کر آئے تو دوبارہ اسے ڈی سی (جی) سے کاؤنٹر سائن کروائے جائیں۔ جناب والا اس پر میری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کے ساتھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔ اس کے اس رویے پر تلخ کلامی ہوئی۔ اس نے کہا میں کسی اسمبلی کے ممبر کو نہیں جانتا۔ میں نے اسے کہا کہ تم غلط کام کر رہے ہو، تم غیر قانونی کام کر رہے ہو، قانون میں کوئی ایسی provision نہیں کہ اسے ڈی سی (جی) سے کاؤنٹر سائن کروائے جائیں۔ جناب والا! ایک تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے غیر قانونی غیر آئینی کام کیا ہے۔ دوسرا میرے قانونی مشورہ اور رائے دینے پر میرے ساتھ تلخ کلامی اور بد تمیزی کی ہے۔ اور اس معزز ایوان کی بھی توہین کی ہے۔ لہذا میری یہ تحریک استحقاق ہر لحاظ سے جائز بنتی ہے۔ اسے منظور کر کے استحقاق کمیٹی کو بھیجی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (امور داخلہ)، جناب والا! میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ وقت کی وجہ سے اس دن جمعرات تھی اور ہاف ڈے تھا۔ ساڑھے بارہ بجے کا ٹائم معزز رکن نے دیا ہے۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ ایک بجے سے پہلے چھٹی ہو چکی تھی۔ اس کے بعد یہ آیا ہے۔ اب ہم تو اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ چودھری صاحب اگر چاہیں، جس طرح بھی ان کی عزت رہتی ہے ہم اسی طرح سے کرنے کو تیار ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ کو بلوا لیتے ہیں۔ یہ جس طرح بھی راضی ہوں ہم تو ان کی عزت رکھنا چاہتے ہیں ہمیں تو ان کا وقار چاہیے جس طرح یہ چاہیں ہم کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ رولز کے مطابق ہاف ڈے تھا اور ایک بجے کے بعد ہمارے پاس روب کاریں پہنچی ہیں رول کے مطابق ہم ان کو وصول نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے رولز کے مطابق تو یہ ٹیکنیکی طور پر تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے۔ بہر حال ہمیں چودھری صاحب کی عزت مطلوب ہے جس طرح یہ راضی ہوں ہم کرنے کو تیار ہیں۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ "جس طرح ان کی عزت رہتی ہے اس طرح یہ بتائیں آئندہ ہم"۔ مجھے اس بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ آیا فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب مستقبل کے کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جب وہ دوبارہ پکڑے جائیں گے تو اس وقت کے لیے یہ ابھی سے بتا دیں کہ کس طرح سے فاضل ممبر کی عزت بچے گی تاکہ اس وقت انہیں بروقت رہائی دی جا سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب اپنے جواب میں یہ موقف اختیار نہیں کر سکتے۔ کہ فاضل ممبر کی جس طرح

عزت بچ سکتی ہے اس طرح بتائیں تا کہ ماضی کے واقع کو دوبارہ نہ دہرایا جا سکے۔

جناب سپیکر، ان کا مقصد یہی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری (امور داخلہ)، میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے چودھری صاحب سے جو گزارش کی ہے انہوں نے پتا نہیں اس کا کیا مطلب لیا ہے۔ پتا نہیں یہ اپنی کمپنی کی مشہوری کے لیے دوبارہ بیان دے رہے ہیں۔ مجھے یہ پتا نہیں میں نے تو یہ کہا ہے کہ جس طرح ہمارے معزز رکن راضی ہوں ہم اسی طرح کرنے کو تیار ہیں۔ عزت کا تو یہاں مسئلہ ہی نہیں۔ یہ مستقبل میں چلے گئے ہیں۔ ہمیں تو مستقبل کی باتوں کا کوئی پتا نہیں۔ ان کو کوئی علم ہو تو شاید ہو میں تو گزارش کر رہا ہوں کہ اس کے باوجود ہم معزز رکن کی خواہش کے مطابق کرنے کو تیار ہیں۔

جناب سپیکر، خان صاحب پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرماتے ہیں کہ وہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو یہاں بلوا لیتے ہیں۔ اور بلوا کے یہ معاملہ اور ان کو آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اور آپ کے سامنے بات کر کی اس مسئلے کو حل کر دیتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان، جناب سپیکر! ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو اس طرح طلب کرنے کی ضرورت ہر گز نہیں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ توہین عدالت کا مرتکب ہوا ہے۔ عدالت نے کچھ لوگوں کی ضمانت پر رہائی کا مچلکہ بھجوایا تھا اور قانون میں کہیں بھی یہ پروویژن نہیں کہ اسے ڈی سی (جی) سے countersign لیے جائیں۔ جناب سپیکر! اخبارات نے اس پر احتجاج کیا ہے۔ اور پھر میں نے جائز کام کے لیے جائز بات کی تھی۔ اس بات کی کہیں بھی کوئی provision نہیں ہے کہ اسے ڈی سی (جی) سے countersign لیے جائیں۔ اور وقت بھی ہے۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں روب کاریں لے کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے پاس گیا ہوں۔ جناب سپیکر! اس طرح سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ٹھیک ہے آپ اس پر اپنی رولنگ دیں کہ آپ نے اس کو منظور کرنا ہے یا مسترد۔ جو بھی کرنا ہے۔ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے بات نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر، جناب غلام سرور خان کی تحریک استحقاق پر فیصلے کو میں مؤخر کرتا ہوں۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب کی اکیس نمبر ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 23 ہے۔

وزیراعلیٰ اور وزیر تعلیم کے احکامات پر عمل در آمد نہ ہونا

جناب ارشاد حسین سیٹھی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے حلقہ سے ایک بیوہ عورت اصغری بیگم، جس کے مکان میں اصلاح معاشرہ پرائمری اسکول قائم ہے۔ اسے خالی کروانے کے لیے میری وساطت سے درخواست دی۔ جو وزیراعلیٰ صاحب کے دفتر بھجوائی گئی۔ محترم وزیراعلیٰ نے مورخہ 10/4/91 کو حکم جاری کیا کہ بیوہ کے مکان سے اصلاح معاشرہ پرائمری اسکول کو شفٹ کیا جائے۔ اور اس حکم کی نقل سیکرٹری تعلیم اور وزیرتعلیم کو بھجوادی گئی۔ مگر ایک سال بعد تک جب عملاً کوئی کارروائی محکمہ کی طرف سے سامنے نہ آئی تو میں نے مورخہ 23/6/92 کو اس معاملہ کے بارے میں ایک درخواست ہمراہ وزیراعلیٰ ڈائریکٹو جناب وزیرتعلیم کی خدمت میں پیش کی۔ جناب وزیر تعلیم نے وزیراعلیٰ صاحب کی حکم پر عمل در آمد کرنے کے لیے درخواست دوبارہ سیکرٹری تعلیم کو بھجوا دی اور بعد میں یہ درخواست ڈی پی آئی اور ڈائریکٹر تعلیم کی دفاتر میں بھی پہنچ گئی۔ اس دوران متعلقہ دفاتر سے رابطہ کرتا رہا تو پتہ چلتا رہا کہ کارروائی ہو رہی ہے۔ جلد ہی آپ کو آگاہ کر دیں گے۔ غرض مورخہ 2/11/92 کو جب میں نے ڈی پی آئی کے دفتر میں بشیر وسیر صاحب سے ملاقات کی تو انہوں نے میری ملاقات کے بعد مورخہ 5/11/92 کو ایک لیٹر ڈائرکٹر تعلیم کو بھجوایا اور جب دوبارہ مورخہ 2/12/92 کو ڈی پی آئی اور ڈائرکٹر تعلیم کے دفاتر میں گیا تو یہ جان کر انتہائی افسوس ہوا کہ ابھی تک سرے سے عملاً کوئی پیش رفت نہ کی گئی ہے اور اس کا ثبوت یہ کہ پہلی مرتبہ مورخہ 12/12/92 کو ڈپٹی ڈائرکٹر (ایڈمن) نے ایک لیٹر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کو لکھا۔

جناب عالیٰ۔ محترم وزیراعلیٰ اور وزیر تعلیم کے احکام اور میری ذاتی کوششوں کے باوجود متعلقہ آفیسرز کی اس مجرمانہ غفلت اور رویہ سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری تحریک منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے محترم وزراء صاحبان ایوان میں اکثر یہ بات کہتے رہتے ہیں کہ کسی اخباری خبر کی بنیاد پر کسی تحریک استحقاق کا دینا مناسب نہیں ہے۔ جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان نے کسی فاضل رکن کو جو استحقاق دیا ہے اس کے مجروح ہونے کا اس سے

بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس ایوان کے قائد ایوان اور متعلقہ وزیر اور اس کے بعد متعلقہ ایم پی اے کی کوششوں کے باوجود محکمے کے افراد مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کریں۔ اور اس کے بعد نہ صرف یہ کہ اس کی ضرورت محسوس ہی نہ کریں۔ اس بارے میں نہ صرف یہ کہ کوئی ایکشن لیا جائے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ کارروائی کرنا یا نہ کرنا تو دو الگ الگ باتیں ہیں۔ لیکن اس پر یہ بتا دینا کہ ہم یہ کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے' اتنی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور بھی کئی ڈائریکٹو ایسے ہیں کہ جن پر اس طرح کی کارروائیاں یہ لوگ بیٹھے کرتے ہیں۔ بے چارے نمائندے اور عوام جن کے متعلقہ کام ہوتے ہیں وہ پریشان پھرتے رہتے ہیں مگر ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ جناب سپیکر! یہ میری بڑی واضح تحریک استحقاق ہے۔ میں نے facts and figures کے ساتھ ساری باتیں پیش کی ہیں کہ اس میں جس جس نے جو جو غفلت کی ہے اس کا ثبوت آج تک میرے پاس موجود ہے' محکمے کی طرف سے جو لیٹر جاری کیے گئے ہیں ان کی کاپیاں میں نے ساتھ دی ہیں۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اس پر عمل درآمد کروانے کے لیے وزراء کی طرف سے کوئی ایسا جواز پیش ہو۔ یہ واقعہ اخباری خبر سے ہٹ کر عین حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں واقعی کسی ممبر کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو باقاعدہ منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ تمام صورت حال کا ازالہ ہو سکے۔

جناب سپیکر، جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! میں اس تحریک استحقاق پر میرٹ اور واقعات کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ میں تو اپنے بھائی کی خدمت میں فنی لحاظ سے یہ گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تحریک استحقاق کے قانونی تقاضوں کے مطابق ان کی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ یہ تحریک استحقاق کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ انھوں نے نیک کام کے لیے کوشش کی ہے۔ ایک بیوہ کا مکان خالی کرانے کے لیے کوشش کی ہے اور اس میں انھوں نے کافی محنت کی ہے جس کا نتیجہ کچھ نہیں نکل سکا۔ لیکن اس کو تحریک استحقاق کی بنیاد بنا کر اس ایوان میں لانا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ یہ تحریک استحقاق کسی بھی لحاظ سے نہیں بنتی۔ جناب سپیکر! میں صرف اپنے بھائی کی اور معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ بتانا چاہتا ہوں۔ فنی لحاظ سے تو یہ تحریک استحقاق بالکل نہیں بنتی۔ واقعات ایسے ہیں کہ یہ جو عمارت ہے اس میں ایک گورنمنٹ اصلاح معاشرہ پرائمری سکول شاد باغ لاہور

ہے۔ اس میں ایک گورنمنٹ سینٹ پال پرائمری سکول وسن پورہ لاہور کام کر رہے ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ اصلاح معاشرہ پرائمری سکول میں 278 طلبہ اور گورنمنٹ سینٹ پال پرائمری سکول میں 31 زیر تعلیم ہیں۔ گورنمنٹ اصلاح معاشرہ سکول کی نئی عمارت زیر تعمیر ہے اور تکمیل کے مراحل میں ہے۔ ان دونوں سکولوں کو نئی تعمیر شدہ عمارت میں حسب ضابطہ منتقل کیا جائے گا۔ جونہی اس عمارت کے مکمل ہونے پر ان سکولوں کو منتقل کر دیا جاتا ہے تو عمارت خالی کرا لی جائے۔ تو یہ ایک مشکل عملی طور پر حکومت کو ہے۔ وہاں سکول ہے اور بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نئی عمارت ابھی تک بن نہیں سکی ہے۔ اس سے ہٹ کر کہ ان کی یہ تحریک بنتی ہے یا نہیں حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ جونہی ان عمارتوں کی تکمیل مکمل ہوتی ہے اور بچوں کی تعلیم کا سلسلہ وہاں شروع کیا جا سکتا ہے اس وقت اس عمارت کو خالی کرایا جائے گا۔ ان حقائق کے پیش نظر میں توقع کروں گا کہ میرے فاضل بھائی اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ یہ تحریک استحقاق فنی لحاظ سے نہیں بنتی۔ میں جناب والا! کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اس کو rule out فرمائیں۔ شکریہ۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی، جناب سپیکر! جس طرح محترم وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ حقائق کے پیش نظر بات کی ہے۔ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی معلومات انتہائی ناقص ہیں۔ ایک فی صد بھی اگر اس بات میں صداقت ہو جو انہوں نے بیان کی ہیں تو جناب سپیکر! میرے خلاف تحریک استحقاق لائی جائے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اصلاح معاشرہ ہائی سکول جس میں شفٹ کرنا ہے اس کی ابھی عمارت ہی نہیں بنی۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مسلسل ایک سال سے نئی عمارت میں اصلاح معاشرہ ہائی سکول چل رہا ہے اور وہاں کسی قسم کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ وہاں شفٹ نہ کیا جائے۔ تو جناب سپیکر! اس سکول کو شفٹ کرنے کے سلسلے میں میری تحریک استحقاق کا جو جواب دیا جا رہا ہے اس میں یہ بات تو ہے ہی کہ میں نے اس بات پر insist کیا ہے کہ اس سکول کو وہاں شفٹ کیوں نہیں کیا جا رہا۔ لہذا میرا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ میری طرف سے یہ سکول شفٹ کریں یا نہ کریں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ محکمہ جو کارروائی کرے مجھے سب منظور ہے۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ جناب وزیراعلیٰ کے احکام، جناب وزیرتعلیم کا فرمانا اور میرا اس کے لیے کوشش کرنا اور مجھے جواب کا نہ ملنا

محکمہ کی مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کرنا جناب سپیکر! یہ میرے استحقاق کو مجروح کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں ہے؟ میں صرف اس پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ اتنی سنگین بے ضابطگی کے ارتکاب ڈائرکٹر ایجوکیشن جو ہوئے ہیں اور باوجود یاد دہانی کرنے کے انہوں نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔ جناب سپیکر! یہ میرے استحقاق کا معاملہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے سب سے مقتدر شخصیت قائد ایوان کا جو ڈائریکٹو تھا اس پر اس طرح کا عمل کرنا اور میں نے تاریخ کے ساتھ یہ تفصیل بیان کی ہیں۔ آپ میری تحریک استحقاق کو دیکھیں کہ جب میں نے یہ admit کروائی ہے اس کے بعد انہوں نے correspondence شروع کی ہے اور یہ تاریخ کے ساتھ میں نے تمام facts and figures مہیا کیے ہیں۔ اس لیے میری یہ گزارش ہو گی جس انداز سے جناب منسٹر اس کو light لے رہے ہیں وہ نہ لیں۔ اس کا صحیح اور بہتر حل سامنے آنے کے لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ اخباری خبر پر بھی نہیں ہے یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور یہ صحیح facts کے ساتھ ہے۔ اس لیے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے۔

میاں محمود الرشید، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے پچھلے اجلاس میں اسی فلور پر میری ایک تحریک استحقاق اسی ڈائریکٹر سکولز لاہور ڈویژن کے بارے میں تھی۔ یہاں وزیر تعلیم موجود تھے۔ کافی یہاں پر بحث بھی ہوئی۔ تھوڑی سی تلخی بھی ہوئی۔ بالآخر میں نے اس کو واپس لے لیا اور اسے پریس نہیں کیا۔ لیکن آج تین ماہ گزرنے کے باوجود میری وہ ساری باتیں جوں کی توں ہیں اور ان میں سے کسی ایک افسر کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ متعلقہ آدمی کے ساتھ مل بیٹھ کر معاملے کی وضاحت ہی کر دے کہ یہ مسئلہ ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یعنی ایم پی اے حضرات کو وہ محکمہ تعلیم لاہور کے افسران ایک کلرک جتنی اہمیت دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ تو یہ صرف سیٹھی صاحب کے ساتھ نہیں ہوا یا میرے ساتھ نہیں ہوا بلکہ باقی تمام لوگوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ تو میری یہ استدعا ہے کہ ان کا رویہ درست کرنے کے لیے یعنی بات یہ نہیں ہے کہ وہ مسئلہ حل ہوا ہے یا نہیں ہوا۔ بات یہ ہے کہ ایک رکن اسمبلی کا یہ استحقاق ہے کہ وہ اگر کسی عوامی مسئلے کے بارے میں کسی متعلقہ افسر پاس کسی محکمے میں جاتا ہے تو اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان کو اعتماد میں لے اور ساری صورت حال سے انہیں آگاہ کرے لیکن ایک رکن بار بار کسی معاملے کو persue کرنے کے باوجود ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جیسے سیٹھی صاحب نے کہا

ہے اس سے زیادہ بد تر حالات اس دفتر کے اندر ہیں۔ تو میری یہ استدعا ہے کہ یہ تحریک استحقاق خصوصی طور پر اس قابل ہے کہ اس کو آپ admit کریں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ وہ افسران بھی سامنے آ کر بیٹھیں اور وہاں وضاحت کریں کہ کس طرح breach of privilege ہوتا ہے اور کس طرح سے ارکان اسمبلی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! اس ضمن میں ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، پراچہ صاحب! اب ہم اس پر ایک ڈیبیٹ شروع کر لیں' میاں محمود الرشید صاحب نے بھی بات کی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ رولز کے مطابق نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ تحریک استحقاق کسی نہ کسی صاحب نے پیش کی ہے اور آپ تو پراچہ صاحب رولز سے واقف ہیں۔ لاء منسٹر صاحب نے اس کا جواب دیا ہے اور اب اس پر فیصلہ ہونا چاہیے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر آپ اس تحریک استحقاق کے بارے میں بات کرنا چاہیں گے؟

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! میں ایک پوائنٹ آف آرڈر پر وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ اس کی admissibility کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ، جناب والا! اس سے متعلقہ بھی ہے اور غیر متعلقہ بھی۔ اور میرا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

جناب سپیکر، میں پراچہ صاحب کی اس بات کے پیش نظر کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو پوائنٹ آف آرڈر وہ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ valid ہے۔ to the point ہے۔ میں ان کو اجازت دیتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میری اتنی گزارش ہے کہ یہاں وزیر تعلیم صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اس معاملے کو pending کیا جائے۔ لاہور کا معاملہ انتہائی اہم ہے اور لاہور میں طویل عرصے سے اس ڈائریکٹر سکولز کے خلاف لاہور کے تمام تر افراد اور پورے منتخب ممبران اظہار خیال کر چکے ہیں اس لیے اس معاملے کو pending رکھا جائے۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر valid ہے اور اسے وزیر تعلیم کی تشریف آوری تک pending کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 36 ہے جو ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب، فرید احمد پراچہ صاحب۔ ارشاد حسین سیٹھی صاحب، چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے اور نمبر 50 بھی identical ہے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب تحریک التوا پیش کریں گے؛

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جی میں پیش کروں گا۔

جناب سپیکر، ارشاد فرمایئے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے متاثرین کو رقوم کی عدم ادائیگی

ڈاکٹر سید وسیم اختر، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ خدا خدا کر کے حکومت نے کوآپریٹو کارپوریشنوں کے متاثرین کو رقوم کی ادائیگی شروع کی لیکن یہ ادائیگی صرف پانچ کارپوریشنوں کے متاثرین کو کی جا رہی ہے۔ جب کہ حکومت کے اپنے اعدادو شمار اور اقدامات کے مطابق ایک سو دو کارپوریشنز اس غلط کاری میں ملوث رہی ہیں۔ اس طرح بقیہ 97 کوآپریٹو کارپوریشنز کے متاثرین کو ادائیگی نہ کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

اس معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی معطل کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، اجازت ہے جناب والا!

جناب سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب فرمائیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! اسی سیشن کے دوران اس بارے میں میں پہلے بھی ہاؤس کے فلور پر گزارش کر چکا ہوں۔ ابھی پرسوں بھی ہم نے اس سلسلے میں undesirable cooperative societies کا بل بھی اس معزز ایوان میں پاس کیا ہے۔

تو جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ جن پانچ کارپوریشنز کا میرے فاضل بھائی نے ذکر فرمایا ہے تو اکثریت جو متاثرین کی ہے یعنی 55 فی صد سے بھی زیادہ جو متاثرین ہیں ان کا تعلق ان

پانچ کارپوریشنز سے ہے اور liquidation board نے ان پانچ کارپوریشنز کے معاملات کو take up کر کے تقریباً 70 ہزار سے زیادہ متاثرین جن کے 25 ہزار روپے کے کلیم تھے ادائیگی کر دی ہے۔ اسی طریقے سے پچاس ہزار کے جو claimant تھے ان کی نو ہزار میں سے چار ہزار کے قریب ادائیگی ہو چکی ہے۔ باقی ادائیگی کا کام تیزی سے جاری ہے۔ priority جو ہے وہ liquidation board جا رہا ہے۔ اور جونہی ان پانچ کارپوریشنز کا کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا تو دوسری جو کارپوریشن ہے اس کو بھی ساتھ take up کر لیا جائے گا۔ حکومت اس مسئلہ کو خاصی اہمیت دیتی ہے۔ اس کے لیے liquidation board قائم کیا گیا ہے اور حکومت اس مسئلے سے مکمل طور پر cognizant ہے اور اس پر کارروائی بھی ہو رہی ہے۔ تو ان حقائق کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ چونکہ تحریک التواء کا مقصد کسی مسئلے کا حکومت کے نوٹس میں لانا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ نہ صرف حکومت کے نوٹس میں ہے بلکہ اس پر عملی اقدامات بھی کیے جا رہے ہیں۔ شکریہ جناب۔!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس میں میرا بھی مقصد یہی تھا کہ ان کی توجہ اس طرف رہے۔ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ 55% سے کچھ زائد جو ہے یہ پانچ کارپوریشنز سے متعلق معاملات ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 45، 40% متاثرین جو ہیں وہ باقی کارپوریشنز سے متعلق ہیں۔ تو ان کو زیادہ پینڈ نگ نہیں کرنا چاہیے۔ ان کو بھی ان کے ساتھ ہی ٹیک اپ کرنا چاہیے۔ بہرحال ان کی اس یقین دہانی کے اوپر میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

(اس مرحلہ پر محترمہ فوزیہ بہرام کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

محترمہ چیئرپرسن، منسٹر فار لاء نے اپنی بات مکمل کر لی ہے؟

وزیر قانون، جی انہوں نے اپنی تحریک التواء withdraw کر لی ہے۔

محترمہ چیئرپرسن، ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 39 ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب' چودھری اصغر علی گجر صاحب اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی طرف سے ہے۔ پیش کریں۔

صوبائی محکموں سے متعلق آڈٹ رپورٹوں پر عدم کارروائی

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی

کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ" جنگ" کی یکم نومبر 1992ء کی اشاعت میں ہے کہ صوبائی حکومت کے محکموں میں احتساب کے فقدان کے باعث سرکاری خزانہ کو کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ تقریباً 20% آڈٹ رپورٹیں خورد برد اور غبن کے معاملات کی نشان دہی کرتی ہیں۔

اس سنگین معاملہ پر بحث کے لیے اسمبلی کی کارروائی معطل کی جائے۔

وزیر قانون، تحریک التوائے کار نمبر 46 بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ اس کو بھی ساتھ ہی ٹیک اپ کر لیں۔

محترمہ چیئرپرسن، یہ تحریک التوائے کار نمبر 46 فرید احمد پراچہ صاحب کی ہے۔ یہ دونوں ایک جیسی ہیں۔ اگر آپ اس کو اس کے ساتھ ہی پیش کرنا چاہیں تو اجازت ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، کون سا نمبر ہے؟

وزیر قانون، 46 ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ، 44 بھی اس سے پہلے ہے اور وہ بالکل اس سے الگ ہے۔

وزیر قانون، پراچہ صاحب تحریک التوائے کار نمبر 39 ٹیک اپ ہوئی ہے۔ اس سے ملتی جلتی آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 46 ہے۔ تو وہ سپیکر صاحبہ نے فرمایا ہے کہ آپ اس کو بھی اس کے ساتھ ہی ٹیک اپ کرا لیں۔ 46 بھی 39 کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ آپ اسے بھی اس کے ساتھ ہی ٹیک اپ کرا لیں۔

جناب فرید احمد پراچہ، اب کون سا نمبر میں نے پڑھنا ہے؟

محترمہ چیئرپرسن، آپ اپنا نقطۂ نظر بیان کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون، 46 پر آپ بات کر لیں۔ 39 پر وہ بات کر لیں گے۔ میں جواب دے دوں گا۔ انہوں نے پڑھ لی ہے۔ اب آپ 46 پر بات کر لیں۔ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صوبائی محکموں میں وسیع پیمانے پر مالی بدعنوانیوں کی نشان دہی

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! اس بارے میں میری گزارش صرف اتنی ہے کہ یہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے ایک بیان کے حوالے سے میں نے یہ بات کی تھی کہ افسران جو ہیں وہ کمیشن لیتے ہیں اور آڈٹ اہل کاروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک بدعنوانی ہے اور یہ

بڑے بھرپور طریقے سے سامنے آ رہی ہے۔ اگر پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کوئی اپنا کام کر رہی تو ہے اس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ بڑے پیمانے پر گھپلے ہیں اور خورد برد ہے۔ معاملات غلط ہو رہے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کے سامنے بہت ہی کم اس کا حصہ آتا ہے اور جو آتا ہے تو اس پر بھی کوئی کارروائی کرنے میں' کوئی ایکشن لینے میں اسمبلی بھی ایک لحاظ سے بے بس ہے۔ اس لحاظ سے میں نے یہ تحریک دی ہے کہ اس معاملے کو واضح ہونا چاہیے۔ یہ ہمارا سرمایہ ہے' ملک کا سرمایہ ہے' اس صوبے کا سرمایہ ہے۔ اسے اس طرح سے برباد نہیں ہونا چاہیے اور یہ جو خورد برد اور ہیرا پھیری کے واقعات ہیں جس پر پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نے بھی ایک ایکشن لیا ہے۔ اس کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے اور ایوان اس بارے میں مکمل طور پر یا بھرپور طریقے سے گفتگو کرے۔

محترمہ چیئرپرسن، ڈاکٹر صاحب! آپ اس پر مزید کچھ بات کرنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے باقاعدگی سے اس کے اجلاس منعقد کیے ہیں اور بہت سارے خفیہ گوشے آشکارا کیے ہیں۔ یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ہر سرکاری دفتر کے اندر فائل اگر چلتی ہے تو وہ پیسے کی بنیاد پر چلتی ہے اور جس طرح ہمارے یہ سرکاری افسران غریبوں کے' عوام کے اس پیسے کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں ان کا کسی نہ کسی سطح کے اوپر احتساب ضرور ہونا چاہیے۔ یہاں پر ہماری پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے وہ اس حد تک تو بہت اچھا کام کرتی ہے کہ یہ غلط کاریاں منظر عام پر لے آتی ہے لیکن اس کے آگے ان افسران کا باقاعدہ کوئی احتساب ہو۔ یہ جو خورد برد کرتے ہیں یہ ان سے وصول کی جائے اور انہیں قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔ اس معاملے میں ہماری یہ اسمبلی بالکل بے بس نظر آتی ہے۔ اور اس میں غریب عوام اس اسمبلی کی طرف اسی لحاظ سے دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہ منتخب ممبران جو ہیں یہ ہمارے حقوق کے محافظ ہیں اور انہیں چاہیے کہ یہ اس قسم کی غلط کاریوں کو روکیں۔ تو میں یہی استدعا کرتا ہوں کہ اس معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے اور کس طرح ہم اس معاملے کے اوپر موثر مدافعت کر سکیں۔ اسمبلی کی کارروائی معطل ہونی چاہیے اور اس پر بحث ہونی چاہیے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ تحریک التوائے کار کا وقت ہے لیکن یہ تحریک التوائے کار نمبر 39 تین ممبران کی طرف سے ہے۔۔

(اس مرحلہ پر جناب فرحت عزیز مزاری صاحب کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ تحریک التوائے کار نمبر 39 تین فاضل اراکین کی طرف سے دی گئی ہے آپ تحریک التوائے کار کا chapter ملاحظہ کر لیں جس طرح سے تحاریک استحقاق ایک سے زیادہ ممبر نہیں دے سکتے ٹیکنیکل گراؤنڈ پر میں یہ بات جتانا چاہتا ہوں کیونکہ اب یہ یہاں پر روایت بن گئی ہے کہ ایک بات کو کسی انداز میں بھی پیش کر دیا جائے کوئی اس کا نوٹس نہیں لیتا حالانکہ یہ اسمبلی کے اہل کاران کو ہی دیکھنا چاہیے تھا جناب والا! میں اس سے متعلقہ دفعہ نمبر 69 پڑھ دیتا ہوں۔

69 (1) "If the Speaker is of the opinion that the matter proposed to be discussed is in order, he shall read the statement to the Assembly and ask whether the member has the leave of the Assembly."

صرف ممبر کو انہوں نے کہا ہے کہ صرف ایک ممبر۔ اس میں ممبرز تو نہیں ہیں نہ ہی یہ آ سکتی ہے پھر آپ موشن کا chapter دیکھ لیں اس کا رول 164 ہے اور میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

"A matter requiring the decision of the Assembly shall be brought forward by means of a question put by the Speaker on a motion moved by a member."

یعنی موشن ممبر کی طرف سے پیش ہو سکتی ہے نہ کہ ممبران کی طرف سے جناب والا! یہ موشن ہے اور میرا یہ نقطہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس بات پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا گیا۔ جناب والا! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو موشن ہوتی ہے وہ صرف ایک ممبر کی طرف سے آ سکتی ہے نہ کہ ممبران کی طرف سے۔ یہ رولز کے مطابق میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے اسے آپ دیکھ لیں اگر اسے مؤخر کرنا ہے تو مؤخر کر لیں جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ قانون کے تحت ایک آدمی پیش کر سکتا ہے مگر اس پر دستخط دوسرے آدمی کر سکتے ہیں۔ کیا آپ پوائنٹ کو کلیئر کریں گے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جو موشن ہوتی ہے وہ ایک ہی ممبر کی طرف سے آنی چاہیے مگر

انہوں نے یہ کہا کہ "ہم پیش کرتے ہیں" یعنی جب انہوں نے پڑھا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ ہم پیش کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین، میاں صاحب! اسمبلی میں جو جنرل پریکٹس رہی ہے وہ یہی رہی ہے کہ اس پر دستخط زیادہ لوگ کرتے ہیں مگر پیش صرف ایک ہی کرتا ہے۔ لہذا جب جنرل پریکٹس چل رہی ہے تو

Let us not disturb that. Let us continue.

یعنی جو پارلیمانی پریکٹس چل رہی ہے اسے جاری ہی رہنے دیا جائے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! کیا یہ آپ اپنا mind apply کر رہے ہیں یا سیکرٹری صاحب کا'

جناب چیئرمین، جی یہ common concensus ہے۔ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا اور میں نے اس وقت اپنے بھائی ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کو interrupt نہیں کیا۔ جب کوئی فاضل رکن کوئی تحریک التوائے کار پڑھ لے اس کے بعد تحریک التوائے کار پر short statement نہیں دی جا سکتی۔

جناب والا! اسی قسم کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 28 جناب میاں محمود الرشید صاحب نے دی تھی اس پر میں بڑی تفصیل سے اپنی بات کر چکا ہوں۔ اور انہوں نے میرے جواب سے مطمئن ہو کر اسے پریس نہیں کیا یہ اسی کے ساتھ ملتی جلتی تحریک التوائے کار ہے۔

جناب والا! آڈیٹر جنرل اپنی رپورٹ اسمبلی کو بھجواتے ہیں اسمبلی وہ رپورٹ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کو refer کرتی ہے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی متعلقہ محکموں سے اس کی وضاحت طلب کرتی ہے اور جو audit objections ہوتے ہیں ان اعتراضات کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں متعلقہ محکمہ اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے پھر یہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے فیصلے پر ہوتا ہے کہ اگر وہ مطمئن ہو جائے تو پھر ان آڈٹ اعتراضات کو ختم کر دیا جاتا ہے اگر مطمئن نہ ہو تو پھر قانون کے مطابق مزید کارروائی کی جاتی ہے اور اس کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی سفارش کرتی ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے کہ احتساب کا عمل ناکام ہو چکا ہے ان معاملات کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی ہے جب تک پبلک اکاؤنٹس کمیٹی محکمہ خزانہ اور متعلقہ محکمہ کی وضاحت سے مطمئن نہ ہو اس وقت تک احتساب کا عمل جاری رہتا ہے اور غبن شدہ رقم وصول کرنے کے علاوہ اس میں ملوث سرکاری ملازمین کو سزا دلوانے کے لیے بھی اقدامات کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ احتسابی عمل کے لیے محکمہ خزانہ میں باقاعدہ ایک شعبہ کام کر رہا ہے جو اس عمل کو ایڈیشنل چیف سیکرٹری کی نگرانی میں باقاعدہ monitor کرتا ہے۔

جناب والا! ان حقائق کے پیش نظر ضلع اکاؤنٹس کمیٹی کی باقاعدگی سے پڑتال کے علاوہ کنٹرول اور نگرانی کی جاتی ہے تاکہ کوئی بدعنوانی نہ ہونے پائے اور اس کے علاوہ میں فاضل اراکین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک التوائے کار کسی ایک خاص معاملے کے متعلق ہوتی ہے اور یہ کسی خاص معاملے کو پوائنٹ آؤٹ کریں اس پر حکومت نوٹس لے گی اور اگر اس قسم کی کوئی بے قاعدگی پائی گئی تو اس پر حکومت قانون کے مطابق اقدامات کرے گی۔ اس وضاحت کے پیش نظر میں توقع کرتا ہوں کہ یہ سارا معاملہ اسی سیشن کے دوران تحریک التوائے کار نمبر 28 کے ذریعے پہلے ہی ڈسکس ہو چکا ہے۔ لہذا میں توقع کرتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اس کو پریس نہیں فرمائیں گے کیونکہ یہ مسئلہ تحریک التوائے کار ہے اور یہ بات حکومت کے پہلے ہی نوٹس میں ہے اور حکومت ان حقائق سے congnizant ہے اور حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ احتساب کا عمل بھی ہو اور اس قسم کی غلط کاری نہ ہونے پائے۔ اور کسی خاص غلط کاری کو حکومت کے نوٹس میں لائیں گے تو ہم بھی اس کا نوٹس لیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ، جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ معاملہ تحریک التوائے کار کے لیے موزوں ترین معاملہ نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا خورد برد ہے غبن ہے ہیرا پھیری ہے کرپشن ہے اور یہ بڑے پیمانے پر ہے اور یہ جو آڈٹ رپورٹس دی گئی ہیں آپ ان کو ذرا پڑھ لیجیے اس کے اندر کروڑوں روپے کے گھپلے موجود ہیں اور اس پر کچھ نہیں ہوتا ریکوریاں ہوتے ہوتے دس' دس سال ہو جاتے ہیں یہی بات ہم زیر بحث لانا چاہتے ہیں ہم بحث ان ہی چیزوں کے بارے میں کرنا چاہتے ہیں کہ آخر یہ احتساب کب ہوگا اور کون کرے گا اگر ہم بھی نہیں کر سکتے اگر یہ اسمبلی اور یہ ایوان بھی نہیں کر سکتا تو پھر جناب سپیکر! بتایے کہ کون سا ایسا فورم ہے جہاں پر یہ بات ہو سکتی ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ موزوں ترین بات ہے یہ ایک خاص معاملہ ہے چیئرمین' پبلک اکاؤنٹس کمیٹی جو ایک ذمہ دار آدمی ہے یہ ان کا بیان ہے اور یہ بالکل specific بیان ہے اس کے بعد جناب یہ جو ساری کی ساری رپورٹس ایک سال کی ہیں اس سے پہلے کی بھی ہیں اور اس کے بعد کی بھی ہیں تو جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ آپ بھی

اسے سمجھتے ہیں وزیر قانون بھی اسے سمجھتے ہیں اگر وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیں تو یہ الگ بات ہے ان کو بھی معلوم ہے کہ یہ گھپلے ہو رہے ہیں اور یہ بڑے پیمانے پر ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ لازمی طور پر اس تحریک التوائے کار کو منظور کیا جائے اس کے لیے وقت مختص کیا جائے تاکہ ہم اس پر کھل کر بات کر سکیں یہ معاملہ بالکل جائز اور معقول ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب والا! میری بھی تحریک التوائے کار نمبر 36 اسی کے ساتھ ٹیگ۔اپ ہوئی ہے یہ بھی اسی کے متعلق ہے تو جناب والا! میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اگر اس احتساب کے عمل کو آگے نہیں چلانا تو پھر ہمیں اتنی موٹی موٹی رپورٹیں فراہم کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ اسمبلی قانون سازی کرتی ہے اور ان ہی معاملات کی روک تھام کرتی ہے۔ اگر جناب والا! ہم اس قابل نہیں ہیں کہ عوام کے پیسے کو محفوظ کر سکیں اور اس کے استعمال کو عوام کے مفاد میں نہ استعمال کروا سکیں تو پھر یہ سارا معاملہ' یہ رپورٹیں اور یہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی یہ سب کی سب بے مقصد ہو جاتی ہیں اس لحاظ سے میں بھی اس کو پریس کرتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کو باقاعدہ ٹیگ۔اپ کیا جائے اس کے لیے وقت مقرر کیا جائے تاکہ ہم اس کے لیے آئندہ measures adopt کر سکیں۔

جناب چیئرمین، لیکن رولز کہتے ہیں کہ اگر کوئی مخصوص معاملہ اٹھایا جائے تو اس کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی مخصوص معاملہ تو نہیں ہے۔ ایک جنرل سی بات ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب والا! یہ کوئی مخصوص معاملہ نہیں ہے۔ یہ جو ہمیں اتنا موٹا پلندہ دیا جاتا ہے یہ کیا چیز ہے۔ ہر محکمے کی رپورٹ اس کے اندر موجود ہے۔ آپ کوئی بھی کہیں وہ اس میں سے نکال کے دکھائی جا سکتی ہے۔

جناب چیئرمین، یہ چونکہ یہ ایک جنرل سٹیٹمنٹ ہے اور کوئی مخصوص معاملہ سے متعلق نہیں ہے اس بنیاد پر اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 40 چودھری محمد فاروق صاحب!

لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ' سرگودھا میں رشوت ستانی

چودھری محمد فاروق، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ سرگودھا کے ملازمین ماہانہ تین لاکھ "نذرانہ" لیتے ہیں۔ غیر رجسٹرڈ فیکٹریوں'

صنعتی یونٹوں' دکان داروں اور پٹرول پمپوں سے مختلف شرح سے رشوت لی جاتی ہے۔ لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ سرگودھا مزدوروں کی فلاح و بہبود کی بجائے اپنی فلاح و بہبود میں مصروف رہتا ہے۔ مزدوروں 'مزدور رہنما تاجروں اور چھوٹے صنعت کاروں کی متعدد شکایات کے پیش نظر نمائندہ خبریں" نے اس سلسلے میں خصوصی سروے کیا۔ اطلاعات کے مطابق اس وقت لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ سرگودھا کے ملازمین تقریباً تین لاکھ روپے ماہانہ نذرانہ وصول کر رہے ہیں جب کہ ڈیپارٹمنٹ کے ایک اہل کار کے مطابق ان کے اپنے حصے میں بہت معمولی رقم آتی ہے۔ باقی سب اوپر چلی جاتی ہے۔ اس خبر سے محکمہ کی بدعنوانیوں سے شہریوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ یہ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلہ کو فوری زیر بحث لایا جائے۔

وزیر محنت(راجہ محمد خالد خان): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ نمائندہ "خبریں" نے جو سروے رپورٹ شائع کی ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ ہم نے جائنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر فیصل آباد کو اس کی انکوائری کے لیے مقرر کیا تھا جس نے 29-12-92 اور 13-1-93 کو سرگودھا جا کر دو بار مشتاق جعفری رپورٹر سے ملنے کی بھی کوشش کی اور انہیں وقت بھی دیا لیکن انہوں نے تکلیف گوارا نہ کی اور نہ ہی وہ انکوائری میں شامل ہوئے جنہوں نے یہ خبر دی تھی۔ اس کے بعد ہمارے جائنٹ ڈائریکٹر رانا محمد حلیم اختر رپورٹر اور جو پریس کلب کے چیئرمین بھی ہیں اور ایک پٹرول پمپ کے مالک بھی ہیں' ان سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ جو یہ الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل سراسر بے بنیاد ہیں اور ان میں کوئی صداقت نہ ہے۔ جناب والا! یہ الزامات غلط فہمی پر مبنی اور بے بنیاد ہیں اور ناجائز فائدہ اٹھانے کے لیے لگائے گئے ہیں اور ان میں کوئی صداقت نہ ہے۔ علاوہ ازیں انکوائری آفیسر نے ٹریڈ یونینز فیکٹری مالکان اور لیبر لیڈروں کے بیانات بھی قلم بند کیے جنہوں نے کہا کہ تمام الزامات بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔ علاوہ ازیں معزز رکن اسمبلی جناب عبدالحمید صاحب جو ایم پی اے بھی ہیں' صدر مسلم لیگ بھی ہیں اور سرگودھا کارپوریشن کے سابق میئر بھی ہیں اور جو پٹرول پمپ کے مالک بھی ہیں' انہوں نے بھی یہ سٹیٹمنٹ ریکارڈ کروائی ہے کہ یہ چھپنے والی خبر بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔ اور اس کی ایک وجہ بھی بتائی ہے کہ روزنامہ "خبریں" میں چھپنے والی اس خبر کو بلیک میلنگ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چونکہ اخبار کا رپورٹر اپنے اخبار کے لیے محکمہ محنت اور پٹرولیم ایسوسی ایشن سے اشتہار لینا چاہتا تھا جسے پٹرولیم ایسوسی

ایشن نے اشتہار دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے اس کی کوئی مدد نہ کی جس سے بدظن ہو کر اس نے محکمہ کے خلاف یہ خبر شائع کی کہ اس میں محکمہ محنت ملوث ہے۔ جناب والا! یہ ایک عام معاملہ ہے کوئی مخصوص معاملہ نہیں ہے اس لیے میری یہ گزارش ہو گی کہ اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! بے شک راجہ صاحب کی دیانت' محنت اور ان کی شرافت میں کوئی شک نہیں ہے بہرحال ان کے جواب سے ایک بات تو سامنے آئی کہ ایک اخبار والوں نے محض اپنے اشتہارات نہ ملنے کی وجہ سے اتنی بڑی خبر دی کہ جس کو سن کر وہ اسے بلیک میلنگ کا ذریعہ جا رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے پوری حکومت بدنام ہوتی ہے' ان کا محکمہ بدنام ہوا ہے اور اخباروں میں چرچے ہوئے' گلی گلی چرچے ہوئے اور ہر کسی نے پڑھا کہ تین تین لاکھ روپے ماہانہ رشوت وصول کی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! اس پہ آیا محکمہ نے کوئی نوٹس لیا اور اگر ان کے بقول روزنامہ خبریں نے جو سروے رپورٹ شائع کی وہ بے بنیاد ہے تو جناب سپیکر! اس غیر ذمہ دارانہ سروے پر اخبار کے نمائندے کے خلاف اور مذکورہ اخبار والوں کے معاملے میں اس محکمہ نے اب تک کیا کارروائی کی کہ جس غیر ذمہ دارانہ سروے کی وجہ سے ان کا محکمہ اس حد تک بدنام ہوا اور میں اپنی جگہ پہ یہ محسوس کرتا ہوں کہ محکمہ محنت اپنی ذمہ داریاں اس حد تک پوری نہیں کرتا اس لیے کہ آپ سرگودھا میں چلے جائیں اور چند بیانات ریکارڈ کر لینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ آپ دیکھیں کہ پٹرول پمپوں پر دس سال کی عمر سے لے کر چودہ سال کی عمر کے بچے پٹرول گاڑیوں میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ اور جناب سپیکر! چودہ سال کا بچہ لیبر لاء کے مطابق اس قسم کی مزدوری نہیں کر سکتا۔ آپ چھوٹے چھوٹے اداروں میں چلے جائیں ان صنعتی اداروں میں بھی چھوٹی عمر کے بچوں سے کام لیے جا رہے ہیں۔ انہیں مزدوری پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اور جب کوئی صنعتی اداروں کے مالک چھوٹی چھوٹی عمر کے بچوں کو ملازم رکھتے ہیں اور بجلی کے قوانین کے مطابق انہوں نے صحیح طریقے سے بجلی بھی نہ لگوائی ہوتی ہے اور دوسرے قوانین کے مطابق اگر وہ اپنے صنعتی اداروں کو نہیں چلا رہے ہوتے ہیں تو غیر قانونی کام جب وہ صنعت کار کر رہے ہوتے ہیں تو ان کو محکمہ محنت والے یہ کام کرنے کی کھلی چھٹی دیے رکھتے ہیں۔ اسی حوالے سے پھر یہ یقیناً ان سے کچھ نہ کچھ نذرانہ وصول کرتے ہوں گے اگر وہ رشوت وصول نہیں کرتے۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ اگر وزیر موصوف نے اپنی ذمہ داری اور محنت کے ساتھ کوئی ایسی پالیسی اختیار کر لی ہے کہ وہ صنعتی ادارے اس قسم کے کام نہیں کر

سکتے تو یہ اپنی سٹیٹمنٹ کو اسی صورت میں درست ثابت کر سکتے ہیں اگر انہوں نے اس غیر ذمہ دارانہ سروے رپورٹ کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے۔ اگر ان کے محکمے نے اخبار کے خلاف یا اخباری نمائندے کے خلاف کوئی کام شروع ہی نہیں کیا تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جواب برائے جواب ہے۔

جناب چیئرمین، جناب وزیر محنت کیا فرمائیں گے؟

وزیر محنت، جناب والا! اخبارات میں تو روزمرہ مفروضوں پر مبنی خبریں چھپتی ہیں اگر اسی طرح اخبارات کے ساتھ حکومت مقدمے بازی میں الجھ جائے اور ان کو نوٹس دینا شروع کر دے تو پھر گزارا نہیں چلے گا۔ میں نے معزز رکن کی خدمت میں یہ گزارش کی ہے کہ جس خبر کی اہمیت کے بارے میں آپ نے یہ معاملہ تحریک التوائے کار کی صورت میں اس ایوان میں پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں اسی خبر کا نوٹس لیتے ہوئے ہم نے لیبر ڈائرکٹر، فیصل آباد کو جو کہ دوسرے ریجن کا ہے اس کو اس انکوائری پر مامور کیا تھا اور اس نے اپنی رپورٹیں وہاں پر دو دفعہ جا کر تیار کی ہیں اور مختلف حضرات جن میں ہمارے ایم پی اے اور سابقہ میئر بھی شامل ہیں، پریس کلب کے صدر اور دوسرے لوگوں سے یہ ملے۔ جناب والا! میرے فاضل بھائی نے جو تذکرہ فرمایا ہے کہ 16/14، سال کے بچوں سے لیبر کروائی جاتی ہے میرے خیال میں چودھری صاحب یہ بات بھول گئے ہیں کہ ہماری کچھ معاشی مجبوریاں بھی ہیں کوئی بھی ماں باپ اپنے معصوم بچوں کو روزگار کی کمائی کے لیے اس عمر میں نہیں بھیج سکتا لیکن ہماری کچھ معاشی مجبوریاں ہیں جن کے تحت لوگ اپنے بچوں سے کام یا مزدوری کرانے پر مجبور ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حقیقت سے ناآشنا تو وہ نہیں ہیں اور اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اس بات کو یہ پریس بھی نہیں کریں گے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ ایک general matter ہے ایسی خبریں تو شائع ہوتی رہتی ہیں اور ان کو بنیاد بنا کر ان کی تحریک التوائے کار کو accomodate نہیں کیا جا سکتا۔

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! میرے خیال میں وزیر محنت کی وضاحت کے بعد آپ convince بھی ہوں گے اور قائل ہو گئے ہوں گے اور آپ اس کو شاید پریس نہیں کریں گے۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! میں نہ صرف یہ کہ وزیر محنت کی اس وضاحت کے بعد کہ میں اس تحریک کو پریس نہیں کرتا صرف میں رسمی طور پر یہ نہیں کہوں گا کہ میں اسے پریس نہیں کرتا

بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر محنت صاحب نے میری اس تحریک کے حوالے سے جس انداز میں جواب تیار کرنے کے لیے ذاتی طور پر توجہ دی اور اپنے محکمہ کے افسران کو نہ صرف بلایا بلکہ وہاں کے کچھ صنعت کاروں اور عوامی نمائندوں سے بھی رابطہ قائم کیا ان کی statements ریکارڈ کیں۔

میاں منظور احمد موہل۔ جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین۔ میاں صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل۔ جناب والا! یہ تحریک چودھری صاحب نے پیش کی پھر وزیر صاحب نے جواب دیا پھر انہوں نے ایک لمبی تقریر کی پھر وزیر صاحب نے جواب دیا اور اب انہیں صرف پریس نہیں کرنا تھا لیکن چودھری صاحب نے پھر تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب چیئرمین۔ میاں صاحب آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب تو آپ پھر اس کو پریس نہیں کرتے؟

چودھری محمد فاروق۔ جی میں پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین۔ تو its withdrawn تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

راجہ خلیق اللہ خان۔ جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ میاں محمود الرشید' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین۔ رپورٹ پیش کر دی گئی۔

راجہ خلیق اللہ خان۔ جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 43 پیش کردہ جناب ارشاد حسین سیٹھی' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین۔ رپورٹ پیش کر دی گئی۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

راجہ خلیق اللہ خان۔ جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 27 پیش کردہ جناب چودھری محمد فاروق' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30-اپریل 1993ء تک کی توسیع چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد، ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ اپریل 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔

(توسیع دی گئی)

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 31، پیش کردہ چودھری محمد فاروق، ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔اپریل 1993ء تک کی توسیع چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد، ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ اپریل 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔

(توسیع دی گئی)

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ تحریک پیش کرتے ہیں تو سپیکر کو وہی تحریک put کرنی چاہیے پھر ہاؤس کی sense لینی چاہیے۔ یہ نہیں ہے کہ پڑھی اور توسیع کر دی جائے۔ یعنی آپ کو یہ پڑھنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب آپ صحیح فرما رہے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد، ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ اپریل 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد، ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ اپریل 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔

(توسیع دی گئی)

مسودات قانون:

مسودہ قانون (ترمیم) (تنخواہیں' الاؤنسز اور استحقاقات برائے اراکین) صوبائی اسمبلی پنجاب' مصدرہ' 1991ء

MR . CHAIRMAN: Now , we take up the Punjab Provincial Assembly (Salaries , Allowances and Privileges of Members) (Amendment) Bill , 1991 Bill No 10 of 1991. Minister for Law and Parliamentary Affairs may move the Bill

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move -

> That the Punjab Provincial Assembly (Salaries , Allowances and Privileges of members) (Amendment) Bill , 1991 as reported by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs , be taken into consideration at once.

MR CHAIRMAN: The motion moved is.-

> That the Punjab Provincial Assembly (Salaries , Allowances and Privileges of members) (Amendment) Bill , 1991 as reported by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs , be taken into consideration at once.

(The motion was not opposed)

MR. CHAIRMAN: Now, the motion moved and the question is:-

> That the Punjab Provincial Assembly (Salaries , Allowances and Privileges of members) (Amendment) Bill , 1991 as reported by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs , be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

Clause 2

MR. CHAIRMAN: Now, we take up Bill clause by clause Clause 2 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it-

The question is:-

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 3

MR CHAIRMAN: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it -

The question is :-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 4

MR. CHAIRMAN: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:-

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 5

MR CHAIRMAN: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. There is an amendment from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move the amendment.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr

Speaker Sir, I move :-

That Clause 5 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, the following be substituted.

5. Repeal.- The Punjab Provincial Assembly (Salaries, Allowances and Privileges of Members) (4th Amendment) Ordinance, 1992 (XXXVIII of 1992) is hereby repealed.

MR CHAIRMAN: The motion moved is:-

That Clause 5 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, the following be substituted

"5. Repeal - The Punjab Provincial Assembly (Salaries, Allowances and Privileges of Members) (4th Amendment) Ordinance, 1992 (XXXVIII of 1992) is hereby repealed"

(The motion was not opposed)

MR CHAIRMAN: Now, the amendment moved and the question is.-

That Clause 5 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, the following be substituted

"5. Repeal - The Punjab Provincial Assembly (Salaries, Allowances and Privileges of Members) (4th Amendment) Ordinance, 1992 (XXXVIII of 1992) is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: Now, the question is:-

That Clause 5 as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 1

MR CHAIRMAN: Now, Clause 1 of the Bill under consideration. One amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move the amendment

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:-

That in sub-clause (i) of Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs for the figures "1991" occurring in line 3 the figures "1993" be substituted

MR CHAIRMAN: The amendment moved is -

That in sub-clause (i) of Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs for the figures "1991" occurring in line 3 the figures "1993" be substituted.

(Amendment was not opposed)

MR CHAIRMAN. The question is -

That in sub-clause (i) of Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs for the figures "1991" occurring in line 3 the figures "1993" be substituted.

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: Now, the question is:-

That Clause 1 of the Bill as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Preamble

MR CHAIRMAN: Now, the Preamble of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Long title

MR CHAIRMAN: Now, the Long Title of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, it becomes part of the Bill. Minister for Law and Parliamentary Affairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS. Mr Speaker Sir, I move -

That the Punjab Provincial Assembly (Salaries Allowances and Privileges of members) (Amendment) Bill, 1991 be passed.

MR CHAIRMAN: The motion moved is -

That the Punjab Provincial Assembly (Salaries Allowances and Privileges of members) (Amendment) Bill, 1991, be passed.

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں تھوڑا سا بتانا چاہتا تھا کہ اس بل کے ذریعے قائد حزب اختلاف کی privileges منسٹر کے برابر ہیں اور تقریباً یہ دو سال سے چل رہا ہے لیکن آج اس کو قانونی شکل دے رہے ہیں اور جو اراکین ہاسٹلز ہاؤس میں رہتے تھے پہلے ان کو subsidy کم ملتی تھی اور جو باہر رہتے تھے ان کو زیادہ ملتی تھی اب اس کو برابر کیا گیا ہے۔ تو جناب والا! میں ہاؤس کو یہ بتانا چاہتا تھا۔ کہ اس بل کے ذریعے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے۔

MR CHAIRMAN: Now, the motion moved and the question is:-

That the Punjab Provincial Assembly (Salaries Allowances and

Privileges of Members) (Amendment) Bill, 1992, be passed.

(The motion was carried)

(The Bill was passed)

مسودہ قانون (ترمیم) (تنخواہیں' الاؤنسز اور استحقاقات) وزراء' پنجاب مصدرہ 1991ء

MR CHAIRMAN: Now, we take up the Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Bill, 1991

Minister for Law and Parliamentary Affiars.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS. Mr Speaker Sir, I move:-

That the Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Bill, 1991, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information, be taken into consideration at once.

MR CHAIRMAN: The motion moved is.-

That the Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Bill. 1991, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information. be taken into consideration at once

(The motion was not opposed)

MR CHAIRMAN: Now, the question is:-

That the Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Bill, 1991, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information, be taken into consideration at once

(The motion was carried)

جناب غلام سرور خان، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں نے اس پر اپنی ترمیم دی ہے اور میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، آپ نے ترمیم دی ہے؟

جناب غلام سرور خان، جی 'جناب والا! میں نے ترمیم دی ہے۔

MR CHAIRMAN: He is short of record.

جناب غلام سرور خان، ایجنڈے میں بھی ہے اور مجھے بھی اس کی کاپی دی گئی ہے۔

جناب چیئرمین، خان صاحب! وہ کلاز 2 پر ہے جب آئے گی تو آپ پھر take up کریں۔ یہ پارلیمانی پریکٹس رہی ہے کہ جب سپیکر بول رہے ہوں تو بیچ میں interruption نہ ہو۔ تو میں پھر question raise کروں گا۔

(Clause 2)

MR CHAIRMAN: Now, we take the Bill clause by clause. Clause 2 of the Bill is under consideration. Two amendments have been received in it from Rana Sana Ullah Khan and Mr Ghulam Sarwar Khan. Amendment in a Money Bill is a Money Bill. A Money Bill or a Bill or amendment which if enacted or brought into operation would involve expenditure from Provincial Consolidated Fund or withdrawal from the public account of the Province shall not be introduced or moved in the Provincial Assembly except by or with the consent of the Provincial Government.

Since no consent of Provincial Government has been produced, these amendments cannot be moved and as such disallowed under Article 115(1) of the Constitution.

The question is -

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried).

Clause 3

MR CHAIRMAN: Clause 3 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Minister for Law & Parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTRY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move-

That for Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information, the following be substituted -

"3. Repeal - The Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Ordinance, 1993 (III of 1993) is hereby repealed."

MR CHAIRMAN: The amendment moved is -

That for Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information, the following be substituted -

"3. Repeal.- The Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Ordinance, 1993 (III of 1993) is hereby repealed."

(The amendment was not opposed)

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is -

That for Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing

Committee on Services, General Administration and Information, the following be substituted:-

"3. Repeal.- The Punjab Ministers (Salaries, Allowances and Privileges) (Amendment) Ordinance, 1993 (III of 1993) is hereby repealed.".

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: The question is-

That Clause 3 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 1

MR CHAIRMAN: Clause 1 of the Bill is under consideration One amendment has been received in it from Minister for Law & Parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I move -

That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Services, General Administration and Information, for the figures "1991" occurring in line 3, the figures "1993" be substituted

MR.CHAIRMAN: The amendment moved is-

That is sub clause(1) of Clause 1 of the bill, as recommended by the Stading Committee of servicis General Administration and Information, for the figures "1991" occurring in line 3, the figures" 1993" be substituted

(The amendment was not opposed)

MR.CHAIRMAN: The amendment moved and the question is-

That in sub-clause(1) of clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Services , General Administration and Information , for the figures"1991" occurring in line 3 , the figures"1993" be substituted.

(The motion was carried)

MR.CHAIRMAN: The question is-

That Clause 1 of the bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Preamble

MR.CHAIRMAN: Now , the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it the question is-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

LONG TITLE.

MR. CHAIRMAN: Now , the Long Title of the Bill is under consideration Since there is no amendment, it becomes part of the Bill

Minister for Law & Parlimaentary Affairs please.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I move.

That the Punjab (Salaries , Allowances and Pribileges) (Amendment) Bill, 1991 be passed

MR.CHAIRMAN: The motion moved is-

That the Punjab Ministers (Salaries , allowances and Privileges)

Amendment) Bill 1991 be passed

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! اس سے پہلے کہ آپ ہاؤس کے سامنے سوال پیش کریں اس بارے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بل صرف ان وزراء صاحبان کے متعلق ہے جن کو سرکاری رہائش گاہ فراہم نہیں کی گئی یہ بھی آرڈیننس کافی عرصے سے چل رہا ہے اور یہ دونوں آرڈیننس اکٹھے چل رہے تھے پہلے آٹھ ہزار روپے تک وزراء مکان لے سکتے تھے۔ اب چونکہ گھر میسر نہیں آ رہے لہذا اب اس کی حد بڑھا کر 15 ہزار روپے سے کم تک، یعنی 15 ہزار روپے کے اندر اندر منسٹر صاحبان رہیں گے جن کو سرکاری رہائش فراہم نہیں کی گئی۔ اس سلسلے میں یہ بل موو کیا گیا ہے۔ شکریہ۔

MR.CHAIRMAN: The motion moved and the question is-

That the Punjab Ministers (Salaries , allowance and Privileges) (amendment) Bill,1991 be passed.

(The motion was carried)

(The Bill was passed)

(Applause by thumping of desks)

The House is adjournd to meet at 9 00 A M on 18 2.1993.